

خَيْرَةُ الْجَنَانِ

فَهْمُ الْقَلْبِ

افادات

امام اہلسنت حضرت شیخ الحدیث و التفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

جمع و ترتیب

www.besturdubooks.net

نظر ثانی

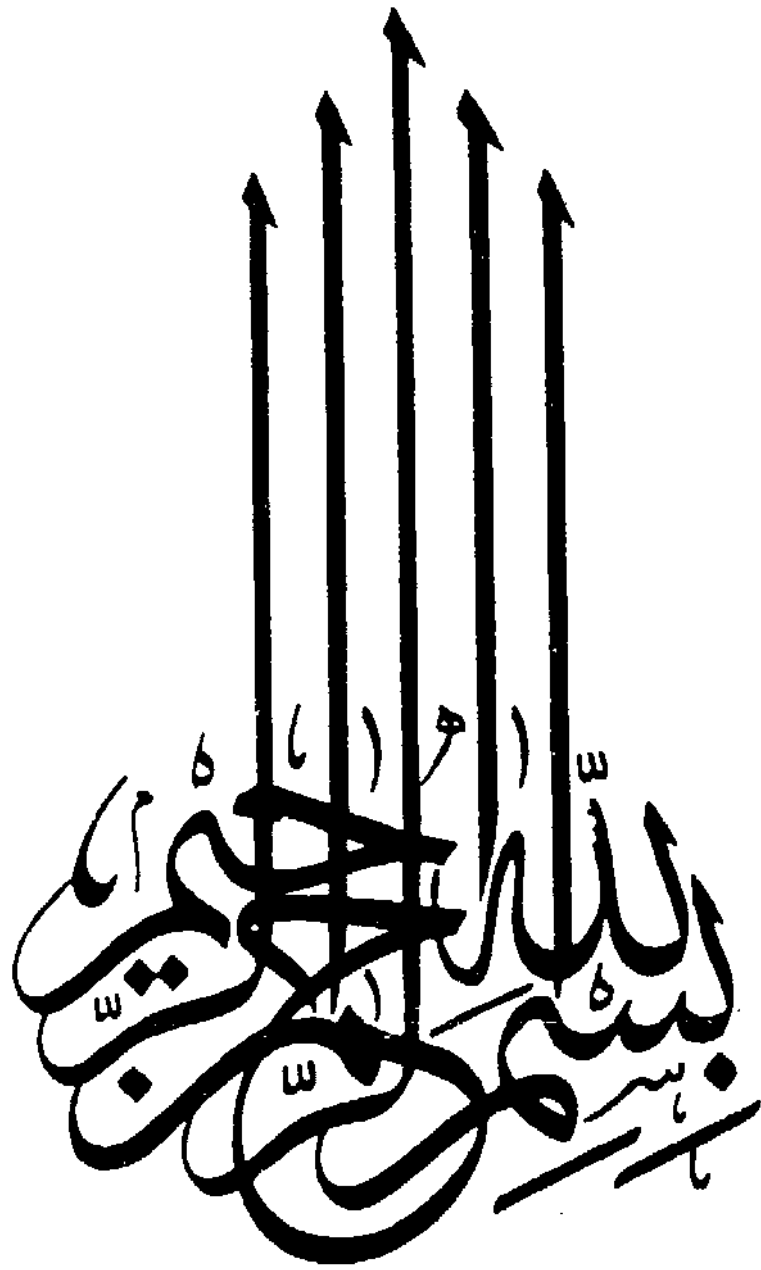
مولانا محمد نواز بلوچ
فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

مولانا علامہ زاہد الراشدی
شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

لَقْمَانُ اللَّهِ مِيرَ بَرَادَرَانُ

سیٹلائٹ ٹاؤن - گوجرانوالہ

ناشر



جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن	نام کتاب
شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سر فراز خان صفدر دامت برکاتہم	از افادات
مولانا محمد نواز بلوچ فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ	مرتب
حضرت مولانا علامہ زاہد الراشدی (مدظلہ)	تقریباتی
لقمان اللہ میر برادران، سیٹلائٹ ٹاؤن، گوجرانوالہ	ناشر
محمد خادربٹ (کاتب قرآن) کھوکھر کی، گوجرانوالہ	سرورق
الفتح گرافکس گوجرانوالہ 0431-216239	کمپوزنگ
معراج جمشید بٹ پرنٹرز ریٹی گن روڈ لاہور	طابع
ایک ہزار (۱,۰۰۰)	تعداد
۳۰۰/-	قیمت
۱۲۳ اکتوبر ۲۰۰۳ء بمطابق ۷ اشعبان ۱۴۲۳ھ	تاریخ طبع اول
اگست 2012ء بمطابق شوال المکرم ۱۴۳۳ھ	تاریخ طبع دوم

﴿ ملنے کے پتے ﴾

- | | | |
|---|-------|-----|
| ذخیرۃ الجنان محل عقب جامع مسجد، بازار تھانیوالا، شہر گوجرانوالہ | | (۱) |
| 0300-8741292 + 0431-210686 | | |
| مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ، مغل پورہ، گوجرانوالہ | | (۲) |
| معارف اسلامیہ اکیڈمی، بیت کلاں روڈ لنگھڑ، گوجرانوالہ | | (۳) |

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿فہرست مضامین﴾

صفحہ	عنوانات
۲	العران کی وجہ تسمیہ
۳	حروف مقطعات کی بحث
۴	اللہ جی کہنا جائز نہیں
۶	مصدق کا مطلب
۶	انجیلوں کے متعلق وضاحت
۷	قرآن کریم کی فضیلت
۸	وفد نجران کے آنے کا سبب
۹	ابو حارثہ پادری سے آپ ﷺ کا مکالمہ
۱۲	وفد نجران کی مزید تفصیل
۱۳	وفد نجران کو مسجد میں ٹھہرایا گیا
۱۶	یہود مدینہ کی وضاحت اور ان کا اثر و رسوخ
۱۷	یہود کا مدینہ طیبہ میں آنے کا سبب
۱۸	آنحضرت ﷺ کا یہود کو اسلام کی دعوت دینا اور ان کا جواب
۱۹	ان الذین کفروا لن تغنی عنهم اموالہم کا شان نزول

- ۲۱ واقعہ بدر کا ذکر
- ۲۵ مال و دولت اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی دلیل نہیں ہے
- ۲۷ مال اچھا ہے اگر جائز طریقے سے حاصل کیا جائے
- ۲۸ آخرت کے میوے دنیا کے میوؤں کی طرح نہیں ہوں گے
- ۲۹ جنتیوں کے کھانے کی مقدار اور اس کا ہضم ہونا
- ۳۰ ایمان والوں کی خوبیاں
- ۳۳ ان الدین عند اللہ الاسلام کا مفہوم
- ۳۵ اب نجات صرف آنحضرت ﷺ کے کلمہ میں ہے
- ۳۶ اہل کتاب کے اختلاف کی حقیقت
- ۳۶-۳۷ آنحضرت ﷺ کے پیروکار قیامت تک رہیں گے
- ۳۷ یہود مدینہ کے ساتھ میثاق امن کی تفصیل اور یہود کا حشر
- ۳۸ ہادی ہونے کا مفہوم
- ۳۹ غنڈوں نے ایک دن میں ۳۳ پیغمبروں کو احواری شہید کئے
- ۳۹ قتل حق کی تین صورتیں
- ۴۱ حضرت سحی علیہ السلام کے قتل کا سبب
- ۴۳ اللہ تعالیٰ کے احکامات ٹالنے میں سب یہودی برابر ہیں
- ۴۴ ابن صوریہ کی خیانت
- ۴۶ جزائز کے متعلق یہود و نصاریٰ کا نظریہ

- ۴۷ قل اللہم مالک الملک کا شانِ نزول
- ۴۸ عزتِ ذلت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے
- ۵۰ دنیا میں تین قوموں کی نظیر نہیں ملتی
- ۵۳ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں
- ۵۳ قارون کا نام منور تھا
- ۵۳ تروزیق من تشاء بغیر حساب کا مطلب
- ۵۶ حضرت عبدالرحمن ابن عوف کی جائیداد وفات کے وقت
- ۵۶ یہود و نصاریٰ سے دوستی جائز نہیں ہے
- ۵۷ علماء کی حق گوئی پر سعودی حکومت کی سزا
- ۵۸ کافر حربی نہ ہو تو اس کی مدد کر سکتے ہیں
- ۶۲ دنیا میں دو قسم کے لوگ موجود ہیں
- ۶۳ ایک دفعہ روسیوں نے اپنے ملک سے خدا کا اور مذہب کا جنازہ نکال دیا تھا
- ۶۳ اللہ تعالیٰ کی محبتِ آخری پیغمبر کی اتباع میں بند ہے
- ۶۵ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پانچ بیٹے تھے
- ۶۶ حضرت مریم علیہا السلام کے خاندان کا تعارف
- ۶۷ مسجدِ قصیٰ کی انتظامیہ
- ۶۷ حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش پر اختلاف
- ۷۳ مسجدِ قصیٰ پر یہودیوں نے ۱۹۶۷ء میں دوبارہ قبضہ کیا

- ۷۴ معجزے کا معنی
- ۷۵ موذی چیز سے ڈرنا ایمان کے خلاف نہیں
- ۷۶ معجزات اور کرامت کا ذکر قرآن پاک میں
- ۷۷ چار چیزیں پیغمبروں کی سنتوں سے ہیں
- ۷۸ پیٹ کی خبر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو نہیں ولی کو کس طرح ہو سکتی ہے؟
- ۸۲ حضرت مریم علیہا السلام کی جوانی کا ذکر
- ۸۳ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر واجب ہے
- حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش کے بارے میں
- ۸۴ بیت المقدس کی انتظامیہ میں جھگڑا
- ۸۵ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی آمد پر حضرت مریم علیہا السلام کی کیفیت
- ۸۶ مسیح کا معنی
- ۸۶ دجال ساری زمین پر پھرے گا سوائے چار جگہوں کے
- ۸۷ دجال کے استدراج کا ذکر
- ۸۸ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ماں کی گود میں تقریر کرنا
- ۹۱ آنحضرت ﷺ کے علاوہ سب پیغمبر لکھا پڑھنا جانتے تھے
- ۹۲ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرآن و سنت کی تعلیم دیں گے
- ۹۲ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ذکر
- ۹۲ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا درجہ امام مہدی سے زیادہ ہے

- ۹۳ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر
- ۹۳ انسان کے متعلق سائنس دانوں کی تحقیق اور قرآن
- ۹۵ قرآن کریم بھلانے والوں کا انجام
- ۹۶ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے
- ۹۷ بریلویوں نے یہودیوں کی طرح اسلام کا نقشہ بگاڑ دیا ہے
- ۹۸ عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف یہودیوں کا احتجاج
- ۹۸ معجزات عیسیٰ علیہ السلام
- ۹۹ بشارت ولادت عیسیٰ علیہ السلام
- ۱۰۰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اہل اسلام کا عقیدہ
- ۱۰۱ توراہ اور انجیل میں فرق
- ۱۰۱ معجزہ اور کرامت
- ۱۰۲ غیر مسلم سائنسدانوں کے انسان کے بارہ میں نظریات
- ۱۰۳ قرآن کو بھلانا
- ۱۰۶ اہل بدعت نے دین کا حلیہ بگاڑ دیا ہے
- ۱۰۸ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل سے خطاب
- ۱۱۰ حواری کون تھے؟
- ۱۱۲ وہابی کا طعنہ
- ۱۱۳ یہودیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکانے کا مطالبہ

- ۱۱۳ مرزا ایت کا فتنہ
- ۱۱۵ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مرزائیوں کا عقیدہ
- ۱۱۷ مسلمانوں کی وجہ رسوائی
- ۱۲۱ نجران کے عیسائیوں کا وفد
- ۱۲۳ مباحلہ سے اجتناب
- ۱۲۵ جزیہ کا مفہوم
- ۱۲۶ اسلام میں نیکی کی حقیقت
- ۱۳۰ زبان سے انکار مگر عملی اقرار
- ۱۳۲ حکم صرف للہ تعالیٰ کا
- ۱۳۳ مشرک اور بدعتی کا فرق سے کوئی تعلق نہیں ہے
- ۱۳۸ یہود و نصاریٰ اور مشرکین کا دعویٰ
- ۱۳۹ سرزمین عرب کا پہلا مشرک
- ۱۴۱ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکالیف
- ۱۴۳ شریعت میں بدعت کی تردید
- ۱۴۵ قادیانیوں کا باطل عقیدہ
- ۱۴۹ حضرت عبداللہ ابن سلام کی امانت داری
- ۱۵۲ فخاص ابن عازور ابدیانت تھا
- ۱۵۴ حضرت اشعث ابن قیس کا یہودی سے جھگڑا

- ۱۵۶ . ملتے جلتے الفاظ سے دھوکہ
- ۱۵۷ . جھوٹا گواہ چور کی طرح مجرم ہے
- ۱۵۹ . بندے صرف اللہ تعالیٰ کے
- ۱۶۰ . زد معنی الفاظ سے پرہیز
- ۱۶۲ . نام اچھا رکھو
- ۱۷۰ . حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول
- ۱۷۹ . پیغمبروں کے نبی
- ۱۸۱ . تحریف شدہ قرآن
- ۱۹۵ . مکہ کا مطلب و مفہوم
- ۲۰۰ . یہود کی شرارت اور مسلمانوں کو تنبیہ
- نیکی کی دعوت کے لئے ایک جماعت کا مطالبہ اور آخرت میں
- ۲۱۰ . اغیار و اشرار کی شناختی علامت
- ۲۲۰ . امت محمدیہ ﷺ کا طہرہ امتیاز اور یہود کا چہرہ
- ۲۳۱ . اہل کتاب کا ایک سعادت مند گروہ اور راہ کفر اختیار کرنیوالوں کی بد انجامی
- ۲۴۱ . بد عقیدہ لوگوں سے دوستی کی ممانعت
- ۲۵۱ . رسول اللہ ﷺ بحیثیت سپہ سالار اور اہل ایمان کے لئے نوید فتح
- ۲۶۲ . فیصلہ کا اختیار صرف اللہ ہی کو حاصل ہے۔ اور حرمت سود کا بیان
- ۲۷۰ . استغفار کی افادیت اور کفار پر غلبہ کی شرط

- ۲۸۱ گردشِ ایام کا فلسفہ اور ایمان پر ثابت قدمی کا بیان
- ۲۹۱ نصب العین کی خاطر جان پر کھیل جانے والوں کا بیان
اہل کفر کی اطاعت کا انجام اور حضور ﷺ کے قائم کردہ نظم میں بے قاعدگی کا نقصان
- ۳۰۱ میدانِ احد میں مسلمانوں کی افراتفری اور منافقین کی ہرزہ سرائی اور اس کا جواب
- ۳۱۱ صحابہؓ کی لغزش پر خدا کا قلمِ عفو
- ۳۲۱ رسول اللہ ﷺ کے خلقِ عظیم اور آپ کی امانت و دیانت کا بیان
- ۳۳۰ رسول اللہ ﷺ کی بعثت خدا کا احسانِ عظیم ہے اور رسالت کی ذمہ داریاں موت سے کسی کو مفر نہیں۔۔۔ راہِ خدا کے شہید کی حیاتِ سرمدی اور اس کا انعام
- ۳۶۱ سچے خداکاروں کا طرزِ عمل ان کا توکل اور انعامِ الہی
- ۳۷۳ اہل کفر کی سرگرمیوں پر آزر دگی سے ممانعت کفار کو ذلیل دینے کی حکمتِ منافقین اور اہل ایمان کے مابین امتیاز کا وعدہ بذریعہ امتحان اور بخیل کی سزا کا ذکر
- ۳۸۳ یہود کی اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہرزہ سرائی اور اس کا مال اور اللہ کے ہاں حقیقی کامیاب کون ہے؟
- ۳۹۳ یہود و مشرکین کے طعن و تشنیع پر صبر و تقویٰ کی تلقین اور یہود کی سرگزشت کے چند پہلوؤں پر توجہ دلانا
- ۴۰۳

نظامِ کائنات سراسر ایک حکیمانہ نظام ہے اور ہر حال میں اس پر غور و فکر

۴۱۳

اربابِ عقل ہی کا کام ہے

اللہ کا قانونِ جزا سب کے لئے برابر ہے اور اس کی بے لاگ عدالت میں

انصاف کے اصول اور فیصلے کے معیار امتیازی نہیں اور اس کے ہاں

۴۲۳

کامیابی کے معیار کا بیان

پیش لفظ

نحمدہٗ تبارک و تعالیٰ ونصلیٰ ونسلم علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ
 الہ واصحابہ وازواجہم واتباعہم اجمعین
 شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی قدس سرہ العزیز برصغیر پاک و ہند
 بنگلہ دیش کو فرنگی استعمار سے آزادی دلانے کی جدوجہد میں گرفتار ہو کر مالٹا جزیرے
 میں تقریباً ساڑھے تین سال نظر بند رہے اور رہائی کے بعد جب دیوبند واپس
 پہنچے تو انہوں نے اپنے زندگی بھر کے تجربات اور جدوجہد کا پختہ بیان کرتے
 ہوئے فرمایا کہ میرے نزدیک مسلمانوں کے ادبار و زوال کے دو بڑے اسباب
 ہیں۔ ایک قرآن پاک سے دوری اور دوسرا باہمی اختلافات و تنازعات اس
 لیے مسلم اُممہ کو دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ قرآن
 کریم کی تعلیم کو عام کیا جائے اور مسلمانوں میں باہمی اتحاد و مفاہمت کو فروغ
 دینے کے لیے محنت کی جائے۔

حضرت شیخ الہند کا یہ بڑھاپے اور ضعف کا زمانہ تھا اور اس کے بعد
 جلد ہی وہ دنیا سے رخصت ہو گئے مگر ان کے تلامذہ اور خوشہ چینوں نے اس وصیت
 کو پتے بندھا اور قرآن کریم کی تعلیمات کو عام مسلمانوں تک پہنچانے کے لیے
 نئے جذبہ و لگن کے ساتھ مصروف عمل ہو گئے۔ اس سے قبل حکیم الامت حضرت
 شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے عظیم المرتبت فرزندوں حضرت

شاہ عبدالعزیزؒ، حضرت شاہ عبدالقادرؒ اور حضرت شاہ رفیع الدینؒ نے قرآن کریم کے فارسی اور اردو میں تراجم اور تفسیریں کر کے اس خطہ کے مسلمانوں کی توجہ دلائی تھی کہ ان کا قرآن کریم کے ساتھ فہم و شعور کا تعلق قائم ہونا ضروری ہے اور اس کے بغیر وہ کفر و ضلالت کے حملوں اور گمراہ کن افکار و نظریات کی بلینار سے تھوڑ کو محفوظ نہیں رکھ سکتے جب کہ حضرت شیخ المنذہ کے تلامذہ اور خوش حیلوں کی یہ جدوجہد بھی اسی کا تسلسل تھی۔ بالخصوص پنجاب میں بدعات و ادب کے سراب کے پیچھے بھاگتے چلے جانے والے ضعیف العقیدہ مسلمانوں کی خرافات و رسوم کی دلدل سے نکال کر قرآن و سنت کی تعلیمات سے براہ راست روشناس کرانا بڑا کٹھن مرحلہ تھا۔ لیکن اس کے لیے جن ارباب عزیمت نے عزم و ہمت سے کام لیا اور کسی مخالفت اور طعن و تشنیع کی پروا کیے بغیر قرآن کریم کو عام لوگوں کی زبان میں ترجمہ و تفسیر کے ساتھ پیش کرنے کا سلسلہ شروع کیا ان میں امام الموصدین حضرت مولانا حسین علی قدس سرہ العزیز آف واں پھچڑاں ضلع میانوالی شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ العزیز اور حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نور اللہ مرقدہ کے اسما گرامی سر فہرست ہیں جنہوں نے اس دور میں علاقائی زبانوں میں قرآن کریم کے ترجمہ و تفسیر سے عام مسلمانوں کو روشناس کرانے کی مہم شروع کی جب عام سطح پر اس کا تصور بھی موجود نہیں تھا مگر ان ارباب ہمت کے عزم و استقلال کا اثر ہے کہ آج پنجاب کے طول و عرض میں قرآن کریم کے دروس کی محافل کو شمار کرنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔

اسی سلسلہ الذہب کی ایک کڑی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دست برکاتہم کی ذات گرامی بھی ہے۔ جنہوں نے ۱۹۴۳ء میں گکھڑی جامع مسجد بوسہڑ والی میں صبح نماز کے بعد روزانہ درس قرآن کریم کا آغاز کیا اور جب تک صحت نے اجازت دی۔ کم و بیش پچیس برس تک اس سلسلہ کو پوری پابندی کے ساتھ جاری رکھا۔ انہیں حدیث میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سعید حسین احمد مدنیؒ

سے اور ترجمہ و تفسیر میں امام الموحذین حضرت مولانا حسین علیؒ سے شرف تلمذ
اجازت حاصل ہے اور انہی کے اسلوب و طرز پر انہوں نے زندگی بھر اپنے
تلامذہ اور خوشہ چینوں کو قرآن و حدیث کے علوم و تعلیمات سے بہرہ ور کرنے
کی مسلسل محنت کی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے درس قرآن کریم کے چار الگ الگ حلقے
رہے ہیں۔ ایک درس بالکل عوامی سطح کا تھا جو صبح نماز فجر کے بعد مسجد میں ٹیچر
پنجابی زبان میں ہوتا تھا۔ دوسرا حلقہ گورنمنٹ نارمل سکول گکھڑ میں جدید تعلیمی
حضرات کے لیے تھا جو سالہا سال جاری رہا۔ تیسرا حلقہ مدرسہ نصرت العلوم
گوجرانوالہ میں متوسط اور منتهی درجہ کے طلبہ کے لیے ہوتا تھا اور دو سال میں
مکمل ہوتا تھا اور چوتھا مدرسہ نصرۃ العلوم میں ۷۶ء کے بعد شعبان اور رمضان
کی تعطیلات کے دوران دورہ تفسیر کی طرز پر تھا جو پچیس برس تک پابندی سے
ہوتا رہا اور اس کا دورانیہ تقریباً ڈیڑھ ماہ کا ہوتا تھا۔ ان چاروں حلقے ہائے درس کا
اپنا اپنا رنگ تھا اور ہر درس میں مخاطبین کی ذہنی سطح اور فہم کے لحاظ سے
قرآنی علوم و معارف کے موٹی ان کے دامن قلب و ذہن میں منتقل ہوتے
چلے جاتے تھے۔ ان چاروں حلقے ہائے درس میں جن علماء کرام، طلبہ، جدید
تعلیم یافتہ نوجوانوں اور عام مسلمانوں نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے براہ راست
استفادہ کیا ہے ان کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق چالیس ہزار سے زائد
ہوتی ہے۔ وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

ان میں عام لوگوں کے استفادہ کے لیے جامع مسجد گکھڑ والا درس قرآن کریم
زیادہ تفصیلی اور عام فہم ہوتا تھا جس کے بارے میں متعدد حضرات نے خواہش
کا اظہار کیا اور بعض مرتبہ عملی کوشش کا آغاز بھی ہوا کہ اسے قلمبند کر کے شائع
کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے مستفید ہو سکیں لیکن اس میں
سب سے بڑھی رکاوٹ یہ تھی کہ درس خالص پنجابی میں ہوتا تھا جو اگرچہ پورے

پورا ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے محفوظ ہو چکا ہے مگر اسے پنجابی سے اردو میں منتقل کرنا سب سے کٹھن مرحلہ تھا اس لیے بہت سی خواہشیں بلکہ کوششیں اس مرحلہ پر آکر دم توڑ گئیں۔

البتہ ہر کام کا قدرت کی طرف سے ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور اس کی سعادت بھی قدرتِ خداوندی کی طرف سے طے شدہ ہوتی ہے اس لیے تاخیر و تاخیر کے بعد یہ صورت سامنے آئی کہ اب مولانا محمد نواز بلوچ فاضل پندرہ نصرۃ العلوم اور برادر محمد لقمان میر صاحب نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اور تمام تر مشکلات کے باوجود اس کا آغاز بھی کر دیا ہے جس پر دونوں حضرات اور ان کے دیگر رفقاء نہ صرف حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے تلامذہ اور خوشہ چینوں بلکہ ہمارے پورے خاندان کی طرف سے بھی ہدیہ تشریح و تبریک کے مستحق ہیں۔ خدا کرے کہ وہ اس فرض کفایہ کی سعادت کو تکمیل تک پہنچا سکیں اور ان کی یہ مبارک سعی قرآنی تعلیمات کے فروغ، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے افادہ سے زیادہ سے زیادہ عام کرنے اور ان گنت لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے اور بارگاہِ ایزدی میں قبولیت سے سرفراز ہو۔

یہاں ایک امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ یہ درس کی کاپیاں ہیں اور درس و خطاب کا انداز تحریر سے مختلف ہوتا ہے اس لیے بعض جگہ تکرار نظر آئے گا جو درس و بیان کے لوازمات میں ہے لہذا قارئین سے گزارش ہے کہ اسکو ملحوظ رکھا جائے اسکے ساتھ ہی ان درس کے ذریعے محفوظ کرنے میں محمد اقبال آف وی بی اور محمد سرور منہاس آف گھڑ کی مسلسل محنت کا تذکرہ بھی ضروری ہے جنہوں نے اس عظیم علمی ذخیرہ کو ریکارڈ کرنے کے لیے سالہا سال تک پابندی کے ساتھ خدمت سرانجام دی اللہ تعالیٰ انہیں جزاء خیر سے نوازے۔ آمین یا رب العالمین

ابوعمار زاہد الرشیدی

یکم مارچ ۱۹۸۷ء

خط حاضر سے

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْم - ① اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، الْحَيُّ الْقَيُّومُ ② نَزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ
بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنْزَلَ التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ③ مِنْ
قَبْلُ هُدًى لِلنَّاسِ وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ④ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ
لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ، وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ⑤ إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَى
عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ⑥ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ
فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ، لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ⑦

الْم ﴿۱﴾ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ لا الہ نہیں کوئی معبود۔ اِلاَ هُوَ مگر وہی۔ الْحَيُّ الْقَيُّومُ زندہ ہے۔
الْقَيُّومُ، قائم رہنے والا ہے۔ نَزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ، اس نے نازل کی تم پر کتاب۔ بِالْحَقِّ، حق
کے ساتھ۔ مُصَدِّقًا، یہ کتاب تصدیق کرنے والی ہے۔ لِمَا، ان کتابوں کی۔ بَيْنَ يَدَيْهِ، جو
اس سے پہلے نازل ہوئیں۔ وَأَنْزَلَ التَّوْرَةَ، اور نازل کی اللہ تعالیٰ نے توراہ۔ وَالْإِنْجِيلَ، اور
انجیل۔ مِنْ قَبْلُ، اس قرآن کریم سے پہلے۔ هُدًى، جو ہدایت تھیں۔ لِلنَّاسِ، اس وقت کے لوگوں
کے لئے۔ وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانَ، اور اس نے نازل کیا قرآن کریم۔ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا، بے شک وہ
لوگ جنہوں نے انکار کیا۔ بِآيَاتِ اللَّهِ، اللہ تعالیٰ کی آیات کا۔ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ، ان کے واسطے

عذاب ہے سخت۔ وَاللّٰهُ اَوْرَ اللّٰهِ تَعَالٰی۔ عَزِيزٌ، غالب ہے۔ ذُو اَنْبِقَامٍ، بدلہ لینے والا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ بِشَيْءٍ لَّا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ، نہیں مخفی اس پر کوئی شئی۔ فِى الْاَرْضِ، زمین میں۔ وَلَا فِى السَّمٰوٰتِ، اور نہ آسمان میں۔ هُوَ الَّذِىُّ، وہ، وہ ذات ہے۔ يُصَوِّرُكُمْ، جو تمہاری تصویر بناتا ہے۔ فِى الْاَرْحَامِ، ماں کے رحموں میں۔ كَيْفَ يَشَآءُ، جیسے چاہے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی۔ الْعَزِيزُ، غالب ہے۔ الْحَكِيْمُ، حکمت والا ہے۔

اس سورۃ کا نام سورۃ آل عمران اس واسطے ہے کہ اس سورۃ میں عمران کے خاندان کا ذکر ہے۔ بنی اسرائیل کے خاندان میں ایک بزرگ نیک یا رسا عمران رحمہ اللہ ابن ماثان رحمہ اللہ تھے۔ یہ اپنے وقت میں مسجد اقصیٰ کے امام اور خطیب تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکا عطا فرمایا جس کا نام ہارون تھا، وہ بھی بڑا نیک اور پارسا تھا۔ مگر جوانی میں ہی فوت ہو گیا۔ حضرت عمران کی بیوی کا نام ”ہنۃ بنت فافوذہ رحمہا اللہ تعالیٰ“ تھا جو ان بیٹا فوت ہو گیا۔ اور حضرت عمران رحمہ اللہ تعالیٰ بھی بڑھاپے کو پہنچ گئے۔ تو حضرت ہنۃ پریشان ہو گئیں کہ آئندہ ہم سے مسجد اقصیٰ کی دینی خدمت نہیں ہو سکے گی۔ تو انہوں نے منت مانی کہ اے پروردگار اگر تو مجھے بیٹا عطا کرے گا تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں اس کو تیرے دین اور مسجد اقصیٰ کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گی۔ (اس واقعہ کی مزید تفصیل آگے آئے گی) اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ لڑکے کی بجائے لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام مریم رکھا گیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ہیں۔ تو آل عمران کا مطلب ہے عمران بن ماثان کی اولاد۔ حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آگے نسل نہیں چلی۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تینتیس/۳۳ سال کی عمر میں آسمانوں پر اٹھایا گیا تھا۔ البتہ جب وہ نازل ہوں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نکاح

ازدقیقہ میں ہوگا جیسا کہ علم کلام کی کتاب شرح عقیدۃ السفارینی میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو
دو لڑکے عطا فرمائیں گئے، ایک کا نام موسیٰ رکھیں گئے اور دوسرے کا نام محمد، اس کے بعد کا
معلوم نہیں کیا ہوگا۔ یہ سورۃ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی اور اس سے پہلے اٹھاسی/ ۸۸ سورتیں
نازل ہو چکی تھیں۔ اس سورہ کے بیس رکوع اور دو سو آیات ہیں۔ یہ سورۃ بھی قرآن کریم کی
طویل سورتوں میں سے ہے۔ اَلَمْ، یہ حروف مقطعات ہیں (ان کی بحث پہلے پارے میں گزر
چکی ہے، جو حضرات اس درس میں شریک نہ ہوئے ان کی خاطر عرض ہے) مقطعات کا مطلب
یہ ہے کہ کسی لفظ سے اختصار کے طور پر ایک حرف الگ کیا جائے۔ جیسے کسی کا نام ہو محمد شفیع تو لفظ
محمد سے م الگ کر لو اور شفیع سے ش الگ کر دو تو یہ بن گیا م، ش۔ ایک مشہور صحافی تھا، عرصہ دراز
تک نوائے وقت میں م، ش کی ڈائری کے عنوان سے لکھتا رہا ہے۔ اس کا نام تھا محمد شفیع
مرحوم، وفات پا گئے ہیں۔ اس طرح سے تخفیف کرنا ہر زبان میں عام ہے۔ جیسے ڈی، ہی ڈپٹی
کشنز کا مخفف ہے۔ اے، سی اسٹنٹ کیشنز کا مخفف ہے، وغیرہ ذلک۔ تو یہ حروف مقطعات
ہیں ان کے متعلق مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مختلف اقوال ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ الف
سے مراد اللہ جل جلالہ لام سے مراد جبرئیل علیہ السلام، اور میم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد
ہیں۔ تو مفہوم یہ بنے گا کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبرئیل علیہ السلام کی وساطت سے
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اور بعض یہ تفسیر فرماتے ہیں کہ الف سے مراد الاء اللہ
ہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں فَبَآئِ الاءِ رَبِّکُمْ اَنْتُمْ کَذٰبٰنٌ۔ تو الف آلاء سے مخفف ہے اور لام لطف اللہ
سے مخفف ہے۔ اور میم ملک اللہ سے تو معنی یہ بنے گا کہ نعمتیں بھی رب تعالیٰ کی، لطف و کرم بھی
رب تعالیٰ کا، اور ملک بھی رب تعالیٰ کا اور یہ حروف مقطعات انتیس/ ۲۹ سورتوں کے شروع

میں آتے ہیں۔ جیسے اَلَمْ، الرَّاءُ، طه، یس، حم وغیرہ اللہ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اِلٰہ کے متعدد معنی ہیں۔ مثلاً حاجت روا، مشکل کشا فریادرس، دستگیر، حاکم، مُتَقِن، قانون ساز، تو معنی بنے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا حاجت روا مشکل کشا، فریادرس، دستگیر، حاکم قانون ساز کوئی نہیں ہے۔ اَلْحَسْبُ، ہمیشہ زندہ رہنے والا جس کی نہ ابتداء ہے، اور نہ انتہاء۔ وَيُقِي وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔ اور باقی رہے گی تیرے پروردگار کی ذات جو بزرگی اور عظمت والا ہے۔ تو ہمیشہ رہنے والی ذات صرف پروردگار کی ہی ہے۔ باقی سب پر موت آئے گی۔ یہاں تک کہ جان نکالنے والے فرشتے بھی مرجائیں گے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شے نہیں رہے گی۔ اَلْقِيَوْمُ، ہمیشہ قائم رہنے والا، جس پر کسی وقت بھی زوال نہ آسکے گا۔ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خود دعا شروع کی، ”اَلْسَّلَامُ عَلٰی اللّٰهِ تَعَالٰی“ کہ اللہ تعالیٰ پر سلامتی ہو۔ اَلْسَّلَامُ عَلٰی جِبْرِئِلَ، اَلْسَّلَامُ عَلٰی مِيكَائِيْلَ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ”اَلْسَّلَامُ عَلٰی اللّٰهِ تَعَالٰی“ نہ کہو، کیونکہ یہ لفظ وہاں بولا جاتا ہے، جہاں خطرہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کو تو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ کہ تم اس کے لئے سلامتی کی دعا کرتے ہو۔ مثلاً ہم ایک دوسرے کو السلام علیکم کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے چوروں اور ڈاکوؤں سے سلامتی میں رکھے۔ مصائب اور آلام سے سلامتی میں رکھے۔ تو رب تعالیٰ کو تو ان چیزوں کا خطرہ نہیں ہے۔ کہ تم اس کے لئے یہ دعاء ”اَلْسَّلَامُ عَلٰی اللّٰهِ“ (اے اللہ تو سلامتی میں رہے) کرو اس لئے کہ وہ تو خود سلام ہے۔ اسی بات کے پیش نظر علمائے کرام کہتے ہیں کہ اللہ جی کہنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ جی کا لفظ کلمہ دعائیہ ہے۔ اس کا معنی ہے تو زندہ رہ، یہ وہاں بولا جاتا ہے، جہاں موت کا خدشہ ہو جیسے اباجی، اماں

جی، استاد جی، مولوی جی، قاری جی، منشی جی، وغیرہ کیونکہ ان سب نے مرنا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کو تو موت کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ وہ حسی قیوم ہے۔ لیکن بعض لوگ بے چارے دین سے واقف نہیں ہوتے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ عقیدت ہوتی ہے۔ تو اللہ جی کہہ دیتے ہیں، تو یہ جائز نہیں ہے۔ البتہ اللہ مالک کہیں، اللہ سائیں کہیں۔ اسی مناسبت سے ایک اور مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ آج کل لوگ عموماً کیا مرد اور کیا عورتیں، نام ادھورے لیتے ہیں۔ مثلاً عبدالوحید کو وحید کہتے ہیں عبدالجبار کو جبار کہتے ہیں، عبدالرحمن کو رحمن بلکہ مان کہتے ہیں، کہ وحید آیا ہے، جبار آیا ہے۔ تو یہ سخت گناہ ہے۔ کیونکہ وہ تو عبدالجبار ہے۔ جبار کا بندہ ہے، جبار تو نہیں ہے، عبدالرحمن، رحمن کا بندہ ہے، رحمن تو نہیں ہے۔ عبدالوحید، وحید تو نہیں ہے۔ کل کی بات ہے کہ ایک عورت میرے پاس دم کرانے کے لئے آئی، کہنے لگی میں وحید کی بیوی ہوں، میں نے کہا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ وحید تو اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ تو کیا تم اللہ تعالیٰ کی بیوی ہو، وہ ہنس پڑی پھر میں نے سمجھایا کہ تم یوں کہو کہ میں عبدالوحید کی بیوی ہوں۔ تو اس طرح ادھورے نام لینا سخت گناہ ہے اور اس طرح کی تخفیف جائز نہیں ہے۔ کہ تم عبدالرحمن کو رحمن بنا دو۔ اور عبدالجبار کو جبار کہو، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کتنے فرشتوں کا نام لے کر سلام کہو گے؟ مثلاً السَّلَامُ عَلٰی جِبْرِئِلَ، السَّلَامُ عَلٰی مِکَائِلَ، السَّلَامُ عَلٰی اِسْرَافِیلَ عَلٰیہِ السَّلَامُ یا کتنے نبیوں کا نام لے کر سلام کہو گے۔ مثلاً السَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، السَّلَامُ عَلٰی اِبْرَہِیْمَ، السَّلَامُ عَلٰی مُوسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ، السَّلَامُ عَلٰی عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ، السَّلَامُ عَلٰی نُوحٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ، السَّلَامُ عَلٰی شِیْثٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ اسی طرح کتنے صحابہ کا نام لے کر سلام کہو گے، کہ السَّلَامُ عَلٰی اَبِی

بِكَرٍ، السَّلَامُ عَلَى عُمَرَ، السَّلَامُ عَلَى عُثْمَانَ، السَّلَامُ عَلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ - تو تم یوں کہو السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ۔ تو اس میں سب آگئے۔ یعنی یہ جملہ کہنے سے تمہارا سلام تمام فرشتوں کو تمام پیغمبروں کو تمام مومنوں کو چاہے وہ انسان ہوں یا جنات، چاہے آسمانوں پر ہوں یا زمین پر، سب کو خود بخود پہنچ جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ حسی، ہے ہمیشہ زندہ رہنے والا اور قیوم ہے۔ قائم رہنے والا۔ اور قیوم کا دوسرا معنی قائم رکھنے والا بھی کیا ہے۔ کہ زمینوں آسمانوں بلکہ ساری کائنات کو قائم رکھنے والی ذات اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ چنانچہ بخاری شریف کی روایت میں ہے۔ أَنْتَ قِيمُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ - اے پروردگار تو آسمانوں اور زمینوں کو قائم رکھنے والا ہے۔ دیکھو آسمان کتنا وسیع ہے۔ لیکن اس کے نیچے کوئی ستون کوئی دیوار نہیں ہے۔ ہزار ہا سال سے اس طرح چلا آ رہا ہے۔ اور جب تک رب کو منظور ہوگا اسی طرح رہے گا۔ اور زمین اپنے مرکز پر ٹھہری ہوئی ہے۔ تو زمینوں اور آسمانوں کو قائم رکھنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ۔ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تم پر کتاب بِالْحَقِّ، حق کے ساتھ۔ یعنی قرآن کریم۔ اور اس کتاب کی خوبی یہ ہے، مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ، یہ کتاب تصدیق کرنے والی ہے۔ ان کتابوں کی جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں۔ یعنی اس سے پہلے جو آسمانی کتابیں نازل ہوئی ہیں، جیسے توراہ ہے، زبور ہے، انجیل ہے۔ ان کی تصدیق کرتی ہے۔ کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی کتابیں ہیں۔ اور ان میں جو اصولی مسائل بیان ہوئے ہیں مثلاً توحید رسالت، قیامت وغیرہ ان کی بھی مصدق ہے۔ مگر یاد رکھنا کہ یہ مصدق ان کتابوں کی ہے جو اصل ہیں۔ تحریف شدہ کتابوں کے مضامین کی تصدیق نہیں کرتی۔ اور اس وقت آسمانی کتابوں میں قرآن شریف کے بغیر کوئی کتاب بھی اپنی اصل شکل میں موجود نہیں

ہے۔ نہ توراہ، نہ زبور، نہ انجیل، نہ ملاکی، نہ احبار، نہ سلاطین، نہ پیدائش وغیرہ۔ غرضیکہ پہلی تمام کتابوں میں تحریف ہوئی ہے۔ اور اس بات کا خود پادریوں کو بھی اقرار ہے کہ گڑبڑ ہوئی ہے۔ یہ شرف صرف اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم کو حاصل ہے۔ کہ ایک زبر اور زیر کا بھی فرق نہیں پڑا اور نہ پڑے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔ وَأَنْزَلَ التَّوْرَةَ، اور اللہ تعالیٰ نے توراہ نازل فرمائی۔ قرآن کریم کے بعد تمام آسمانی کتابوں میں توراہ کا مقام بہت بلند ہے۔ بڑی جامع مانع کتاب ہے۔ صدیوں تک اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علماء، اور مشائخ، اور نیک لوگ اس پر عمل کرتے رہے ہیں۔ وَالْإِنْجِيلَ، انجیل بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ اس وقت اصل انجیل کا ملنا مشکل ہے۔ ہمارے ہاں اس وقت چار انجیلیں موجود ہیں۔ مَتَّى، يُحَنَّا، مَرْقَس، اور لُوقَا کی انجیل اور ایک برنباس کی انجیل ہے۔ وہ بھی میرے پاس موجود ہے۔ برنباس رحمہ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحابی ہیں۔ اور متی، یوحنا، اور مرقس اور لوقا یہ چاروں تابعی ہیں اور پادری صاحبان کہتے ہیں کہ برنباس رحمہ اللہ کی انجیل صحیح نہیں ہے۔ اور متی، یوحنا، مرقس اور لوقا کی انجیلیں صحیح ہیں۔ بھائی برنباس رحمہ اللہ جو براہ راست حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحابی ہے۔ اس کی مرتب کردہ کتاب کیوں معتبر نہیں ہے.....؟ اور جو تابعین کی مرتب کردہ ہیں کس طرح معتبر ہو گئیں تو انجیل برنباس کے انکار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں دو تین مقامات پر صراحتاً یہ الفاظ موجود ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگ مجھے رب کا بیٹا مانیں گے، اور رب کا شریک بنائیں گے، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے، اور وہ میری صفائی پیش کریں گے۔ پس ان الفاظ کی وجہ سے انکار کرتے ہیں۔ کہ اگر یہ ثابت ہو گئے تو ہمارا بھٹہ بیٹھ جائیگا۔ ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں

رہے گا۔ حالانکہ اصل انجیل تو برنباس رحمہ اللہ ہی کی ہے۔ جو صحابی کی مرتب کردہ ہے۔ اور باقی چار تابعین کی مرتب کردہ ہیں، اور وہ بھی اصل شکل میں موجود نہیں ہیں۔ مثلاً انیس سو/۱۹۰۰ سے جو پہلے کی طبع ہیں ان میں الفاظ اور ہیں اور جو انیس سو ایک/۱۹۰۱ کے بعد کی طبع شدہ ہیں، ان کے الفاظ اور ہیں۔ جوں جوں سال گزرتے ہیں، الفاظ بدلتے رہتے ہیں، مگر قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی ایسی کتاب ہے۔ جو اپنی اصل شکل میں موجود ہے۔ اور اس کی شان یہ ہے کہ اس کو با وضو ہاتھ لگانا ثواب ہے۔ اس کو پڑھنا ثواب ہے، اس کو سننا ثواب ہے، اس کو دیکھنا ثواب ہے، اس کو سمجھنا ثواب ہے۔ ابن ماجہ کی روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک شخص سورکعات نفل پڑھتا ہے، اور ایک شخص قرآن کریم کی ایک آیت بغیر ترجمے کے سیکھتا ہے۔ تو اس ایک آیت کی تعلیم حاصل کرنے کا ثواب سورکعات نفل سے زیادہ ہے۔ اور اگر ایک آدمی ہزار رکعات نفل پڑھتا ہے، اور ایک آدمی قرآن کریم کی ایک آیت کا ترجمہ سیکھتا ہے تو اس کا ثواب ہزار رکعات نفل سے زیادہ ہے۔ (آخر ہزار رکعات پڑھنے پر بھی کچھ وقت لگے گا نا!) تو یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم ہمارے لئے خالص رحمت ہے۔ باقی ہمارے اندر کو تا ہی ہے کہ ہم نے نہ اس کو پڑھا نہ سمجھا نہ عمل کیا کاش کہ یہ صحیح معنی میں کہیں نافذ ہو جائے، تو سارے لوگ اس کی برکات کو دیکھ کر اپنے ملکوں میں اسلامی قانون نافذ کر دیں۔ بشرطیکہ تعصب نہ ہو، تو فرمایا۔ وَأَنْزَلَ التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ، اور اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی توراہ اور انجیل۔ مِنْ قَبْلِ اس قرآن سے پہلے هُدًى لِلنَّاسِ، ہدایت تھی ان لوگوں کے لئے، یعنی اپنے وقت میں توراہ بھی ہدایت تھی اور انجیل بھی ہدایت تھی۔ اس وقت کے لوگوں کے لئے۔ وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانَ، اور اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل کیا۔ قرآن کا نام

قرآن بھی ہے، فرقان بھی، اور ذکر بھی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ**، اور بے شک ہم نے ہی نازل کیا ہے ذکر یعنی قرآن کو اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں، قرآن کریم کی آج تک حفاظت ہوئی ہے۔ اور قیامت تک حفاظت ہوگی۔ الحمد للہ! اس کے لفظوں کی حفاظت ہوئی ہے، معنی کی حفاظت ہوئی ہے، تفسیر کی حفاظت ہوئی، لب و لہجہ کی حفاظت ہوئی ہے۔ رسم الخط کی بھی حفاظت ہوئی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ شرف اور توفیق عطا فرمائی کہ قرآن کریم کو اصل شکل میں محفوظ رکھا۔ **إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ**۔ بے شک وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا۔ **لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ** ان کے لئے عذاب ہے سخت۔ **وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ**، اور اللہ تعالیٰ غالب ہے، بدلہ لینے والا ہے۔ اگلی آیت لے سمجھنے سے پہلے کچھ ضروری باتیں سمجھ لیں تاکہ آیت کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ ۹۔ ہ میں نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد جو ساٹھ افراد پر مشتمل تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ ان کے آنے کا سبب یہ تھا کہ جب مکہ فتح ہو کر عرب کی ساری آبادی اور یمن کے کچھ علاقے بھی مسلمانوں کے تسلط میں آ گئے۔ تو نجران جو یمن کے ایک علاقے کا نام ہے۔ اور وہاں عیسائیوں کی اکثریت تھی۔ وہ خوف زدہ ہو گئے، اور انہوں نے مشورہ کیا کہ سارا عرب اسلام کے جھنڈے تلے آ گیا ہے۔ اور یہود ذلیل و خوار ہو گئے ہیں۔ لہذا ہم الگ تھلگ نہیں رہ سکتے، اور مسلمانوں کے ساتھ لڑ بھی نہیں سکتے۔ اس واسطے ہمیں خود جا کر بات کرنی چاہیے۔ کہ ہم تمہاری وفادار رعیت ہو کر رہیں گئے۔ لہذا ہمارے ذمہ جو قانونی ضابطہ ہے۔ اس سے ہمیں آگاہ کیا جائے۔ اور ہمارے حقوق ہمیں بتائے جائیں، چنانچہ ساٹھ آدمیوں کا یہ قافلہ جس میں عیسائیوں کے مذہبی پیشوا بھی

تھے۔ اور سیاسی لیڈر اور وڈیرے بھی تھے نجران سے مدینہ طیبہ پہنچا۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کتنے آدمی ہو؟ کہنے لگے ہم ساٹھ آدمی ہیں۔ اور سواریاں بھی ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم غریب لوگ ہیں، ہمارے پاس اتنی بڑی عمارت نہیں ہے کہ جس میں سب کو اکٹھا رکھ سکیں۔ لہذا مختلف ساتھیوں کے ہاں میں تمہیں ٹھہرنے کی جگہ دیتا ہوں۔ کہنے لگے کہ ہم اکٹھے آئے ہیں، اور اکٹھے رہیں گے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر ہمارے پاس یہ مسجد ہی ہے۔ کہنے لگے کہ ٹھیک ہے ہم مسجد ہی میں ٹھہریں گے۔ چنانچہ ان کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں ٹھہرایا گیا۔ عیسائیوں نے کہا کہ ہم نے اپنی نماز بھی پڑھنی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پڑھتے رہو اجازت ہے، تو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عیسائیوں نے اپنی طرز کی نماز بھی پڑھی۔ تو خیر اصل مقصد تو ان کا سیاسی پناہ حاصل کرنا تھا۔ اور اس سلسلے میں قواعد و ضوابط معلوم کرنے تھے، مگر علمی باتیں بھی ہوئیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر بھی آیا۔ ان میں ابو حارثہ بن علقمہ نامی ایک بڑا پادری بھی تھا، کہنے لگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور شریک ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کسی سے پیدا ہوا ہے؟ کہنے لگے نہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں؟ کہنے لگے ہاں، یہ بات ٹھیک ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کچھ کھاتا پیتا ہے؟ کہنے لگے نہیں، اور عیسیٰ علیہ السلام کھاتے پیتے تھے۔ کہنے لگے ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی ماں ہے کہ جس کے پیٹ میں رہے ہوں؟ کہنے لگے نہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام ماں کے پیٹ میں رہے ہیں؟ کہنے لگے ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ سے زمین آسمان کی کوئی شے پوشیدہ ہے؟ کہنے لگے نہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام پر، کہنے لگے عیسیٰ علیہ السلام کو جتنا علم رب تعالیٰ نے دیا ہے، اس سے زیادہ نہیں جانتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ پر فنا آئے گی؟ کہنے لگے نہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام پر؟ کہنے لگے ”یَأْتِي عَلَيْهِ الْفَنَاءُ“۔ ان پر موت آئے گی۔ اور یہ ”يَأْتِي عَلَيْهِ الْفَنَاءُ“ کے لفظ تفسیر ابن جریر، طبری، اور روح المعانی وغیرہ میں موجود ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹا باپ کے مشابہہ ہوتا ہے، عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے کون سی مشابہت ہے؟ جس کی وجہ سے تم ان کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا اور شریک بتاتے ہو۔ تو ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اور انہوں نے اور بھی کئی شوشے چھوڑے، جن کا ذکر اگلی آیتوں میں آئے گا۔ زندگی رہی تو بیان کروں گا، انشاء اللہ العزیز۔ تو اس بحث میں چونکہ پیٹ میں رہنے کا بھی ذکر آیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ پر زمین، آسمان میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ تو فرمایا إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ۔ بے شک اللہ تعالیٰ پر کوئی شے مخفی نہیں ہے، زمین میں اور نہ آسمان میں۔ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ، وہی ذات ہے جو تمہاری تصویر بناتی ہے، ماؤں کے رحموں میں، لڑکی ہے، لڑکا ہے، کالا ہے، گورا ہے، صحیح الاعضاء ہے، ناقص الاعضاء ہے۔ یہ جتنی بھی صورتیں ہیں یہ سب تمہارا رب تمہیں عطا کرتا ہے۔ كَيْفَ يَشَاءُ، جس طرح چاہتا ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں ہے۔ الْعَزِيزُ، غالب ہے، الْحَكِيمُ، حکمت والا ہے۔ اگر فوری طور پر کسی کی گرفت نہیں کرتا تو یہ نہ سمجھو کہ بچ گئے ہو۔ بلکہ اس میں اس کی کوئی حکمت ہے۔

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ
 الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَبِهَاتٌ، فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا
 تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ، وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا
 اللَّهُ، وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ، كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا
 وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ⑤ رَبَّنَا لَا تَزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ
 هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً، إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ⑥
 رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ، إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ
 الْمِيعَادَ ⑦

هُوَ الَّذِي، اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے۔ أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ، جس نے نازل کی تم پر کتاب۔ مِنْهُ،
 اس کتاب میں سے ایک حصہ ہے۔ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ، آیتیں ہیں اہل۔ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ، وہی
 کتاب کا اصل حصہ ہیں۔ وَأُخَرُ، اور کچھ اور آیتیں ہیں۔ مُتَشَبِهَاتٌ، جن کی مراد معلوم نہیں ہے۔
 فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ، کہ جن کے دلوں میں کجی ہے۔ فَيَتَّبِعُونَ، پس وہ
 بیروی کرتے ہیں۔ تَشَابَهَ مِنْهُ، ان کی جوان میں مشابہ ہیں۔ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ، فتنہ طلب کرتے
 ہوئے۔ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ، اور اس کی حقیقت طلب کرتے ہوئے۔ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ، اور حالانکہ کوئی
 نہیں جانتا اس کی حقیقت کو۔ إِلَّا اللَّهُ، سوا اللہ تعالیٰ کے۔ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ، اور وہ جو پختہ ہیں

اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے۔ اس کتاب میں سے ایک حصہ ہے۔ اور کچھ اور آیتیں ہیں۔ جن کی مراد معلوم نہیں ہے۔ پس وہ بیروی کرتے ہیں۔ ان کی جوان میں مشابہ ہیں۔ فتنہ طلب کرتے ہوئے۔ اور اس کی حقیقت طلب کرتے ہوئے۔ اور حالانکہ کوئی نہیں جانتا اس کی حقیقت کو۔ سوا اللہ تعالیٰ کے۔ اور وہ جو پختہ ہیں

۹

علم میں یَقُولُونَ کہتے ہیں۔ اَمَّنَابِهِ، ہم اس پر ایمان لائے۔ كَلَّمْنَا عَنْدِ رَبِّنَا، کہ یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں۔ وَمَا يَذَّكُّوا اِلَّا اُولُو الْاَلْبَابِ، اور نہیں نصیحت حاصل کرتے مگر عقل مند لوگ۔ رَبَّنَا، اے ہمارے رب۔ لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا، نہ ٹیڑھا کر ہمارے دلوں کو۔ بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا، بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی۔ وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً، اور دے تو ہمیں اپنی طرف سے رحمت۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ، بے شک تو ہی دینے والا ہے۔ رَبَّنَا، اے ہمارے رب۔ اِنَّكَ بِيَوْمِ الْاٰخِرِ اَكْثَرُ اَعْيُنًا، اکٹھا کرنے والا ہے لوگوں کو۔ لِيَوْمِ، ایسے دن میں۔ لَا رَيْبَ فِيْهِ، جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ، بے شک اللہ تعالیٰ۔ لَا يُخَلِّفُ الْوَعْدَ، وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

۸۔ ھ میں مکہ مکرمہ فتح ہو گیا۔ اور مکہ مکرمہ کی حیثیت دار الخلافہ اور مرکز کی تھی اور جب دار الخلافہ فتح ہو جائے تو باقی ملک بھی فتح سمجھا جاتا ہے۔ یوں سمجھو کہ جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو سارے عرب پر اسلام کا جھنڈا لہرا دیا گیا۔ اور سارا عرب اسلام کے جھنڈے تلے آ گیا۔ مدینہ طیبہ طائف، خیبر کے علاقوں پر اسلام غالب آ گیا۔ ساتھ ہی یمن تھا جس کے دو صوبے تھے۔ اور وہاں یہودی آباد تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں صوبوں میں اپنے گورنر بھیج دیئے۔ کہ ان سے معاملات طے کر لو۔ کہ ان شرائط پر تم نے ٹیکس ادا کرنا ہے۔ اور ہم یہ شرائط پوری کریں گے۔ یہودی بڑے خچرے تھے انہوں نے ظاہری طور پر کوئی مزاحمت نہیں کی۔ موقع کی تلاش میں تھے تو ان کے سامنے جو شرطیں پیش کی جاتیں مانتے جاتے تھے، اور یمن کے ساتھ نجران کا علاقہ تھا۔ وہاں عیسائی آباد تھے۔ انہوں نے سوچا کہ سارا عرب اسلام کے جھنڈے تلے آ گیا۔ اور یمن کے یہودیوں نے بھی سر تسلیم خم کر دیا ہے۔ اب ہم الگ تھلگ

نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ ہمارے پاس اتنی قوت و طاقت نہیں ہے کہ ہم مسلمانوں کا مقابلہ کر سکیں، اور ملک کے ایک حصے میں رہ کر ملکی قانون کو نہ ماننا بڑی مشکل بات ہے۔ لہذا ایک وفد بھیجو جو مدینہ طیبہ جا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ براہ راست گفتگو کریں۔ کہ ہم تمہاری وفادار رعیت بن کے رہنا چاہتے ہیں لہذا ہمارے ذمے جو حقوق ہیں ان سے ہمیں آگاہ کیا جائے وہ ہم پورے کریں گے اور ہمارے حقوق جو تمہارے ذمہ ہیں وہ تم پورے کرو۔ چنانچہ ساٹھ آدمیوں پر مشتمل یہ وفد جس میں ان کے سیاسی لیڈر، مذہبی پیشوا، اور وڈیرے شامل تھے۔ اور خاصا بااثر وفد تھا۔ مدینہ طیبہ پہنچا۔ قافلے میں جو مذہبی رہنما تھے وہ پیش پیش تھے۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دریافت کیا۔ کہ ہم نے ان سے ملنا ہے۔ آپ ﷺ اس وقت چھوٹے سے حجرے میں تشریف فرما تھے۔ جو مسجد نبوی کے ساتھ تھا۔ ان کو بتایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حجرے میں رہتے ہیں۔ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس چھوٹے سے حجرے میں رہتے ہیں۔ اور کوئی پہرے دار محافظ نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ کہنے لگے ہم عیسائی ہیں اور نجران کے علاقے سے آئے ہیں۔ اور اس واسطے آئے ہیں کہ سارے عرب پر تمہارا قبضہ ہو چکا ہے۔ اور نجران کا علاقہ بھی عرب کا حصہ ہے۔ ہم از خود آگئے ہیں کہ تمہاری رعیت بن کے رہیں گے لہذا ہمارے ذمہ جو حقوق ہیں ہمیں بتا دو وہ ہم پورے کریں گے۔ اور ہمارے حقوق جو تمہارے ذمہ ہیں وہ تم پورے کر دو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو بلایا اور فرمایا یہ مہمان ہیں، سب سے پہلے ان کی رہائش اور خوراک کا انتظام کرو، اور ان کی سواریوں کے کھڑے کرنے کا انتظام کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم

نے کہا کہ حضرت اس طرح کرتے ہیں کہ ہم دو، دو، تین، تین آدمی آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ اس میں ہمیں بھی سہولت ہوگی اور انہیں بھی سہولت ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تجویز پسند آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاقب کو جو ان کا امیر تھا فرمایا کہ ہم غریب لوگ ہیں۔ ہمارے پاس اتنے وسیع مکان نہیں ہیں کہ ہم تمہارے ساٹھ آدمیوں اور سواریوں کو ایک جگہ رکھ سکیں۔ (واہ رے اللہ! ایک وہ وقت تھا کہ ساٹھ آدمیوں کو اکٹھا ٹھہرانے کی جگہ نہیں تھی۔ اور اب چالیس لاکھ کا مجمع ٹھہرتا ہے، اور کسی کو پریشانی بھی نہیں ہوتی..... بلوچ!) لہذا ہم تمہارے دو، دو، تین، تین آدمی اپنے ساتھیوں کے حوالے کر دیں، وہ ان کی رہائش، خوراک، اور سواریوں کا بھی انتظام کر لیں گے۔ ان کے بڑوں نے آپس میں مشورہ کیا، اور کہا یہ ہمیں منظور نہیں ہے۔ ہم اکٹھے آئے ہیں، اور اکٹھے رہیں گے اور اکٹھے جائیں گے۔ کیونکہ ان کو خدشہ تھا کہ صحابہ کرام بڑے بااخلاق لوگ ہیں اور تبلیغ سے باز نہیں آتے۔ اور سچی بات دل پر ضرور اثر کرتی ہے۔ یہ ہماری بھیڑیں ان سے متاثر ہو جائیں گی۔ اور یہ ہمارے آدمیوں کو قابو کر لیں گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہو گئے کہ ساٹھ آدمیوں کا ایک جگہ انتظام نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر ان کی سواریاں بھی تھیں ان کو بھی سنبھالنا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر ہمارے پاس صرف یہی مسجد ہے۔ کہنے لگے ہم مسجد میں رہیں گے۔ ہماری سواریوں کا انتظام کر دو۔ چنانچہ وہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں ٹھہرے۔ کہنے لگے کہ ہم نے اپنی نماز بھی پڑھنی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پڑھ لینا۔ چنانچہ وہ اپنے قبلے کی طرف چہرہ کر کے اپنے طرز کی نماز بھی پڑھتے رہے۔ ان کی جو خدمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو سکی وہ آپ ﷺ نے کی۔ ان میں سے بعض نے آہستہ سا کہا کہ ہم شراب بھی پیتے

ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اس کا نام بھی نہ لینا جو جائز خدمت ہے وہ ہم کریں گے۔ باقی ہم سے یہ توقع نہ رکھنا کہ ہم تمہیں شراب بھی پلائیں گے۔ اور خنزیر کھلائیں گے۔ ہاں جو حلال چیزیں ہیں وہ جتنی ہمارے بس میں ہوئیں ان سے تمہاری خدمت کریں گے۔ چنانچہ گفتگو شروع ہوئی اور انہوں نے کہا کہ ہم تمہاری وفادار رعایا بن کر رہیں گے۔ ہم پر جو عینکس وغیرہ ہے۔ ہمیں بتادو، اور آنے کا اصل مقصد بھی یہی تھا۔ مگر علمی باتیں بھی شروع ہو گئیں، جن کا کچھ کر پہلے درس میں ہوا ہے۔

اس اثناء میں مذہبی اور علمی گفتگو بھی شروع ہوگئی کیونکہ پڑھے لکھے لوگ بھی سچے اور اراکے
لاٹ پادری بھی ساتھ تھے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بات چلی تو آنحضرت
ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا نظریہ ہے۔ کہنے لگے کہ ہم ان کو ابن
اللہ بھی کہتے ہیں اور خدائی میں شریک بھی مانتے ہیں قرآن پاک میں عیسائیوں کے تین فرقوں
کا ذکر ہے۔ ایک وہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ قَالَتِ النَّصْرِيُّ مَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ
(سورۃ توبہ آیت نمبر ۳۰) دوسرا فرقہ وہ ہے جو کہتا ہے اِنَّ اللَّهَ قَالَتْ كَلْبَةُ (سورۃ المائدہ
آیت ۷۳) بے شک اللہ تیسرا ہے تینوں میں ان کے نزدیک خدائی کے تین رکن ہیں ایک
اللہ تعالیٰ کی ذات نمبر دو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تیسرا رکن بعض کے نزدیک حضرت مریم
علیہ السلام ہیں اور بعض کے نزدیک حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں یعنی تیسرے رکن میں دو
طبقے ہیں ایک حضرت مریم کو رکن مانتا ہے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اور تیسرا فرقہ کہتا
ہے۔ اِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ (سورۃ المائدہ آیت ۷۶) بے شک اللہ تعالیٰ وہ
سچا ابن مریم ہی ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں تو بندے مگر اتنی کثرت سے
عبادت کی کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کے وجود میں طول کر گیا داخل ہو گیا۔ ان کے ہاتھ پر
جو معجزات صادر ہوئے ہیں دراصل وہ اس رب سے صادر ہوئے ہیں جو ان کے اندر داخل
ہے۔ انہوں نے جب اپنے یہ عقائد بیان کئے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے سوال کیا کہ یہ
بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کس سے پیدا ہوا ہے۔ کیا اس کے ماں باپ ہیں۔ کہنے لگے نہیں اور عیسیٰ علیہ
السلام کے کہنے لگے ہاں عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہے۔ دوسرا سوال کیا اللہ تعالیٰ ماں کے رحم
میں رہے ہیں کہنے لگے نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کہنے لگے ہاں رہے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا

اچھا یہ بتاؤ زمین آسمان کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ پر مخفی ہے کہنے لگے نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام پر کہنے لگے اتنا ہی علم ہے جتنا رب تعالیٰ نے ان کو دیا ہے۔ فرمایا یہ بتاؤ رب تعالیٰ کسا تا پیتا بھی ہے۔ کہنے لگے نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کہنے لگے وہ کھاتے پیتے بھی تھے اور شری تقاضے کے تحت پیشاب پاخانہ کی بھی ان کو ضرورت پیش آتی تھی فرمایا یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ پر کبھی موت آئے گی کہنے لگے نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام پر کہنے لگے **يَا نَتَّىٰ عَلَيْهِ الْفَنَاءُ** ان کی وفات ہوگی۔ جب یہ تمام باتیں ہو چکیں تو آپ نے فرمایا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام میں خدائی اختیارات اور اوصاف نہیں ہیں تو تم کس دلیل سے ان کو خدا مانتے ہو دنیا میں خاموش تو کوئی نہیں رہتا کہنے لگے تم جو کہتے ہو عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں ہیں تو تمہارے قرآن میں **وَكَالِمَتِهِ الْقَهَّارِ الٰہِ مَرْيَمَ وَرُوحِ مِّنْهُ** سورۃ النساء آیت نمبر ۱۷۱ کیوں آیا ہے۔ یہ انہوں نے شوشہ چھوڑا ہے کہ روح اللہ کا کیا معنی ہے اور کلمہ اللہ کا کیا معنی ہے یہ آیت مُشاہدات میں ہے حقیقت تو رب تعالیٰ بہتر جانتا ہے لیکن اس کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خرق عادت کے طور پر جبرائیل علیہ السلام کے واسطے سے حضرت مریم علیہ السلام کو پھونک ماری اندر روح پڑ گئی اس سے ان کا خدا ہونا تو ثابت نہیں ہوتا نہ یہ ابن اللہ ہونے کی دلیل ہے۔ مگر انہوں نے شوشہ چھوڑ دیا کیونکہ دنیا میں خاموش کوئی نہیں رہتا۔ لوگوں نے ایک قصہ بنایا ہوا ہے کہ پدّی روڑی پر دھاگوں میں پھنس گئی اڑتی ہے پھڑ پھڑ کر کے بیٹھ جاتی ہے کوئے نے دیکھا کہ خال پھنسی ہوئی ہے بہر دی کیلئے قریب آیا اور پوچھا خال کیا بات ہے۔ تو پدّی نے کہا کہ میں زمین تول رہی ہوں تو پدّی نے بھی ہار نہیں مانی خاموش تو پدّی بھی نہیں رہی حالانکہ محاورہ ہے کیا پدّی اور کیا پدّی کا شور با۔

جن دنوں پاکستان بن رہا تھا ان دنوں میں ایک مولوی صاحب نے یہاں گکھڑ میں تقریر کی کہ

اولیاء اللہ ہما ہی مدد اور مشکل کشائی کرتے ہیں میں نے جمعہ میں اس کی تردید کی کیونکہ باطل کی تردید کرنا فرض کفایہ ہے۔ اگر کوئی بھی باطل کی تردید نہ کرے تو سارے مسلمان تنہگار ہوں گے اور اگر ایک نے بھی تردید کر دی تو سارے گناہ سے بچ گئے تو میں نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ مشرقی پنجاب میں جو ظلم رہا ہے کہ تقریباً دس لاکھ مسلمان شہید ہوئے عورتوں کے پیٹ چاک کر کے بچے ضائع کئے گئے مسجدوں کی بے حرمتی کی گئی قرآن پاک کو سیڑھی بنا کر گھڑیاں اتاری گئیں کون سا ظلم تھا جو اس وقت نہ ہوا میں نے کہا یہ ولی ان کی مدد کیوں نہیں کرتے اور تو چھوڑ دینے میں شہداء احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ جیسی شخصیت موجود ہے۔ اور ان کے علاوہ بے شمار اولیاء اللہ ہیں انہوں نے کیوں نہیں مشکل کشائی کی یہ وقت تھا مشکل کشائی کرنے کا اور کون سا وقت آنا ہے جب وہ امداد اور مشکل کشائی کریں گے میں نے دلائل کے ساتھ تردید کی ایک کتری داڑھی والا آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یہ بزرگ آج کل حج کرنے کیلئے گئے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا پہلی بات تو یہ ہے کہ مرنے کے بعد حج ہوتا ہی نہیں ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ آج کل حج کے دن بھی نہیں ہیں۔ کون سا حج کرنے کیلئے گئے ہوئے ہیں اندازہ لگاؤ دنیا میں خاموش کوئی بھی نہیں رہتا تو عیسائیوں کو بھی جب کوئی جواب نہ آیا تو یہ شوشہ چھوڑا رب نہیں تو روح اللہ کا کیا مطلب ہے اور کلمۃ اللہ کا کیا معنی ہے یہ کہہ کر بات کو رول گول کر دیا اس کا ذکر ہے۔ **هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ الَّذِي تَعَالَىٰ فِي ذَاتِ وَهِيَ هِيَ** جس نے تجھ پر کتاب نازل کی **مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ** اس میں بعض آیتیں محکم ہیں اٹل ہیں محکم اس آیت کو کہتے ہیں کہ جس کا مطلب بالکل واضح ہو کہ لغت کے اعتبار سے اور کوئی مشہوم نہ نکل سکے جیسے **إِنَّ اللَّهَ عَلِيُّ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ** بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ دیکھو لفظ اللہ کا مشہوم بھی واضح ہے

شئی کے معنی میں بھی کوئی تردد نہیں ہے۔ اور قدیر کا مفہوم بھی واضح ہے اسی طرح اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ
 شَيْءٍ عَلِيمٌ يَا سَمِيعًا بَصِيرًا اَفِيْمُو الصَّلٰوةَ ہے، اَلْوَاكُوفَةَ ہے، كُتِبَ عَلَيْكُمْ
 الصِّيَامُ ہے یہ تمام آیات حکمت ہیں فرمایا هُنَّ اُمُّ الْكِتَابِ یہ نہیں کتاب کی اصل ہیں
 وَاخِرُ مَثَلِهِتِ اور دوسری آیتیں متنازعہ ہیں جن کے معنی کے متعلق آگے آتا ہے وَمَا يَعْلَمُ
 قَائِلُهُ اِلَّا اللّٰهُ التّٰلٰی کے سوا ان کی حقیقت کو کوئی نہیں جانتا مثلاً الرَّحْمٰنُ عَلٰی الْعَرْشِ
 اسْتَوٰی ہے۔ رب عرش پر مستوی ہے تو استوی کا معنی تو ہے بیٹھنا مگر اس کی حقیقت کو نہیں
 سمجھ سکتے کہ میں مصلے پر بیٹھا ہوں تم در یوں پر بیٹھے ہو کوئی پنگ پر بیٹھتا ہے کوئی کرسی پر بیٹھتا
 ہے تو اللہ تعالیٰ کی حقیقت کیا ہے ہم کسی شئی کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے اس لئے کہ
 كَمِثْلِهِ شَيْءٌ اِس کے مثل کوئی شئی نہیں ہے اسی طرح قرآن پاک میں آتا ہے بَلْ يَدّٰهُ
 مَبْسُوطَتَيْنِ اللّٰهُ تَعَالٰی کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کی حقیقت کو نہیں سمجھ
 سکتے کہہ اِس میں ہاتھ میں ہتھیلی ہے، پانچ انگلیاں ہیں، ناخن ہیں تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اللہ تعالیٰ
 کے ہاتھ اس طرح ازواج مند ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روح ہے۔ كَلِمَتَهُ اَللّٰهُ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ
 ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کی طرف القا کیا تو اس طرح کی آیات پر
 ہم ایمان لاتے ہیں لیکن حقیقت ہم نہیں جانتے اور نہ ہی حقیقت جاننے کے ہم مکلف ہیں اور
 یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اِس نے ہمیں ایسی چیزوں کا مکلف نہیں بنایا بس ہمیں حکم ہے کہ مانو
 اور تسلیم کرو ہم مانتے ہیں کہ وہ عرش پر مستوی ہے اور یہ بھی مانتے ہیں کہ وَهُوَ مَعْلَمٌ اٰیْنَ مَا كُنْتُمْ
 اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں ہو اور وہ کتنا ساتھ ہے فرمایا وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ
 وَلٰكِنْ لَا تَبْصُرُوْنَ (سورۃ الواقعة آیت نمبر ۸۵)

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ
 شَيْئًا ، وَأُولَئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ﴿١٠﴾ كَذَابِ آلِ فِرْعَوْنَ ،
 وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ، كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ، فَآخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ، وَاللَّهُ
 شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١١﴾ قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ وَ تُحْشَرُونَ إِلَى
 جَهَنَّمَ ، وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٢﴾ قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئْتَيْنِ الثَّقَاتِ ، فِئَةٌ
 تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَى كَافِرَةٌ ، يَرَوْنَهُمْ مِثْلِهِمْ رَأَى
 الْعَيْنِ ، وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصَرِهِ مَنْ يَشَاءُ ، إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً
 لَأُولِي الْأَبْصَارِ ﴿١٣﴾

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا، بے شک۔ وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ، ہرگز نہیں کام
 آئیں گے ان کو۔ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ، ان کے مال اور نہ ان کی اولاد میں اللہ شئی، اللہ
 تعالیٰ کے عذاب سے کچھ بھی۔ وَأُولَئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ﴿١٠﴾ اور یہی لوگ ہیں دوزخ کا
 ایندھن۔ كَذَابِ آلِ فِرْعَوْنَ، ان کی عادت ہے جیسے عادت تھی فرعونوں کی۔ وَالَّذِينَ مِنْ
 قَبْلِهِمْ، اور ان لوگوں کی جو ان سے پہلے تھے۔ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا، انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں
 کو۔ فَآخَذَهُمُ اللَّهُ، پس پکڑا ان کو اللہ تعالیٰ نے۔ بِذُنُوبِهِمْ، ان کے گناہوں کی وجہ سے۔
 وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١١﴾ اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ قُلْ لِلَّذِينَ، آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کہہ دیں ان لوگوں کو۔ کَفَرُوا، جو کافر ہیں۔ سَتُغْلَبُونَ، عنقریب تم شکست کھاؤ گے۔ وَ تَحْشَرُونَ، اور تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔ اِلَىٰ جَهَنَّمَ، جہنم کی طرف۔ وَبِئْسَ الْمِهَادُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا، اور تم برا ٹھکانہ ہے۔ قَدْ كَانَ لَكُمْ فِتْنَةٌ مِمَّا كَفَرْتُمْ، ایتہ انشائی۔ فِی فِتْنَتَيْنِ، دو گروہوں میں۔ التَّقَاتَا، جن دو گروہوں کا آمنا سامنا ہوا۔ فِئْتَةٌ تَقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، ایک گروہ لڑ رہا تھا اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ وَآخَرَىٰ كَافِرَةٌ، اور دوسرا گروہ کافروں کا ہے۔ یَسْرُونَہُمْ، وہ کافر دیکھتے ہیں اپنے آپ کو۔ مِثْلِهِمْ، ان سے دو گنا۔ رَأَى الْعَيْنِ، آنکھ کے ساتھ دیکھنا۔ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ، اور اللہ تعالیٰ تائید کرتا ہے اپنی مدد سے۔ مَنْ يَشَاءُ، جس کی چاہتا ہے۔ اِنَّ فِي ذٰلِكَ، بے شک اس میں لَعِبْرَةٌ لِّاُولٰٓئِی الْاَبْصَارِ O البتہ عبرت ہے آنکھیں رکھنے والوں کے لئے۔ پہلی دو آیتوں میں یہود کی ضد کا بیان ہے۔ اور تیسری آیت میں غزوہ بدر کا مختصر سا بیان ہے۔ یاد رکھنا یہودی ذہین بھی بڑے ہیں اور ضدی بھی بڑے ہیں۔ من حیث القوم جتنی ضد ان میں ہے۔ وہ اور کسی قوم میں نہیں ہے۔ مدینہ طیبہ میں یہود کے تین خاندان آباد تھے۔ بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع۔ اور مدینہ طیبہ کی تمام منڈیوں پر ان کا قبضہ تھا۔ یعنی تجارت ان کے ہاتھ میں تھی اور علم میں بھی ماہر تھے۔ اور افرادی قوت بھی ان کو حاصل تھی، اور ظاہر بات ہے کہ جس قوم کے پاس تجارت ہو۔ علم ہو، اور افرادی قوت بھی ہو تو اس قوم کو غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ سب چیزیں یہود مدینہ طیبہ کو حاصل تھیں۔ جس کی وجہ سے وہ خاصے بگڑے ہوئے تھے۔ اور ان کا اتنا اثر و رسوخ تھا کہ اوس اور خزرج جو کافروں کے خاندان تھے۔ وہ اپنی لڑکی اور لڑکے کی شادی ان کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتے تھے۔ حالانکہ ان کا مذہب اور تھا اور ان کا مذہب اور تھا۔ مثلاً اوس اور خزرج کے خاندان میں سے کسی نے

اگر اپنی لڑکی یا لڑکے کی شادی کرنی ہوتی تھی تو اس کے محلے میں جو یہودی رئیس ہوتا تھا۔ اس سے مشورہ کرتا کہ فلاں جگہ پر میں اپنی لڑکی یا لڑکے کی شادی کرنا چاہتا ہوں۔ تمہاری کیا رائے ہے۔ اگر وہ کہہ دیتا کہ ٹھیک ہے تو شادی کر دیتا۔ اور اگر وہ قیل وقال کرتا تو وہاں شادی کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ اوس اور خزرج کے کسی آدمی نے اگر کسی اہم سفر پر بھی جانا ہوتا تھا۔ تو اجازت لے کر اور اطلاع دے کر جاتا تھا۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ یہود کا مدینہ طیبہ میں کتنا اثر و رسوخ تھا۔ رہا یہ سوال کہ یہود مدینہ طیبہ میں کس طرح آئے۔ اور یہاں آ کر آباد ہوئے۔ تو ان کے مدینہ طیبہ آنے کا سبب ایک خط تھا جو ان کے بڑوں نے پڑھا تھا۔ اس خط کی حقیقت اس طرح ہے کہ ثبہ اسد رحمہ اللہ بن ملیک یمن کے بادشاہوں میں سے ایک بڑا نیک اور پارسا بادشاہ تھا۔ ابو کعب ان کی کنیت تھی اور جمیہ قبیلے کے ساتھ تعلق تھا۔ اور یہ وہی ثبہ ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نو سو سال پہلے گزرا ہے۔ اس کو علم تھا کہ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائیں گے۔ اور آپ کی مہمانی کا شرف اہل مدینہ کو حاصل ہوگا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام بڑا عقیدت مندانہ خط لکھا کہ اے خاتم النبیین و رسول رب العالمین! اگر تم میری زندگی میں آ جاؤ تو میں تمہاری خدمت کروں گا اور تمہارے پاؤں دھوؤں گا۔ اور اگر تم بعد میں آؤ تو میں مرنے سے پہلے تمہارا کلمہ پڑھتا ہوں۔ اس نے یہ خط لکھ کر اس خاندان کے حوالے کیا۔ کہ تم نے یہ خط حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم و خاتم النبیین کو دینا ہے۔ چنانچہ وہ خط حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے خاندان میں منتقل ہوتا چلا آیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ تو وہ حضرت ابو ایوب انصاری

رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش فرمایا۔ تو یہود کے اباؤ و اجداد تجارت وغیرہ کے سلسلہ میں مدینہ طیبہ آئے تھے۔ اور انہوں نے یہ خط سنا تھا۔ تو جلدی کے ساتھ مدینہ طیبہ آگئے کہ ہمیں محمد رسول اللہ کی خدمت کا موقع ملے۔ اس طرح یہود کے بڑے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے چار سو سال پہلے مدینہ طیبہ آگئے تھے۔ تاکہ ہمیں ان کی خدمت کا موقع ملے یہودیوں کے وڈیرے تو اس نظریہ اور عقیدے کے تھے۔ مگر جب نئی نسل چلی تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر بھی دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے بھی درپے ہوئے۔ اور یہ سب کچھ انہوں نے ضد میں آکر کیا۔ اور ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ بہر حال مدینہ طیبہ میں یہودیوں کو دوسرے لوگوں پر غلبہ حاصل تھا۔ اور ان کی مرضی کے بغیر وہ لوگ اپنی اولاد کی شادی تک نہیں کر سکتے تھے۔ اور بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بے سرو سامانی کی حالت میں کامیابی عطا فرمائی۔ جس کا ذکر اگلی آیت کریمہ میں آرہا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر سے جب واپس تشریف لائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے تینوں خاندانوں بنو نضیر، بنو قریظہ، بنو قینقاع کے سرداروں کے سامنے توحید بیان فرمائی۔ قرآن پاک کی صداقت کا ذکر کیا۔ اور نبوت اور رسالت کو بڑے اچھے انداز میں بیان فرمایا اور قیامت کا بھی ذکر فرمایا۔ اور ان کو اسلام کی دعوت دی۔ ایک شرارتی یہودی کعب بن اشرف ان کا پادری تھا۔ کہنے لگا، اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تم نے نا تجربہ کار جاہلوں کے ساتھ لڑائی کر کے فتح حاصل کی ہے۔ اور اب تم اتنے دلیر ہو گئے ہو کہ ہمیں قابو کرنا چاہتے ہو۔ انہیں کیا پتہ تھا کہ لڑائی کیا چیز ہوتی ہے؟ جب ہمارے ساتھ ٹکراؤ گے تو پتا چل جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہیں کوئی لڑائی کی دھمکی تو نہیں دی۔

میں نے صرف یہ کہا ہے کہ تم پڑھے لکھے لوگ ہو اسلام قبول کر لو۔ تو رات تمہارے پاس موجود ہے۔ اس میں صراحت کے ساتھ میری علامتوں کا بیان ہے جو تم پڑھتے ہو۔ یہودیوں کا یہ کردار قابلِ تعجب ہے اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دشمنوں پر فتح یابی کے لئے دعا کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن پاک کے پہلے پارے میں موجود ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ”وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا“ اور وہ تھے اس سے پہلے فتح کے لئے تو سل حاصل کرتے ان لوگوں کے خلاف جو کافر ہیں۔ فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ۔ پس جب آئی ان کے پاس وہ ذات یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کو انہوں نے پہچان لیا تو اس کا انکار کر گئے۔ اور اس چیز کا ذکر تفسیروں میں بھی موجود ہے اور تاریخ میں بھی۔ اور قرآن کریم کے دوسرے پارے میں آتا ہے ”يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ“ یہ بنی اسرائیل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔ لیکن ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔ تو کہنے لگے کہ مال ہمارے پاس زیادہ ہے۔ افرادی قوت ہمارے پاس زیادہ ہے۔ مدینہ طیبہ شہر اور باہر دیہات میں مضبوط قلعے ہمارے پاس ہیں۔ پھر تم ہمیں خفیہ انداز سے دھمکیاں دیتے ہو۔ اور کہتے ہو کہ اسلام قبول کر لو۔ جب ہمارے ساتھ ٹکراؤ گے تو پتہ چل جائے گا۔ اس موقع پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا، بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا (اور یاد رکھنا کہ كَفَرُوا سے ساری دنیا کے کافر مراد ہیں اگرچہ شان نزول مدینہ طیبہ کے یہود بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قریظہ ہیں۔ لیکن حکم شان نزول میں بند نہیں ہوتا)۔ لَنْ نَغْنِي عَنْهُمْ أَمْوَالَهُمْ وَلَا أَوْلَادَهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ہرگز

نہیں کام آئیں گے ان کے مال اور نہ اولاد ان کی اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ان کو کوئی شئی نہیں بچا سکے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب یہود کے ساتھ اہل حق کی لڑائی ہوئی۔ تو بنو نضیر اور بنو قینقاع نے کہا، ہمیں نہ مارو ہم جلا وطن ہونے کے لئے تیار ہیں۔ تو یہ دھمکیاں دینے والے اپنی زمین، مکانات اور جائیدادیں چھوڑ کر خیر بھاگ گئے۔ البتہ بنو قریظہ نے ٹکری۔ مگر بالآخر انہوں نے بھی ہتھیار ڈال دیئے۔ نوجوان مارے گئے۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا گیا۔ تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسی طرح ہوا۔ کہ تم اپنے مال اور اپنی اولاد پر گھمنڈ نہ کرو۔ یہ چیزیں تمہیں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچا سکیں گی۔

وَأُولَئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ☆ اور یہی لوگ دوزخ کا ایندھن ہیں۔ یعنی یہ جتنے بھی ہیں سارے کے سارے دوزخ کی آگ کا ایندھن بنیں گے۔ اور سب دوزخ کی آگ میں جلیں گے۔ فرمایا ان لوگوں کی عادت ایسے ہی ہے۔ كَذَّابِ اِلِ فِرْعَوْنَ، جیسے عادت تھی فرعونوں کی۔ کہ انہوں نے بھی ضد کی اور حق کے ساتھ ٹکری۔ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ، اور ان لوگوں کی عادت کی طرح ہے، جو ان سے پہلے تھے۔ اور ان کی عادت یہ تھی۔ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا، کہ انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں اور نشانیوں کو۔ فَآخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوبِهِمْ، پس پکڑا ان کو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے۔ فرعون کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ حکومت بچا سکی، نہ فوجیں نہ مال، جس وقت بحر قلزم میں غوطے کھائے تو کہنے لگا۔ "أَمِنْتُ بِرَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ" میں اس رب پر ایمان لایا جو موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) کا رب ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس وقت میں نے دریا کا جو نیچے حصے کا کالا گارا ہوتا ہے۔ اس کے گلے میں ٹھونسا کہ یہ بڑا ادویلا کر رہا ہے، کہیں اس پر اللہ تعالیٰ کو ترس نہ آجائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

”الَّذِينَ وَقَدُ غَضِبْتُ قَبْلَ“ اب ایمان لاتا ہے اور تحقیق تو انکار کر چکا ہے۔ اس سے پہلے یعنی جب تجھے ہوش تھی اس وقت تو تو ایمان کے قریب نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلَقَكَ آيَةً۔ پس آج ہم تجھے باہر پھینک دیں گے۔ تاکہ تو پچھلوں کے لئے نشانی بن جائے۔ لوگ تجھے دیکھیں اور کہیں کہ یہ ہے جو کہتا تھا۔ ”أَنَا رَبُّكُمْ الْأَعْلَى“۔ میں ہوں تمہارا بڑا رب۔ اور آج مشکیزہ بنا پڑا ہے۔ اور پانی منہ سے ناک سے بہ رہا ہے۔ اور رب جانے کہاں کہاں سے بہ رہا ہے۔ فرعون کو آج تک دفن نہیں کیا گیا۔ مصر میں محفوظ ہے۔ کبھی کبھی انسان دیکھ کر حیران ہوتا ہے۔ کہ یہ اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتا تھا۔ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ۔ اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیں ان کافروں کو جو یہودی ہیں، جنہوں نے متکبرانہ انداز میں کہا کہ ہمارے ساتھ ٹکراؤ گے تو پتہ چل جائے گا۔ سَتُغْلَبُونَ، عنقریب تم شکست کھاؤ گے۔ اور یہ دنیا کی سزا ہو گی۔ وَنُخْشَرُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ، اور مرنے کے بعد تم اکٹھے کئے جاؤ گے جہنم کی طرف۔ چنانچہ آٹھ نو سال بعد تمام یہود نے شکست کھائی۔ اور ذلیل و خوار ہوئے۔ جن کے بارے میں کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ مدینہ طیبہ سے نکلیں گے۔ ان میں سے کئی مارے گئے اور دوسرے جلا وطن ہو گئے۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اسی طرح ہوا۔ وَبَشَسَ الْجَمَاهُورُ، اور دوزخ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام مومنین اور مومنات کو تمام مسلمین اور مسلمات کو دوزخ سے بچائے۔ قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ، تحقیق ہے تمہارے لئے نشانی کہ **فِي فَتْنَيْنِ الَّتِي كُنَّا، دو گروہوں میں جن دو گروہوں کا آمناسا منا ہوا۔ فِتْنَةٌ تَقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، ایک گروہ لڑ رہا تھا اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ، اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا۔**

اس آیت کریمہ میں واقعہ بدر کا ذکر ہے۔ اور بدر مدینہ طیبہ سے اسی ۸ میل دور ایک مقام کا نام تھا۔ بدر نامی ایک شخص نے اس جگہ ایک کنواں کھودا تھا۔ تو اس کنویں کا نام بدر پڑ گیا۔ پھر اس علاقے کا نام بدر ہو گیا۔ قرآن کریم کے چوتھے پارے میں ذکر ہے۔ "وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ" اور تحقیق رب تعالیٰ نے تمہیں بدر کے مقام میں کامیابی عطا فرمائی۔ اور حالانکہ تم کمزور تھے۔ اس مقام پر مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرا ۳۱۳ تھی۔ ستر ۷۷ مہاجرین اور دو سو چھتیس ۲۳۶ انصار تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیادت فرما رہے تھے۔ ان کے پاس سامان دو گھوڑے کہ ایک مرشد بن ابی مرشد رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور ایک مقدار بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ ستر ۷ اونٹ چھ ۶ زریں اور آٹھ ۸ تلواریں تھیں۔ یعنی تین سو تیرہ کے پاس تلواریں بھی مکمل نہ تھیں۔ اور جس وقت یہ مدینہ طیبہ سے چلے تھے، دسویں پارے میں آتا ہے کہ یہود ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ ایک دوسرے کو اشارے کر کے کہتے تھے کہ دیکھ لو بھائی یہ پہلوان بہادر، یہ جوان، قریش کے ساتھ لڑنے جا رہے ہیں۔ ان کے سر کاٹیں گے اور قیدی بنا کے لائیں گے۔ رب تعالیٰ کی قدرت کہ اس نے ان کے مذاق کو حقیقت بنا دیا۔ جب جنگ ہوئی ستر ۷ کا فرما رہے گئے، ستر ۷ قیدی بنائے گئے۔ باقیوں کو بھاگتے ہوئے راستہ نہ ملا۔ اور مسلمانوں میں سے صرف چودہ آدمی شہید ہوئے۔ چھ ۶ مہاجرین میں سے اور آٹھ ۸ انصار میں سے۔ اور ان کی قبریں آج بھی اس مقام پر زیارت گاہ بنی ہوئی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مذاق اڑانے والے حیران رہ گئے۔ کہ ہم کیا کہتے تھے اور یہ کیا ہو گیا ہے۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تعداد تین سو تیرہ ۳۱۳ تھی۔ اور مقابلے میں ایک ہزار کا لشکر تھا۔ اور ہر طرح

کے کیل کانٹے سے لیس تھا۔ اور ابو جہل ان کی قیادت کر رہا تھا۔ یہ غزوہ ہجرت کے دوسرے سال سترہ ربیع الاول المبارک جمعہ کے دن پیش آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کے ساتھی مسافر تھے۔ اس واسطے جمعہ ان پر فرض نہ تھا۔ اور ویسے بھی بدر کوئی شہر تو تھا نہیں کہ وہاں مسلمانوں کی آبادی ہوتی۔ عشاء کی نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ اور عاجزی اور زاری کے ساتھ دعائیں کیں۔ اے پروردگار! یہ بھوکے ہیں نوے اسی گھوڑے۔ یہ پیاسے ہیں تو نے ان کو پانی پلانا ہے۔ یہ بے سہارا ہیں ان کا سہارا تو ہے۔ یہ بے ہتھیار ہیں، ان کا ہتھیار تیری مدد ہے۔ اے میرے پروردگار یہ میری پندرہ سال کی کمائی ہے۔ اگر یہ حتم ہو گئے تو خالص تیری عبادت کے لئے والا کوئی نہ ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں پڑے ہیں اور رو رہے ہیں، آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خیمہ سے باہر تھے۔ انہوں نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عاجزی اور زاری دیکھی، خیمے میں تشریف لائے۔ کہنے لگے حضرت بس کرو۔ لَقَدْ اَلْحَحْتُ تَحْقِيقَ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی عاجزی اور زاری کی ہے۔ رب تعالیٰ ضرور تمہاری دعائیں سنے گی۔ صبح جس وقت لڑائی ہوئی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تین سو تیرہ ۳۱۳ نہتوں نے ایک ہزار کو شکست دی۔ ہزار گوار اور آٹھ گواروں کا کوئی تقابل نہیں تھا۔ اور پھر ان تین سو تیرہ میں اکثر ننگے سر اور ننگے پاؤں تھے۔ اور دھوپ میں سر اور پاؤں جل رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ سے یہود مدینہ کو عبرت حاصل کرنے کی تلقین فرمائی۔ يَرْوْنَهُمْ مِثْلِهِمْ رَأَى الْعَيْنِ، وہ کافر دیکھتے ہیں اپنے آپ کو ان سے دو گنا کھلی آنکھ کے ساتھ۔ اور بڑے خوش ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم زیادہ ہیں، اور تھے تو وہ دو گنا سے بھی زیادہ، لکن۔ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَنْ

یَشَاءُ، اور اللہ تعالیٰ تائید کرتا ہے اپنی مدد سے جس کی چاہتا ہے۔ جس طرح یہاں مسلمانوں کی تائید فرمائی۔ کہ آٹھ لکھ لوگوں کو ہزار لکھ لوگوں پر کامیابی نصیب فرمائی۔ اور تین سو تیرہ کو ہزار پر غلبہ عطا فرمایا۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ☆ بے شک اس میں البتہ عبرت ہے ان لوگوں کے لئے جو آنکھیں کھول کر حقیقت کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور اگر آنکھیں بند کر لیں تو دنیا میں اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

زَيْنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَ النِّبْنِ وَ القَنَاطِيرِ
 الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الفِضَّةِ وَ الخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الأنْعَامِ وَ
 الْحَرْثِ ، ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ، وَاللَّهُ عِنْدَهُ حَسَنُ
 الْمَآبِ ﴿١٤﴾ قُلْ أَوْ نَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذَلِكَ ، لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ
 جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَ
 رِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ ، وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿١٥﴾ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّا
 أَمْنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٦﴾ الصَّابِرِينَ وَ
 الصَّادِقِينَ وَ الْقَنِيَّتِينَ وَ الْمُتَّقِينَ وَ الْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ ﴿١٧﴾ شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ، وَ الْمَلَائِكَةُ وَ أُولُو الْعِلْمِ
 قَائِمًا ، بِالْقِسْطِ ، لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٨﴾

النص

زین مزین کی گئی۔ للناس لوگوں کے لئے۔ حُبُّ الشَّهَوَاتِ، خواہشات کی محبت۔ مِنَ
 النِّسَاءِ، عورتوں کی خواہش۔ وَ النِّبْنِ، اور بیٹوں کی خواہش۔ وَ القَنَاطِيرِ، اور مال کی خواہش۔
 الْمُقَنْطَرَةِ، جو بہت ہو۔ مِنَ الذَّهَبِ، سونے سے۔ وَ الفِضَّةِ، اور چاندی سے۔ وَ الخَيْلِ
 الْمُسَوَّمَةِ، اور نشان لگائے ہوئے گھوڑوں سے۔ وَ الأنْعَامِ، اور مال مویشی سے۔ وَ الْحَرْثِ، اور

کہتی ہے۔ ذَلِك مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا، یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے۔ وَاللّٰهُ عِنْدَهُ، اور اللہ تعالیٰ کے پاس۔ حُسْنُ الْمَاٰبِ ☆ اچھا ٹھکانہ ہے۔ قُلْ، ان کو کہہ دو۔ اَوْ نَبِّئْكُمْ، کیا میں تمہیں خبر دوں۔ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ، اس سے بہتر چیز کی۔ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا، ان لوگوں کے لئے جو ڈرتے ہیں۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ، ان کے رب کے ہاں۔ جَنَّتْ، باغات ہیں۔ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ، جاری ہیں ان باغوں کے نیچے نہریں۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا، ہمیشہ رہیں گے اس میں۔ وَاَزْوٰجٌ مُّطَهَّرَةٌ، اور جوڑے ہوں گے پاکیزہ۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ، اور اللہ تعالیٰ کی رضا ہوگی۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعٰبِدِ ☆ اور اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے بندوں کو۔ الَّذِيْنَ، اللہ کے بندے وہ ہیں۔ يَقُوْلُوْنَ، جو کہتے ہیں۔ رَبَّنَا، اے رب ہمارے۔ اِنَّا اٰمَنَّا، بے شک ہم ایمان لائے۔ فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا، پس تو بخش دے ہم کو ہمارے گناہ۔ وَاقِنَا عَذَابَ النَّارِ ☆، اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔ الصّٰبِرِيْنَ، صبر کرنے والے ہیں تکلیفوں میں۔ وَالصّٰدِقِيْنَ، اور سچے ہیں۔ وَالْقٰنِتِيْنَ، اور اطاعت کرنے والے ہیں۔ وَالْمُنْفِقِيْنَ، اور خرچ کرنے والے ہیں۔ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحٰرِ ☆، اور معافی مانگنے والے ہیں اللہ تعالیٰ سے سحر کے وقت۔ شَهِدَ اللّٰهُ، اللہ تعالیٰ نے گواہی دی۔ اِنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، بے شک نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ، اور فرشتوں نے بھی گواہی دی ہے۔ وَاُولُو الْعِلْمِ، اور علم والے بھی۔ قٰنِمًا بِالْقِسْطِ، قائم ہوتے ہوئے انصاف پر۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، نہیں کوئی الہ مگر وہی۔ الْعَزِيْزُ، غالب ہے۔ الْحَكِيْمُ ☆ حکمت والا ہے۔

اس رکوع کے پہلے حصے میں یہ بات بیان ہوئی تھی کہ مدینہ طیبہ میں رہنے والے یہودیوں نے کہا تھا کہ ہمارے پاس مال اور اولاد کافی ہے۔ تم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اور ہم حق پر ہیں اگر ہم حق پر نہ ہوتے تو ہمیں اتنا مال اور اولاد نہ ملتی۔ آگے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ

چیزیں عارضی ہیں اور دنیا میں فائدہ اٹھانے کا سامان ہیں یہ حق پر ہونے کی دلیل نہیں ہیں بلکہ وہ لوگ جو ان چیزوں سے محبت میں تجاوز کرتے ہیں وہ گمراہ ہو جاتے ہیں۔ فرمایا ”ذٰیۡنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ“ مزین کی گئی لوگوں کے لئے خواہشات کی محبت۔ یعنی لوگوں کے دلوں میں طبعی طور پر ان چیزوں کی محبت ڈال دی ہے۔ جو خواہشات لوگوں کے دلوں میں ہیں۔ اور جو خواہشات ہیں آگے ان کا ذکر ہے۔ مِنَ النِّسَاءِ، عورتوں کی خواہش ہے۔ یعنی عورتوں کی محبت انسانوں کے دلوں میں مزین کر دی گئی ہے۔ مردوں کو عورتوں کی خواہش ہے۔ وَالْبَنِيْنَ، اور بیٹوں کی خواہش لوگوں کے دلوں میں مزین کر دی گئی ہے۔ ہر زمانے میں لوگ اس بات کو پسند کرتے آئے ہیں کہ ہمیں لڑکا ملے لڑکی نہ ملے۔ یہ ایک خواہش ہے، وگرنہ ہوتا وہی ہے جو رب چاہے۔ کہ کسی کو لڑکا دے یا لڑکی دے۔ یا لڑکا اور لڑکی ملا کر دے۔ یا کچھ بھی نہ دے بانجھ کر دے۔ مگر طبعی طور پر خواہش تو ہے نا! وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ۔ اور زیادہ مال کی محبت انسانوں کے دلوں میں پکی کر دی گئی ہے۔ قَنَاطِيْرٌ، قِنْطَارٌ کی جمع ہے۔ اور قِنْطَارٌ کے معنی ہیں الْمَالُ الْكَثِيْرُ زیادہ مال۔ مُقَنْطَرَةٌ، کا معنی ہے ڈھیر لگایا ہوا۔ اس زمانے میں سونے چاندی کا سکہ ہوتا تھا۔ کانگہ کے نوٹ نہیں ہوتے تھے۔ آج کل تو سارا نظام نوٹوں کے ذریعے چلتا ہے۔ مگر اس زمانے میں سونے چاندی کے سکوں کے ذریعہ نظام چلتا تھا۔ اور بنک بھی نہیں ہوتے تھے۔ گھروں میں ہی مال کے اوپر نیچے ڈھیر لگے ہوتے تھے۔ اور گھروں میں ہی بوریوں برتنوں کے ذریعے یا جس جگہ مناسب سمجھتے تھے محفوظ کر لیتے تھے۔ اسی طرح وہ ڈھیر مال کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ آگے اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ فرمایا اِمِّنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ۔ وہ بہت سارا مال سونے اور چاندی سے ہے۔ وَ النِّخْلِ الْمُسَوَّمَةِ، اور نشان لگائے

ہوئے گھوڑوں سے۔ مسوّمہ کا ایک معنی یہ کرتے ہیں کہ جو گھوڑے اصیل نسل کے ہوتے تھے۔ ان کے منہ پر یا پیٹھ پر نشان لگاتے تھے۔ تاکہ پتہ چلے کہ یہ اصیل ہے۔ اور یہ معنی بھی کرتے ہیں کہ خوبصورت گھوڑا جس کے اعضاء بالکل صحیح سالم ہوں۔ اور دیکھنے میں حسین نظر آئے۔ چونکہ اس زمانے میں گھوڑے پر سواری کی جاتی تھی۔ اور گھوڑوں کے ذریعے جنگ لڑی جاتی تھی۔ اس واسطے ان کی اہمیت تھی۔ وَالْأَنْعَامُ، اور مال مویشی کی محبت کے بارے میں قرآن پاک میں ایک مستقل سورت ہے۔ جس کا نام اَنْعَامُ ہے۔ ساتویں پارے سے شروع ہوتی ہے اور آٹھویں پارے میں ختم ہوتی ہے۔ اس میں انعام بیان فرمائے ہیں کہ گائے، بھینس، بھیڑ، بکری، اونٹ وغیرہ۔ ان کی محبت بھی انسانوں کے دلوں میں ڈال دی گئی ہے۔ وَالْحَرَبِ، اور کھیتی کی محبت۔ جس زمانے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے وہ زمانہ صنعت اور کارخانوں کا زمانہ نہ تھا۔ ان لوگوں کے لئے یہی مال ہوتے تھے جن کا ذکر ہو رہا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جن چیزوں کا ذکر ہوا ہے۔ ذَلِكُمْ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا، یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے۔ یعنی یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں فائدہ حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ مگر اصل مقصود تو آخرت کی زندگی ہے۔ اگر ان چیزوں کی محبت میں آخرت سے غافل ہو گیا تو سخت خسارے کا سودا کیا۔ ہاں اگر کوئی مسلمان ہے۔ اور ان کو جائز طریقے سے حاصل کرتا ہے۔ اور شریعت کے مطابق خرچ کرتا ہے تو پھر یہ مال بہت اچھا ہے۔ کوئی عیب کی بات نہیں۔ اگر مطلقاً مال معیوب ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو عطاء نہ فرماتا۔ حالانکہ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس تین ہزار اونٹ، پانچ سو جوڑی بیلوں کی یعنی ایک ہزار بیل اور بڑا وسیع رقبہ تھا جس میں کاشت کاری کرتے تھے۔ اور بہت بڑی چراگاہ تھی۔ جس میں

جانور چرتے تھے۔ اور لوگوں کے وفدوں کے وفد آتے تھے۔ ان کے لئے الگ مہمان خانہ تھا۔ جہاں ان کی عزت کی جاتی ہے۔ کھانا کھلایا جاتا تھا۔ حضرت ایوب علیہ السلام ان کو دین سکھاتے اور مسائل بیان کرتے تھے۔ اتنی وافر دولت رب تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی تھی۔ حالانکہ وہ خدا کے پیغمبر تھے۔ اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور خلیفہ اللہ فی الارض تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت کچھ عطاء فرمایا تھا۔ مگر وہ سب ان کے ہاتھ کی کمائی تھی۔ تلواریں اور زرہ بناتے تھے۔ خود تیار کرتے تھے۔ اور اسی کمائی سے وہ اپنا نظام چلاتے تھے۔ انہوں نے جتنا عرصہ بھی بادشاہی کی ہے۔ قوم اور پبلک کی رقم استعمال نہیں فرمائی۔ اور یہی حال حضرت سلیمان علیہ السلام کا تھا۔ اس واسطے اگر کسی کے پاس سونے چاندی کا ڈھیر ہو زمین ہو مال مویشی ہوں۔ تو کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔ بشرطیکہ جائز طریقے سے حاصل کئے ہوں اور جائز طریقہ سے خرچ کرتا ہو۔ تو رب تعالیٰ کی نعمت ہے۔ مگر یہ سب چیزیں دنیا کا فائدہ ہیں کوئی کتنی دیر زندہ رہے گا۔ اور کتنا کھاپی لے گا۔ اور بہن لے گا۔ وَاللّٰهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ ﴿۱۷۱﴾ اور اللہ تعالیٰ کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے۔ یعنی آخرت کی چیزیں ان چیزوں سے بہت اچھی ہیں۔ لہذا دنیا کی چیزوں پر اعتماد نہ کرو، اعتماد صرف رب تعالیٰ کی ذات پر کرو۔ قُلْ، ان کو کہہ دو (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اَوْ نَبِّئُكُمْ، کیا میں تمہیں خبر دوں۔ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ، اس سے بہتر چیز کی۔ جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ مگر وہ اچھی چیز کن لوگوں کے لئے ہے۔ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا، ان لوگوں کے لئے ہے جو رب سے ڈرتے ہیں۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ، ان کے رب کے ہاں ان کو ملے گی۔ وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا! جَنَّاتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ، باغات ہیں جاری ہیں ان باغوں کے نیچے نہریں۔ آخرت کے باغات اور میوے دنیا کے باغات اور میووں کی

طرح نہیں ہیں۔ دنیا کے سارے میوے فصلی اور موسمی ہیں۔ موسم میں آتے ہیں جب موسم ختم ہو جاتا ہے۔ تو میوہ اور پھل بھی ختم ہو جاتا ہے۔ مگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے جنت کے میوؤں میں یہ خاصیت رکھی ہے۔ کہ کبھی ختم ہونے میں نہیں آئیں گے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔ لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ وَهِيَ خَشْيَتُهُمْ لَا يُفْرَقُونَ فِيهَا مِمَّا حَرَّمَ اللَّهُ نَجَسًا وَلَا يَلْمِزُهُمْ فِيهَا مَلَكٌ مُّقِيمٌ فِيهَا يُسَلِّمُ بِهِمْ عَلَيْهِمْ يُرْسِلُ سَلَامًا وَإِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ۔ جنت میں باغات ہی باغات ہوں گے۔ اور وہ بھی سدا بہار اپنے باغات سے کھائے یا جس جگہ سیر و سیاحت کے لئے جائے کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ اور جنت کی نہریں دنیا کی نہروں کی طرح نہیں ہوں گی۔ کہ زمین میں گہرائی ہو اور اس میں پانی چلے، جنت کی نہریں زمین کی سطح سے اوپر ہوں گی، اور کناروں پر موتیوں کے بند ہوں گے۔ بڑی صاف ستھری نہریں ہوں گی۔ دودھ کی نہر، شہد کی نہر، اور شرابِ طہور کی نہر، صاف پانی کی نہر۔ اور بڑا کچھ ہوگا۔ خَلِيدِينَ فِيهَا، ہمیشہ انہیں باغات میں رہیں گے۔ وہاں سے نکلے جانے کا کوئی کھنکا نہیں ہوگا۔ وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ، اور جوڑے ہوں گے پاکیزہ۔ مردوں کو پاکیزہ بیویاں ملیں گی اور عورتوں کو پاکیزہ خاوند ملیں گے۔ پاکیزہ ہوں گے اخلاق کے لحاظ سے بھی اور ظاہری لحاظ سے بھی۔ نہ وہاں پیشاب نہ پاخانہ، نہ نزلہ، نہ زکام، نہ ناک سے بلغم نہ گلے سے بلغم۔ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے۔ لَا يَسُولُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ۔ نہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ کریں گے۔ وَلَا يَتَمَخَّطُونَ، نہ ناک سے بلغم نکلے گی، نہ گلے سے بلغم نکلے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ حضرت جنتی کچھ کھائیں پئیں گے بھی؟ فرمایا ایک جنتی سو آدمیوں کے برابر کھائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بدن سے پسینہ نکلے گا۔ جس کی خوشبو کستوری کی

طرح ہوگی۔ اور اس پینے کے ذریعے سب کھانا ہضم ہو جائے گا۔ اور فرمایا جنتیوں کو ڈکار آئے گا اور اس کی بھی خوشبو کستوری کی طرح ہوگی۔ اس سے آنا فانا کھانا ہضم ہو جائے گا۔ اور ایک دوسرے کے بارے میں ذہن شیشے کی طرح صاف ہوں گے۔ کسی کو کسی کے ساتھ کوئی بغض، کینہ، عداوت نہ ہوگی۔ وہاں انتقام کا جذبہ بالکل نہ ہوگا۔

بہشت آں جا است کہ ازارے نہ باشد

کے راجے کارے نہ باشد

بہشت اس جگہ کا نام ہے جہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ کسی کو کسی کے ساتھ کوئی کام نہ ہوگا۔ وَ رِضْوَانٍ مِّنَ اللّٰهِ، اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ جنتیوں پر ہر وقت راضی رہے گا۔ وَاللّٰهُ بِصِيْرِهِم بِالْعِبَادِ اور اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے اپنے بندوں کو۔ اللہ تعالیٰ کے بندے کون ہیں، اور ان کی خوبیاں کیا ہیں؟ آگے اس کا بیان ہے فرمایا! الَّذِينَ، اللہ کے بندے وہ ہیں۔ يَقُولُونَ، جو کہتے ہیں۔ رَبَّنَا إِنَّا أَمْنَا، اے رب ہمارے بے شک ہم ایمان لائے۔ تو اللہ تعالیٰ کے بندوں کی پہلی خوبی یہ ہے کہ وہ ایمان لاتے ہیں جن جن چیزوں پر ایمان لانا ہے۔ اور کہتے ہیں۔ فَاعْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا، پس تو بخش دے ہم کو ہمارے گناہ۔ کیونکہ ہم خطا کار ہیں گناہ گار ہیں۔ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ، اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا اور ان کی خوبیاں ہیں۔ الصَّابِرِينَ۔ وہ صبر کرنے والے ہیں۔ یعنی اگر تکلیفیں پیش آتی ہیں تو صبر سے کام لیتے ہیں۔ شرعی دائرے میں رہ کر بیماری کا علاج کرانا بھی صحیح ہے۔ دشمن کا دفاع کرنا بھی صحیح ہے۔ مگر بے صبری اور بے قراری نہ ہو۔ رب تعالیٰ کی ذات پر اعتماد ہو۔ الصَّادِقِينَ، سچ بولنے والے ہیں۔ مومن کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا، يَطْبَعُ الْمُرَّةَ مَعَ كُلِّ خَضَلَةٍ إِلَّا الْكَذِبَ وَالْخِيَانَةَ یعنی ہو سکتا ہے کہ مومن میں کچھ عیب بھی ہوں۔ مگر جھوٹ اور خیانت یہ مومن میں نہیں آسکتیں۔ جھوٹ آئے گا ایمان چلا جائے گا۔ خیانت آئے گی ایمان چلا جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ حضرت یہ ارشاد فرماؤ کہ مومن بزدل بھی ہوتا ہے؟ فرمایا! ہاں کمزور قسم کا ایمان ہو تو اس کے ساتھ بزدلی بھی آسکتی ہے۔ حضرت یہ فرماؤ کہ مومن بخیل بھی ہو سکتا ہے؟ فرمایا ہاں! کمزور ایمان کے ساتھ بخل بھی اکٹھا ہو سکتا ہے۔ عرض کیا حضرت یہ فرماؤ کہ مومن جھوٹا بھی ہو سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، كَلَّا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، ہرگز نہیں اس رب کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ ایمان اور جھوٹ اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ جھوٹ کا مفہوم کیا ہے؟ تو یاد رکھنا ہر وہ بات جو واقع کے خلاف ہو وہ جھوٹ ہے۔ تو مومنوں کی صفت ہے کہ وہ سچ بولتے ہیں۔ وَالْقَائِيْنَ، اور اطاعت کرنے والے ہیں۔ اطاعت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور جائز کاموں میں والدین کی اطاعت، خاوند کی اطاعت، ہر بڑے کی اطاعت، غرض کہ جن جن کاموں میں اطاعت کرنی ہے۔ قَائِيْنَ سب کو شامل ہے۔ وَالْمُنْفِقِيْنَ، اور اپنے مال خرچ کرتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں عشر نکالتے ہیں۔ فطرانہ ادا کرتے ہیں۔ اور قربانی بھی کرتے ہیں۔ اسی کے علاوہ بھی غریبوں مسکینوں اور محتاجوں کی امداد کرتے ہیں۔ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْأَسْحَارِ ﴿٥٧﴾، اور معافی مانگنے والے ہیں اللہ تعالیٰ سے سحر کے وقت۔ یہ بات یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر ایک کی سنتا ہے۔ وقت کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ مگر بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں دعا زیادہ اثر رکھتی ہے۔ جیسے سحری کا وقت کہ رات کا جب تیسرا حصہ رہ جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے

بندوں کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں۔ هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ؟ کہ ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا؟ کہ میں اس کو بخش دوں۔ هَلْ مِنْ مُسْتَرْزِقٍ أَرْزُقُهُ؟ ہے کوئی رزق طلب کرنے والا کہ میں اس کو رزق دوں؟ هَلْ مِنْ كَذَّابٍ؟ تو سحری کے وقت دعا اور استغفار زیادہ اثر رکھنے والے ہیں۔ شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، اللَّهُ تَعَالَى گواہی دیتا ہے کہ بے شک نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی۔ کوئی معبود نہیں ہے، کوئی مشکل کشا نہیں ہے۔ کوئی دغیر نہیں ہے۔ کوئی فریادرس نہیں ہے۔ کوئی حاجت روا نہیں ہے۔ کوئی خالق، کوئی مالک نہیں ہے۔ کوئی رازق نہیں ہے۔ کوئی مُقَيِّنَ قَانُونِ بنانے والا نہیں ہے۔ کوئی نذر و نیاز کے لائق نہیں ہے۔ وَالْمَلٰئِكَةُ، اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وَأُولُوا الْعِلْمِ، اور علم والے بھی گواہی دیتے ہیں۔ علم والوں میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علیہم السلام ہیں۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور پھر تابعین اور پھر تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں پھر آئمہ دین فقہائے کرام، اور محدثین عظام ہیں۔ (رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) یہ سب گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کے لائق اور کوئی نہیں۔ فَأَنبَأَ بِالْقِسْطِ، یہ سب عدل و انصاف پر قائم ہیں۔ اور ان کی یہ شہادت بالکل حق ہے۔ کہ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، نہیں کوئی الہ مگر وہی۔ الْعَزِيزُ، غالب ذات ہے۔ الْحَكِيمُ حکمت والی ذات ہے۔

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
 إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا ۚ بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ
 فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿١٩﴾ فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ
 وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۚ وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ
 أَسْلَمْتُمْ ۚ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ
 الْبَلْغُ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿٢٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ
 وَيَقْتُلُونَ النَّبِيَّ بِغَيْرِ حَقٍّ ۖ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ
 مِنَ النَّاسِ ۖ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢١﴾ أُولَئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ
 أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴿٢٢﴾

إِنَّ الدِّينَ ، بے شک پسندیدہ دین۔ عِنْدَ اللَّهِ ، اللہ تعالیٰ کے ہاں۔ الْإِسْلَامُ ، اسلام ہے۔ وَمَا
 اخْتَلَفَ الَّذِينَ ، اور نہیں اختلاف کیا ان لوگوں نے۔ أُوتُوا الْكِتَابَ ، جن کو کتاب دی گئی۔ الْأُمِّيِّينَ ،
 بَعْدَ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ ، مگر بعد اس کے کہ ان کے پاس علم آچکا۔ بَغْيًا ، سرکشی کرتے ہوئے
 آپس میں۔ وَمَنْ يَكْفُرْ ، اور جو شخص انکار کرے گا۔ بِآيَاتِ اللَّهِ ، اللہ تعالیٰ کی آیات کا۔ فَإِنَّ اللَّهَ
 ، پس بے شک اللہ تعالیٰ۔ سَرِيعُ الْحِسَابِ ، جلدی حساب لینے والا ہے۔ فَإِنْ حَاجُّوكَ ، پس
 اگر یہ آپ سے جھگڑا کریں۔ فَقُلْ ، پس آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں۔ أَسْلَمْتُ ، میں نے جھکا

دیا۔ وَجْهِيَ ، اپنا چہرہ۔ لِيْلَهُ ، اللہ تعالیٰ کے سامنے۔ وَمَنْ اتَّبَعِنِ ، اور انہوں نے بھی جنہوں نے میری پیروی کی۔ وَقُلْ لِلَّذِينَ ، اور کہہ دے ان لوگوں کو۔ اَوْتُوا الْكِتَابَ ، جن کو کتاب دی گئی۔ وَالْأَمِيسَ ، اور ان پڑھ لوگوں کو بھی کہہ دو۔ ءَاَسَلْتُمْ؟ کیا تم مسلمان ہونا چاہتے ہو؟ فَاِنْ اَسَلْتُمُوْا ، پس اگر وہ لوگ ایمان لے آئیں۔ فَقَدْ اِهْتَدَوْا ، پس تحقیق انہوں نے ہدایت حاصل کر لی۔ وَاِنْ تَوَلَّوْا ، اور اگر وہ اعراض کریں۔ فَاِنَّمَا عَلَيَّكَ الْبَلَّغُ ، پس بختہ بات ہے کہ تیرے ذمہ بات پہنچانا ہے۔ وَاللّٰهُ بِصِيْرَةِ الْعِبَادِ ۝ اور اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ہے بندوں کو۔ اِنَّ الَّذِيْنَ ، بے شک وہ لوگ يَكْفُرُوْنَ ، جو انکار کرتے ہیں۔ بِآيَاتِ اللّٰهِ ، اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا۔ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيْنَ ، اور قتل کرتے ہیں پیغمبروں کو۔ بِغَيْرِ حَقٍّ ، ناحق۔ وَيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ ، اور قتل کرتے ہیں ان لوگوں کو۔ يَأْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ ، جو حکم کرتے ہیں انصاف کا۔ مِنَ النَّاسِ ، لوگوں میں سے۔ فَبَشِّرْهُمْ ، پس آپ ان کو خوشخبری سادیں۔ بِعَذَابِ الْيَوْمِ ۝ دردناک سزا کی۔ اُولٰٓئِكَ ، وہ لوگ ہیں۔ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ، کہ ضائع ہو چکے ہیں ان کے اعمال۔ فِي الدُّنْيَا ، دنیا میں۔ وَالْآخِرَةِ ، اور آخرت میں۔ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَّاصِرِيْنَ ۝ اور نہیں ہوں گے ان کے لئے مددگار۔

مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۔ کا معنی کرتے ہیں بے شک پسندیدہ اور مقبول دین اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام ہے۔ کیونکہ اسی پارے کے آخر میں آیت کریمہ آئے گی۔ وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنَا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ، اور جو شخص اسلام کے سوال کسی اور دین کو طلب کرے گا۔ پس اس سے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ اس آیت کریمہ کی روشنی میں پسندیدہ اور مقبول ترجمہ کرتے ہیں۔ کہ بے شک مقبول اور پسندیدہ دین اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام ہے۔ اور چھٹے پارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ الْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ،

۶ع۔ آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے۔ تو اس مکمل کے مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے یہ ترجمہ بھی کرتے ہیں کہ بے شک مکمل دین اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام ہے۔ اور اس آیت کریمہ میں یہ جملہ بھی ہے۔ وَرَضِيتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا ۝ اور میں نے پسند کیا تمہارے واسطے اسلام کو دین۔ تو اس جملے کو سامنے رکھتے ہوئے یہ ترجمہ بھی کرتے ہیں۔ إِنَّ الدِّينَ الْمَرْضِيَّ - بے شک پسندیدہ دین اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام ہے۔ تَوَانَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامَ کا مفہوم بنے گا، بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ دین مقبول دین اور کامل اور اکمل دین نجات دینے والا دین اسلام ہے۔ اور یہ سب مفہوم صحیح ہیں۔ یہاں ایک ضروری بات سمجھ لیں کہ اسلام کا لغوی معنی ہے فرماں بردار ہونا، سر جھکا دینا۔ اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے جتنے بھی پیغمبر (علیہم السلام) تشریف لائے ہیں سب کے سب مسلمان تھے۔ فرمانبردار تھے، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ۔ مگر اصطلاحی طور پر لقب اور علم کے طور پر اس دین کا نام اسلام ہے۔ اس کو اس طرح سمجھو کہ لغوی طور پر سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ مگر اصطلاح کے اعتبار سے وہ ہے جس کا نام عبد اللہ ہے۔ تو اصطلاحی طور پر اب اس دین کا نام اسلام ہے۔ اور اب نجات صرف دین اسلام میں ہے۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمے میں ہے۔ کسی اور کے کلمے میں نجات نہیں ہے۔ بے شک اپنے اپنے دور میں سارے پیغمبر علیہم السلام برحق تھے۔ اور اس وقت ان کا کلمہ حق تھا۔ مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کا کلمہ تھا، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ آدَمُ صَبِيُّ اللَّهِ۔ حضرت نوح علیہ السلام کا کلمہ تھا، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نُوحٌ نَجِيُّ اللَّهِ۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کلمہ تھا، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِبْرَاهِيمُ خَلِيلُ اللَّهِ۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا کلمہ تھا، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَاوُدُ خَلِيفَةُ اللَّهِ۔ حضرت

موسیٰ علیہ السلام کا کلمہ تھا، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمُ اللَّهِ۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلمہ تھا، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عِيسَىٰ رُوحُ اللَّهِ۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو کلمہ ہے، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ۔ اور اب نجات اسی کلمہ میں ہے۔ مگر اہل کتاب نے اس میں اختلاف کیا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے ان کے اختلاف کی حقیقت بیان فرمائی ہے۔ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ أَوْ نَحْنُ وَلَا بَرٌّ لِلَّهِ الْمُبْتَلِينَ لَمَّا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ مِمَّا كَفَرُوهَا وَعَدُوهُمْ وَمَا يَكْتُمُونَ إِلَّا الْأَجْرَ الَّذِي فَتَنَهُمُ اللَّهُ وَأَبْصَرُوا وَأَنبَأُوا بِأَجْرِهِمْ يَوْمَئِذٍ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ یعنی تو راہ انجیل، زبور وغیرہ۔ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ، مگر بعد اس کے کہ ان کے پاس علم آ گیا، یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تمام نشانیاں معلوم کرنے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ماننے پر تیار نہ ہوئے۔ کیوں؟ بَسْفِنَا، سِرکشی کرتے ہوئے آپس میں۔ یعنی کم علمی اور غلط فہمی نہ تھی بلکہ دیدہ دانستہ طور پر ایمان نہیں لائے۔ اور آخری پیغمبر اور کتاب کے ساتھ اختلاف کیا۔ اور اس کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ کیونکہ غلط فہمی تو دور ہو سکتی ہے۔ مگر ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔ تو انہوں نے سِرکشی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا۔ وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ، اور جو شخص انکار کرے گا اللہ تعالیٰ کی آیات کا تو وہ یاد رکھے۔ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ O، پس بے شک اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والا ہے۔ فَإِنْ خَافُوكُمْ، پس یہ لوگ اگر آپ سے جھگڑا کریں۔ فَقُلْ، تو آپ کہہ دیں۔ أَسَلَمْتُ وَجْهِي لِلَّهِ فِي مَا كُنْتُ عَابِدًا، اب یہ پیشانی کسی اور کے سامنے نہیں جھکے گی۔ اور جس طرح میں رب تعالیٰ کا فرمانبردار ہوں۔ وَمَنْ أَتَّبَعْنِ، اور وہ جو میری پیروی کرنے والے ہیں۔ وہ بھی مسلمان ہیں یعنی انہوں نے بھی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا تابع بنا لیا ہے۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں اور اس وَمَنْ أَتَّبَعْنِ، میں سب سے مقدم حضرت ابو

بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور قیامت تک جتنے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار ہیں۔ یعنی جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتا ہے۔ پڑھے گا، آپ کے دین پر چلتا ہے، یا چلتا رہے گا۔ وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں میں داخل ہیں یہ الگ بات ہے کہ ان بزرگوں جیسا اخلاص بعد میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اصل اصل ہوتی ہے۔ اور نقل، نقل ہوتی ہے۔ مگر بہر حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والے قیامت تک رہیں گے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ مِثْرَىٰ مِثْرَىٰ مِثْرَىٰ مِّنْ خَلْقِهِمْ۔ جو ان کی مخالفت کرے گا وہ ان کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گا۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک جماعت (ساری امت نہیں) قیامت تک حق پر ڈٹی رہے گی۔ اور جو صحیح اسلام ہے، اس کی قولی اور عملی طور پر حفاظت کرے گی۔ وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ، اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں ان لوگوں کو جن کو کتاب دی گئی۔ یعنی یہود و نصاریٰ کو۔ کیونکہ اس وقت مدینہ طیبہ میں اکثریت یہودیوں کی تھی۔ تجارت پر ان کا قبضہ تھا۔ علم میں وہ بہت آگے تھے۔ ان کے قلعے بڑے مضبوط تھے۔ طاقت بہت زیادہ تھی۔ جنگی کارروائیوں میں بھی بہت ماہر تھے۔ عیسائی بھی تھے، مگر بہت تھوڑے۔ سکے یہود کا ہی چلتا تھا۔ یہ بات ان کے تصور میں بھی نہیں تھی کہ ہمیں کوئی اپنے علاقے سے نکالے گا۔ یا ہم یہاں سے نکلیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو ان کے ساتھ تحریری معاہدہ ہوا کہ ”أَنْتُمْ وَنَحْنُ قَوْمٌ عَلَىٰ مَن سَوَّانَا“ اگر بیرونی مقابلہ ہو تو ہم سب مل کر مقابلہ کریں گے۔ اپنے اپنے

مذہب پر چلتے ہوئے۔ لیکن یہودیوں کو چونکہ اپنی افرادی قوت اور مالی برتری پر بڑا گھمنڈ تھا۔ انہوں نے کسی تحریر کی کوئی پرداہ نہ کی۔ اور شرارتیں شروع کر دیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حق والوں کو جہاد کا حکم دیا۔ تو پھر حق والوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ بنو نضیر اور بنو قینقاع جلا وطن کئے گئے۔ اور تیسرے خاندان بنو قریظہ کا صفایا کر دیا۔ اور اس سے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دی گئی، کہ اسلام قبول کر لو۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ، اور کہہ دے ان لوگوں کو جن کو کتاب دی گئی۔ وَالْأَقِيمِينَ، اور عرب کے ان پڑھ لوگوں کو بھی کہہ دو جو مشرک تھے۔ اور اکثریت ان کی ان پڑھوں کی تھی۔ ان میں پڑھے لکھے نسبتاً بہت کم تھے۔ تو فرمایا کہ ان کو دعوت دیں۔ ءَأَسْلَمْتُمْ؟ کیا تم اسلام میں داخل ہونا چاہتے ہو؟ فَإِنْ أَسْلَمُوا، پس اگر وہ لوگ اسلام لے آئیں۔ فَقَدْ اهْتَدَوْا، پس تحقیق انہوں نے ہدایت حاصل کر لی۔ وَإِنْ تَوَلَّوْا، اور اگر وہ اعراض کریں۔ روگردانی کریں، نہ مانیں۔ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلْغُ، پس پختہ بات ہے کہ تیرے ذمہ بات پہنچانا ہے۔ تسلیم کرانا تمہارے ذمہ نہیں ہے۔ اور یاد رکھنا اللہ تعالیٰ کے جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں ان کا کام تھا حق بات کو لوگوں تک پہنچانا، سمجھانا۔ یہ اختیار اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر کو نہیں دیا۔ کہ لوگوں کے دلوں سے کفر و شرک کو نکال کر ایمان بھر دیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ۔ اے محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی ہدایت نہیں دے سکتے، اس کو جس سے آپ کو محبت ہو۔ اور لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے۔ تم ہادی اس معنی میں ہو کہ لوگوں کو راستہ بتاؤ ان کی رہنمائی کرو۔ اس معنی میں ہادی نہیں ہو کہ کفر و شرک دلوں سے نکال کر ایمان کی دولت بھر دو۔ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ☆ اور

اللہ تعالیٰ بخوبی دیکھتا ہے بندوں کو۔ وہ خود ان سے نمٹ لے گا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے ایک واقعہ بیان فرمایا ہے۔ اس سے پہلے ایک ضروری وضاحت سمجھ لیں۔ وہ یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کل کائنات کے لئے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام قوموں کے نبی اور رسول ہیں۔ کیا عربی اور کیا عجمی کیا گورے اور کیا کالے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (پ، ۹) اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ اعلان فرمادیں اے انسانو! میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ تم سب کی طرف بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بُعِثْتُ إِلَى الْأَسْوَدِ وَالْأَحْمَرِ۔ مجھے رب تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کالے اور گورے سب کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ اور قرآن پاک میں دوسرے مقام پر آتا ہے۔ نَذِيرًا لِلْعَالَمِينَ۔ تمام جہانوں کے واسطے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام کائنات کے لئے ہے۔ پہلے زمانوں میں ہر قوم کا الگ نبی ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک بہت بڑا وسیع علاقہ تھا۔ جہاں تینتالیس ۴۳ قومیں آباد تھیں۔ اور ہر قوم کا اپنا الگ پیغمبر تھا۔ لیکن قومیں بڑی نافرمان تھیں۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک صحابی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ”أَمِينُ هَذِهِ الْأُمَّةِ“ کا لقب عطا فرمایا ہے۔ کہ اس امت کے تمام افراد میں سے سب سے زیادہ امین ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں تمام اسلامی فوجوں کے سپہ سالار یعنی چیف کمانڈر تھے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس علاقے کے سارے لوگوں نے مشورہ کیا کہ ان پیغمبروں نے ہمارے کان کھائے ہیں۔ دن کو تبلیغ، رات کو تبلیغ، گھروں میں تبلیغ، بازاروں میں تبلیغ، نہ خوشی کا موقع چھوڑتے ہیں نہ غمی کا۔ ہر

جگہ پہنچ جاتے ہیں اور ان کی ایک صدا ہوتی ہے۔ یَقُومُ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ۔
اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں ہے۔ ان سے خلاصی
حاصل کرو۔ چنانچہ ہر قوم کے بدمعاش اور غنڈے اکٹھے ہوئے اور انہوں نے ایک دن میں
تینتالیس پیغمبروں کو شہید کر دیا۔ اور ان پیغمبروں کی نصرت اور امداد کے لئے ایک سو
سترزہ آدمی جان جھٹلی پر رکھ کر نکلے۔ ان کو بھی شہید کر دیا۔ ان کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے
ہیں۔ إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ۔ بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے
ہیں۔ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيْنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۝ اور قتل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو ناحق۔ کیونکہ قتل
بالحق کی اسلام میں تین صورتیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ان تین صورتوں سے پاک اور
منزہ تھے۔ قتل بالحق کی ایک صورت یہ ہے کہ العیاذ باللہ کوئی شخص اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد
ہو جائے تو اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی۔ تاکہ وہ اپنے شبہات پیش کر کے اپنی اصلاح
کر کے توبہ کر لے۔ اگر تین دن میں اس کی اصلاح نہ ہوئی تو اس مرتد کو قتل کر دیا جائے گا۔ تو
اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے بارے میں اس چیز کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ قتل بالحق کی دوسری
صورت یہ ہے کہ شادی شدہ مرد یا عورت زنا کرے تو اس کو سنگسار کر دیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ
کے پیغمبروں کے بارے میں اس بدکاری کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اور قتل بالحق کی تیسری
صورت یہ ہے کہ کوئی کسی کو ناحق قتل کر دے تو قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ
کے کسی پیغمبر نے کسی کو قصداً و ارادۃً ناحق قتل نہیں کیا۔ لہذا ان ظالموں نے اللہ تعالیٰ کے
پیغمبروں کو ناحق قتل کیا۔ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ، اور وہ قتل کرتے ہیں
ان لوگوں کو جو حکم کرتے ہیں انصاف کا لوگوں میں سے۔ یعنی اتنے ظالم لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ

کے 43 پیغمبروں کو بھی قتل کیا اور ان کے ایک سو ستر صحابیوں اور حواریوں کو بھی قتل کیا۔ اور ان نیک مخلص حواریوں کو بھی معاف نہیں کیا۔ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ O پس آپ ان کو خوشخبری سنا دیں ان کو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں اور ان کے حواریوں کو قتل کیا دردناک عذاب کی۔ یہ طنز ہے ورنہ عذاب کی خوشخبری تو نہیں ہوتی۔ خوشخبری تو اچھی چیز کی ہوتی ہے۔ اور پھر عذاب بھی معمولی نہیں بلکہ دردناک عذاب فرمایا۔ أُولَئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ، ان کے اعمال دنیا اور آخرت پر دونوں مقامات میں ضائع ہو گئے ہیں۔ اعمال کے دنیا میں ضائع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قاتلین انبیاء میں وہ ظالم بھی تھے۔ جو ان کا کلمہ پڑھتے تھے۔ مگر خواہشاتِ نفسانی کا ان پر غلبہ تھا۔ جس وجہ سے وہ اس گناہ میں شریک ہو گئے۔ تو ان کے اعمال دنیا میں بھی اکارت ہو گئے کہ ان کا ذبح کیا ہوا حلال نہیں ہے۔ اور ان کا نکاح بھی ٹوٹ گیا۔ ان کو وراثت بھی نہیں مل سکتی۔ وہ دوسرے وارثوں کے پاس رہے گی۔ اور ان کا جنازہ بھی نہیں پڑھا جائے گا۔ اور ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن بھی نہیں کیا جائے گا۔ یاد رکھیں کہ اگر قادیانی اور رافضی اگر جانور ذبح کریں تو ان کا ذبح کیا ہوا جانور حرام ہے۔ کیونکہ یہ بالکل کافر ہیں۔ قادیانی اور رافضی بھی کافر ہیں اور کافر کا ذبیحہ درست نہیں ہے۔ اب رہی یہ بات کہ اللہ کے نبی پر بھی ایمان رکھتا ہو۔ اور قتل بھی کرے تو تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت سحی علیہ السلام کے دور میں ایک بادشاہ تھا وہ حضرت سحی علیہ السلام کا کلمہ پڑھنے والا تھا۔ اور اس کی حقیقی بھانجی بڑی خوبصورت تھی۔ اس نے کہا میں نے اس سے نکاح کرنا ہے۔ حالانکہ اس کے نکاح میں اور عورتیں بھی تھیں۔ اور لونڈیاں بھی تھیں۔ لوگوں نے اس کو بڑا سمجھا یا کہ بھانجی کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے۔ مگر وہ مصر تھا کہ میں نے نکاح کرنا ہی ہے۔

حضرت سحی علیہ السلام کو معلوم ہوا تو وہ خود تشریف لے گئے۔ فرمایا! کہ میں نے سنا ہے کہ تو ایسی کارروائی کرنا چاہتا ہے۔ یہ بات ٹھیک ہے یا خالی افواہ ہے؟ کہنے لگا تو جا کر اللہ، اللہ کر تجھے ایسے کاموں سے کیا تعلق؟ حضرت سحی علیہ السلام نے فرمایا کہ حق بات کہنا اور غلطی سے روکنا یہ بھی اللہ، اللہ کرنے کا حصہ ہے۔ تو اس کو غصہ آ گیا اور سحی علیہ السلام کو قتل کر دیا۔ کہ تو کون ہوتا ہے مجھے وعظ و نصیحت کرنے والا؟ تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا میں بھی ضائع ہو جائیں گے، اور آخرت کی خرابی الگ ہوگی۔ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ۝ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے پھرانے والا ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ رب تعالیٰ سے زیادہ طاقتور کون ہے؟ جو اس کی گرفت سے چھڑا سکے۔ تو دنیا میں ایسے ظالم بھی گزرے ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کیا ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَى كِتَابِ
 اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُونَ
 ٢٣ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيًّا مَا مَعَدُّودَاتٍ ۖ وَغَرَّ
 هُمْ فِي دِينِهِمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ٢٤ فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَهُمْ لِيَوْمٍ
 لَا رَيْبَ فِيهِ ۖ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ٢٥
 قُلِ اللَّهُمَّ مَلِكُ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاءُ وَتَنْزِعُ
 الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاءُ ۖ وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ ۚ
 بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ٢٦

اَلَمْ تَرَ ، کیا نہ دیکھا تو نے۔ اِلَى الَّذِيْنَ ، ان لوگوں کی طرف۔ اُوْتُوْا ، جن کو دیا گیا۔ نَصِيْبًا مِّنَ
 الْكِتَابِ ، حصہ کتاب سے۔ يُدْعَوْنَ ، ان کو بلایا جاتا ہے۔ اِلَى كِتَابِ اللّٰهِ ، اللہ تعالیٰ کی کتاب کی
 طرف۔ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ، تاکہ وہ فیصلہ کرے ان کے درمیان۔ ثُمَّ يَتَوَلَّى ، پھر منہ پھیرتا ہے۔
 فَرِيقٌ مِّنْهُمْ ، ان میں سے ایک فریق۔ وَهُمْ مُّعْرِضُونَ ، اور وہ ہیں اعراض کرنے
 والے۔ ذَٰلِكَ ، یہ اس وجہ سے کہ۔ بِأَنَّهُمْ قَالُوا ، بے شک انہوں نے کہا۔ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ ، ہرگز
 نہیں چھوئے گی ہمیں آگ۔ اِلَّا أَيًّا مَا مَعَدُّودَاتٍ ، مگر چند دن گئے ہوئے۔ وَغَرَّ هُمْ ، اور ان کو
 دھوکے میں ڈالا۔ فِي دِينِهِمْ ، ان کے دین کے بارے میں۔ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ، اس چیز نے جو

افترا باندھتے تھے۔ فَكَيْفَ، پس کیسے ہوگا۔ إِذَا جَمَعْتَهُمْ، جب ہم ان کو اکٹھا کریں گے۔ لِيَوْمِ
 ، اس دن میں۔ لَا رَيْبَ فِيهِ، جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ وَوَقِيتٌ، اور پورا پورا دیا جائے گا۔ كُلُّ
 نَفْسٍ، ہر نفس کو۔ مَا كَسَبَتْ، جو اس نے کمایا۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے
 گا۔ قُلِ اللَّهُمَّ، کہہ دے اے اللہ! - مَلِكِ الْمُلْكِ، جو بادشاہی کا مالک ہے۔ تُوْتِي
 الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ، تو دیتا ہے ملک جس کو چاہتا ہے۔ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ، اور چھین
 لیتا ہے ملک جس سے تو چاہتا ہے۔ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ، اور عزت دیتا ہے تو جس کو چاہے۔ وَتُذِلُّ مَنْ
 تَشَاءُ، اور تو ذلیل کرتا ہے جسے چاہے۔ بِيَدِكَ الْخَيْرُ، تیرے ہاتھ میں ہے بھلائی۔ إِنَّكَ عَلِيُّ
 كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اس سے پہلی آیات میں یہود کا ذکر تھا۔ کہ ان ظالموں نے پیغمبروں اور ان کے مخلص ساتھیوں کو
 شہید کیا۔ یہ پہلے یہودیوں کا حال تھا۔ اور اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو یہودی
 تھے۔ ان کا ایک واقعہ ذکر کر کے سمجھایا جا رہا ہے۔ کہ جس طرح پہلے یہودی اللہ تعالیٰ کے
 احکامات کو ٹالتے تھے۔ اور اپنی مرضی کرتے تھے، پچھلوں کا بھی وہی حال ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ
 خیبر میں ایک اونچے خاندان کے مرد اور اونچے خاندان کی ایک عورت نے زنا کا ارتکاب کیا
 اور دونوں شادی شدہ تھے۔ بڑوں نے اس معاملے کو دبا دیا۔ مگر عوام نے شور مچایا کہ اگر ہم
 سے کوئی غلطی ہو جائے تو ہمیں کوئی نہیں چھوڑتا اور جب وڈیروں نے یہ کام کیا ہے، تو اس پر
 پردہ ڈال دیا گیا ہے۔ اور عوام نے اس بات کو اتنا اچھا لاکہ وڈیرے مشورہ کرنے پر مجبور
 ہو گئے۔ چنانچہ ان کے مذہبی اور سیاسی وڈیرے مل بیٹھے۔ اور مشورہ کیا کہ توراہ کے احکام کے
 مطابق تو دونوں کو رجم کرنا پڑے گا۔ کیونکہ دونوں شادی شدہ ہیں۔ اور رجم نہیں کرنا، کوئی

تھوڑی سی سزا دے دی جائے۔ تاکہ عوام کا منہ بند ہو جائے۔ اور کہنے لگے کہ آپس میں بیٹھے ہوئے ہیں، اور یہ گھر کی بات ہے ہم سب جانتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں اور عوام کے سامنے تو ہم نہیں مانتے کہ وہ اس کا کلمہ نہ پڑھ لیں۔ مگر ہے تو حقیقت اور ان کی شریعت ہماری شریعت سے بڑی نرم ہے۔ لہذا عوام کا منہ بند کرنے کے لئے ہم ان سے فیصلہ کروا لیتے ہیں۔ چنانچہ اس مشورہ کے مطابق خیبر سے مدینہ طیبہ آئے۔ حالانکہ مدینہ طیبہ خیبر سے دو سو میل دور ہے۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر کچھ تو منافقوں کے گھروں میں ٹھہرے اور کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ اور کہا کہ ہم یہودی ہیں۔ اور خیبر سے آئے ہیں۔ ہمیں وقت چاہیے ہم نے تمہارے سامنے ایک مقدمہ پیش کرنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں وقت آ جاؤ۔ مثال کے طور پر صبح دس بجے۔ چنانچہ اس بات کی خوب شہرت ہوئی کہ خیبر کے یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صبح مقدمہ پیش کرنا ہے۔ یہودیوں کا ڈیرہ منافقوں کے ہاں تھا۔ انہوں نے پھر مشورہ کیا کہ اگر کوئی نرم سی سزا دیں تو لے لینا اور اگر رجم کا حکم کریں تو نہ لینا۔ کیونکہ یہ تو ہماری کتاب میں بھی ہے۔ اس وقت تمام یہودیوں میں سب سے بڑا عالم عبد اللہ بن صوریہ تھا۔ جو فدک کے مقام میں رہائش پذیر تھا۔ اور فدک خیبر سے تین میل کے فاصلے پر تھا۔ یہ ابن صوریہ بھی اس وفد میں شامل تھا۔ یہ ایک آنکھ سے کانا تھا۔ مگر توراہ اور دوسری کتابوں کا بڑا ماہر تھا۔ صبح کو یہ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہ ہمارا فیصلہ کریں، بڑا مجمع تھا۔ یہودی بھی تھے۔ مومن بھی تھے، منافق بھی تھے۔ ہر طبقے کے لوگ موجود تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا فیصلہ کرنا ہے۔ کہنے لگے کہ ہم میں سے ایک عورت اور ایک مرد نے جو کہ شادی شدہ ہیں زنا کا ارتکاب

کیا ہے۔ اس کی کیا سزا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس جرم کی سزا تمہاری کتاب میں نہیں ہے؟ کہنے لگے ہے تو سہی مگر کوئی واضح حکم نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ توراہ لے کر آؤ۔ توراہ لے آئے۔ اور ان کا جو بڑا مولوی تھا ابن صور یا اس نے پڑھنی شروع کی مگر جہاں سزا کا حکم تھا۔ وہ چھوڑ دیا اور اس سے پہلے اور بعد کا حصہ پڑھ دیا۔ مثال کے طور پر اس نے شروع کیا۔ "الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ اور درمیان کا حصہ مَا لِكَ یَوْمَ الدِّیْنِ ۝ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝ کھا گیا۔ اس مجلس میں حضرت عبداللہ ابن سہام رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ جو پہلے یہودیوں کے بڑے عالم اور پیر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق عطاء فرمائی اور مسلمان ہو گئے تھے۔ یہ بھی توراہ کے بڑے ماہر تھے، فرمانے لگے۔ حضرت! كَذَبَ عَسَدُوْهُ اللّٰهِ۔ اللہ تعالیٰ کا دشمن غلط کاری سے کام لے رہا ہے۔ وہ آیات جن میں یہ حکم ہے۔ ان کو کھا گیا ہے۔ اور اس سے اگلی اور پچھلی پڑھ دی ہیں۔ پھر کتاب توراہ اس کے ہاتھ سے لے کر خود پڑھ کر سنائی۔ تو اس میں بھی زنا کی سزا رجم ہی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے میرے سامنے مقدمہ پیش کیا ہے۔ اور اس جرم کی سزا توراہ میں بھی رجم ہے اور میری شریعت میں بھی رجم ہے۔ لہذا میں دونوں کے رجم کا فیصلہ کرتا ہوں۔ چنانچہ ان دونوں کو مدینہ طیبہ میں رجم کیا گیا۔ تو جب وہ فیصلہ لے کر آئے تھے، ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب توراہ ہے۔ اس کے مطابق فیصلہ کر لو تو انہوں نے کہا تھا کہ اس کو چھوڑو تم ہمیں اپنی شریعت کے مطابق فیصلہ دو اس کا ذکر ہے۔ اَلَمْ تَوَالِی الدِّیْنِ اَوْ تَوَا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ۔ کیا نہ دیکھا تو نے ان لوگوں کی طرف جن کو دیا گیا حصہ کتاب سے۔

يُدْعُونَ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ، ان کو بلایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف۔ کہ توراہ بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اس پر فیصلہ کر لو۔ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ، تاکہ وہ کتاب فیصلہ کر دے ان کے درمیان۔ ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقًا مِّنْهُمْ، پھر منہ پھیرتا ہے ان میں سے ایک فریق۔ وَهُمْ مُّعْرِضُونَ ۝ اور وہ ہیں اعراض کرنے والے۔ حالانکہ توراہ ان کی مرکزی کتاب تھی۔ مگر انہوں نے اس سے گریز کیا۔ کیونکہ اس میں رجم کا حکم تھا۔ لیکن رجم سے بچ پھر بھی نہ سکے۔ یہ جب واپس گئے تو لوگوں نے کہا کہ وہاں جانے کا کیا فائدہ ہوا، شرمندہ بھی ہوئے، اور سزا بھی بھگتی۔ اس سے بہتر تھا کہ اپنی کتاب کے مطابق یہیں فیصلہ کر لیتے۔ کیونکہ عوام تو عوام ہی ہوتے ہیں چاہے کسی طبقے کے ہوں۔ وہ کب معاف کرتے ہیں۔ تو ڈوڈیرے کہنے لگے کہ کوئی بات نہیں ہم گناہ کریں گے بھی تو سات دن یا چالیس دن دوزخ میں رہیں گے، پھر نکل آئیں گے۔ بقول ان کے سات دن اس واسطے کہ دنیا کی کل زندگی سات ہزار سال ہے۔ اور ہر ہزار سال کے بدلے میں ہم ایک دن دوزخ میں رہیں گے۔ اور چالیس دن کا نظریہ اس واسطے بنایا کہ ہمارے بڑوں نے چالیس دن پھڑے کی پوجا کی تھی۔ لہذا اس جرم کی وجہ سے ہم چالیس دن دوزخ میں رہیں گے۔ پھر باہر نکل آئیں گے۔ یہ عجیب بات ہے کہ پھڑے کی پوجا وہ کریں اور سزا تم بھگتو۔ جرم کوئی کرے اور بھگتے کوئی۔ اور اس کے برعکس عیسائیوں نے یہ نظریہ اپنا لیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے منجی ہیں۔ وہ ہماری طرف سے سولی پر لٹکا دیئے گئے ہیں۔ وہ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گئے ہیں۔ بھائی عجیب بات ہے کہ گناہ تم کرو دو ہزار سال بعد اور وہ سولی پر لٹک جائیں دو ہزار سال پہلے۔ یہ کیسا مسئلہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس گندے عقیدے کی تردید فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ لَا تَسْبُدْ وَارِثَةَ وَاِزْدَادًا

اُخْرَى۔ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ ہر ایک نے اپنے کئے کا بھرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ میرے احکامات سے اس واسطے اعراض کرتے ہیں کہ، بِسَانَّهُمْ قَالُوا، بے شک کہتے ہیں۔ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيًّا مَا مَعَدُّوْا، ہرگز نہیں چھوئے گی، ہمیں دوزخ کی آگ مگر چند دن گئے ہوئے کہ سات دن یا بعض کے نزدیک چالیس دن۔ اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی ہے، فَرَمَاوْغَرُّهُمْ فِي دِينِهِمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ O، اور ان کو دھوکے میں ڈالا ان کے دین کے بارے میں اس چیز نے جو افترا باندھتے تھے۔ یہ چالیس دن اور سات دن والا بھی افترا ہی تھا۔ حقیقت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَهُمْ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ پس کیسے ہوگا جب ہم ان کو اکٹھا کریں گے اس دن میں جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ یعنی قیامت کا دن کہ جس کے قائم ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ وَوَقَيْتُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ، اور پورا پورا دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے کمایا۔ نیکی یا بدی، ذرہ برابر کسی سے زیادتی نہیں ہوگی۔ اور ذرہ برابر کسی کی نیکی میں کمی نہیں کی جائے گی۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ O اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ یاد رکھنا قیامت مرنے کا نام ہے۔ جو مر اس کی قیامت قائم ہوگئی، یہ جو درمیان والی زندگی ہے اس کو حوالات سمجھو کہ جو آدمی حوالات میں ہے۔ وہ سرکاری تحویل میں ہے۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے۔ ساری حقیقت سامنے آجائے گی۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ غزوة بدر کے بعد ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کے ایک بازار سے گزر رہے تھے اور یہ بازار یہود بنو قینقاع کا تھا۔ خاصا لمبا بازار تھا۔ دوکاندار حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ اکثریت یہودیوں کی تھی۔ مسلمان بھی تھے، عیسائی بھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں اور عیسائیوں کو وعظ کیا نصیحت کی۔

اسلام کی دعوت دی۔ مگر انہوں نے تسلیم نہ کیا۔ وہاں جو صحابہ کرام موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ نے انہیں فرمایا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں غزوہ بدر میں کامیابی عطا فرمائی ہے۔ ایک وقت آئے گا کہ روم اور ایران بھی تمہارے قبضے میں ہوں گے۔ اس وقت بڑی حکومتیں دو ہی تھیں۔ ایک ایران جس کے بادشاہ کا لقب کسریٰ ہوتا تھا۔ اور دوسری روم کی حکومت تھی۔ جس کے بادشاہ کا لقب قیصر ہوتا تھا۔ باقی سب ان دو کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ یہ خلیج فارس کی جتنی حکومتیں ہیں، ابو ظہبی، مسقط، بحرین، دوحہ وغیرہ یہ سب ایران کے ماتحت تھیں۔ تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا اللہ تعالیٰ تمہیں روم پر بھی فتح عطاء فرمائے گا۔ اور ایران پر بھی تو یہودیوں نے بھگڑا ڈالا اور مذاق اڑایا۔ اور کہنے لگے اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھے مکہ مکرمہ کے نا تجربہ کار لوگوں پر کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ جو لڑائی کے فن کو نہیں جانتے تھے۔ اب تجھے ایران اور روم کے فتح کرنے کی خواہش ہو رہی ہے۔ وہ بڑی منظم حکومتیں ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ظاہری طور پر وہ بڑی منظم اور طاقت ور حکومتیں تھیں۔ صرف جنگ یرموک کو دیکھ لو، جس کا آغاز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا۔ اور اختتام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد پینتالیس ہزار تھی۔ اور مقابلہ میں رومیوں کی سات لاکھ فوج تھی۔ اس جنگ میں تین ہزار مسلمان شہید ہوئے اور ایک لاکھ تیس ہزار رومی مارے گئے۔ اور باقی بھاگ گئے۔ تو اس سے اندازہ لگاؤ کہ کتنی منظم اور طاقت ور حکومتیں تھیں۔ اور عیسائیوں نے بھی ایک دوسرے سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ انہوں نے اب ایران اور روم کو فتح کرنا ہے۔ تو اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں فرمایا۔ قُلِ اللّٰهُمَّ مَلِكِ الْمُلْكِ، آپ کہہ دیں اے اللہ! جو بادشاہی کا مالک

ہے۔ تُوْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ، تو دیتا ہے ملک جس کو چاہتا ہے۔ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ، اور چھین لیتا ہے ملک جس سے تو چاہتا ہے۔ تو مالک ہے، تو رب ہے۔ دیکھو ایک دفعہ گلیڈن سٹون نے جو کہ برطانیہ کا وزیر اعظم تھا۔ اور اتنا سخت آدمی تھا کہ وہ اس کو مرد آہن کہتے تھے۔ دارالعوام میں تقریر کی اور ہندوستانوں کو ڈراتے ہوئے کہا کہ ہمارے ساتھ نہ ٹکرانا ہمارے پاس اتنی قوت اور طاقت ہے کہ اگر آسمان بھی ہمارے اوپر گرنا چاہے تو ہم اسے سنگینوں کی نوکوں پر تھام لیں گے لیکن اس کے کچھ عرصہ بعد حالات ایسے پیدا ہوئے کہ مجبوراً انہیں ہندوستان چھوڑنا پڑا۔ اگرچہ ان کا ارادہ نہ تھا۔ اور یہ برطانیہ کہ جس کی حکومت میں سورج نہیں ڈوبتا تھا۔ بالآخر سمٹ کر جزیرے میں بند ہو کر رہ گیا۔ اسی طرح ایران کے بادشاہ رضا شاہ پہلوی کا حال ہوا۔ وہ اس علاقے میں امریکہ کا تھانیدار تھا اور اس کے مفادات کا محافظ تھا۔ پاکستان بننے کے تقریباً دو تین سال بعد کا واقعہ ہے کہ ہمارے صحافیوں میں سے کسی نے یہ تحریر کیا کہ شاہ ایران نے یہ کہا ہے۔ تو ایرانی سفارت کاروں نے اس صحافی کو نوٹس بھیجا اور یہ نوٹس باقاعدہ اخبارات میں چھپا کہ تم نے ہمارے بادشاہ کو شاہ ایران لکھ کر اس کی توہین کی ہے۔ وہ شاہ ایران نہیں ہے۔ بلکہ شہنشاہ ایران ہے لہذا یا تو معذرت کرو اور اپنی غلطی کا اعتراف کرو یا مقدمہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ اخبارات والوں نے معافی مانگی کہ ہم پر سے غلطی ہوئی ہے۔ ہم آئندہ شہنشاہ ایران لکھیں گے۔ اور یاد رکھنا پاکستان میں دو سفارت خانے بہت تیز ہیں۔ ایک امریکہ کا اور دوسرا ایران کا۔ اتنا تیز اور کسی ملک کا سفارت خانہ نہیں ہے۔ پھر وہ دقت بھی آیا کہ پبلک اس کی مخالف ہو گئی۔ اور قوم نے اس کو رد کر دیا۔ اور وہ جہاز پر سوار ہو کر فرار ہو گیا۔ اس نے بہت سارے ملکوں سے اپنی جان کی بھیک مانگی کہ مجھے جہاز

اتارنے کی اجازت دے دو۔ مگر وہ جس ملک سے رابطہ کرتا وہ کہتا کہ ہم مجبور ہیں۔ تمہیں اترنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ بالآخر مصر پہنچا اور کہا کہ میرا پٹرول بالکل ختم ہے۔ میں ہوا میں مر جاؤں گا۔ مجھے اترنے کی اجازت دے دو۔ تو مصر نے دل مضبوط کیا اور اس کو اترنے کی اجازت دی۔ تو ملک کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ جس کو چاہے دے اور جس سے چاہے چھین لے۔

رضا شاہ پہلوی کے بعد خمینی آیا۔ اس نے سب سے پہلے سنی علماء قتل کرائے۔ اور سنیوں کی مسجدیں شہید کرائیں۔ اور وہاں دوسری بلڈنگیں بنوادیں۔ تہران میں پانچ لاکھ مسلمان ہے۔ مگر ایک بھی مسجد نہیں ہے۔ لوگ گھروں اور دفنوں میں نمازیں پڑھ لیتے ہیں۔ اور عید کی نماز مسلمان ملکوں کے سفارت خانوں میں پڑھ کر اپنا شوق پورا کر لیتے ہیں۔ کچھ پاکستان کے سفارت خانے میں، اور کچھ دوسرے مسلمان ملکوں کے سفارت خانوں میں۔ یہ سب قدرت رب تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ فرمایا: **اَوْ تَعْبُرُوْا مِّنْ تَشَاءُ وَتَدْبُلُوْا مِّنْ تَشَاءُ**، اور اے پروردگار! عزت دیتا ہے تو بخش کو چاہے، اور تو ذلیل کرتا ہے جسے چاہے۔ **بِيَدِكَ الْخَيْرُ**، تیرے ہاتھ میں ہے بھلائی۔ **اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ** بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو آگاہ فرمایا۔ کہ میں ذاتی طور پر کچھ نہیں کہتا۔ میں نے تمہیں جو ایران اور روم کے فتح ہونے کی بشارت سنائی ہے۔ یہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اور اس کا حکم ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایران مکمل فتح ہو گیا۔ اور روم کا خاصہ حصہ فتح ہو گیا۔ کچھ حصہ بعد میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں فتح ہوا۔ ان برج افغانستان کا خاصہ علاقہ فتح ہو گیا۔ اور وہ ساری قوم کی قوم ہی مسلمان ہو گئی۔ حضرت مولانا نور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا

میں تین قوموں کی نظیر نہیں ملتی۔ ایک عرب کہ جب وہ مسلمان ہوئے پھر ان میں کوئی کافر نہیں رہا۔ دوسرے ترکی کہ جب وہ مسلمان ہوئے پھر ان میں کوئی کافر نہیں رہا ترکی وہ ہے کہ خلافت ان کے پاس تھی۔ اسلام کا جھنڈا ان کے پاس تھا۔ اور تنہا ترکی نے سارے یورپ کو آگے لگائے رکھا۔ لیکن افسوس کہ آج وہاں اسلام کا نام نہیں لے سکتے۔ یہ وقت بھی آنا تھا۔ اور تیسرے افغانی ہیں۔ کہ جب وہ مسلمان ہوئے تو پھر ان میں کوئی کافر نہیں رہا۔ افغانی بہت غیرت مند ہیں۔ ان کو روس نے اپنے قبضہ میں لیا۔ ہم بخاری شریف کا سبق پڑھ رہے تھے، حضرت مدنی رحمہ اللہ کو کسی نے اخبار کا تراشہ دیا۔ کہ ظاہر شاہ نے روس کی پیشکش کو قبول کر لیا ہے۔ اور پیشکش یہ تھی کہ میں اپنے خرچے پر تمہارے کالجوں اور اسکولوں میں پروفیسر اور ماسٹر بھیجتا ہوں۔ یعنی ان کی تنخواہیں اور اخراجات میرے ذمہ ہیں تم قبول کر لو۔ اور پیشکش کا دوسرا حصہ یہ تھا کہ تم اپنے لڑکے ہمارے کالجوں میں بھیجو ان کے سبھی مہتمم اخراجات ہم برداشت کریں گے۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ سبق پڑھاتے ہوئے رو پڑے۔ اور فرمایا ظاہر شاہ تو نے بڑی نادانی کی ہے۔ ظاہر شاہ تو نے بڑی نادانی کی ہے۔ وہاں سے جو معلم اور اساتذہ آئیں گے وہ کفر سکھائیں گے۔ اور جو تمہارے بچے روس میں جا کر پڑھیں گے وہ کافر بن کر وہاں سے نکلیں گے۔ یقین جانو حضرت نے جو فرمایا صحیح فرمایا۔ اس وقت یہ دو قسم وغیرہ جتنے ہیں یہ سب ان کی پیداوار ہیں۔ وہ لوگ بڑی بصیرت والے تھے۔ ان بزرگوں نے جو کچھ فرمایا حقیقت ہے۔ ہم نے آج تک اس کے خلاف ایک حرف بھی نہیں دیکھا۔ تو بہر حال اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو چاہے کرے۔ (باقی کل انشاء اللہ تعالیٰ)۔

تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ، وَتُخْرِجُ الْحَيَّ
 مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ، وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ
 حِسَابٍ ﴿٢٧﴾ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ
 الْمُؤْمِنِينَ ، وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ
 تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً ، وَيُحَذِّرُكُمْ اللَّهُ نَفْسَهُ ، وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ
 ﴿٢٨﴾ قُلْ إِنْ تَخَفُوا مَا فِي صُدُورِكُمْ أَوْ تُبْدُوهُ يُعَلِّمَهُ اللَّهُ ، وَيَعْلَمُ
 مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ، وَاللَّهُ عَلِيُّ كَلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
 ﴿٢٩﴾ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُحْضَرًا ، وَمَا
 عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ ، تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ أَمَدًا بَعِيدًا ،
 وَيُحَذِّرُكُمْ اللَّهُ نَفْسَهُ ، وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ﴿٣٠﴾

تُولِجُ اللَّيْلَ، تو داخل کرتا ہے رات کو۔ فِي النَّهَارِ، دن میں۔ وَتُولِجُ النَّهَارَ، اور تو داخل کرتا ہے
 دن کو۔ فِي اللَّيْلِ، رات میں۔ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ، اور تو نکالتا ہے زندہ کو۔ مِنَ الْمَيِّتِ، مردہ
 سے۔ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ، اور تو نکالتا ہے مردہ کو۔ مِنَ الْحَيِّ، زندہ سے۔ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ، اور تو
 رزق دیتا ہے جس کو چاہے۔ بِغَيْرِ حِسَابٍ ☆ بغیر حساب کے۔ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ، نہ بنائیں

مومن۔ الکافرین، کافروں کو۔ اولیاء، دوست۔ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ، سوائے مومنوں کے۔
 وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ، اور جس نے یہ کارروائی کی۔ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ، پس نہیں ہے، وہ اللہ
 تعالیٰ کی طرف سے کسی شئی میں۔ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَةً، مگر یہ کہ ڈرو تم ان سے ڈرنا۔
 وَيُخَذِرْكُمْ اللَّهُ نَفْسَهُ، اور اللہ تعالیٰ تمہیں ڈراتا ہے اپنی ذات سے۔ وَاللَّهُ الْمَصِيرُ، اور
 اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے لوٹنا۔ قُلْ إِنْ تُخَفُوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیں کہ اگر تم مخفی رکھو۔ مَا فِي
 صُدُورِكُمْ، جو کچھ بھی تمہارے دلوں میں ہے۔ أَوْ تُبَدُّوهُ، یا تم اس کو ظاہر کرو۔ يَعْلَمُهُ اللَّهُ، اللہ
 تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ، اور جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے۔ وَمَا فِي
 الْأَرْضِ، اور جو کچھ زمین ہے۔ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ يَوْمَ
 تَجِدُ جَسَدًا، جس دن پائے گا۔ كُلُّ نَفْسٍ، ہر نفس۔ مَّا عَمِلَتْ، اس چیز کو جو اس نے عمل کیا۔ مِنْ
 خَيْرٍ، نیکی سے۔ مُحَضَّرًا، حاضر پائے گا۔ وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ، اور جو اس نے عمل کیا برا اس کو
 بھی پائے گا۔ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا، وہ نفس پسند کرے گا اس بات کو، کہ بے شک اس کے
 درمیان۔ وَبَيْنَهُ، اور اس کی برائی کے درمیان۔ أَمَدًا، بَعِيدًا، مسافت ہو دور کی۔ وَيُخَذِرْكُمْ اللَّهُ
 نَفْسَهُ، اور اللہ تعالیٰ تمہیں ڈراتا ہے اپنی ذات سے۔ وَاللَّهُ رَءُوفٌ، بِالْعِبَادِ، اور اللہ تعالیٰ
 شفقت کرنے والا ہے بندوں پر۔

اس سے پہلے اس چیز کا ذکر تھا کہ ملک کا لینا اور دینا، عزت دینا ذلیل کرنا۔ رب تعالیٰ کا کام
 ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ کی قدرت کا تم دن اور
 رات میں مشاہدہ کرتے ہو۔ وہ ذات ہے۔ تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ، تو
 داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور تو داخل کرتا ہے دن کو رات میں۔ مثلاً جولائی سے دن گھٹنا

شروع ہو جاتا ہے۔ منٹوں کے حساب سے کم ہوتا چلا جائے گا، اور رات بڑھتی جائے گی۔ پھر ستمبر میں دن منٹوں کے حساب سے بڑھنا شروع ہو جائے گا۔ اور رات کم ہونا شروع ہو جائے گی۔ تو جب دن بڑھتا ہے، رات دن میں داخل ہو جاتی ہے۔ اور جب رات بڑھتی ہے۔ دن رات میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور یہ دن رات کا گھٹنا بڑھنا سب کے مشاہدے میں ہے۔ تو وہ ذات جو دن رات کو گھٹانے بڑھانے پر قادر ہے۔ وہ ملک دینے اور لینے پر بھی قادر ہے۔ قدرت کی اور دلیل، وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ، اور اے پروردگار! تو نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے۔ جیسے نطفہ بے جان سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ مردہ اٹھنے سے چوزہ نکلتا ہے۔ اور حقیقی زندگی بھی مراد ہے کہ کافر سے مومن پیدا کرتا ہے۔ یعنی باپ کافر ہے۔ بیٹا مسلمان ہو جاتا ہے۔ اور یہ حقیقی زندگی ہے۔ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ، اور اے پروردگار! تو نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے۔ جیسے انسان زندہ ہے، اس سے نطفہ نکلتا ہے۔ اسی طرح مرغی زندہ ہے۔ اس سے اٹھ نکلتا ہے۔ اور حقیقی موت بھی مراد ہے۔ کہ مومنوں سے کافر پیدا کرتا ہے۔ جیسے حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ اور پیغمبر سے بڑھ کر شان کسی کی نہیں ہوتی۔ مگر بیٹا کنعان کافر ہے۔ ایسے ہی بعض لوگ بڑے جاہل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو عالم بنا دیتا ہے۔ اور بعض عالم ہوتے ہیں، اور اولاد بڑی جاہل ہوتی ہے۔ یہ سب معانی اس آیت کریمہ کے مفہوم میں داخل ہیں۔ یہ سب پروردگار کا نظام ہے جو ہم دیکھتے ہیں۔ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ اور تو رزق دیتا ہے جس کو چاہے بغیر حساب کے۔ مفسر قرآن علامہ ابو سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں بغیر حساب کا جملہ تین معنوں میں آیا ہے۔ ایک یہ کہ بے شمار، یعنی حساب میں نہ آئے۔ جیسے قارون اور اس کا نام منور

تھا۔ اور یہ موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا۔ لیکن تھا منافق، اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنا مال دیا تھا کہ خود اس کو معلوم نہیں تھا کہ میرے پاس کتنا مال ہے۔ کبھی کبھی حساب لگانے کے لئے بیٹھتا تھا، اور حساب لگاتے لگاتے تھک جاتا تھا۔ اور یہ کہہ کر چھوڑ دیتا تھا کہ جتنا ہے ہونے دو۔ یعنی اپنے مال کو شمار نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے خزانوں کی چابیوں کو اچھی خاصی جماعت بڑی مشکل سے اٹھاتی تھی۔ تو ایک یہ معنی ہے بغیر حساب کا، یعنی بے شمار۔ اور دوسرا معنی ہے بغیر مشقت اور تکلیف کے۔ یعنی تو رزق دیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے بغیر مشقت اور تکلیف کے۔ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو آرام سکون سے بیٹھے ہیں۔ اور ان کو دولت وافر مقدار میں ملتی ہے۔ اور ایسے بھی ہیں کہ وہ اس قدر محنت کرتے ہیں تکلیف میں پڑتے ہیں کہ بے چاروں کا خون پسینہ ایک ہو جاتا ہے مگر رات کو گھر کے افراد کی روٹی بھی پوری نہیں کر سکتے۔ یاد رکھیں دولت رب کے اختیار میں ہے۔ اور اگر محنت مشقت سے ملتی تو اس مزدور کو ملتی جو صبح سے شام تک بسینے میں ڈوبا ہوتا ہے۔ تو ایک معنی بغیر حساب کا، بغیر مشقت کا کرتے ہیں۔ جب وہ دینے پر آتا ہے تو بغیر محنت کے عطاء فرما دیتا ہے۔ حلال طریقے سے حاصل کرنا چاہیں تو حلال طریقے سے دیتا ہے۔ اور حرام طریقے پر کمانا چاہیں تو حرام طریقے پر دیتا ہے۔ اور جس طریقے پر کماؤ گے اس کے مطابق حساب لے، لے گا۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک صحابی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ جب وہ شہید ہوئے تو ان کے مال کا حساب لگایا گیا۔ جس میں زمین بھی تھی مکانات بھی تھے، تو چھ کروڑ مالیت بنی۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تھے۔ تو ان کے پاس سرچھپانے کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی۔ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ یہ ہمارا ساتھی ہے۔ میں اس کو تمہارا بھائی بناتا ہوں۔ تم نے اس کا خرچہ برداشت کرنا ہے۔ حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضرت انشاء اللہ تعالیٰ میں اس کو باقاعدہ اپنی جائیداد میں شریک کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے رہنے کے لئے کمرہ بھی دیا۔ اور روٹی بھی ان کے گھر سے آتی تھی۔ چند دن ان کے گھر سے کھاتے رہے۔ چونکہ تاجر آدمی تھے۔ تجارت شروع کر دی تھوڑی مدت کے بعد شادی بھی کر لی۔ جب ان کی وفات ہوئی تو چار بیویاں تھیں اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر خاوند صاحب اولاد ہو۔ چاہے ایک لڑکی ہی کیوں نہ ہو۔ تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملتا ہے۔ ایک بیوی ہو چاہے دو بیویاں ہوں، تین ہوں، چاہے چار ہوں۔ سب آٹھویں حصے میں شریک ہوں گی۔ تو حضرت عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ کی وراثت کا آٹھواں حصہ جب چار بیویوں پر تقسیم کیا گیا تو ہر ایک بیوی کے حصے میں اسی ۸۰، اسی ۸۰ دینار آئے۔ تو اس سے حساب لگا لو کہ خزانہ کتنا ہوگا۔ اور وہ لوگ حلال طریقے سے کماتے تھے۔ تو شریعت میں کوئی پابندی نہیں ہے۔ جتنی دولت اکٹھی کرو مگر ہو حلال طریقے سے۔ اور خرچ بھی حلال طریقے سے ہو۔ اور بغیر حساب کا تیسرا معنی کرتے ہیں کہ بغیر مطالبے کے دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو فرمایا، ہَذَا عَطَاءُ نَا۔ یہ مال ہماری بخشش ہے۔ فَاَمْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ۔ پس تو احسان کر یا رکھ چھوڑ بغیر حساب تیرے سے کوئی مطالبہ نہیں ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تمہیں اس بات کا علم ہو گیا ہو دو غیرہ جو کافر ہیں۔ يَقْتُلُونَ النَّبِيْنَ بِغَيْرِ حَقٍّ۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے ہیں۔ وَالَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ۔ اور ان کو بھی قتل کرتے ہیں جو انصاف کا حکم دیتے ہیں۔ تو پھر اے مومنو! تمہارے

اندر غیرت ہونی چاہیے کہ۔ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ، نہ بنائیں مومن کافروں کو دوست سوائے مومنوں کے۔ یعنی ایمان والوں کی دوستی ایمان والوں سے ہونی چاہیے۔ مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک ہوتی ہے محبت قلبی، جس کو موالات کہتے ہیں۔ یہ تعلق اور محبت کافروں کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چھٹے پارے میں فرمایا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا الْيَهُودَ وَ النَّصٰرَىْ اَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٌ ؕ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ۔ اے ایمان والو نہ بناؤ یہود و نصاریٰ کو دوست یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ جو شخص ان کو دوست بنائے گا تم میں سے وہ بھی انہیں میں سے ہوگا۔ یعنی اس کا شمار یہود و نصاریٰ میں سے ہوگا۔ اور اس سے اگلے رکوع میں فرمایا کہ کہ یہود و نصاریٰ کو بھی دوست نہ بناؤ۔ وَالْكَافِرَٓةِ اَوْلِيَاءَ۔ اور دوسرے کافروں کو بھی دوست نہ بناؤ۔ لیکن سعودی شہزادوں کا حال دیکھو کہ اپنے بچاؤ اور ذاتی تحفظ کی خاطر ایک لاکھ کے قریب امریکی فوج اپنے علاقے میں بٹھائی ہوئی ہے۔ اور اس کا سارا خرچہ برداشت کرتے ہیں۔ وہاں کے علمائے حق نے یہ آنتیں پڑھیں اور جمعوں میں تقریریں کیں۔ کہ یہ ہمارا وہ ملک ہے جس میں قرآن پاک نازل ہوا ہے۔ اور یہ اسلام کا منبع اور چشمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی سے منع فرمایا ہے۔ اور تم نے ان کو گھرا کر بٹھایا ہے۔ اور ان کا خرچہ بھی برداشت کرتے ہو۔ اور ان علماء نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کا سلسلہ رائج فرمایا تھا۔ اور تم نے بادشاہت قائم کی ہوئی ہے۔ کہ باپ مر گیا تو بیٹا بادشاہ، بیٹا مر گیا تو پوتا بادشاہ۔ اور خلافت یہ ہوتی ہے کہ ملک میں جو سب سے اچھا آدمی ہو وہ امیر ہے۔ اگر وہ مر جائے تو پھر ملک میں جو سب سے اچھا ہو، وہ امیر ہوگا۔ تو اس

مطالبے نے جلتی پرتیل کا کام کیا۔ اور یہ الفاظ ان کو بہت چھبے کہ یہ تو ہمارے گریبان میں ہاتھ ڈال رہے ہیں۔ ان علمائے حق کو گرفتار کر لیا گیا۔ یہ سینکڑوں علمائے حق جن میں فقہاء، محدثین۔ اور اہل اللہ بھی ہیں جیلوں میں ڈال دیئے گئے۔ جن میں سے بعض ابھی تک جیلوں میں ہیں۔ کسی کو دس سال ہو گئے ہیں کسی کو چھ سال ہو گئے ہیں۔ کسی کو پانچ سال ہو گئے ہیں کئی ایسے بھی ہیں کہ جن کا علم نہیں ہے کہ کہاں ہیں۔ حق کوئی بھی نہیں سنتا اور یہ سب کچھ انہوں نے اپنے بچاؤ کے لئے کیا ہے، کہ ہمارا اقتدار نہ کوئی چھین لے۔ اللہ تعالیٰ برائی سے محفوظ فرمائے۔ یہ انسان سے ایمان بھی لے جاتی ہے، تو ہر حال موالات یعنی قلبی دوستی کافروں سے بالکل جائز نہیں ہے۔ ممنوع ہے۔ دوسری چیز ہے مدارات۔ اور مدارات کا معنی ہے خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آنا۔ مثلاً کوئی کافر تمہارا مہمان ہے۔ تو اس کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آؤ کیونکہ مہمان کا حق ہے۔ یا کسی کافر سے مسلمان ہونے کی توقع ہے۔ تو اس سے خوش اخلاقی سے پیش آؤ۔ یا کافر ظالم ہے، حاکم ہے، اس کے شر سے بچنے کے لئے، اس کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آؤ۔ اس کی اجازت ہے مگر نفع اور مالی مفاد حاصل کرنے کے لئے نہ ہو۔ اور دلی محبت بھی نہ ہو۔ صرف ظاہری طور پر خوش اخلاقی ہو تو ٹھیک ہے۔ اور تیسری چیز مواسات ہے۔ اور مواسات کا معنی ہے مالی ہمدردی۔ تو کافروں کے ساتھ مالی ہمدردی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ تو اس کا ضابطہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ ممتحنہ کے اندر بیان فرمایا ہے۔ لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں منع نہیں کرتا۔ عَنِ الدّٰيِنِ، ان لوگوں سے۔ لَمْ يُقَاتِلُوْا، جو تمہارے ساتھ نہیں لڑے۔ فِي الدّٰيِنِ، دین کے بارے میں۔ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ، اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا۔ اَنْ تَبْرُوْهُمْ وَتُقْسَطُوْا اِلَيْهِمْ۔ یہ کہ تم بھلائی کرو ان کے ساتھ اور ان کے ساتھ

انصاف کا سلوک کرو۔ یعنی وہ کافر جو دین کے معاملے میں تم سے لڑے نہیں اور نہ ہی انہوں نے تمہیں گھروں سے نکالا ہے۔ ان کے ساتھ تم مالی ہمدردی کر سکتے ہو۔ جیسے جاپان اور چین ہیں کہ دوسرے ملکوں کی بہ نسبت انہوں نے کوئی زیادتی نہیں کی۔ البتہ اس وقت جو مسلمان چین میں ہیں، چین ان کے ساتھ زیادتیاں کر رہا ہے۔ اور وہ کافر جو دین کے معاملہ میں تمہارے ساتھ لڑیں ان کے ساتھ مواسات یعنی مالی ہمدردی بھی جائز نہیں ہے۔ یہ قرآن پاک کا فیصلہ ہے۔ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ، اور جس نے یہ کارروائی کی۔ یعنی کافروں کے ساتھ قلبی محبت کا تعلق رکھا۔ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ، پس نہیں ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی شے میں۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس کا کوئی عذر، کوئی بہانہ، کوئی دلیل نہیں سنے گا۔ إِلَّا أَنْ تَشْفُوا مِنْهُمْ تَقْوَةً، مگر یہ کہ ڈرو تم ان سے ڈرنا۔ یعنی ایسے موقع پر تم ان کیساتھ ظاہری خوش اخلاقی سے پیش آ سکتے ہو۔ جب کہ تمہیں ان کے ساتھ ضرر کا اندیشہ ہو۔ لیکن فائدہ اٹھانے کے لئے نہیں۔ وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ، اور اللہ تعالیٰ تمہیں ڈراتا ہے اپنی جان سے۔ اپنی جان سے ڈرانے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے عذاب سے ڈراتا ہے۔ کہ اگر نافرمانی کرو گے تو عذاب دے گا، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے بروقت آگاہ کرتا ہے۔ ورنہ خدا کی ذات تو بڑی مہربان اور شفیق ہے۔ وَاللَّهُ أَلَمٌ حَبِيرٌ، اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے لوٹنا۔ سب نے اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے۔ قُلْ إِنْ تَخْشَوْنَ أَمَا فِي صُدُورِكُمْ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیں کہ اگر تم مخفی رکھو ان چیزوں کو جو بھی تمہارے دلوں میں ہیں، مثلاً کافروں سے محبت وغیرہ۔ أَوْ تُبْدُوهُ، یا تم اس کو ظاہر کرو۔ يَعْلَمُهُ اللَّهُ، اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔ معاملہ تمہارا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ اس واسطے مومن کو سب سے پہلے رب کے حکم کی تعمیل کرنی

چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے جو احکام ہیں ان پر عمل کرنا چاہیے۔ باقی دنیا کی جو باتیں ہیں وہ بعد کی ہیں فرمایا، کیا پوچھتے ہو اللہ تعالیٰ کا علم؟ وَبَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ، اور جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ سب کچھ اس کے علم میں ہے۔ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، اور آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی بھی اسی کی ہے۔ وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، اور آسمانوں اور زمینوں کا غیب بھی اسی کے پاس ہے۔ اور آسمانوں اور زمینوں کا اختیار بھی اسی کے پاس ہے۔ اور زمینوں اور آسمانوں کا علم بھی اسی کے پاس ہے۔ ایک ذرہ بھی اس کے علم سے خارج نہیں ہے۔ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے۔ جو چاہے کر سکتا ہے۔ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ، جس دن پائے گا ہر نفس۔ نَاعْمَلْتُ مِنْ خَيْرٍ مُّحَضَرًا، اس چیز کو جو اس نے عمل کیا نیکی سے حاضر پائے گا یعنی جو اس نے نیکی کی ہے قیامت والے دن اس کے سامنے آئے گی۔ وَمَا عَمِلْتُمْ مِنْ سُوءٍ، اور جو اس نے عمل کیا برا اس کو بھی سامنے پائے گا۔ دنیا میں ہمارے حافظے کمزور ہو جاتے ہیں۔ بہت سارے کام جو ہم نے کئے ہوئے ہیں۔ مگر بھول جاتے ہیں۔ لیکن قیامت والے دن اللہ تعالیٰ ہر ایک کے حافظے کو اتنا قوی کر دے گا کہ اس نے دنیا میں جو کچھ بھی کیا ہے سب یاد آ جائے گا۔ اور آج دنیا میں بہت سارے لوگ ایسے ہیں کہ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے۔ مگر حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ سب کو پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیں گے۔ اور نامہ اعمال ہر ایک کے ہاتھ میں پکڑائیں گے۔ اور حکم ہوگا۔ اِقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا اور اپنا اعمال نامہ خود پڑھ لے۔ آج کے دن تمہارا اپنا نفس ہی محاسبے کے لئے کافی ہے۔ تو آدمی اپنا اعمال نامہ خود پڑھے گا۔ اور بڑی

روانی کے ساتھ پڑھے گا۔ جس طرح اچھے خاصے تعلیم یافتہ پڑھتے ہیں۔ جب دو چار صفحے پڑھ چکے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ بتا میرے فرشتوں نے لکھنے میں تیرے اوپر کوئی زیادتی تو نہیں کی؟ کہے گا، لاینا رب! اے میرے رب کوئی زیادتی نہیں کی جو میں نے نیکی بدی کی تھی وہی لکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اچھا اور پڑھ، دو چار صفحے اور پڑھے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے بتا میرے بندے میرے فرشتوں نے لکھنے میں تیرے ساتھ ظلم تو نہیں کیا؟ وہ کہے گا نہیں پروردگار، کوئی ظلم نہیں کیا۔ تو بندہ جب اپنے برے اعمال دیکھے گا تو کہے گا۔ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ اَمْدًا، بَعِيدًا، وہ نفس پسند کرے گا اس بات کو، کہ بے شک اس کے درمیان اور اس کے برے اعمال کے درمیان مسافت ہو دور کی۔ یعنی نفس یہ پسند کرے گا کہ میرے اور برے اعمال کے درمیان لمبا چوڑا فاصلہ ہو کہ یہ مجھے نظر نہ آئیں۔ مگر ہوگا کچھ بھی نہیں۔ یہ تو اس دن گلے کا ہار ہوگا۔ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ، اور اللہ تعالیٰ تمہیں ڈراتا ہے اپنی ذات سے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخالفت اور عذاب سے تمہیں ڈراتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور یہ ڈرانا بھی اس کا شفقت کی وجہ سے ہے۔ کہ تم راہِ راست پر آ جاؤ۔ وَاللّٰهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ اور اللہ تعالیٰ شفقت کرنے والا ہے بندوں پر۔ یہ اس کی شفقت کا نتیجہ ہے کہ اس نے تمہیں بروقت سب چیزیں بتادیں اور ہر ایک کے انجام سے آگاہ کر دیا۔ تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمیں معلوم نہیں تھا، ہم بے خبر تھے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ
 ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٦٤﴾ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ۚ فَإِنْ
 تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِينَ ﴿٦٥﴾ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا
 وَآلَ إِبْرٰهِيمَ وَآلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِينَ ﴿٦٦﴾ ذُرِّيَّةً بِعَظْمِهَا
 مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٦٧﴾ إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ
 إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۗ إِنَّكَ أَنْتَ
 السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦٨﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا
 أُنْثَىٰ ۗ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعْتَ ۗ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ ۗ وَإِنِّي
 سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذَرَيْتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ
 الرَّجِيمِ ﴿٦٩﴾

قُلْ، آپ کہہ دیں۔ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ، اگر ہو تم۔ تُحِبُّونَ اللّٰهَ، محبت کرتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔
 فَاتَّبِعُونِي، پس تم میری پیروی کرو۔ يُحِبُّكُمُ اللّٰهُ، اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ محبت کرے گا۔ وَيَغْفِرْ
 لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ، اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ☆ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا
 مہربان ہے۔ قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ، آپ کہہ دیں اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی۔ وَالرَّسُولَ، اور رسول صلی اللہ

علیہ وسلم کی۔ فَإِنَّ تَوَلَّوْا، پس اگر یہ پھر جائیں اطاعت سے۔ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝ پس بے شک اللہ تعالیٰ نہیں محبت کرتا کافروں سے۔ إِنَّ اللَّهَ اَصْطَفٰی، بے شک اللہ تعالیٰ نے جن لیا۔ اٰدَمَ وَنُوْحًا، آدم علیہ السلام کو اور نوح علیہ السلام کو۔ وَّ اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلِ عِمْرٰنَ، اور ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو اور عمران رحمہ اللہ کی اولاد کو۔ عَلٰی الْعٰلَمِيْنَ ۝ جہان والوں پر۔ ذُرِّيَّةً مِّنْ بَعْضِهَا مِّنْ بَعْضٍ، ان میں سے بعض، بعض کی اولاد ہیں۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰﴾ اور اللہ تعالیٰ سنتا ہے جانتا ہے۔ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ، جب کہا عمران (رحمہ اللہ) کی بیوی نے۔ رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ، اے میرے رب! بے شک میں نے نذر مانی تیرے واسطے۔ مَا فِیْ بَطْنِيْ، جو کچھ میرے پیٹ میں ہے۔ مُّحْرَزًا، وہ تیرے لئے آزاد کر دیا جائے گا۔ فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ، پس تو مجھ سے قبول فرما۔ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا، پس جب اس نے جنا اس کو۔ قَالَتْ رَبِّ، کہنے لگی اے میرے رب! اِنِّيْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی، بے شک میں نے جنی ہے لڑکی۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعْتَ، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو اس نے جنا ہے۔ وَلَيْسَ الذَّكْرُ كَالْاُنْثٰی، اور نہیں ہے وہ معبود لڑکا اس لڑکی کی طرح۔ وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ، اور بے شک میں نے اس کا نام رکھا ہے مریم۔ وَاِنِّيْ اَعِيْذُهَا بِكَ، اور بے شک میں اس کو تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ اور اس کی اولاد کو، اس شیطان سے جو مردود ہے۔

دنیا میں دو قسم کے لوگ موجود ہیں۔ ایک وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل ہیں یعنی رب تعالیٰ کی ذات کو مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہے۔۔ اگرچہ وہ مانتے اپنے اپنے انداز اور طریقے سے ہیں۔ مسلمانوں کے علاوہ یہود، نصاریٰ رب تعالیٰ کے وجود کے قائل ہیں۔ ہندو بھی رب

تعالیٰ کے وجود کو مانتے ہیں۔ نمبر دو ایسے بد بخت اور دہریہ قسم کے لوگ بھی موجود ہیں جو کہتے ہیں کہ رب نہیں ہے۔ وہ رب تعالیٰ کے وجود کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے دور بین اور خورد بین کے ذریعہ دیکھ لیا ہے۔ بلکہ ایسے آلات ایجاد ہو چکے ہیں کہ جن کے ذریعے پانی جو ہم پیتے ہیں اس میں اور دودھ میں بے شمار جراثیم ہوتے ہیں۔ وہ نظر آتے ہیں۔ اسی طرح خون میں جراثیم ہوتے ہیں۔ یہ سب ہم نے دیکھ لئے ہیں مگر تمہارا خدا ہمیں نظر نہیں آیا۔ مگر بے تو بتاؤ کہاں ہے۔ ایسے بد بخت بھی موجود ہیں۔ غالباً ۳۸-۱۹۳۷ء کا واقعہ ہے کہ جب روس اپنی بے دینی کے پورے عروج پر تھا اور اس نے آس پاس کے بڑے علاقوں پر قبضہ کیا۔ مسلمانوں کو بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کیا۔ اور بہت کچھ کیا۔ تو روس کے جو بے دین قسم کے لوگ تھے انہوں نے دو مصنوعی جنازے تیار کئے۔ ایک چار پائی پر کچھ مصنوعی سی چیزیں اور اوپر پھول ڈالے ہوئے تھے۔ کہ یہ خدا کا جنازہ ہے۔ اور دوسرا جنازہ مذہب کا تھا۔ ڈھول باجون کی تھاپ کے ساتھ بھنگڑا ڈالتے ہوئے یہ جنازے ملکی سرحد پر لے گئے۔ اور بڑی بے قدری کے ساتھ لاتوں کے ذریعے سرحد سے باہر دھکیل دیئے۔ اور کہا کہ ہم نے اپنے ملک نئے مذہب اور خدا کو باہر دھکیل دیا ہے۔ کیونکہ جھگڑوں کی بنیاد یہی دو چیزیں ہیں۔ یہ باقاعدہ اخبار میں آیا تھا مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ اور وہ حضرات جو میری عمر کے ہیں ان کو بھی یاد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ تھوڑا وقت گزرا تھا کہ ہٹلر نے حملہ کر دیا۔ ہٹلر یہود کو سمجھ گیا تھا کہ یہ سازشی قوم ہے۔ اور دنیا میں جتنے فتنے فساد ہیں سب یہود کی وجہ سے ہیں۔ اور جتنے مالی وسائل ہیں وہ سب ان کے پاس ہیں۔ اور بڑے پالیسی باز ہیں اور بہت کچھ کرتے ہیں۔ مگر کھل کر سامنے نہیں آتے۔ سب خبیث ہیں۔ اندرون خانہ سازشوں کے ذریعے اپنا کام نکالتے ہیں۔ ہٹلر

نے جب ان کو خوب مار پلائی تو پھر اس وقت روس کے صدر نے اعلان کیا کہ ہمارے ملک میں جو تو میں ہستی ہیں وہ اپنے اپنے انداز میں رب تعالیٰ سے دعا کریں کہ اے پروردگار! ہمیں اس بلا سے چھٹکارا عطا فرما۔ تو انہوں نے اپنے خیال کے مطابق رب تعالیٰ کو نکال دیا تھا۔ مگر خدا پھر آگیا۔ بھائی خدا جاتا کہاں ہے؟ تو بہر حال ایک وہ لوگ ہیں جو رب تعالیٰ کے وجود کے قائل ہیں۔ اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو رب تعالیٰ کے وجود کے منکر ہیں۔ لیکن جو رب تعالیٰ کے وجود کے قائل ہیں۔ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ رب تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائے۔ باقی رب تعالیٰ کو راضی کرنے کا انداز ہر ایک کا اپنا ہے۔ مگر یہ جذبہ سب میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اعلان کر دیا اور اپنے راضی ہونے کا طریقہ بتلایا۔ قُلْ، آپ کہہ دیں۔ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ، محبت کرتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ فَاتَّبِعُونِي، پس تم میری پیروی کرو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کرنے کا واحد طریقہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قولا اور فعلا اتباع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے اور جو عملی طور پر کیا ہے۔ اس کے مطابق عمل کرے۔ آج اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میری رب تعالیٰ کے ساتھ محبت ہے تو غلط کہتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت بند ہے فَاتَّبِعُونِي میں۔ اللہ تعالیٰ نے اعلان کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت متصف ہے میری پیروی میں۔ اور جب تم میری پیروی کرو گے۔ يُحِبُّكُمْ اللّٰهُ، اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ محبت کرے گا۔ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ، اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے رب تعالیٰ کی محبت بھی حاصل ہوگی۔ اور رب تعالیٰ تمہاری خطائیں اور گناہ بھی معاف کر دے گا۔ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان

ہے۔ بندہ ہر وقت اپنے آپ کو گناہگار سمجھے اور رب تعالیٰ سے معافی مانگتا رہے۔ توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔ یہ اس وقت بند ہوگا جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ اس کے بعد اگر کوئی شخص ایمان لائے گا۔ تو قبول نہ ہوگا۔ اور گناہوں سے توبہ کرے گا تو گناہ بھی معاف نہ ہوں گے۔ اس کے بعد فرمایا۔ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ، اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیں اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی۔ یعنی اس کے حکم کو مانو۔ وَالرَّسُولَ، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا اور کیا ہے اس کو مانو۔ اور اس پر عمل کرو۔ فَإِنْ تَوَلَّوْا، پس اگر یہ لوگ پھر جائیں اور روگردانی کریں اطاعت سے۔ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝ تو بے شک اللہ تعالیٰ نہیں محبت کرتا کافروں سے۔ یعنی جب یہ رب تعالیٰ سے محبت نہیں کرتے تو رب تعالیٰ کو کون سی مجبوری ہے کہ وہ ان سے محبت کرے۔ وہ بندوں کا محتاج نہیں ہے۔ اس کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ بندے رب کے محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو اجاگر اور واضح کرنے کے لئے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پیغمبر مبعوث فرمائے۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا طریقہ سمجھایا۔ سب سے پہلے پیغمبر آدم علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے لوگوں کو بتایا کہ اس وقت میری شریعت کی پیروی کرو گے۔ تو رب تعالیٰ تمہارے ساتھ محبت کرے گا۔ اس واسطے فرمایا۔ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ اٰدَمَ، بے شک اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا آدم علیہ السلام کو وہ اپنے دور میں رب تعالیٰ کی محبت کی طرف دعوت دیتے رہے۔ اس وقت ان کی شریعت جی شریعت تھی۔ اور اس پر چلنے سے ہی رب تعالیٰ کی رضا اور محبت حاصل ہوتی تھی۔ وَنُوْحًا، اور نوح علیہ السلام کو منتخب کیا۔ یعنی آدم علیہ السلام کے بعد نوح علیہ السلام آئے۔ اور انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا سبق پیش کیا۔ کہ

میرا کلمہ پڑھو میری اطاعت کرو۔ پھر تمہیں اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوگی۔ وَالْاٰلِ اِسْرٰہِیْمَ ، اور ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو منتخب فرمایا۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اہل کو رب تعالیٰ نے اپنے تقرب کا ذریعہ بنایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پانچ بیٹے تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت مدین حضرت مدائن اور حضرت قیدار رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ ان میں حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔ اور دوسرے نیک فرزند تھے۔ ان سب سے آگے نسل چلی۔ تو ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے چنا۔ وَالْاٰلِ عِمْرٰنَ ، اور عمران رحمہ اللہ کی اولاد کو چنا۔ آل عمران سے کون مراد ہیں؟ بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد ماجد کا نام تھا عمران بن میس بن لاوی بن یعقوب علیہم السلام، تو آل عمران سے مراد موسیٰ علیہ السلام ہارون علیہ السلام اور ان کی اولاد اور اولاد ہے۔ لیکن اکثر مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس مقام پر جس عمران کا ذکر ہے یہ عمران بن ماثان رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ جو بڑے نیک پارسا بزرگ تھے۔ اور مسجد اقصیٰ کے امام اور خطیب تھے۔ اور لوگوں کی اخلاقی اور روحانی تربیت کرتے تھے۔ جو حضرت مریم علیہ السلام کے والد تھے۔ وہ مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بنا دیا تھا۔ جس کا نام ہارون تھا۔ وہ بھی بڑا نیک پارسا تھا مگر جوانی میں ہی فوت ہو گیا تھا۔ حضرت عمران بن ماثان رحمہ اللہ کی اہلیہ کا نام تھا حنہ بنت فاقوذ رحمہا اللہ تعالیٰ۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مائی تھیں۔ اور حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ ماجدہ، یہ بڑی نیک پارسا خاتون تھیں۔ حضرت حنہ رحمہ اللہ کی ایک ہمشیرہ تھیں۔ ان کا نام تھا عشاء بنت فاقوذ رحمہا اللہ تعالیٰ۔ یہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نکاح میں تھیں۔ تو جس وقت حضرت حنہ بنت فاقوذ رحمہا اللہ تعالیٰ کا جوان سال بیٹا

ہارون رحمہ اللہ فوت ہو گیا۔ تو یہ بہت پریشان ہوئیں اور پریشانی کی وجہ یہ بھی کہ میرے خاوند
 عمران بن ماثان رحمہ اللہ تعالیٰ نے ساری زندگی مسجد اقصیٰ کی خدمت کی ہے۔ اور لوگوں کے
 عقیدے عمل اور اخلاق کی تربیت میں گزاری ہے۔ اور وہ اب بوڑھے ہو گئے ہیں۔ امید تھی کہ
 میرا لڑکا باپ کی جگہ سنبھالے گا۔ مگر وہ بھی فوت ہو گیا۔ تو ہم مسجد اقصیٰ کی خدمت سے محروم
 ہو جائیں گے۔ مگر اس دوران ان کو بچی بچے کی امید ہو گئی۔ اور خیال تھا کہ شاید لڑکا ہوگا۔ کہنے
 لگیں، اے میرے پروردگار! میں تیرے ساتھ وعدہ کرتی ہوں، نذر مانتی ہوں کہ جو میرے
 پیٹ میں ہے یہ تیرے لئے وقف ہوگا۔ یعنی جس طرح میرا خاوند دین کی خدمت کرتا ہے۔ اسی
 طرح یہ بھی تیرے دین کی خدمت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ لڑکی پیدا ہوئی۔ حضرت حنہ
 بنت فاووز رحمہا اللہ تعالیٰ نے افسوس کے طور پر کہا کہ اے پروردگار! امید تو اور تھی مگر لڑکی
 پیدا ہو گئی ہے۔ لیکن میں نے اپنی منت پوری کرنی ہے۔ کیونکہ میں نے کہا تھا کہ جو میرے پیٹ
 میں ہے تیرے لئے وقف ہے۔ اور بچی کا نام مریم رکھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
 کہ مریم کا معنی ہے عابدۃ، عبادت کرنے والی۔ اور مریم عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ اور مسئلہ یاد
 رکھنا کہ اس طرح کی نذر و منت ان کی شریعت میں جائز تھی ہماری شریعت میں یہ حکم ہے۔ "لَا
 نَذْرَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ" جو چیز ابن آدم کی ملکیت میں نہیں ہے۔ اس کی منت نہیں مان
 سکتا یعنی ابن آدم اپنے فعل کی منت مان سکتا ہے دوسرے کے فعل کی منت نہیں مان سکتا۔ مثلاً
 کوئی کہے کہ اے اللہ! میرا فلاں کام ہو جائے تو اتنے نفل پڑھوں گا۔ یا اتنے روزے رکھوں
 گا۔ یا اتنی دیگیں تیرے نام پر اتاروں گا۔ یا فلاں کام کروں گا۔ یہ ٹھیک ہے لیکن جو بیٹا بیٹی
 پیدا ہوگا۔ ان کے افعال ہم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کا وجود الگ ہے۔ وہ اپنے افعال کے خود

مالک ہیں۔ تو ایسی نذر ہماری شریعت میں جائز نہیں ہے۔ ان کی شریعت میں جائز تھی جس وقت حضرت مریم علیہا السلام پیدا ہوئیں۔ تو ان کی والدہ نے انتظامیہ کمیٹی کے پاس پہنچا دی کہ میں نے منت مانی تھی لہذا یہ تمہارے سپرد ہے۔ اور اس کی ساری ذمہ داری دودھ وغیرہ پلانے کی تمہارے ذمہ ہے۔ اس وقت مسجد اقصیٰ کی انتظامیہ انیس ۱۹ افراد پر مشتمل تھی۔ کسی کے ذمہ پانی کا انتظام تھا۔ کسی کے ذمے روشنی کا انتظام تھا۔ کسی کے ذمے چٹائیاں بچھانا، کسی کے ذمے ٹوٹی پھوٹی چیز کو ٹھیک کروانا۔ کسی کی ڈیوٹی تھی پڑھنے والوں کی نگرانی کرنا۔ اور اس کمیٹی میں حضرت زکریا علیہ السلام بھی شامل تھے۔ اگلے رکوع میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ کہ حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش کے سلسلہ میں انتظامیہ کمیٹی کا آپس میں جھگڑا ہوا کمیٹی کے انتیس افراد میں سے ہر ایک کی خواہش تھی کہ اس کی نگرانی میں کروں، کیونکہ ہمارے امام خطیب اور ہمارے بزرگ کی بیٹی ہے۔ لہذا اس کا خرچہ اور نگرانی میرے ذمہ ہے۔ آج کا زمانہ ہوتا تو عنوان اور ہوتا۔ اور ہر ایک ذمہ داری سے بھاگتا۔ اور کہتا کہ بچی کا معاملہ ہے کون اس کی نگرانی کرے گا؟ اور جوان ہونے پر کون اس کی شادی کرے گا؟ تو ہر ایک یہ کہتا کہ میں نہیں کر سکتا۔ مگر اس وقت ہر ایک اپنے موقف پر ڈٹا ہوا تھا۔ اور اپنے موقف کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ آگے آئے گا انشاء اللہ العزیز کہ بات یہ طے پائی کہ تم اردن کی نہر پر جاؤ جو کہ قریب ہی تھی اور اس طرح کرو کہ جن قلموں کے ساتھ لکھتے ہو ہر آدمی اپنے قلم کے ساتھ نشانی لگا کر نہر میں بھینک دے۔ آگے دو تفسیریں آتی ہیں۔ کہ مریم علیہا السلام اس کے سپرد کی جائے گی جس کا قلم رکا رہا کہ پانی اس کو بہا کر نہ لے گیا۔ اور جن کے قلم پانی میں بہ گئے۔ ان کے سپرد نہیں کی جائے گی۔ اور بخاری وغیرہ میں یہ تفسیر بھی آتی ہے کہ نہر کا پانی تیزی کے ساتھ جس

طرف سے آرہا ہے۔ جس کا قلم اس طرف کو چل پڑا یعنی الٹی سمت تیرنے لگ گیا وہ کامیاب ہے۔ مریم علیہا السلام اس کے سپرد کی جائے گی۔ اور جن کے قلموں کو پانی بہا کر لے گیا ان کو نہیں ملے گی۔ چنانچہ قرعہ اندازی ہوئی۔ اور حضرت زکریا علیہا السلام کا قرعہ نکلا۔ کہ ان کا قلم پانی میں رکھا رہا۔ اور پانی چلتا رہا۔ اور دوسری تفسیر کے مطابق حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم جس طرف سے پانی آرہا تھا۔ اس طرف چل پڑا۔ بڑی عجیب بات تھی کہ قلم پانی کی مخالف سمت کو چارہا ہے۔ اور ہماری شریعت میں بھی قرعہ اندازی ایک مسئلہ ہے کہ اگر سب کے حقوق برابر ہوں تو قرعہ اندازی کر لیں۔ شریعت اس کو تسلیم کرتی ہے، جائز ہے۔ چنانچہ حضرت مریم علیہا السلام حضرت زکریا علیہ السلام کے سپرد کر دی گئیں۔ وہاں ایک کمرہ تھا اور اس کے اوپر جالی دار چو بارہ تھا۔ اس کا انتظام اور اس کی چابی حضرت زکریا علیہ السلام کے پاس ہوتی تھی جس کا ذکر آگے آئے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔ تو اس مقام پر فرمایا کہ عمران کی اولاد کو منتخب فرمایا۔

عَلَى الْعَالَمِينَ ○ جہان والوں پر۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے وقت میں، حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے وقت میں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے وقت میں، اور ان کی اولاد کو اپنے وقت میں۔ عمران بن ماثان رحمہ اللہ کو اپنے وقت میں منتخب فرمایا۔ یعنی اپنے اپنے دور میں ان کو سب پر فضیلت حاصل تھی۔ ذُرِّيَّةٌ مِّنْ بَعْضِهَا مِّنْ بَعْضٍ، ان میں سے بعض، بعض کی اولاد ہیں۔ مثلاً عمران رحمہ اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اور ابراہیم علیہ السلام نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اور نوح علیہ السلام آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ○ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو سنتا بھی ہے جانتا بھی ہے۔ اِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ، جب کہا عمران (رحمہ اللہ) کی بیوی نے۔ رَبِّ اِنِّى نَذَرْتُ لَكَ، اے

میرے رب! بے شک میں نے نذر مانی تیرے واسطے۔ مَا فِي بَطْنِي، جو کچھ میرے پیٹ میں ہے۔ مُخْرَجًا، وہ تیرے لئے آزاد کر دیا جائے گا۔ فَتَقَبَّلْ مِنِّي، پس تو مجھ سے قبول فرما۔ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ☆ بے شک تو ہی سنے والا جاننے والا ہے۔ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا، پس جب اس نے جنا اس کو۔ قَالَتْ رَبِّ، کہنے لگی اے میرے رب! اِنِّي وَضَعْتُهَا اُنْثَى، بے شک میں نے جنی ہے لڑکی۔ وَاللَّهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعْتَ، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو اس نے جنا ہے۔ رَبِّ تَعَالَىٰ فَرَمَاتے ہیں۔ وَلَيْسَ الذَّكْرُ كَالْاُنْثَى، اور نہیں ہے وہ معبود لڑکا اس لڑکی کی طرح۔ یعنی جو تمہارے ذہن میں فرضی لڑکا تھا۔ وہ اس لڑکی کو کب پہنچ سکتا ہے۔ حضرت مریم علیہ السلام بہت اونچے درجے والی عورتوں میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خرق عادت کے طور پر بغیر خاوند کے ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی شخصیت عطا فرمائی۔ اور بعضوں نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہے۔ یعنی جس طرح لڑکا بے پردہ پھرتا ہے۔ اور جو عمومی خدمات لڑکا کر سکتا ہے۔ وہ لڑکی نہیں کر سکتی۔ وَاِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ، اور بے شک میں نے اس کا نام رکھا ہے مریم۔ وَاِنِّي اَعِيذُهَا بِكَ، اور بے شک میں اس کو تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ وَذَرَيْتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ○ اور اس کی اولاد کو، اس شیطان سے جو مردود ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے۔ شیطان چوکا لگاتا ہے۔ اپنا ٹیکا لگاتا ہے، اپنا اثر ڈالنے کے لئے۔ لیکن حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام محفوظ رہے۔ ان کو چوکا نہیں مارا۔ ان کی والدہ کی دعا کی وجہ سے۔ کیونکہ ان کی دعا تھی کہ مریم علیہا السلام کو بھی بچا اور اس کی اولاد کو بھی اور اولاد میں عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور بہت جلد آنے والے ہیں (انشاء اللہ تعالیٰ) کیونکہ قرآن

اور شواہد سارے مل رہے ہیں۔ آ کر عرب کے ازد سننوا خاندان کی ایک عورت سے نکاح کر لیں گے۔ یہ خاندان سارے کا سارا طبعی طور پر شریف ہے۔ اس عورت سے دو لڑکے ہوں گے ایک کا نام موسیٰ اور دوسرے کا نام محمد رکھیں گے۔ یہاں تک تو ثابت ہے آگے رب جانتا ہے کیا ہوگا۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا، وَكَفَّلَهَا
 زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا
 رِزْقًا ۖ قَالَ يَمْرِئُ مَنِي أَنَّى لَكَ هَذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ
 يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۖ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۖ قَالَ
 رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ۖ
 فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ ۖ أَنَّ اللَّهَ
 يُبَشِّرُكَ بِيحْيَى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَ
 نَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ ۖ قَالَ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَقَدْ بَلَغَنِي
 الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ ۖ قَالَ كَذَلِكَ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ۖ قَالَ
 رَبِّ اجْعَلْ لِي آيَةً ۖ قَالَ آتَاكَ إِلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ
 إِلَّا رَمَزًا ۖ وَادْكُرْ رَبَّكَ كَثِيرًا وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۖ

فَتَقَبَّلَهَا، پس قبول کیا اس کو۔ رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ، اس کے رب نے اچھے طریقہ سے قبول
 کرنا۔ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا، اور اس کو بڑھایا، بڑھانا اچھے طریقہ سے۔ وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا، اور
 اس کی سرپرستی کی زکریا علیہ السلام نے۔ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ، جب کبھی

بھی داخل ہوتے زکریا علیہ السلام اس کے پاس کمرے میں۔ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا، پاتے تھے اس کے پاس رزق۔ قَالَ يَمْرُؤُا، فرمایا، اے مریم! اُنسی لَکِ هَذَا، کہاں سے آیا ہے یہ تیرے پاس رزق۔ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ، وہ کہتی تھیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ، بے شک اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے۔ مَنْ يَّشَاءُ، جس کو چاہے۔ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ بغیر حساب کے۔ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ، اس جگہ میں دعا کی زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے۔ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ، فرمایا اے میرے رب! دے مجھے۔ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً، اپنی طرف سے اولاد ستھری۔ اِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ۝ بے شک تو ہی سننے والا ہے دعا کا۔ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ، پس آواز دی ان کو فرشتوں نے۔ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ، اور وہ کھڑے تھے نماز پڑھتے تھے کمرے میں۔ اَنْ اللّٰهُ يُبَشِّرَكَ بِبِخِي، بے شک اللہ تعالیٰ خوشخبری دیتے ہیں تجھے بخئی علیہ السلام کی۔ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ، جو تصدیق کرنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے ایک کلمے کی۔ وَنَسِيْدًا وَّحٰضُوْرًا، اور سردار ہوں گے اور اپنے آپ کو عورتوں سے دور رکھنے والے ہوں گے۔ وَنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ اور نبی ہوں گے نیکوں میں سے۔ قَالَ رَبِّ اَنْتَیْ يَكُوْنُ لِيْ غُلْمٌ، کہا زکریا علیہ السلام نے اے میرے رب! کس طرح ہوگا میرا لڑکا۔ وَّقَدْ بَلَغَنِی الْکِبَرُ، اور تحقیق پہنچ چکا ہے مجھے بڑھاپا۔ وَامْرَاَتِیْ عَاقِرٌ، اور بیوی میری بانجھ ہے۔ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ یَفْعَلُ، فرشتے نے کہا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ مَا یَشَاءُ ۝ جو چاہے۔ قَالَ رَبِّ، کہا زکریا علیہ السلام نے اے میرے رب! اجْعَلْ لِّیْ آیَةً، بنا میرے لئے نشانی۔ قَالَ اَیْتُکَ، فرمایا تیری نشانی یہ ہے۔ اَلَا تُکَلِّمُ النَّاسَ، کہ تو کلام نہیں کر سکے گا لوگوں کے ساتھ۔ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمَزًا، تین دن مگر اشارے سے۔ وَاذْکُرْ رَبَّکَ اور ذکر کر اپنے

رب کا۔ کثیراً، کثرت سے۔ وَنَسَبِحُ، اور اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کر۔ بِالسَّعْيِی
وَإِلْبِنَارِ ۝ پہلے پہر اور صبح کے وقت۔

کل کے سبق میں یہ بیان ہوا تھا کہ بیت المقدس کے شہر میں جو مسجد اقصیٰ ہے۔ جس پر
1967ء میں یہودیوں نے قبضہ کیا ہے اور ابھی تک ان کے قبضہ میں ہے۔ اور بے غیرت
مسلمان ابھی تک ان سے قبضہ چھڑانہیں سکے اس مسجد اقصیٰ کے امام اور خطیب تھے۔ حضرت
عمران بن ماثان رحمہ اللہ تعالیٰ جو بڑے نیک پارسا اور حق گو بزرگ تھے۔ اور ان کی بیوی بھی
بڑی نیک اور پارساتھی جو ان سال بیٹے ہارون رضی اللہ عنہ کے فوت ہونے پر پریشان ہو گئیں کہ
میرے خاوند عمران تو دینی خدمت کرتے ہیں لیکن ان کے بعد یہ گدی خالی ہو جائے گی۔ اور
ادھر بچے بچی کی امید ہو گئی۔ اور منت مان لی کہ میں اس کو دین کے لئے وقف کر دوں گی چنانچہ
جب حضرت مریم علیہا السلام پیدا ہوئیں تو مسجد اقصیٰ کی انتیس آدمیوں کی کمیٹی میں سے قرعہ
اندازی کے بعد یہ خدمت حضرت زکریا علیہ السلام کے سپرد ہوئی۔ اور بچی ان کے حوالے کر
دی گئی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ، پس قبول کیا اس کو اس کے رب نے
اچھے طریقہ سے قبول کرنا۔ ماں کی نیت بہت اچھی تھی، باپ نیک، خالو حضرت زکریا علیہ السلام
، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر، خالہ نیک، سارا گھرانہ ہی نیکوں کا تھا۔ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا، اور اس کو
بڑھایا، بڑھانا اچھے طریقے سے۔ تفسیروں میں لکھا ہے کہ صحت مند بچہ پندرہ دنوں میں جتنا
بڑھتا ہے وہ ایک دن میں اس قدر بڑھ جاتی ہیں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ صحت مند بچہ دو ماہ میں
جتنا بڑھتا ہے وہ دو دن میں اتنی بڑھ جاتی ہیں۔ رب تعالیٰ نے اس کو بڑھایا اور اچھے طریقے
سے نشوونما فرمائی۔ وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا، اور اس کی سرپرستی فرمائی زکریا علیہ السلام نے۔ کل میں

نے عرض کیا تھا کہ انہوں نے ایک جابی دار چو بارہ بنوایا ہوا تھا۔ جس سے نیچے کا منظر دور دور
 تک نظر آتا تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کہیں جاتے تھے۔ تو تالا لگا کر چابی ساتھ لے جاتے
 تھے۔ اس کا ذکر ہے۔ **مُكَلِّمًا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ**، جب کبھی بھی داخل ہوتے زکریا
 علیہ السلام مریم علیہا السلام کے پاس کمرے میں، جہاں وہ رہتی تھیں۔ **وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا**، پاتے
 تھے اس کے پاس رزق۔ تفسیروں میں لکھا ہے کہ سردیوں کے موسم کا پھل گرمیوں میں اور
 گرمیوں کے موسم کا پھل سردیوں میں وافر ہوتا۔ **قَالَ يٰمَرْيَمُ، فَرَمَايَا، اے مریم! انسى لَكِ
 هٰذَا**، یہ پھل تیرے پاس کہاں سے آتے ہیں کمرے کو میں تالا لگا کر جاتا ہوں، چابی میرے
 پاس ہوتی ہے۔ ادھر کمرے کی طرف آنے کی کسی کو جرات نہیں۔ اور یہ پھلوں کے انبار لگے
 ہوئے ہیں۔ یہ کہاں سے آتے ہیں۔ **قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ**، حضرت مریم علیہا السلام کہتی
 تھیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔ یہ حضرت مریم علیہا السلام کی کرامت تھی۔ اور کرامت
 اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ ولی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے۔ اور ولی چاہے مرد ہو یا عورت ہو
 کرامت ان کا فعل نہیں ہوتا۔ اسی طرح معجزہ بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ اور نبی کے ہاتھ پر
 صادر ہوتا ہے۔ مگر نبی کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوتا۔ معجزے کا لغوی معنی ہے دوسروں کو عاجز
 کرنے والی چیز یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ دیکھ قرآن پاک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
 بہت سارے معجزات کا ذکر ہے۔ ان میں اس معجزے کا ذکر بھی ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ
 السلام اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ مدین سے واپس مصر تشریف لارہے تھے۔ جب وادی طوی
 (جو کے طور کے دامن میں ہے) پہنچے رات کا وقت تھا وہاں روشنی تھی جو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی
 چمکی تھی۔ جب وہاں پہنچے منجانب اللہ نبوۃ اور رسالت عطا ہوئی۔ تو ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے

تصدیق رسالت کے لئے معجزہ بھی عطا فرمایا۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے، وَأَنَّ الْقِيَامَ عَصَاكَ
 ، فَلَمَّا رَأَاهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّى مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ۔ اور یہ کہ ڈال دے اپنی لاشی پھر
 جب دیکھا اس کو پھن ہلاتے جیسا پتلا سانپ الٹا پھر امنہ موڑ کر اور نہ دیکھا پیچھے پھر کر۔ پہلے
 لاشی پتلا سانپ بن جاتی تھی اور بڑھتے بڑھتے اڑدھا کی شکل اختیار کر لیتی تھی۔ جیسا کہ
 دوسرے مقام پر ہے۔ نُعْبَانَ مُبِينٌ، (بڑا اڑدھا) کے الفاظ آئے ہیں۔ یا یوں کہہ لیں کہ
 ابتدائی طور پر پتلا سانپ اور فرعون کے پاس بڑا اڑدھا ہو کر وہ لاشی نمودار ہوئی۔ حالانکہ رب
 تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ جب کہ رب تعالیٰ کو علم تھا مگر موسیٰ علیہ
 السلام کو تشبیہ فرمائی کہ دیکھ لے کہیں ایسا نہ ہو کہ جب یہ سانپ بنے تو تجھے خیال ہو کہ میں لاشی
 کی جگہ سانپ اٹھائے پھرتا ہوں۔ فرمایا، میری لاشی ہے۔ فرمایا پھینک دے جب پھینکی تو پتلا
 سانپ بن گیا۔ سانپ نے ادھر ادھر دوڑنا شروع کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے بھی دوڑنا شروع
 کر دیا۔ اس خیال سے کہ موذی چیز ہے ڈرنا ایمان کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام
 اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ اور پیغمبر سے زیادہ قوی ایمان کسی کا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
 اے موسیٰ! دوڑ نہ اس پر ہاتھ رکھ۔ سَنُعِينُهَا سِيرَتَهَا الْاُولَى، ہم اس کو پہلی شکل میں بدل دیں
 گے۔ یہ لاشی کی لاشی ہو جائے گی۔ اب اگر معجزہ اپنے اختیار میں ہوتا تو معلوم ہوتا کہ یہ اب
 پھر لاشی بن جائے گی۔ سانپ تو ہے نہیں یہ تو میری لاشی ہے۔ تو یاد رکھنا کہ معجزہ اور کرامت
 اللہ تعالیٰ کا فعل ہونے ہیں۔ معجزہ نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے اور کرامت ولی کے ہاتھ پر
 صادر ہوتی ہے۔ معجزے میں نبی کا دخل نہیں اور کرامت میں ولی کا دخل نہیں ہوتا۔ تو یہ بے
 موسے پھلوں کا آنا حضرت مریم علیہا السلام کی کرامت تھی۔ اور ولی کو جو کرامت حاصل ہوتی

ہے۔ پیغمبر علیہ السلام کی پیروی کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ وہ صحیح معنی میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کا پیروکار ہوتا ہے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ عجیب و غریب چیزیں صادر فرمادیتے ہیں۔ سورۃ النحل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابی آصف بن برخیا رحمہ اللہ کی کرامت کا ذکر ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام شام میں تھے۔ وہاں سے سب کے علاقے کا سفر ایک مہینے کا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ کون ہے جو بلقیس کا تخت مجھے لا کر دے۔ قَالَ عَفْرَيْتُ مِنَ الْجِنِّ، ایک بہت بڑا جن تھا اس نے کہا حضرت تم ابھی اپنی مجلس سے نہیں اٹھو گے یعنی تم اپنے دفتر میں بیٹھ کر کام کرتے ہو اس سے تم ابھی فارغ نہ ہو گے کہ میں تمہیں تخت لا کر دے دوں گا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت سلیمان علیہ السلام اس سے بھی جلدی چاہتے تھے۔ آصف ابن برخیا رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا حضرت میں چشم زدن میں لا کر دے دوں گا۔ یعنی تم نگاہ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھو اور پھر نیچے دیکھو تو تخت حاضر ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے اتنی دیر میں تخت لا کر رکھ دیا۔ اور کہا۔ هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي، یہ میرے رب کا کام ہے۔ تو معجزات اور کرامتوں کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ ان کا انکار نہ کرو مگر ان کی حقیقت کو سمجھو منکرین حدیث اور باطل فرتے معجزات اور کرامت کا انکار کرتے ہیں۔ اس واسطے کہ وہ معجزے اور کرامت کی حقیقت کو نہیں سمجھے۔ فرمایا، اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ بے شک اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے۔ رزاق صرف رب تعالیٰ ہے۔ اس کے سوا رزق کا اختیار کسی کو حاصل نہیں ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسے پھل دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام نے خیال کیا کہ جو رب مریم علیہا السلام کو بے موسے پھل دے سکتا ہے وہ مجھے بھی اولاد دے سکتا ہے۔ کیونکہ اولاد کا موسم تو میرا بھی نہیں ہے کہ ایک سو بیس ۱۲۰ سال میری

عمر ہے۔ اور نو اسی ۸۹ سال میری بیوی کی عمر ہے۔ تو هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ، اس کمرے میں دعا کی زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے۔ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي، عرض کیا اے میرے رب! دے مجھے۔ مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً، اپنی طرف سے پاکیزہ اولاد۔ اِنَّكَ سَمِيعٌ لِّلْغَايَةِ O بے شک تو ہی ہے دعائیں سننے والا۔ سمیع بھی تو ہے بصیر بھی تو ہے۔ دینے والا بھی تو ہی ہے۔ تیرے سوا کوئی اور نہیں دے سکتا، اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ، وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ اِنَاثًا، جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے۔ وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُوْرَ O اور جسے چاہتا ہے بیٹے بخشتا ہے۔ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا، یا ان کو بیٹے بیٹیاں دونوں عطا فرماتا ہے۔ اس کے خزانے میں کیا کمی ہے۔ وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيْمًا، اور جس کو چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔ سارے ڈاکٹروں اور حکیموں سے علاج کرائیں سارے دم درد والوں سے علاج کرائیں، جب رب کسی کو نہ دے تو کوئی کسی کو کچھ نہیں دے سکتا۔ چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام نماز میں کھڑے تھے۔ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ، پس آواز دی ان کو فرشتوں نے۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور ان کے ساتھ اور بھی فرشتے تھے۔ اَلْبَتَّ كَفْتَلُوْا كَرْنِ وَا لَے جبرائیل علیہ السلام تھے۔ وَ هُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيٰ فِی الْمِحْرَابِ، اور وہ کھڑے تھے نماز پڑھتے تھے کمرے میں۔ یہ وہی کمرہ تھا جہاں حضرت مریم علیہا السلام رہتی تھیں۔ فرشتے نے کہا۔ اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُرُكَ بِسُخٰی، بے شک اللہ تعالیٰ خوشخبری دیتے ہیں تجھے سخی (علیہ السلام) نامی لڑکے کی۔ سورہ مریم میں آتا ہے۔ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا O نہیں بنایا ہم نے اس کے لئے اس سے پہلے کوئی ہم نام یعنی ان سے پہلے کسی بچے کا نام سخی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی ان کا نام سخی رکھا (علیہ السلام)۔ مُصَدِّقًا، بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ

، جو تصدیق کرنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے ایک کلمے کی۔ اور کلمے سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے کلمہ کن سے پیدا فرمایا ہے۔ بغیر باپ کے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ہی دور تھا۔ چونکہ اس وقت یہودیوں کا زور تھا اور انہوں نے دین کا نقشہ بدل کے رکھ دیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب حق کی باتیں بیان فرمائیں تو سارے دشمن ہو گئے۔ مگر حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تائید اور تصدیق فرماتے تھے کہ یہ جو کچھ بیان فرماتے ہیں حق ہے۔ وَ سَيَذَّارُ حُضُورًا، اور اپنے دور کے سردار ہوں گے اور اپنے آپ کو عورتوں سے دور رکھنے والے ہوں گے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ پیغمبروں میں حضرت یحییٰ علیہ السلام نے شادی نہیں فرمائی۔ اور جامع صغیر صفحہ ۳۸ جلد ۱ میں روایت آتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَرْبَعٌ مِّنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ، چار چیزیں پیغمبروں کی سنتوں میں سے ہیں۔ الْحَيَاءُ، یعنی تمام پیغمبر صاحب حیا تھے۔ وَالنَّعْطُ، اور خوشبو لگانا، تمام پیغمبر خوشبو استعمال فرماتے تھے۔ یعنی خوشبو لگانا پیغمبروں کی سنت ہے۔ وَالنِّكَاحُ، اور نکاح کرنا یعنی شادی کرنا پیغمبروں کی سنت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شادی نہیں کی۔ کیونکہ وہ تینتیس ۳۳ سال کی عمر میں زندہ آسمانوں پر اٹھائے گئے جب نازل ہوں گے تو عرب کے قبیلہ ازد کی ایک عورت سے شادی کریں گے جیسا کہ کل نہیں نے بیان کیا تھا۔ چوتھا فرمایا۔ وَالسَّوَاكُ، اور مسواک کرنا یہ بھی پیغمبرانہ سنت ہے۔ دوسری حدیث میں آتا ہے کہ جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے اس کا درجہ ستر گنا بڑھ جاتا ہے۔ اس نماز سے جو بغیر مسواک کے پڑھی جائے۔ اور فرمایا۔ الْمِسْوَاكُ مِطْهَرَةٌ لِّقَمِ وَمَرْضَاتُ الْبَرِّ، کہ مسواک منہ کو پاک صاف رکھتی ہے اور رب کو راضی رکھنے والی چیز ہے اور ایک

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام جب بھی تشریف لاتے تھے مجھے دو چیزوں کی بڑی تاکید فرماتے تھے۔ ایک مسواک کرنے کی، حتیٰ کے میں نے مسواک کر کے اپنے مسوڑے چھیل لئے اور دوسرا پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی۔ خَشِيَ ظَنَنْتُ أَنَّ سَيُودِيَهُ، حتیٰ کہ مجھے یہاں تک گمان ہوا کہ مرنے کے بعد پڑوسی کو وراثت ملے گی۔ اور ایک روایت میں الْيَحْتَانُ کا بھی ذکر آتا ہے۔ کہ ختنہ کرنا بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔ تو حضورؐ کا معنی بیان کر رہا تھا۔ کہ حضورؐ کے معنی ہیں اپنے آپ کو عورتوں سے الگ رکھنا۔ اور یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں طبعی خواہشات رکھی ہیں۔ مگر پیغمبرؐ، پیغمبر ہوتا ہے۔ جس طرح وہ اپنے جسم پر کنٹرول کر سکتا ہے اس طرح کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! اے نوجوانوں کے گروہ تم نکاح کرو۔ اَعْضُ لِبُصْرٍ وَاَحْسَنُ لِقَرَجٍ، تمہاری نگاہیں بھی پست رہیں گی اور شرمگاہ بھی حرام کاری سے محفوظ رہے گی۔ اور فرمایا کہ جس کو شادی کی توفیق نہ دی گئی ہو اس کو چاہیے۔ مسلسل روزے رکھے روزوں کی برکت سے خواہشات میں کمی آئے گی۔ یہ رشادی کی توفیق ہوتے ہوئے تاخیر گناہ ہے۔ وَنِيَّامِنَ الصَّلَاحِ اور نومی۔ میں سے۔ نبی سارے ہی نیک ہوتے ہیں۔ نبیوں سے بڑھ کر کون نیک ہو سکتا ہے۔ دعاء کی قبولیت پر حضرت زکریا علیہ السلام تعجب میں مبتلا ہو گئے کہ بظاہر اسباب ایسے ہیں کہ اولاد ہو سکے کیونکہ وہ خود بوڑھے ہو چکے تھے۔ اور بیوی بھی بانجھ تھی تاہم وہ کیفیت معلوم کرنا چاہتے تھے۔ قَالَ رَبِّ اَنْسِ يَكُوْنُ لِيْ غُلَمٌ کہا زکریا علیہ السلام نے اے میرے رب! کس طرح ہوگا میرا لڑکا۔ وَقَدْ بَلَغَتْنِي الْكِبَرُ، اور تحقیق پہنچ چکا ہے مجھے بڑھاپا۔ سر کے بال اور ڈاڑھی سفید

تھی۔ وَهِنَّ الْعِظْمُ مِنِّي، کے الفاظ بھی قرآن پاک میں آتے ہیں کہ میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں۔ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا، اور جب میں چلتا ہوں تو کبڑا ہو کر چلتا ہوں۔ اور بڑھاپے میں ایسا ہو جاتا ہے۔ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ، اور بیوی میری (جس کا نام رحمت رحمہا اللہ تعالیٰ تھا) بانجھ ہے۔ قَالَ كَذَلِكَ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ O فرشتے نے کہا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ فرشتے نے کہا کہ اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر میں خود نہیں آیا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ قَالَ رَبِّ كَبِّرْ لِي ذِكْرًا بِرَبِّكَ يَا عَلِيُّ السَّلَامُ نے اے میرے رب! اجْعَلْ لِي آيَةً، میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دے۔ جس سے میں سمجھ جاؤں کہ میری بیوی با امید ہو گئی ہے۔ دیکھو پیٹ کی خبر اللہ تعالیٰ کا پیغمبر بھی نہیں جانتا۔ اور پھر عجیب بات ہے کہ اپنی بیوی کے متعلق نہیں جانتا۔ اور یہاں لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ولی بھی پیٹ کی چیزیں جانتے ہیں۔ حالانکہ زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور پیغمبر سے بڑھ کر کس کی حیثیت ہے۔ قَالَ اِنَّكَ، فرمایا تیری نشانی یہ ہے۔ اَلَا تَتَكَلَّمُ النَّاسُ، کہ تو کلام نہیں کر سکے گا لوگوں کے ساتھ۔ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ، تین دن۔ اور دوسری جگہ لَيْلِي كَالْفَجْرِ، تین راتیں۔ تو پھر مطلب یہ بنے گا کہ تم تین دن اور تین راتیں جب لوگوں کے ساتھ کلام کرنا چاہو گے تو تمہاری زبان نہیں چلے گی۔ اَلَا رَمَزَا، مگر اشارے کے ساتھ لوگوں کو سمجھاؤ گئے۔ کہ وضو کر و نماز پڑھو، تو جب یہ کیفیت ہو تو سمجھ جانا کہ میری بیوی با امید ہو گئی ہے۔ وَاذْكُرْ رَبَّكَ كَثِيرًا، اور ذکر کر اپنے رب کا کثرت سے۔ وَسَبِّحْ، اور اللہ تعالیٰ کی یا کبیرگی بیان کر، تسبیح بڑھ۔ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ۔ حدیث شریف میں آتا ہے، سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ أَفْضَلُ الْكَلَامِ ہے۔ ہمیں اور آپ کو اس کا ذکر کثرت کے ساتھ کرنا چاہیے۔ اور بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے۔ أَفْضَلُ الْكَلِمَاتِ

اَرْبَع - چار کلمے بڑے افضل ہیں۔ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ۔ ان کلمات کا ذکر وضو ہو یا نہ ہو کیا جاسکتا ہے۔ گاڑی میں بیٹھے ہوئے، گھر بیٹھے ہوئے۔ لیٹے ہوئے ہو، چل پھر رہے ہو، کام کر رہے ہو، ہر حال میں کیا جاسکتا ہے۔ دیکھو کتنی سہولت رب تعالیٰ نے دی ہے۔ توفر مایا رب کی تسبیح بیان کر۔ بِالْعِشِيِّ پچھلے پہر، دو پہر کے بعد کا جو وقت ہے۔ اس کو عربی میں عِشِيٌّ کہتے ہیں۔ وَالْاِبْتِكَارِ اور پہلے پہر بھی رب کا ذکر کر مطلب یہ ہے کہ صبح شام رب کے ذکر میں مشغول رہ۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ
 وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَاۗءِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۷۱ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ
 وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرَّاكِعِيْنَ ۝۷۲ ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاۗءِ الْغَيْبِ
 نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيْهُمْ
 يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝۷۳ اِذْ قَالَتِ
 الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يَبْشُرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ فَسَمِعِ اسْمَهُ
 الْمَسِيْحِ عِيسٰى ابْنَ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنْ
 الْمُقَرَّبِيْنَ ۝۷۴ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ
 ۝۷۵ قَالَتْ رَبِّ اِنِّىْ يَكُوْنُ لِيْ وِلَدٌ وَّلٰٓئِيْ لَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشْرٌ ۙ قَالَ
 كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ اِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهُ كُنْ
 فَيَكُوْنُ ۝۷۶

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ ، اور جب کہا فرشتوں نے۔ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ ، اے مریم! بے شک اللہ تعالیٰ۔
 اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ ، تجھے چن لیا ہے اور تجھے پاک رکھا ہے۔ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَاۗءِ
 الْعٰلَمِيْنَ ۝ اور تجھے چنا ہے سب جہاں والی عورتوں پر۔ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ ، اے مریم!

فرمانبرداری کراپنے رب کی وَاسْجُدْ وَارْكَعْ، اور سجدہ کرا اور رکوع کر۔ مَعَ الرَّاٰكِعِيْنَ ۝ رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔ ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ، یہ غیب کی خبروں میں سے ہے۔ نُوْجِيْهِ اِلَيْكَ، اس کو ہم وحی کرتے ہیں تیری طرف۔ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ، اور نہ تھے آپ ان کے پاس۔ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ، جس وقت انہوں نے پھینکیں اپنی قلمیں۔ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ، ان میں کون سرپرست بنے مریم کا۔ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ، اور نہ تھے آپ ان کے پاس۔ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝ جب انہوں نے آپس میں جھگڑا کیا۔ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ، جس وقت ہا فرشتوں نے اے مریم! اِنَّ اللّٰهَ يَبْشُرُكَ، بے شک اللہ تعالیٰ تجھے خوشخبری دیتا ہے۔ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ، اپنی طرف سے ایک کلمے کی۔ اِسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيسٰى ابْنُ مَرْيَمَ، نام اس کا مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا۔ وَجِيْهَا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، رتبے والا ہوگا دنیا میں اور آخرت میں۔ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ اور اللہ تعالیٰ کے مقربین میں سے ہوگا۔ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ، اور کلام کرے گا لوگوں کے ساتھ۔ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا، گود میں اور ادھیڑ عمر میں۔ وَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ اور نیکوں میں سے ہوگا۔ قَالَتْ رَبِّ، کہا اس نے اے میرے رب!۔ اِنِّىْ نَكُوْنُ لِيْ وَوَلَدًا، کس طرح ہوگا میرا لڑکا۔ وَ لَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرًا، اور نہیں ہاتھ لگایا مجھے کسی مرد نے۔ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ، کہا فرشتے نے اسی طرح اللہ تعالیٰ۔ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ، پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ اِذَا قَضٰى اَمْرًا، جب طے کرتا ہے کسی معاملے کو۔ فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهُ، پس پختہ بات ہے کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو۔ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ ہو جا، پس وہ ہو جاتی ہے۔

یہ واقعہ پیچھے سے چلا آرہا ہے۔ کہ حضرت مریم کی سرپرستی حضرت زکریا علیہ السلام کے ذمہ تھی۔ انہوں نے اس کی پرورش کی۔ حضرت مریم علیہا السلام جوان ہو گئیں۔ آگے اس کا ذکر ہے۔ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ، اور جس وقت کہا اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور

ان کے ہمراہ اور فرشتے بھی تھے۔ مگر مستحکم حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔ فرمایا۔ يَمْرُؤُا۟مۡ اِنَّ اللّٰهَ
اے مریم! بے شک اللہ تعالیٰ۔ اَصْطَفٰكَ وَطَهَّرَكَ، تجھے چن لیا ہے اور تجھے پاک رکھا ہے
برے اخلاق اور بری نظروں سے۔ اور تمام بری چیزوں سے۔ وَاصْطَفٰكَ عَلٰی نِسَا۟ءِ
الْعٰلَمِي۟نَ ۝ اور تجھے چنا ہے سب جہاں والی عورتوں پر۔ یعنی جہاں کی تمام عورتوں پر تجھے فضیلت عطا
فرمائی۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے بغیر خاوند کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا لڑکا عطا فرمایا۔ اور اس
کی نظیر نہ اس امت میں ہے نہ پہلی کسی امت میں کہ کسی عورت نے خاوند کی ملاقات کے بغیر بچہ
جنا ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ کے ساتھ بغیر ماں باپ کے مٹی سے
پیدا فرمایا، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ، پیدا کیا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے مٹی
سے۔ پھر ماں جو علیہا السلام کو ان کی پسلی سے پیدا فرمایا۔ تو حضرت مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے
لڑکا عطا فرمایا جس کے بارے میں کچھ بات آج ہوگی۔ اور کچھ کھل کی آیتوں میں آئے گی۔ (انشاء
اللہ تعالیٰ) فرمایا، يَمْرُؤُا۟مۡ اِقْنِي۟ لِيۡ بِوَبِكِ، اے مریم! فرمانبرداری کر اپنے رب کی، کہ رب تعالیٰ
نے تجھے درجہ عطا فرمایا ہے، مقام عطا فرمایا ہے۔ اپنے رب کا شکر یہ ادا کر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
و سلم رات کو اتنی دیر تک قیام فرماتے تھے کہ نَوَزْتُ قَدَمَا۟ءَ، آپ کے قدم مبارک سوچ جاتے تھے۔
اور سردیوں میں جب آپ ٹھنڈے پانی کے ساتھ وضو فرماتے تھے۔ تَوَشَّقَقْتُ قَدَمَا۟ءَ، آپ صلی
اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پھٹ جاتے تھے۔ ساتھیوں نے دیکھا تو کہنے لگے حضرت آپ کے قدم
مبارک سوچ گئے ہیں۔ اور پھٹ گئے ہیں آپ اتنی عبادت نہ کریں اللہ تعالیٰ نے آپ کے بڑے
درجے بلند فرمائے ہیں۔ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اَفَلَا اَكُوۡنَ عَبۡدًا شٰكُوۡرًا، تو کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنے

درجات سے نوازا ہے۔ تو میں اس کا شکر یہ ادا نہ کروں، مجھے زیادہ عبادت کرنی چاہیے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو فرمایا تو اپنے رب کی عبادت کر۔ **وَاسْجُدِي وَارْكَعِي**، اور سجدہ کر اور رکوع کر۔ **مَعَ الرَّاٰكِعِيْنَ** O رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔ یعنی جماعت کے ساتھ نماز پڑھ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی عورتیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتی تھیں لیکن جب حالات بدلنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پابندی لگا دی۔ ہاں آج بھی اگر فتنے کا خطرہ نہ ہو اور عورتیں پردہ کر کے پورے اہتمام کے ساتھ آئیں۔ تو جائز ہے۔ ہمارے ہاں بھی عورتیں جمعہ پڑھنے کے لئے آتی ہیں۔ نمازیں بھی پڑھتی ہیں۔ اور اس وقت اور پڑھتی درس بھی سن رہی ہیں۔ لیکن چونکہ زمانہ بڑا نازک ہے۔ فتنے کا دور ہے۔ اس واسطے احتیاط ضروری ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام کا یہ واقعہ جو ہم نے تمہیں بتایا ہے۔ **ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ**، یہ غیب کی خبروں میں سے ہے۔ **نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ**، اس کو ہم وحی کرتے ہیں تیری طرف۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے۔ **وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ**، اور نہ تھے آپ ان کے پاس۔ **اِذْ يُلْقَوْنَ اَقْلَامَهُمْ**، جس وقت انہوں نے پھینکیں اپنی قلمیں قرعہ اندازی کے لئے۔ **اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ؟**، ان میں کون سرپرست بنے مریم کا۔ یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ نے منت مانی تھی کہ جو کچھ میرے پیٹ میں ہے میں اس کو دین کے لئے وقف کر دوں گی تو جس وقت حضرت حنہ بنت فاقوذ رحمہا اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو جنم دیا تو پاک صاف کر کے مسجد اقصیٰ کی انتظامیہ کمیٹی کے ماس پہنچا دیا کہ یہ میری منت ہے وہ میں نے پوری کر دی ہے آگے انتظام کرنا تمہارا کام ہے۔ تو انتظامیہ کمیٹی جو اکتیس ۲۹ آدمیوں پر مشتمل تھی۔ ان میں خاصا جھگڑا ہوا۔ کہ ہر آدمی کی خواہش تھی کہ اس کا انتظام میرے سپرد ہو۔ اور اس کی خدمت میں کروں۔ کیونکہ ہمدے

امام خطیب کی بیٹی ہے۔ اور کوئی آدمی بھی اپنے دعویٰ کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھا۔ تو انہوں نے اس کا فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی کرنے پر اتفاق کر لیا۔ اور اس کا طریقہ یہ طے پایا کہ ہر ایک اپنی اپنی قلم لے آئے اور اس برنثانی لگا لے اور قریب ہی جو نہر اردن ہے سب حضرات اپنی قلمیں اس میں ڈال دیں۔ جس کی قلم رک جائے اور دوسری تفسیر کے مطابق الٹی سمت تیرنے لگے وہ کامیاب ہے۔ چنانچہ اکتیس ۲۹ آدمیوں نے اپنے اپنے قلم نہر میں ڈال دیئے۔ ان میں سے حضرت زکریا علیہ السلام جیت گئے۔ کہ خدا کی قدرت سے ان کا قلم جس طرف سے پانی آ رہا تھا اس طرف چل پڑا تو سب نے جب خلاف عادت یہ بات دیکھی تو سب کو یقین ہو گیا اور ہر ایک نے اپنا دعویٰ واپس لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔ وَمَا كُنْتُمْ لَدَيْهِمْ ۖ اور نہ تھے آپ ان کے پاس۔ اِذْ يَخْتَصِمُونَ ☆ جب انہوں نے آپس میں جھگڑا کیا۔ اور ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ حضرت مریم علیہا السلام کا کفیل میں بنوں۔ یہ واقعہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی بتایا ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کی دلیل ہے۔ تو حضرت مریم علیہا السلام جب سن بلوغت کو پہنچ گئیں، تو فرشتوں نے آکر آپ کو بشارت دی، آگے اس کا ذکر ہے۔ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ ۖ جس وقت کہا فرشتوں نے اے مریم! اس مقام پر اجمال ہے۔ اور سولہویں پارے میں سورۃ مریم میں تفصیل ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام حضرت زکریا علیہ السلام کے پاس جس کمرے میں رہتی تھیں اس کی بیرونی دیوار کا جو کونہ تھا۔ جہاں دود دیواریں اکٹھی ہوتی تھیں دونوں دیواروں پر کیل ٹھونکے ہوئے تھے۔ اور ان کیلوں کے ساتھ ٹاٹ باندھ کر لٹکایا ہوا تھا۔ چونکہ سادہ زمانہ تھا تو جب غسل کرنا ہوتا تھا تو ٹاٹ لٹکالتی تھیں۔ ایک دن ٹاٹ لٹکایا، اور غسل کیا اور کپڑے پہنے۔ تو قَمَثَل لَهَا بَشْرًا سَوِيًّا، پس وہ فرشتہ متمثل ہوا ان کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں یعنی دیکھا تو ایک موٹا تازہ خوبصورت تندرست نوجوان

سامنے کھڑا ہے حضرت مریم گھبرا گئیں کہ اس تجبائی کے مقام میں اس مرد کا آنا اچھی نیت سے نہیں ہے۔ قَالَتْ، کہنے لگیں۔ اَعُوذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتُ نَقِيًّا، میں تجھ سے خدائے رحمن کی پناہ میں آتی ہوں، اگر تو متقی ہے۔ یعنی اگر تو پرہیزگار ہے رب سے ڈرتا ہے۔ تو میں تجھے رحمن کا واسطہ دیتی ہوں۔ چلا جا تو یہاں کیوں آیا ہے۔ اس نے بڑے اطمینان کے ساتھ کہا۔ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلٌ رَبِّكَ، بے شک میں تو بھیجا ہوا ہوں تیرے رب کی طرف سے، یعنی میں جبرائیل ہوں۔ تجھے خوشخبری سنانے کے لئے آیا ہوں۔ جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ اور فرشتے بھی تھے۔ مگر متکلم جبرائیل علیہ السلام تھے۔ یہاں یہ الفاظ ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ يَنْشُرُكَ، بے شک اللہ تعالیٰ تجھے خوشخبری دیتا ہے۔ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ، اپنی طرف سے ایک کلمے کی۔ مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ بھی کہتے ہیں۔ اور کلمۃ اللہ بھی کہتے ہیں۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے باپ کی وساطت کے بغیر کلمۃ کن کے ساتھ پیدا فرمایا اور نام بھی اللہ تعالیٰ نے خود رکھا۔ اِسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ، نام اس کا مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا۔ مسیح ان کا لقب اور عیسیٰ ان کا نام تھا۔ (علیہ السلام) محققین فرماتے ہیں کہ لفظ عیسیٰ الیشوع کا معرب ہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا نام عبرانی زبان میں الیشوع تھا۔ اور مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی کہتے ہیں۔ اور درجال کو بھی۔ لیکن فقہاء کرام اور محدثین عظام اور مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین دو طرح سے فرق بیان فرماتے ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح کہا جاتا ہے وہ "مَسِيْحٌ يَمْسُحُ" سے ہے۔ معنی ہے ہاتھ پھیرنا۔ اور اسی سے ہے وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ اور مسح کرو اپنے سروں کا یعنی اپنے سروں پر ہاتھ پھیرو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نابینے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے، وہ رب کے حکم سے بیٹا ہو جاتا تھا۔ برص والے کے جسم پر ہاتھ پھیرتے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ٹھیک ہو جاتا تھا۔ اس واسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح

کہا جاتا ہے۔ اور دجال کا نام جو سچ ہے۔ وہ سناخ، یَسْبِخُ، سَبَاحَہ سے ہے۔ جس کا معنی ہے
 سیر و سیاحت کرنا۔ اور دجال ساری زمین پر پھرے گا۔ سوائے چار جگہوں کے۔ مکہ، مدینہ منورہ
 ، بیت المقدس کا شہر اور طور کا پہاڑ ان چار جگہوں کے علاوہ ساری زمین پر اس کے ناپاک قدم پڑیں
 گے۔ اس واسطے اس کو سچ کہتے ہیں۔ مذکورہ چار جگہوں میں بھی داخل ہونے کی بڑی کوشش کرے گا۔
 مگر اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کا منہ پھیر دیں گے۔ دجال دنیا میں صرف چالیس دن رہے گا۔ پہلا دن
 ایک سال کے برابر ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ
 حضرت وہ ایک دن جو سال کے برابر لبا ہوگا۔ تو اس میں نمازیں ایک دن کی پڑھیں گے یا ایک سال
 کی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نمازیں ایک سال کی پڑھنی ہیں۔ دوسرا دن ایک ماہ کے
 برابر لبا ہوگا۔ اور نمازیں ایک ماہ کی پڑھنی ہیں۔ تیسرا دن ایک ہفتے کے برابر ہوگا اور نمازیں ایک ہفتے
 کی پڑھنی ہیں۔ باقی سستیس ۷۳ دن عام دنوں کے برابر ہوں گے۔ یعنی چوبیس گھنٹوں کے۔ تو دجال
 چالیس دن دنیا میں رہے گا۔ اور بڑا فتور مچائے گا۔ خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ ایسی جگہ جائے گا جہاں
 پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہوگا۔ لوگ کہیں گے اگر تو خدا ہے تو ہم پر بارش برسا۔ مسمریزم کے ذریعے
 اشارہ کرے گا بادل اکٹھے ہو جائیں گے، بارش ہوگی لوگ کہیں گے ہمیں اور کون سا خدا چاہیے، بس
 یہی خدا ہے۔ کوئی کہے گا میرے پاس کوئی شے نہیں ہے۔ میں بھوکا مر رہا ہوں۔ زمین پر پاؤں مارے
 گا زمین سونا چاندی اگل دے گی۔ کہے گا اٹھالے مزے کر۔ اور جو اس کو نہیں مانے گا اس کے گھر کا
 سارا سامان اس کے پیچھے چل پڑے گا کیا پٹیاں یا چار پائیاں اور کیا پٹیریاں۔ مسلمان کا گھر اس طرح
 صاف ہو جائے گا جس طرح ہتھیلی ہوتی ہے۔ مسلمانوں کے لئے کھانے کے واسطے بھی کچھ نہ ہوگا۔
 اور مسلمان کی خوراک ہوگی، سبحان اللہ، الحمد للہ۔ بعض بدحواس ہوں گے جو یہ کلمات نہ پڑھ

کہیں گے۔ ریت اور مٹی پھانکیں گے، رب تعالیٰ اس کو شکر بنا دے گا۔ اور دوسرا فرق مسیح علیہ السلام اور
 مسیح دجال میں یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر اس کو دونوں جگہ منسوخ سے ہی لیا جائے۔ تو فعل کا وزن
 فاعل کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور مفعول کے معنی میں بھی آتا ہے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کے نام کے
 ساتھ مسیح کا لفظ فاعل کے معنی میں ہے۔ مسخ کرنے والے۔ اور دجال کے ساتھ مسیح کا لفظ مفعول کے
 معنی میں ہے۔ یعنی مسموح عینہ اس کی ایک آنکھ کا نور مٹا ہوا ہوگا۔ دائیں آنکھ سے کاٹا ہوگا۔ اس
 کی آنکھ جو کانی ہے وہ باہر نکلی ہوگی۔ اور بڑی بری نظر آئے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 کہ یاد رکھو میں تمہیں اس کی ایک ایسی علامت بتاتا ہوں کہ مجھ سے پہلے کسی پیغمبر نے نہیں بتائی۔
 فرمایا! دجال کاٹا ہوگا۔ اور تمہارا رب کاٹا نہیں ہے۔ اس کے جادو اور مسریم سے متاثر ہو کر اس کو
 رب نہ بنا لینا۔ اور بڑا کچھ کرے گا مگر اپنی آنکھ ٹھیک نہیں کر سکے گا۔ اس کی رب تعالیٰ اس کو قدرت
 نہیں دیں گے۔ باقی سب استدراج ہوگا۔ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 رتبے والے ہوں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝ اور اللہ تعالیٰ کے مقربین
 میں سے ہوں گے۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر سے زیادہ مقرب کون ہو سکتا ہے۔ وَيُكَلِّمُ
 النَّاسَ، اور کلام کرے گا لوگوں کے ساتھ۔ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا، گود میں اور اسی عمر میں۔ لغت
 عرب میں تیس اور چالیس سال کی درمیانی عمر کو کہتے ہیں۔ اس وقت بدنی قوتیں عروج پر ہوتی
 ہیں۔ اور چالیس سال کے بعد آہستہ آہستہ کم ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس
 طرح جوانی میں گفتگو کریں گے گود میں بھی اسی طرح گفتگو کریں گے۔ اور گود میں گفتگو کرنے کا ذکر
 سولہویں پارے میں آتا ہے۔ کہ حضرت مریم علیہا السلام جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر
 آئیں۔ تو لوگوں نے سوال کیا يَمْرِيْمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا، اے مریم! البتہ تحقیق لائی ہے تو

ایک چیز اوپری۔ کہ یہ کیا حرکت ہے؟ نہ تیری شادی نہ تیرا خاوند، اور بچہ اٹھائے پھرتی ہے۔
 فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ، پس حضرت مریم علیہا السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا۔ کہ اس
 سے پوچھو کہاں سے آیا ہے؟ قَالُوا كَيْفَ نُنَكِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا“ کہنے لگے ہم کیسے
 پوچھیں اس بچے سے جو گود میں ہے وہ کیا بات کرے گا تو بتا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ
 السلام نے تقریر شروع فرمادی۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ، تحقیق میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ نہ خدا ہوں نہ خدا
 کا بیٹا ہوں، نہ اس کی خدائی میں شریک ہوں۔ اِنِّیْ الْکِتٰبُ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا، اللہ تعالیٰ نے میرے
 ساتھ کتاب دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور رب تعالیٰ نے مجھے نبی بنایا ہے۔ یہ ولادت کا پہلا یا دوسرا دن
 تھا۔ اور یہ سب کچھ سنتے اور دیکھتے ہوئے بھی ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے تھے۔ نہ مانے بلکہ
 بدستور آج تک۔ لَقَدْ فَتَرْنَا عَلٰی مَرْیَمَ بُهْتٰنًا عَظِیْمًا، البتہ تحقیق باندھا انہوں نے حضرت مریم
 علیہا السلام پر بہتان عظیم کہ معاذ اللہ یہ بچہ حلالی نہیں ہے۔ ہم اس کو نبی کیوں مانیں؟ لَا حَسُوْلَ وَلَا
 قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۝ ضد اور ہٹ دھرمی کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ فرمایا اَوْ مِنْ
 الصّٰلِحِیْنَ ۝ اور نیکوں میں سے ہوگا۔ قَالَتْ رَبِّ، کہا اس نے اے میرے رب!۔ اِنِّیْ یَکُوْنُ لِیْ
 وَ لَدَّ، کس طرح ہوگا میرا لڑکا۔ وَ لَمْ یَمَسُّنِیْ بَشَرٌ، اور نہیں ہاتھ لگایا مجھے کسی بشر نے، نہ جائز
 طریقے سے اور نہ ناجائز طریقے سے۔ اور سولہویں پارے میں ہے۔ وَ لَمْ اَکُ بِغِیْبًا، اور نہیں
 ہوں میں بدکار کیونکہ بچہ ملنے کے دو ہی طریقے ہیں۔ حلال طریقے سے یا حرام طریقے سے۔ اور
 یہاں دونوں نہیں ہیں۔ قَالَ کَذٰلِکَ اللّٰهُ، اللہ تعالیٰ کے فرشتے نے کہا اسی طرح اللہ تعالیٰ۔ یَخْلُقُ
 مَا یَشَآءُ، پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ اس کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ اِذَا قَضٰی اَمْرًا، جب
 طے کرتا ہے کسی معاملے کو۔ فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ، پس پختہ بات ہے کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو۔ کُنْ فِیْکُوْنُ

○ تو ہو جا، پس وہ ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کو ان الفاظ کے ساتھ خوشخبری سنائی۔ کہ رب دینے والا ہے میں خوشخبری سنانے والا ہوں۔ تمہیں کیا پریشانی ہے۔ (اللہ تعالیٰ سمجھ عطاء فرمائے)

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ﴿٥٧﴾ وَرَسُولًا
 إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۖ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ إِنِّي أَخْلَقُ
 لَكُمْ مِّنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ
 وَأُبْرِئُ الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ وَأُخِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأَنْبِئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ
 وَمَا تَدْخِرُونَ ۖ فِي بُيُوتِكُمْ ۖ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُمْ
 مُّؤْمِنِينَ ﴿٥٨﴾ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَلَأَجَلٍ لَّكُمْ
 بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ
 وَأَطِيعُوا ٥٩ إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۖ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦٠﴾

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ، اور اللہ تعالیٰ اس کو تعلیم دے گا کتاب کی۔ وَ الْحِكْمَةَ، اور دانائی کی۔ وَ التَّوْرَةَ
 وَ الْإِنْجِيلَ، اور توراہ اور انجیل کی۔ وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ، اور رسول بنا کر بھیجے گا بنی اسرائیل
 کی طرف۔ انہوں نے کہا۔ اِنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ، بے شک میں تحقیق لایا ہوں تمہارے پاس۔ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ
 ہنثانی تمہارے رب کی طرف سے۔ اِنِّي أَخْلَقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّينِ، بے شک میں بناتا ہوں تمہارے لئے
 گارے سے۔ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ، پرندے کی شکل کی طرح۔ فَأَنْفُخُ فِيهِ، پس میں اس میں پھونک مارتا
 ہوں۔ فَيَكُونُ طَيْرًا، پس ہو جاتا ہے وہ پرندہ، بِإِذْنِ اللَّهِ، اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ۔ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَةَ
 وَ الْأَبْرَصَ، اور اچھا کرتا ہوں میں مادرزاد اندھوں کو اور برص والوں کو۔ وَأُخِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ، اور زندہ

کرتا ہوں مردوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم کیساتھ۔ وَأَنْتُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ، اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں اس چیز کی جو تم کھاتے ہو۔ وَمَا تَدْخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ، اور جو تم ذخیرہ کرتے ہو اپنے گروں میں۔ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّكُمْ، بے شک البتہ اس میں نشانی ہے تمہارے واسطے۔ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ اگر ہو تم مومن۔ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ، اور میں تصدیق کرنے والا ہوں اس چیز کی جو مجھ سے پہلے نازل ہوئی۔ مِنَ التَّوْرَةِ تَوْرَةً سَوَاءً لِّكُمْ، اور تاکہ میں حلال کروں۔ تمہارے واسطے۔ بَعْضَ الَّذِي بَعْضُهَا حُرْمٌ عَلَيْكُمْ، جو تم پر حرام کی گئی تھیں۔ وَجِئْتُكُمْ بِآيَةٍ، اور میں آیا ہوں تمہارے پاس نشانی لے کر۔ مَنِ رَبِّكُمْ، تمہارے رب کی طرف سے۔ فَاتَّقُوا اللَّهَ، پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے۔ وَأَطِيعُوا ۝ اور میری اطاعت کرو۔ إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ، بے شک اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے۔ فَاعْبُدُوهُ، پس تم اس کی عبادت کرو۔ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝ یہ ہے سیدھا راستہ۔

کل کے درس میں یہ بیان ہوا تھا کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری سنائی تو انہوں نے کہا کہ میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا؟ جبکہ مجھے کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا تو جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اسی حالت میں عطا فرمائے گا۔ اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔ وہ بچہ بھی عنایت فرمائے گا۔ وَيُغَلِّمُهُ الْكِتَابَ، اور اللہ تعالیٰ اس کو تعلیم دے گا کتاب کی۔ کتاب سے کیا مراد ہے؟ تو مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اس کی ایک تفسیر یہ فرماتے ہیں کہ لکھنا مراد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو لکھنا سکھائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں، سب لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اور یہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے۔ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ، وہ اتباع کرتے ہیں رسول کی جو نبی امی ہے۔ وَلَا تَنخِطُهَا يَمِينُكَ،

اور نہ لکھتے تھے اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ تو ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو لکھنے کی تعلیم دے گا۔ اور دانائی کی تعلیم دے گا۔ بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔ اور حکمت سے مراد حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے یعنی اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن کریم اور سنت کی تعلیم دیں گے چونکہ اہل اسلام کا اجماعی عقیدہ ہے اور اس پر قرآن پاک کی آیات اور احادیث متواترہ موجود ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمانوں پر اٹھائے گئے ہیں اور قیامت سے پہلے زمین پر نازل ہوں گے اور چالیس سال تک اس امت پر حکمرانی کریں گے اور قرآن و سنت کے مطابق ہی فیصلے فرمائیں گے۔ لہذا قرآن و سنت کا علم ان کے لئے ضروری ہے۔ یہ علم ہوگا تو اس کی روشنی میں فیصلے فرمائیں گے۔ اور اسی کے مطابق خود بھی عمل کریں گے۔ مثلاً بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض تھیں۔ وہ دو نمازیں پڑھتے تھے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے تو پانچ نمازیں پڑھیں گے اور پانچ ہی پڑھائیں گے۔ جس طرح ہم پڑھتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پہلی نماز فجر کی نماز ہوگی وہ اس طرح کہ دمشق کی جامع مسجد امسویٰ میں صبح کی نماز تیار ہوگی۔ امام مہدی علیہ السلام آگے مصلے پر کھڑے ہوں گے اور تکبیر ہو رہی ہوگی کہ پیچھے سے آوازیں آئیں گی، نَزَلَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ (عليهما السلام)، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آگئے ہیں۔ چنانچہ حضرت مہدی علیہ السلام مصلے سے پیچھے ہٹنے کی کوشش کریں گے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئے ہیں۔ اور ان کا مقام بہت بلند ہے۔ اور یاد رکھنا کہ بے شک امام مہدی علیہ السلام کا مقام بھی اپنی جگہ بہت بلند ہے۔ مگر وہ کسی صحابی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے۔ امام مہدیؑ کسی صحابی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے۔ تو نبی کے درجے کو کس طرح پہنچ سکتے ہیں؟ کیونکہ پیغمبر، پیغمبر ہے۔ تو

حضرت امام مہدی علیہ السلام جب پیچھے ہٹنے کی کوشش کریں گے تو حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے کندھے پر ہاتھ رکھیں گے اور فرمائیں گے۔ تم نماز پڑھاؤ۔ میں نے نماز تمہارے پیچھے پڑھنی ہے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلی نماز فجر کی امام مہدی علیہ السلام کے پیچھے کھڑے ہو کر دمشق کی جامع مسجد اموی میں پڑھیں گے پھر یہی پانچ نمازیں پڑھائیں گے۔ اور اسی دین پر عمل کریں گے۔ آگے فرمایا اَوْ الْجُمُوعَةَ، اور داناتی کی۔ وَالْتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ، اور اللہ تعالیٰ سکھائے گا اِنَّ كِتَابَ تَوْرَةَ اور انجیل۔ تو تورۃ بنی اسرائیل کی مرکزی کتاب تھی۔ اور بڑی جامع مانع تھی آسمانی کتابوں میں قرآن کریم کے بعد تورۃ کا مقام بہت بلند ہے۔ اور انجیل اس کا تمہ ہے۔ اور انجیل کی حیثیت تم اس طرح سمجھو کہ ایک ہوتا ہے اخبار اور ایک ہوتا ہے ضمیر، اصل اخبار ہوتا ہے، جس میں خبروں کی تفصیل ہوتی ہے۔ اور ضمیر میں دو چار موٹی موٹی باتیں ہوتی ہیں۔ تو اصل کتاب تو تورۃ تھی اور انجیل اس کا ضمیر تھا۔ وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِي اِسْرَائِيْلَ، اور رسول بنا کر بھیجنا بنی اسرائیل کی طرف۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی۔ اور کسی قوم کے لئے نہیں تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا۔ اِنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ، بے شک میں تحقیق لایا ہوں تمہارے پاس۔ بِاٰیۃٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ، نشانی (معجزہ) تمہارے رب کی طرف سے۔ اپنی طرف سے نہیں کیونکہ معجزہ اللہ تعالیٰ کا نفل ہوتا ہے اور نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے۔ معجزے میں نبی کا ذاتی طور پر کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اور کرامت میں دلی کا ذاتی طور پر کوئی دخل نہیں ہوتا۔ آگے نشانی کا ذکر ہے۔ اِنِّيْ اَخْلَقْتُ لَكُمْ مِنَ الطَّيْرِ، بے شک میں بناتا ہوں تمہارے لئے گارے سے۔ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ، پرندے کی شکل کی طرح بنا کر۔ فَانْفُخْ فِيْهِ، پس میں اس میں پھونک مارتا ہوں۔ فَيَكُوْنُ طَيْرًا، پس ہو جاتا ہے وہ پرندہ۔ بِاِذْنِ اللّٰهِ، اللہ تعالیٰ کے حکم کے

ساتھ۔ یعنی وہ مٹی سے بنایا ہوا پرندہ سچ اڑ جائے گا۔ رہی یہ بات کہ وہ کون سا پرندہ تھا؟ تو مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ چگا ڈڑ تھا۔ اور چگا ڈڑ کانی چیزوں میں انسان کے مشابہ ہے۔ لطیفہ۔ ڈارون، ہیکسلے، ہیگل، اور ہیون یہ سائنس دان کزرے ہیں ان مردودوں کی تحقیق یہ ہے کہ انسان پہلے مینڈک تھا۔ پھر بندر بنا دمٹی تو انسان بن گیا۔ یہ ڈارون کا نظریہ تھا۔ پھر ان کے مقابلے میں ایسے ہی پاگل اور اٹھے وہ افریقہ اور دوسرے ملکوں کے سائنس دان ہیں وہ کہتے ہیں کہ ڈارون کا نظریہ غلط ہے۔ کہ انسان بندر سے بنا ہے۔ بلکہ انسان چگا ڈڑ سے بنا ہے۔ اے آدم کے بیٹو! انسان کو انسان ہی رہنے دو۔ تمہیں کیا تکلیف ہے۔ کبھی مینڈک بناتے ہو۔ کبھی بندر بناتے ہو۔ کبھی چگا ڈڑ بناتے ہو۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے انسان ہی بنایا ہے۔ چنانچہ فرمایا وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ، اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلا سے پیدا کیا۔ ان لوگوں کی عقلیں ماری گئی ہیں۔ یہ بے وقوف لوگ ہیں۔ انسان جس شکل میں ہے، رب تعالیٰ نے اسی شکل میں پیدا فرمایا ہے۔ باقی سب خرافات ہیں۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام مٹی سے چگا ڈڑ بناتے۔ اس میں پھونک مارتے وہ رب تعالیٰ کے حکم سے اُڑ کر چلی جاتی۔ اور یہ منظر سب لوگ دیکھتے تھے۔ وَابْرِي الْأَكْمَةَ، اور اچھا کرتا ہوں میں مادر زاد اندھوں کو۔ اکمة، مادر زاد اندھے کو کہتے ہیں۔ اور اس کا طب اور ڈاکٹری کی دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ وہ پینا ہو جاتا تھا۔ اور اس طرح دیکھتا تھا جس طرح میں اور آپ ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ وَالْأَبْرَصَ، اور برص والوں کو ٹھک کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ برص مہلک بیماری کو بھی کہتے ہیں۔ اور برص کا معنی جذام کا بھی کیا ہے۔ اور جذام میں سوداوی مادہ بڑھ جاتا ہے۔ اور اس کے مریض کے ہاتھ پاؤں کی انگلیاں اور ناک وغیرہ گل کر کر جاتے ہیں۔ اور طب والے کہتے ہیں کہ یہ متعدی

بیماری ہے۔ یعنی ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فَرَبِّ مِنَ الْمَجْزُومِ فِرَازَكَ مِنَ الْأَسَدِ، کوہڑے، سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگا جاتا ہے۔ ہاں اگر کسی کا ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا ہو تو الگ بات ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجذوم کے ساتھ بیٹھ کر روٹی کھائی بھی ہے اور کھلائی بھی ہے۔ اور یہ دیکھ کر لوگ حیران رہ گئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ مگر عوام کا حال یہ ہے کہ اگر کسی بیمار کی تیمارداری کے لئے جائیں اور اس کے اسی مرض سے بیمار ہو جائیں۔ تو اسی کی طرف نسبت کرتے ہیں کہ فلاں نے مجھے بھی بیمار کر دیا ہے۔ لہذا عقیدے کی اصلاح ضروری ہے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس نے قرآن یاد کیا اور پھر بھول گیا۔ اس کو قیامت والے دن کوہڑا کر کے اٹھایا جائے گا۔ اس واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ ہر بچے کو حفظ نہ کراؤ پہلے تم اس کا حافظہ دیکھ لو اگر حافظہ قوی ہے قرآن پاک کو یاد رکھ سکتا ہے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ حفظ نہ کراؤ۔ کیونکہ یاد کرنا فرض نہیں ہے، فضیلت کی بات ہے۔ لیکن یاد کر کے بھول جانا بہت بڑا گناہ ہے۔ اور میں اساتذہ کرام بھی سبق دیتا ہوں کہ تم بچے کا اندازہ لگاؤ لڑکا ہو یا لڑکی وہ اس طرح کہ اس کو ایک پارہ یاد کراؤ۔ اور دیکھو کہ کتنی دیر میں یاد کیا ہے۔ منزل کیسی ہے، اگر مضبوط حافظے والا ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ قرآن پاک کا ترجمہ اور دوسرے دینی علوم اس کو پڑھاؤ۔ کیونکہ یہ بھی دین کا حصہ ہیں۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوڑھ کی بیماری والے کو بھی ٹھیک کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔ اور ایمان کی شرط کے ساتھ وہ اس طرح کہ بیمار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے کہ دیکھ بھائی ٹھیک اللہ تعالیٰ نے کرنا ہے۔ میرا کام ہے ہاتھ پھیرنا۔ باقی کارروائی میرے بس میں نہیں ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ لیکن یہ وعدہ کر کہ مثال کے طور پر رب تعالیٰ تجھے آنکھیں بینائی والی عنایت فرمادے تو تو ایمان

لے آئے گا۔ یا تو مومن ہو جائے گا۔ اگر وہ کہتا کہ ہاں میں ایمان لے آؤں گا۔ تب ہاتھ پھیرتے تھے۔ اسی طرح حرم کے مرض والے کے ساتھ بھی پہلے طے لیتے تھے۔ اور تفسیر جلالین وغیرہ میں لکھا ہے کہ تقریباً پچاس ہزار آدمی ان بیماریوں والے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اچھے کئے۔ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ، اور زندہ کرتا ہوں مردوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم کیساتھ۔ اس مقام پر تفسیروں میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چار مردوں کو زندہ کیا۔ پہلا حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا سام تھا۔ ویسے حضرت نوح علیہ السلام کے چار بیٹے تھے۔ سام، حام، یافث، اور کنعان جس کا نام یام تھا۔ یہ کفر پر مرا۔ باقی تین مسلمان تھے۔ تو سام کو زندہ کیا۔ وہ کچھ مدت زندہ رہا پھر فوت ہو گیا۔ دوسرا عازر رحمہ اللہ تعالیٰ تھا۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوست تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کو زندہ کیا۔ اور یہ دیر تک زندہ رہا۔ اس نے شادی بھی کی اور اولاد بھی ہوئی۔ تیسرا ایک بوڑھی عورت تھی۔ اس کا بیٹا تھا۔ اس کے فوت ہونے پر وہ بیچاری غمگین رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کو زندہ کیا۔ وہ بھی دیر تک زندہ رہا۔ اور آگے اس سے نسل چلی چوتھا ایک چوگی پر ملازم تھا، عاشر اس کا نام تھا۔ اس کی بیٹی فوت ہو گئی اور یہ بیچارہ بڑا غمگین رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی بیٹی کو زندہ کیا۔ وَأَنْبِئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ، اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں اس چیز کی جو تم کھاتے ہو۔ وَمَا تَدْخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ، اور جو تم ذخیرہ کرتے ہو انے گھروں میں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ خبریں صرف بنی اسرائیل کی قوم کو دیتے تھے کہ تو فلاں چیز کھا کے آیا ہے اور تو نے گھر کے فلاں کونے میں یہ چیز رکھی ہے۔ اور فلاں کونے میں یہ چیز رکھی ہے۔ اور یہ سب خبریں بطور معجزے کے تھیں۔ اور خاص بنی اسرائیل قوم کے لئے تھیں۔ حالانکہ وہاں اور بھی کافی قومیں آباد تھیں۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ صرف بنی اسرائیل کے واسطے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ لہذا ان سب چیزوں کا

تعلق قوم بنی اسرائیل کے ساتھ تھا۔ چنانچہ انجیل متی میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں اور شاگردوں کو درس دے رہے تھے ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ میں بھی آپ سے کچھ فیض حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرا کس خاندان سے تعلق ہے؟ اس نے کہا کہ کنعان کے خاندان سے یہ بنی اسرائیل سے الگ ایک خاندان تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا فیض تیرے لئے نہیں ہے۔ کیونکہ میرا فیض صرف بنی اسرائیل کے لئے ہے۔ تو میری کلاس میں شامل ہی نہیں ہے۔ وہ عورت بھی بڑی ضدی تھی بیٹھی رہی اور بار بار کہتی رہی کہ مجھے بھی فیض دو شاگردوں نے کہا کہ حضرت اس عورت سے جان چھڑاؤ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے تو اس کو بڑے احسن طریقے سے کہہ دیا ہے۔ کہ میرا فیض تیرے لئے نہیں ہے۔ میں تو صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ (لیکن افسوس کہ آج ان بھیڑوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کھیتی چر لی ہے)۔ پھر فرمایا لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈال دینا اچھا نہیں۔ یعنی گھر کے بچوں کے لئے ضرورت کے مطابق جو کھانا تیار کیا ہے۔ وہ کتوں کو نہ ڈالو، یہ مثال ہے کہ میرا وقت تمہارے لئے نہیں ہے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی۔ اور جب قیامت سے پہلے آئیں گے تو وصف نبوت کے ساتھ آئیں گے یوحنا نبوت چینی نہیں جانی۔ مگر آئیں گے اسی ہونے کی حیثیت سے۔ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جرنیل اور باؤفا کمانڈر کی حیثیت سے اسلام کو نافذ کریں گے۔ اور جس علاقے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے وہاں اسلام کے بغیر کوئی اور دین باقی نہیں رہے گا۔ اِنْ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیۃٌ لِّکُمْ، بے شک البتہ اس میں نشانی ہے تمہارے واسطے۔ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ اگر ہو تم مومن۔ یعنی اتنے معجزے تمہیں دکھادیے کہ بفضل اللہ تعالیٰ نابینا، بینا ہو گئے مردے زندہ ہو گئے۔ اتنی چیزیں

دیکھ کر بھی اگر تم ایمان نہ لاؤ۔ تو ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ یہودی کہتے تھے کہ یہ ہمارے دین کا مخالف ہے۔ کیونکہ یہودیوں نے دین کی شکل مسخ کر کے رکھ دی تھی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی اصلاح فرماتے تھے۔ جس طرح آج کل اہل بدعت (بریلویوں) نے اس دین کا حلیہ بگاڑ کے رکھ دیا ہے۔ جو دین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا تھا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے حاصل کر کے اس پر عمل کیا تھا۔ جو تابعین، تبع تابعین سے چلا آ رہا تھا۔ اسے اس حد تک بگاڑا کہ جو بدعات ہیں وہ سنت بن گئی ہیں اور جو سنت کو بیان کرے، حق بیان کرے اس کو وہابی کہہ دیتے ہیں۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اصل دین پیش کرتے تو یہودی کہتے کہ یہ ہمارے دین کا مخالف ہے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کا شبہ دور فرمایا۔ کہ ظالمو! سن لو میں تو مَوْصِدًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ، اور میں تصدیق کرنے والا ہوں اس چیز کی جو مجھ سے پہلے نازل ہوئی۔ مِنَ التَّوْرَةِ، توراہ سے۔ یعنی میں تو، توراہ کا مصداق ہوں۔ جھٹلانے والا نہیں ہوں۔ میرا تو اصل مذہب ہی توراہ ہے۔ تم نے توراہ کی تعلیم کو بدل ڈالا ہے۔ میں تصحیح کرنے کے لئے آیا ہوں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کا اس وجہ سے بھی ان کو موقع مل گیا (آٹھویں پارے میں اس کا ذکر آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ) کہ یہودی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر کچھ چیزیں حرام فرمائی تھیں۔ مثلاً اونٹ اور بٹخ اور شتر مرغ، ان پر حرام تھا۔ ذَلِكْ جَزَاءُ يَنْهَكُمْ عَنْهُنَّ، یہ سزا ہم نے ان کو دی تھی ان کی شرارت کے سبب سے۔ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے ان پر حلال فرمادیں۔ یہودیوں کو بڑا مضبوط بہانہ مل گیا کہ دیکھو جی! یہ چیزیں حرام تھیں۔ اور یہ کہتا ہے حلال ہیں۔ یہ ہمارے دین کو بگاڑتا ہے۔ یہودیوں نے احتجاج کیا۔ مظاہرے کئے کہ اس شخص کو روکو۔ اس کو سولی پر لٹکاؤ۔ یہ ہمارے بڑوں کی تعلیم کی

مخالفت کرتا ہے۔ اس وقت رومیوں کی حکومت تھی۔ اور شام کا گورنر تھا ہیروڈاس نے مرکز کو حالات سے آگاہ کیا اگلی آیات میں بات آرہی ہے کہ جب انہوں نے بہت شور ڈالا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکانے کا پروگرام بنا لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سارے منصوبے خاک میں ملادئیے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے پاس اٹھالیا۔ فرمایا، وَلَا جِلْدَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي خُرِمَ عَلَيْكُمْ، اور تاکہ میں حلال کردوں تمہارے واسطے بعض وہ چیزیں جو تم پر حرام کی گئی تھیں۔ یعنی جو چیزیں تمہاری سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے حرام کی گئی تھیں وہ اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تم پر حلال کر دی ہیں۔ وَجِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ، اور میں لایا ہوں تمہارے پاس نشانیاں تمہارے رب کی طرف سے۔ فَاتَّقُوا اللَّهَ، پس اے لوگو! ڈرو تم رب تعالیٰ سے۔ وَأَطِيعُوا أَمْرًا، اور میری اطاعت کرو اور یہ چیزیں چونکہ عموماً انسان سے صادر نہیں ہو سکتیں مثلاً مٹی کا پرندہ بنا کے اڑا دینا۔ مردے کو زندہ کر دینا کوڑھے کو اچھا کر دینا۔ زندھے کو جینا کر دینا۔ تو کہیں یہ نرالی اور اوپری چیزوں کا مجھ سے صدور دیکھ کر مجھے رب نہ سمجھ لینا۔ إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ، بے شک اللہ تعالیٰ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ یہ تو معجزے ہیں رب تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر صادر کئے ہیں۔ فَاعْبُدُوهُ، پس تم اس کی عبادت کرو اس کی یعنی عبادت صرف رب کی کرنی ہے۔ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ، یہ ہے سیدھا راستہ۔ جس کی دعوت دینے کے لئے میں آیا ہوں۔

فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ
 الْخَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ آمَنَّا بِاللَّهِ وَأَشْهَدُ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ
 ﴿٥٥﴾ رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ
 ﴿٥٦﴾ وَمَكْرُوهًا وَمَكْرًا اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرِينَ ﴿٥٧﴾ إِذْ قَالَ اللَّهُ يُعِيسَى
 إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ
 كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ
 الْقِيَامَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ
 تَخْتَلِفُونَ ﴿٥٨﴾ فَاَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأَعَذِبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي
 الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴿٥٩﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا
 وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ
 الظَّالِمِينَ ﴿٦٠﴾

فَلَمَّا، پس جس وقت۔ أَحَسَّ عِيسَى، محسوس کیا عیسیٰ علیہ السلام نے۔ مِنْهُمُ، ان بنی اسرائیلیوں
 سے۔ الْكُفْرَ، کفر۔ قَالَ، فرمایا۔ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ، کون میری مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں
 جانے تک۔ قَالَ الْخَوَارِيُّونَ، کہا حواریوں نے۔ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ، ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے

مددگار ہیں۔ اَمَّا بِاللّٰهِ، ایمان لائے ہم اللہ تعالیٰ پر۔ وَ اَشْهَدُ، اور اے عیسیٰ علیہ السلام گواہ بن جانا۔
 بِاَنَّ مُسْلِمُونَ ۝ بے شک ہم فرمانبردار ہیں۔ رَبَّنَا اَمَّا، اے ہمارے رب ہم ایمان لائے۔ بِمَا
 اَنْزَلْتَ، اس چیز پر جو تو نے نازل کی۔ وَ اتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ، اور ہم نے پیروی کی رسول کی۔ فَ اَكْتَبْنَا
 مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ پس تو لکھ ہمیں حق کی گواہی دینے والوں میں سے۔ وَ مَكْرُوْا، اور ان کافروں
 نے تدبیریں کیں۔ وَ مَكْرَ اللّٰهِ، اور اللہ تعالیٰ نے بھی تدبیر کی۔ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمَكْرِیْنَ ۝ اور اللہ
 تعالیٰ تدبیر کرنے والوں میں سے سب سے بہتر ہے۔ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰی، جب فرمایا اللہ تعالیٰ نے
 اے عیسیٰ علیہ السلام۔ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ، بے شک میں تجھے پورا پورا لینے والا ہوں۔ وَ رَافِعُکَ
 اِلٰی، اور اپنی طرف تجھے اٹھانے والا ہوں۔ وَ مُطَهِّرُکَ، اور تجھے پاک کرنے والا ہوں۔ مِنْ
 الَّذِیْنَ کَفَرُوْا، ان لوگوں سے جو کافر ہیں۔ وَ جَاعِلُ الَّذِیْنَ، اور کرنے والا ہوں ان لوگوں
 کو اَتَّبِعُوْکَ، جنہوں نے تیری پیروی کی۔ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا، اور ان لوگوں کے جو کافر
 ہیں۔ اِلٰی یَوْمِ الْقِیْمَةِ، قیامت کے دن تک۔ ثُمَّ اِلٰی مَرْجِعِکُمْ، پھر میری طرف ہی ہے تمہارا
 لوٹنا۔ فَ اَحْکُمْ بَیْنِکُمْ، پس میں فیصلہ کروں گا تمہارے درمیان۔ فِیْمَا، ان چیزوں میں۔ کُنْتُمْ
 فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ کہ جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا، پس بہر حال وہ لوگ
 جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ فَ اَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا، پس میں ان کو سزا دوں گا سخت سزا۔ فِی الدُّنْیَا
 وَ الْاٰخِرَةِ، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ وَ مَا لَہُمْ مِنْ نّٰصِرِیْنَ ۝ اور نہیں ہوگا ان کا کوئی مدد
 گار۔ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا، اور بہر حال وہ لوگ جو ایمان لائے۔ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ، اور عمل کئے
 انہوں نے اچھے۔ فِیْوَفِّیْہُمْ اُجُوْرَہُمْ، پس ان کو اللہ تعالیٰ پورے پورے اجر دے گا۔ وَ اللّٰهُ لَا
 یُحِبُّ الثّٰلِمِیْنَ ۝ اور اللہ تعالیٰ نہیں محبت کرتا ظالموں کے ساتھ۔

اس سے پہلی آیات میں ان معجزات کا ذکر تھا۔ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر فرمائے۔ مثلاً مٹی کا پرندہ بنا کر اس میں پھونک مارنا اور اس کا اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن کر اڑ جانا۔ اور مادر زاد اندھے کا بینا ہو جانا۔ اور پھل بہری والے کا ٹھیک ہو جانا۔ مردوں کا زندہ ہونا۔ اور یہ سب کچھ لوگوں نے آنکھوں سے دیکھا مگر لوگ ضد پر اڑے رہے اور ہٹ دھرمی سے باز نہیں آئے۔ حالانکہ یہ کوئی معمولی نشانیاں نہیں تھیں۔ مگر ضد اور ہٹ دھرمی کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ کہ ایک آدمی اس بات پر ڈٹا ہوا ہے کہ میں نہیں مانتا۔ تو اس کو کون منوا سکتا ہے؟ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حجت پوری کر دی۔ زبانی طور پر بھی ان کو سمجھایا اور عملی طور پر یہ سارے معجزے بھی ان کو دکھائے لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف سازشیں شروع کر دیں اس کا ذکر ہے فرمایا۔ فَلَمَّا أَحَسَّ عَيْسَىٰ مِنْهُمْ الْكُفْرَ، پس جب محسوس کیا عیسیٰ علیہ السلام نے ان بنی اسرائیلیوں سے کفر کہ انہوں نے یہ سب کچھ دیکھ سن کر بھی انکار کر دیا ہے الثامیرے خلاف نحو بے بنا رہے ہیں۔ تَوَقَّأَ، فرمایا۔ مَنْ أَنْصَارِي أَلْسَىٰ اللّٰهِ، رب تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کون میری مدد کرے گا؟ کیونکہ عالم اسباب میں دار و مدار اسباب پر ہے۔ اگرچہ اسباب میں اثر رب رکھتا ہے مگر اسباب کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ اس واسطے فرمایا اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے میری مدد کون کرے گا؟ قَالَ الْخَوَارِثُونَ، کہا حواریوں نے۔ نَحْنُ أَنْصَارُ اللّٰهِ، ہم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے والے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کو حواری کہنے کی ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ حواری حور سے ہے اور حور کے معنی ہیں سفیدی کیونکہ ان کے دل بڑے صاف تھے۔ جو دل میں ہوتا تھا زبان پر بھی وہی ہوتا تھا ان میں دورنگی نہیں تھی۔ کہ دل کسی طرف ہو اور

زبان کسی طرف ہو تو اس واسطے ان کو حواری کہا گیا ہے کہ وہ دل کے بڑے صاف تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے چڑے سفید تھے یعنی سفید قام لوگ تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ دھوبی تھے۔ کپڑے سفید کرتے تھے اس واسطے ان کو حواری کہا گیا۔ غریب تھے لیکن تھے مومن اور یاد رکھنا دنیا میں جو جائز پٹھے ہیں ان سے اسلام نہیں روکتا اور یہ وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ سفید کپڑے پہنتے تھے۔ اس واسطے ان کو حواری کہا گیا ہے کیونکہ حور کے معنی سفیدی کے ہوتے ہیں یہ ساری وجوہ تفسیروں میں موجود ہیں تو یہ حواری اگرچہ بہت تھوڑے آدمی تھے مگر مخلص تھے۔ اور اخلاص کا اثر کچھ اور ہوتا ہے تو حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے والے ہیں۔ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ، ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں۔ وَ اَشْهَدُ بِاَنَّآءِ مُسْلِمُوْنَ ۝ اور اے عیسیٰ علیہ السلام گواہ بن جانا بے شک ہم فرمانبردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بھی ہیں۔ اور آپ کی فرمانبرداری بھی کریں گے۔ پھر ان حواریوں نے دعا کی۔ رَبَّنَا اٰمَنَّا بِمَا اَنْزَلْتَ، اے ہمارے رب ہم ایمان لائے اس چیز پر جو تو نے نازل کی عیسیٰ علیہ السلام پر۔ یعنی کتاب انجیل نازل فرمائی وحی نازل فرمائی۔ اور ان پر جو معجزات نازل فرمائے ہم سب پر ایمان لائے۔ وَ اَتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ، اور اے پروردگار ہم نے تیرے رسول عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کی۔ فَ اَكْتُبْنَا مَعَ الشَّٰهِدِيْنَ ۝ پس تو اے پروردگار ہمیں لکھ دے ان لوگوں کیساتھ جو حق کی گواہی دینے والے ہیں۔ یعنی ہمیں بھی حق کی گواہی دینے والوں میں شامل فرما۔ کہ ہم بھی گواہی دیتے ہیں کہ اے پروردگار تو ہمارا رب ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر ہیں۔ اور ان پر جو کتاب نازل ہوئی ہے حق ہے اور ان کو جو معجزات دیئے گئے ہیں حق ہیں ہمارا ان سب پر ایمان ہے۔ وَمَكْرُوْا، اور ان کافروں نے تدبیریں کیں۔ وَمَكْرَ اللّٰهِ، اور اللہ تعالیٰ نے بھی

تدبیریں کیں تفسیروں میں موجود ہے اور تاریخ میں بھی مذکور ہے کہ شام کا صوبہ تھارومیوں کی بادشاہی تھی۔ اور ہیرورد اس وقت رومیوں کی طرف سے شام کا گورنر تھا۔ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف بڑا شور مچایا احتجاج کیا جلوس نکالے نعرے بازی کی کہ ایک ایسا شخص کہ نسب بھی معلوم نہیں ہے وہ نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کے ہاتھ پر جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ سب جادو ہے اور یہ جادو گر ہے۔ بڑا شور مچایا گلیوں میں محلوں میں کیونکہ اکثریت ان کی تھی اور حواری تو گنتی کے لوگ تھے۔ جو اکثر عیسیٰ علیہ السلام کے پاس رہتے تھے۔ تاکہ ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے یہودی احتجاج کرتے ہوئے گورنر کے پاس گئے اور کہا کہ تم ہمارے حاکم ہو گورنر ہو ہماری پریشانی کا سدباب کرو۔ اس شخص نے ہمارے دین میں فتور ڈالا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو اصلاحات کی تھیں وہ گورنر کے سامنے رکھیں اور کہا کہ ہمارے باپ دادا یہ کرتے تھے۔ اور یہ اس طرح کہتا ہے اور جو کچھ ہمارے باپ دادا کرتے تھے اس سے ہمیں روکتا ہے لہذا اس کو سولی پر لٹکاؤ اس کو اس طرح سمجھو جس طرح آج کل اہل بدعت ہیں کہ جتنی بدعات ہیں وہ ان کا دین ہے اور اہل سنت والجماعت کی علامات سمجھی جاتی ہیں اور جو بدعات کا رد کرے اس کے خلاف سراپا احتجاج بن جاتے ہیں۔ اور اس کو وہابی کہتے ہیں اور جس کو وہابی کہہ دیا بس وہ اچھوت بن گیا لہذا ایک دفعہ وہابی کہہ دینا کافی ہے۔ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ہمارے گاؤں میں ایک ہندو دوکاندار تھا محلے کی مسجد کا امام روزانہ اس سے تھوڑی سی سوار مانگ کر لے جاتا اور پیسے نہیں دیتا تھا۔ (امام سوار کا عادی تھا اور شرعاً سوار مکروہ ہے)۔ ایک دن اس ہندو دوکاندار نے کہا میاں جی تم روزانہ مفت سوار لے جاتے ہو میں بھی کمزور آدمی ہوں اور میرے بال بچے بھی ہیں۔ اور یہ

سوار میں خرید کر لاتا ہوں مجھے کوئی پیسہ دھیلا دے دیا کرو۔ میاں جی کو یہ بات بڑی ناگوار گزری کہ مجھ سے پیسے مانگتا ہے۔ کہنے لگا میں تیرا علاج کر لیتا ہوں۔ نماز کا وقت ہوا مسجد میں پہنچے نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہو کر مقتدی جانے لگے تو میاں جی نے آواز دی کہ ذرا ٹھہر جاؤ میں نے تمہارے ساتھ ایک بات کرنی ہے۔ مقتدی بیٹھ گئے تو میاں جی نے کہا کہ فلاں ہندو دوکاندار وہابی ہو گیا ہے اس سے سودا نہ لینا کئی دن گزر گئے اس سے کسی نے سودا نہ خریدا وہ بے چارہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا ایک دن مولوی صاحب وہاں سے گزرے تو کہنے لگے تجھے پتہ چل گیا ہے نا! اس کو تو پتہ چل ہی گیا تھا کہ میاں جی نے مجھے وہابی بنا دیا ہے ہندو نے کہا میاں جی میں توبہ کرتا ہوں۔ مجھے معاف کر دو اور نسوار جتنی چاہتے ہوئے جایا کرو۔ مگر میرے

سے یہ وہابیت کی دم اتار دو۔ (ڈبلیو، ڈبلیو ہنر نامی ایک انگریز تھا اس نے وہابی کا لفظ ایجاد کیا۔ اس نے کہا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ ایک ایسی دم لگادی ہے کہ ساری زندگی اتارتے پھریں اترے گی نہیں) تو جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکانے کا مطالبہ کیا تو گورنر نے کہا دیکھو ملک میں ایسی باتیں ہوتی رہتی ہیں حوصلے سے کام لو یہ پھر گورنر کے پاس گئے اور کہنے لگے..... اگر تم نے کچھ نہ کیا تو پھر ہم خود اس کا علاج کریں گے گورنر نے مرکز کو خط لکھا کہ بنی اسرائیلیوں میں سے ایک آدمی ہے وہ خنیثی باتیں کرتا ہے اور سب لوگ اس کے مخالف ہو گئے ہیں اور اس کو سولی پر لٹکانے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ میرے لئے کیا حکم ہے؟ مرکز نے کہا کہ اگر ایک آدمی کو سولی پر لٹکانے سے ملک میں امن قائم ہوتا ہے تو لٹکا دو کونسا وہاں سے چچے کا بیٹا ہے۔ پولیس رومی تھی کیونکہ حکومت رومیوں کی تھی جس طرح ہم پر انگریز مسلط تھے پولیس والوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیادہ شناخت نہیں تھی۔ کیونکہ ان کو ملاقات

کا زیادہ موقع نہیں ملا تھا۔ انہوں نے شمعون قرینی کو سولی پر لٹکا دیا۔ کیونکہ اس کی شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملتی جلتی تھی۔ جس طرح میرے ساتھ میرے چھوٹے بھائی صوفی عبدالحمید کی شکل ملتی ہے اس کی وضع قطع بالکل میری طرح ہے ایک آدھ دفعہ دیکھنے والا ہمارے درمیان فرق نہیں کر سکتا۔ کہ بڑا کون ہے اور چھوٹا کون ہے رند کون ہے؟ اور صوفی کون ہے؟ بالکل اسی طرح شمعون قرینی کی شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملتی تھی اور یہ بات خود انگریز تسلیم کرتا ہے کہ جس کو سولی پر لٹکایا گیا وہ شمعون قرینی تھا۔ چنانچہ برٹانیکا انسائیکلو پیڈیا میں اس کی تصریح موجود ہے تو شمعون قرینی کو سولی پر لٹکا کر وہ مطمئن ہو گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمانوں پر اٹھالیا اور وہ اس وقت بھی آسمانوں پر زندہ موجود ہیں قیامت کے قریب زمین پر نازل ہوں گے۔ اور ان کے نازل ہونے کی نشانیاں قریب آرہی ہیں۔ دیکھو کب نازل ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔ تو انہوں نے تدبیریں کیں مارنے کی۔

وَقَرَّ اللَّهُ، اور اللہ تعالیٰ نے بھی تدبیر کی پچانے کی۔ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرُورِينَ ﴿٥٤﴾، اور اللہ تعالیٰ تدبیر کرنے والوں میں سے سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔ اذْ قَالَ اللَّهُ بُعِثْتَنِي اِنِّي مُتَوَفِّيكَ، جب فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ (علیہ السلام)! بے شک میں تجھے پورا پورا لینے والا ہوں۔ نوجوان ساتھیو! یاد رکھنا۔ مرزائیت کا فتنہ بھی بہت بڑا فتنہ ہے۔ اور باوجود اس کے کہ وہ قانوناً بھی غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جا چکے ہیں۔ اور ان پر اس بات کی پابندی ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہیں۔ مگر پھر بھی وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے۔ بیرون ملک بھی انہوں نے کئی مسلمانوں کو مرتد کیا ہے۔ اور ملک میں بھی کم نہیں ہوئے۔ بلکہ یہاں بھی لوگوں کو مختلف لالچ دے کر (مال کا، ملازمتوں کا، باہر بھیجنے والوں کے لئے ویزوں کا) احمدی بنا رہے

ہیں اور وہ بے ایمان ویزے لے کر احمدی بن کر باہر جاتے ہیں اور اپنا ایمان ضائع کر دیتے ہیں لوگوں کو مغالطہ ہے کہ ہم نے زبانی طور پر اس طرح کر کے داؤ لگایا ہے کہ ویزا حاصل کر لیا ہے بے شک چاہے وہ دل میں خوش ہوں مگر ایسا کرنے سے وہ کافر ہو گئے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں فلاں کام کروں تو ہندو ہو جاؤں یا عیسائی ہو جاؤں، یا یہودی ہو جاؤں تو شریعت میں وہ ایسا ہی ہو گیا چاہے وہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھے لہذا میں ایک اہم مسئلہ سمجھانا چاہتا ہوں اس کو نوٹ کر لیں۔ اس پر تمام اہل حق کا اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور مرزائی قادیانی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور اس آیت کریمہ سے دھوکہ دیتے ہیں۔ اذْكَالَ اللّٰهُ يُعِيسِي اِنْسِي مُتَوَفِّيكَ، اور ترجمہ کرتے ہیں جب فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ علیہ السلام! بے شک میں تجھے وفات دوں گا۔ پھر کہتے ہیں کہ دیکھو قرآن میں ہے کہ میں تجھے وفات دوں گا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے۔ تو عوام جن کو علم سے مس نہیں ہے وہ دھوکہ کھا جاتے ہیں کہ واقعی قرآن میں مُتَوَفِّيكَ کا لفظ موجود ہے۔ اب ذرا غور سے بات کو سمجھیں یہ جو لفظ ہے۔ مُتَوَفِّي، اس کا مجرد مادہ وفات نہیں ہے بلکہ وَقَا ہے اگر مجرد مادہ وفات ہو تو معنی ہے فوت ہونا اور جب باب تَفَعَّلَ پر لے جائیں گے تو معنی ہوگا وفات دینا۔ اور اگر مجرد مادہ وفا ہو تو معنی ہے پورا کرنا چنانچہ مقولہ ہے۔

”اَلْكَرِيْمُ اِذَا وَعَدَ وَقَا“۔ شریف آدمی جب وعدہ کرتا ہے تو پورا کرتا ہے اسی طرح وعدہ وفا مشہور لفظ ہے۔ اور جب اس کو باب تَفَعَّلَ پر لے جائیں گے تو معنی بنے گا پورا پورا لینا۔ تو ایسی مُتَوَفِّيكَ، کا معنی بنتا ہے بے شک میں تجھے پورا پورا لینے والا ہوں یہ یہودی تیرا بال بھی بیکا نہیں کر سکیں گے اور اگر بالفرض ہم مان بھی لیں کہ یہ وفات سے ہے اور اس کا معنی ہے۔

”فَمِئِكَ“۔ کہ میں تجھے مارنے والا ہوں۔ تو مُتَوَفِّئِي، اسمِ فاعل کا صیغہ ہے اور اسمِ فاعل

میں مضارع کی طرح حال کا معنی بھی آتا ہے اور استقبال کا سنی بھی آتا ہے۔ لو اس صورت

میں معنی بنے گا ”اے عیسیٰ! میں تجھے اپنے وقت پر وفات دوں گا“۔ وَذَافِعُكَ إِلَيَّ، اور اب

میں اپنی طرف تجھے اٹھاتا ہوں۔ لہذا اس صورت میں بھی قادیانیوں کا دعویٰ صحیح نہیں ہے۔ کہ

عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ اور چھٹے پارے میں آتا ہے۔ ”وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ

وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ“۔ حالانکہ انہوں نے نہیں قتل کیا عیسیٰ علیہ السلام کو اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا

بلکہ بات ان کے لئے مشتبہ کر دی گئی۔ مزید فرمایا۔ ”وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ“۔ اور

نہیں قتل کیا انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو یقیناً بلکہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھا

لیا اسی طرح متواتر درجے کی احادیث ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ

السلام آسمانوں پر زندہ ہیں اور قیامت سے پہلے زمین پر تشریف لائیں گے۔ اس موضوع پر

میرا چھوٹا سا رسالہ ہے۔ ”توضیح المرام فی نزول المسیح علیہ السلام“۔ اس میں

قرآن کریم کی آیات کی تفسیر بھی ہے اور احادیث بھی باحوالہ ذکر کی ہیں اور علم کلام فقہ

، تاریخ، اور صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حوالے بھی ذکر کئے ہیں۔ اس کا مطالعہ کر

لینا۔ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا، اور تجھے پاک کروں گا ان لوگوں سے جو کافر

ہیں۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ میں تجھے پاک کروں گا ادھر قادیانی

کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی قبر سرینگر میں ہے۔ اور حوالہ دیتا ہے فرانس کے ایک انگریز

کا۔ جیسے روح ویسے فرشتے، جیسا مرزا اور اس کے دعوے دیسے ہی اس کی نبوت کے لئے

گواہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شام میں تھے اور وہاں مسلمان بھی تھے۔ اگرچہ تھوڑے تھے مگر

تھے ضرور۔ اور اس زمانے میں کشمیر تو خالص کفر گڑھ تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اچھا پاک کیا کہ جہاں تھوڑے بہت مسلمان تھے وہاں سے نکال کر کفر گڑھ میں پہنچا دیا۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ ، اور کرنے والا ہوں ان لوگوں کو جنہوں نے تیری پیروی کی۔ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، اوپر ان لوگوں کے جو کافر ہیں قیامت کے دن تک۔ صاحب روح المعانی اور علامہ رازی رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کامل پیروی تو کی ہے مسلمانوں نے اور ناقص پیروی کی ہے عیسائیوں نے اور ان دونوں کا آج تک یہودیوں پر تسلط چلا آرہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آج اگر امریکہ بے ایمان اور فرانس اور برطانیہ شیطان اسرائیل کی پشت پناہی سے ہٹ جائیں تو اسرائیل چند گھنٹے نہیں ٹھہر سکتا۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی عیسائیوں نے اور کفر کیا یہودیوں نے۔ تو عیسائیوں کی یہودیوں پر آج تک فوقیت چلی آرہی ہے اور قیامت تک رہے گی۔ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَخُكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ O، پھر میری طرف ہے تمہارا لوٹنا پس میں فیصلہ کروں گا تمہارے درمیان ان چیزوں میں کہ جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔ وہ فیصلہ اس طرح ہوگا کہ۔ فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا ، پس بہر حال وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ فَأَعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا، پس میں ان کو سزا دوں گا سخت سزا۔ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ وہ قتل ہوں گے جزیہ دیں گے، اور ہمیشہ ڈرتے رہیں گے، اس وقت اس علاقے میں مسلمانوں کی افرادی قوت بہت زیادہ ہے کہ بارہ کروڑ ہیں اور یہودی اسی لاکھ بھی نہیں ہیں۔ مگر ساری دنیا میں یہودی اسلحہ کے اعتبار سے تیسرے نمبر پر ہیں۔ اور اس اسلحہ سے شہزادے ڈرتے ہیں۔ حالانکہ یہودی بزدل ہیں۔ اگر کسی وقت جذبات میں آکر چند نوجوان کھڑے ہو جائیں تو یہودیوں کا

پاخانہ خطا ہو جاتا ہے۔ اور پوچھتے پھرتے ہیں کیا ہوا کیا بنا جو قوم موت سے ڈرتی ہے وہ ترقی نہیں کر سکتی کاش کہ ان بے غیرت مسلمانوں میں کچھ غیرت آجائے۔ تو بڑی بات ہے۔ مگر یہ بہت بے غیرت بن گئے ہیں شام نے امریکہ سے رقم لے کر صلح کی ہے۔ اور مصر نے امریکہ سے رقم لے کر نہ لڑنے کا معاہدہ کیا ہے۔ او بے ایمانو! کچھ تو خیال کرو یہ نام کے مسلمان ہیں حقیقت میں پر لے درجے کے بے ایمان ہیں اور سب سے بڑے شیطان سعودیہ کے حکمران ہیں جنہوں نے ایک لاکھ بیس ہزار امریکی فوج لا کر عرب میں بٹھائی ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے۔ ”أَخْرِجُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ“۔ یہود و نصاریٰ کو عرب کے جزیرہ سے نکال دو۔ یہ حدیث جب علماء کرام نے ممبروں پر پڑھی تو سعودی حکومت کو تکلیف ہوئی اور انہوں نے علماء کرام کو گرفتار کر کے جیلوں میں ڈال دیا۔ اس وقت بھی سینکڑوں علماء کرام جیلوں میں پڑے ہیں۔ تاکہ شہزادوں کی حکومت برقرار رہے۔ اقتدار بہت بری چیز ہے۔ اگر صحیح نہ ہو تو پھر ایسی ہی کارروائی ہوتی ہے۔ تو فرمایا میں ان کو سخت سزا دوں گا۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نَّاصِرِينَ، اور نہیں ہوگا ان کا کوئی مددگار۔ وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ، اور بہر حال وہ لوگ جو ایمان لائے۔ اور عمل کئے انہوں نے اچھے۔ فَيُؤْتِيهِمْ أَجْرَهُمْ، پس ان کو اللہ تعالیٰ پورا پورا اجر دے گا۔ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ، اور اللہ تعالیٰ نہیں محبت کرتا ظالموں کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کے ظلم سے بچائے اور محفوظ رکھے..... آمین!

ذَلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ ﴿٥٨﴾ إِنَّ مَثَلِ
 عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ، خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ
 فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٦٠﴾ فَمَنْ
 حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ
 أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ
 ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلُ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكٰذِبِينَ ﴿٦١﴾ إِنَّ
 هَذَا هُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ، وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ ، وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ
 الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٢﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٦٣﴾

ذَلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ، یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے، اس کو ہم تلاوت کرتے ہیں
 آپ پر۔ مِنَ الْآيَاتِ، اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے۔ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ، اور وہ ذکر ہے جو حکمت
 والا ہے۔ إِنَّ مَثَلِ عِيسَىٰ، بے شک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال۔ عِنْدَ اللَّهِ، اللہ تعالیٰ کے ہاں۔
 كَمَثَلِ آدَمَ، ایسی ہے جیسے مثال ہے آدم علیہ السلام کی۔ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ، اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا
 کیا مٹی سے۔ ثُمَّ قَالَ لَهُ، پھر کہا اس کو۔ كُنْ، ہو جا۔ فَيَكُونُ، پس وہ ہو گئے۔ الْحَقُّ مِنْ
 رَبِّكَ، حق تیرے رب کی طرف سے ہے۔ فَلَا تَكُنْ، پس ہرگز نہ ہو۔ مِنَ الْمُمْتَرِينَ، شک
 کرنے والوں سے۔ فَمَنْ حَاجَّكَ، پھر جو شخص جھگڑا کرے تیرے ساتھ۔ فِيهِ، عیسیٰ علیہ السلام

کے متعلق۔ مِّنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ، بعد اس کے کہ تیرے پاس علم آچکا۔ فَقُلْ، پس کہ تو تَعَالُوا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا، بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو۔ وَأَبْنَاءَكُمْ اور تم اپنے بیٹوں کو۔ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ، اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو۔ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ، اور ہم اپنی جانوں کو اور تم اپنی جانوں کو۔ ثُمَّ نَبْتَهِلْ، پھر ہم مباہلہ کریں۔ فَتَجْعَلُ لَعْنَتَ اللَّهِ، پس ڈالیں ہم اللہ تعالیٰ کی لعنت۔ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝ جھوٹوں پر۔ اِنْ هٰذَا بَشْكٍ يَّهٰۤـٔى۔ لَهٗوَ الْقَصَصِ الْحَقِّ، البتہ بیان ہے سچا۔ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ، اور نہیں ہے کوئی الہ اللہ تعالیٰ کے سوا۔ وَاِنَّ اللّٰهَ، اور بے شک اللہ تعالیٰ۔ لَهٗوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ البتہ وہ غالب ہے حکمت والا ہے۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا، پس اگر وہ اعراض کریں۔ فَاِنَّ اللّٰهَ، پس بے شک اللہ تعالیٰ۔ عَلِيْمٌ، جانتا ہے۔ بِالسُّفْسٰدِيْنَ ۝ فساد کرنے والوں کو۔

دو تین رکوع پہلے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انکی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر چلا آرہا ہے اور یہ سارے واقعات عجیب و غریب ہیں مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا کہ دنیا میں اس کی کوئی اور نظیر موجود نہیں ہے۔ پھر پیدائش کے ساتھ ہی بات چیت شروع کر دینا کہ، اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اِنِّیْ الْکِتٰبِ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں وہ مجھے کتاب دے گا اور نبی بنائے گا۔ پھر ان کے معجزات بھی عجیب و غریب ہیں مٹی کے گارے سے بنے ہوئے پرندے کا اڑ جانا برص والے مریض کا ٹھیک ہو جانا مردوں کا زندہ ہونا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمانوں پر اٹھایا جانا تو یہ سارے عجیب و غریب واقعات ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ذٰلِکَ نَتْلُوْهُ عَلَیْکَ، یہ واقعات اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم تلاوت کرتے ہیں آپ پر۔ مِّنْ الْاٰیٰتِ، اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہیں۔

وَالَّذِكْرُ الْحَكِيمِ ☆، اور ایسا ذکر ہے جو بڑا محکم اور حکمت والا ہے۔ کوئی شک شبہ والی بات نہیں ہے۔ یہ بات تم پہلے تفصیل کے ساتھ سن چکے ہو کہ ساٹھ آدمیوں پر مشتمل نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آپ ﷺ کے پاس آتا تھا اس وفد میں ان کے سیاسی لیڈر اور مذہبی رہنما بھی تھے۔ عاقب ابن عبدالمسح ان کا سیاسی لیڈر تھا۔ بہم سید نظم و نسق کا امیر تھا اور ابو حارثہ ابن علقمہ مذہبی رہنما تھا اور اس وقت نجران کے علاقے میں اس سے بڑا پادری کوئی نہ تھا اس وفد کا اصل مقصد تو سیاسی پناہ حاصل کرنا تھا مگر مذہبی گفتگو بھی ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر بھی آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بات تم بھی تسلیم کرتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے پیٹ میں رہے ہیں اور پیدا ہوئے ہیں اور یہ بات بھی تسلیم کرتے ہو کہ وہ کھاتے پیتے بھی تھے اور بیماری تندرستی بھی ان کے ساتھ لگی ہوئی تھی تو ایسی شخصیت الہ اور معبود تو نہیں بن سکتی یہ ساری باتیں تسلیم کرنے کے بعد کہنے لگے کہ ہم ان کو رب کا بیٹا مانتے ہیں اور کہنے لگے کہ اگر وہ رب کے بیٹے نہیں ہیں تو تم بتاؤ کہ رب کے بغیر ان کا باپ کون ہے؟ کوئی باپ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے کہ فلاں آدمی ان کا باپ ہے یہ تو مرزا غلام احمد قادیانی ملعون کی خرافات ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باپ کا نام یوسف نجار تھا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چچہ بہن بھائی تھے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔ مرزا قادیانی کے کفر کیلئے تو بس اتنی بات ہی کافی ہے یاد رکھنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ تھا نہ بہن بھائی تھے آپ تنہا تھے اور حضرت مریم علیہا السلام کے پیٹ سے رب تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے انہیں پیدا فرمایا تھا۔ تو عیسائیوں نے ضد کی کہ بتاؤ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ رب نہیں ہے تو اور کون ہے؟ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ، بے شک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ تعالیٰ کے

ہاں ایسی ہے جیسے مثال ہے آدم علیہ السلام کی۔ اگر تمہاری منطق مان لیں کہ جس کا ظاہر طور پر باپ نہ ہو اس کا باپ رب ہے اور وہ رب کا بیٹا ہے تو پھر کہونا کہ آدم علیہ السلام بھی رب کے بیٹے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تو والدہ ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کی تو نہ والدہ ہے نہ والد۔ تو پھر آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پہلے بیٹے ہوئے اور ہم سب اللہ تعالیٰ کے پوتے اور پڑپوتے ہوئے۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَبُكُوْنُ ۝ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کماٹی سے پھر کہا اس کو ہو جا پس وہ ہو گئے۔ یعنی جس طرح آدم علیہ السلام کو مٹی سے کلمہ کن کے ساتھ پیدا فرمایا اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت مریم علیہا السلام کے پیٹ سے کلمہ کن کے ذریعہ پیدا فرمایا۔ جس طرح آدم علیہ السلام کا ماں باپ نہیں ہے۔ مگر یہ کہنا درست نہیں ہے کہ وہ رب کے بیٹے ہیں اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کے باپ نہ ہونے کی وجہ سے ان کو رب کا بیٹا کہنا جائز نہیں ہے۔ ایک اور تشبیہ بھی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام مرد تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی پسلی سے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا کس طرح پیدا فرمایا یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آسکتی۔ مگر چونکہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے اور قرآن پاک میں موجود ہے۔

”وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا“۔ اور پیدا فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس سے اس کے جوڑے کو لہذا ہم مانتے ہیں۔ تو مرد کی پسلی سے اللہ تعالیٰ نے عورت پیدا فرمائی۔ حضرت مریم علیہا السلام عورت ہیں۔ ان سے مرد پیدا فرمایا۔ ایک اور مشابہت بھی ہے کہ آدم علیہ السلام زمین پر پیدا ہوئے پھر اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کو جنت میں لے گئے۔ پھر زمین پر اتارا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر پیدا فرمایا پھر آسمانوں پر لے گئے اور قیامت سے پہلے پھر زمین پر اتاریں گے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں نہ الٰہ ہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ، حق تیرے رب کی طرف سے ہے۔

فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ پس ہرگز نہ ہوشک کرنے والوں میں سے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا فرمایا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے یہ حقیقت ہے اس میں ہرگز شک نہ کرنا۔ کیونکہ جب کوئی بات قرآن پاک میں آجائے تو اس کے یقینی، قطعی اور محکم ہونے کے بارے میں ہرگز شک نہ کرو کہ اللہ کی ذات سے زیادہ کوئی ذات سچی نہیں ہے۔ اور اس کے کلام سے سچا کوئی اور کلام نہیں ہے۔ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ، پس جو شخص جھگڑا کرے تیرے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بعد اس کے کہ تیرے پاس علم آچکا۔ تو آپ ان کو مابلے کا چیلنج دیں۔ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ آبَاءَنَا وَآبَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ، پس کہ تو بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو۔ اور تم اپنے بیٹوں اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی جانوں کو اور تم اپنی جانوں کو۔ ثُمَّ نَبْتَهَلُ فَتَجْعَلُ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكٰذِبِينَ ۝ پھر ہم مباہلہ کریں پس ڈالیں ہم اللہ تعالیٰ کی لعنت جھوٹوں پر۔ مباہلہ کا معنی ہے عاجزی کے ساتھ دعا کرنا کہ دونوں فریق کھلے میدان میں آجائیں اور اپنا عقیدہ اور نظریہ بیان کریں اور گڑگڑا کر دعا کریں اور کہیں کہ جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے اپنا عقیدہ اور نظریہ یہی بیان فرمایا۔ اور بعد میں بھی یہی بیان کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ ہے۔ نہ اس کا بیٹا ہے نہ بیٹی نہ ماں، نہ باپ، نہ بیوی اس کی صفت ہے۔ "لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ" نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ آگے اس سے اولاد چلی ہے اور تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا پٹا قرار دیتے ہو۔ اور اس کا شریک بناتے ہو۔ اور میدان میں اپنے عقیدے کو بیان کرو۔ پھر ہم دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار جس کا عقیدہ سچا ہے اس کو نجات دے اور جس کا عقیدہ جھوٹا ہے اس کو تباہ کر دے تاکہ لوگ دیکھیں۔ اور بات ان پر واضح ہو جائے۔ چنانچہ

جب صبح ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے ساتھیوں کے علاوہ گھر کے یہ افراد حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر میدان میں تشریف فرما ہوئے۔ اور ان پر لمبل ڈال دیا۔ اور عورتوں کو ساتھ لے جانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسب نہ سمجھا۔ پھر ان کو فرمایا کہ آؤ میدان میں تاکہ مباہلہ کریں لیکن عیسائیوں نے رات کو ہی آپس میں مشورہ کر لیا تھا کہ مباہلہ نہیں کرنا۔ کہنے لگے یہ تو تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں اور پیغمبر سے جو مباہلہ کرتا ہے وہ بچ کے نہیں جاسکتا۔ باقی ہم ضد کی وجہ سے ایمان نہیں لائے ہیں۔ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں۔ لہذا ہم نے مباہلہ نہیں کرنا۔ اور یہ بات اپنی قوم کو بھی نہیں بتانی۔ ورنہ وہ شور مچائیں گے کہ تم نے مباہلہ کیوں نہیں کیا۔ اور مباہلہ کسی قیمت پر نہیں کرنا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ حضرت تم بھی رب کو مانتے ہو، ہم بھی رب کو مانتے ہیں۔ تم بھی قیامت کے قائل ہو، ہم بھی قیامت کے قائل ہیں۔ تم بھی آسمانی کتابوں کو مانتے ہو، ہم بھی آسمانی کتابوں کو مانتے ہیں۔ تم بھی پیغمبروں کو مانتے ہو، ہم بھی مانتے ہیں تم بھی نمازیں پڑھتے ہو۔ ہم بھی پڑھتے ہیں۔ تم بھی روزے رکھتے ہو، ہم بھی روزے رکھتے ہیں۔ اس لئے ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ مباہلہ نہیں کریں گے۔ ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفادار رعیت ہیں۔ ہم پر جو ٹیکس اور جزیہ عائد ہوتا ہے وہ ہمیں بتاؤ ہم ادا کریں گے۔ اس طرح بات کو ٹالا اور چلے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اگر مباہلہ کرتے تو اسی مقام پر ختم ہو جاتے۔ ایک بھی بچ کر زندہ نہ جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے ساتھ مباہلہ کرنا اور بچ کے جانا، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ان کے ساتھ جزیہ نہ ملے ہوا کہ تیس عدد اونٹ، تیس عدد گھوڑے، تیس عدد نیزے، تیس عدد خود، تیس عدد زریں، اور دو ہزار سوٹ کپڑوں کے سالانہ

ادا کریں گے۔ معاہدہ طے ہو گیا۔ تحریر لکھی گئی اور وہ واپس چلے گئے۔ یہاں جزیئے کا مفہوم بھی سمجھ لیں۔ غیر مسلم جو اسلامی ملک میں آباد ہیں ان میں سے جو جواں سال ہیں اور خون میں بھرتی نہیں ہونا چاہتے، وہ جزیہ ادا کریں گے۔ اور اگر فوج میں بھرتی ہو جائیں اور حکومت اس پر اعتماد بھی کرے تو ان پر کوئی جزیہ نہیں ہے۔ جیسا کہ بچے پر کوئی جزیہ نہیں، بوڑھے پر کوئی جزیہ نہیں۔ ان کے جو مذہبی پیشوا ہیں ان پر بھی کوئی جزیہ نہیں۔ صرف جوانوں پر ہوگا۔ کیونکہ ملک میں آخر ان کے بھی کارخانے ہیں، زمینیں اور باغات ہیں، دکانیں ہیں۔ ملک محفوظ ہوگا تو وہ بھی محفوظ ہوں گے اور اگر ملک محفوظ نہ رہا تو وہ بھی محفوظ نہیں رہیں گے۔ اس لئے ملکی دفاع اور اپنے مال و جان کے تحفظ کے لئے ٹیکس ادا کریں۔ تو یہ ملکی دفاع اور جان مال کے تحفظ کے لئے جو تھوڑی سی رقم دیں گے اس کا نام جزیہ ہے۔ اور یہ نہ تو عقل کے خلاف ہے، اور نہ ہی نقل کے۔ وہ جزیہ کتنا ہوگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں جو امیر ترین آدمی ہوتا تھا۔ اس سے سالانہ اڑتالیس درہم لئے جاتے تھے۔ جو اس وقت تقریباً پندرہ سو روپے بنتے ہیں۔ اور درمیانے قسم کے آدمی سے چوبیس درہم سالانہ اور معمولی آمدنی والے سے بارہ/۱۲ درہم لئے جاتے تھے۔ اور جس علاقے میں ان کی حفاظت کا انتظام نہیں ہو سکتا تھا۔ وہاں ان کو جزیئے کی رقم واپس دے دی جاتی تھی۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ چیف کمانڈر تھے۔ انہوں نے عراق کے علاقے میں اپنے نوجوانوں کو تحریری حکم بھیجا کہ غیر مسلموں سے جو تم نے جزیہ وصول کیا ہے وہ ان کو واپس کر دو۔ کیونکہ اس وقت ہماری رومیوں کے ساتھ جنگ ہے۔ ہم ان کی حفاظت کی ذمہ داری پوری نہیں کر سکتے لہذا دیانت داری کا تقاضا ہے کہ ان کی رقم ان کو واپس کر دو۔ چنانچہ وہ رقم واپس کر دی گئی۔ جب ان کو رقم واپس کی گئی تو انہوں نے سوال کیا کہ یہ رقم تم نے واپس کیوں

کی ہے؟ تو ان کو آگاہ کیا گیا کہ یہ رقم ہم لیتے ہیں تمہاری جان، مال، عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے۔ اور اس وقت ہم خود لڑائی کا شکار ہیں لہذا تمہارا تحفظ نہیں کر سکتے۔ اس واسطے جزیئے کی رقم واپس کر دی ہے یہ جن کو جزیئے کی رقم واپس کی گئی عیسائی تھے اور جن کے ساتھ مسلمانوں کی لڑائی تھی رومی وہ بھی عیسائی تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان عیسائیوں نے دعاء کی کہ رب تعالیٰ تمہیں فتح نصیب فرمائے۔ اور تم کامیاب ہو کر واپس آؤ۔ اسلام میں ٹیکس کی حقیقت آپ حضرات نے سمجھ لی۔ اب اپنی حکومت کا حال بھی سن لیں۔ راہوالی کے سیٹھ محمد یوسف صاحب تین بھائی تھے۔ ان کے بڑے بھائی کا نام عبداللہ تھا۔ وہ فوت ہو گئے اور ایک کا نام سعید تھا۔ غالباً وہ زندہ ہیں۔ اور سیٹھ محمد یوسف صاحب بھی فوت ہو گئے رحمہم اللہ۔ تعالیٰ آگے ان کی اولاد در اولاد ہے۔ آپ میں جو بوڑھے ہیں انہوں نے سیٹھ محمد یوسف صاحب کو دیکھا ہوگا۔ میرے ساتھ ان کو بڑا انس اور پیار تھا۔ دینی مدارس قائم کرنے کے لئے ہم نے کئی جگہ جلسے کئے۔ لوگوں کو ترغیب دی۔ الحمد للہ ملک، بیرون ملک آج بھی حفظ و ناظرہ کے مدارس موجود ہیں تو سیٹھ صاحب کا گتے کا کارخانہ تھا، فیکٹری تھی۔ میں نے کہا سیٹھ صاحب یہ جو تم نے کارخانہ لگایا ہے تمہارے سے حکومت کوئی ٹیکس بھی لیتی ہے؟ ہنس پڑے اور کہنے لگے سو میں سے ترانوے روپے حکومت ٹیکس لیتی ہے۔ میں نے کہا پھر تمہارے پاس کیا بچا؟ پھر ہنس پڑے اور کہنے لگے ہمیں سات روپے بچتے ہیں اور ان میں بھی فلاں فلاں ٹیکس ہے۔ آج پورا ٹیکس کون ادا کرتا ہے؟ اگر یہ کارخانہ دار اور تاجر حضرات پورا پورا ٹیکس ادا کر دیں اور ہمارے حکمرانوں نے جو اربوں روپے اپنے کھاتوں میں جمع کئے ہوئے ہیں وہ ان سے واپس لے لئے جائیں۔ تو پھر ہمیں کسی سے قرضہ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور قرض دینے والوں نے ہمیں ایسے شکنجے میں کسا ہوا ہے کہ مہاجن بننے سے جان چھڑانا آسان ہے مگر

ان کے شکنجے سے نکلنا مشکل ہے۔ تو عیسائیوں کا یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں بالکل غلط ہے صحیح بات وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے کلمہ کن کے ساتھ بغیر باپ کے پیدا فرمایا ہے۔ اِنَّ هٰذَا لَهٗوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ، بے شک یہ بیان جو عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہوا ہے حق ہے۔ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ، اور نہیں ہے کوئی الہ اللہ تعالیٰ کے سوا۔ معبود صرف پروردگار ہے۔ نہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ نہ ان کی والدہ، نہ کوئی ولی، نہ کوئی امام، نہ کوئی فرشتہ، نہ کوئی پیغمبر۔ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهٗوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيْمُ ۝، اور بے شک البتہ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔ فَاِنْ تَوَلَّوْاۤ اٰپِسَ اِگر یہ لوگ حق کی بات سننے سے گریز کریں۔ فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ ، بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝، پس بے شک اللہ تعالیٰ فساد یوں کو خوب جانتا ہے۔ وہ خود ان سے نمٹ لے گا۔

قُلْ يَا هَلْ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا
نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا
مِّنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿٦٥﴾ يَا هَلْ
الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنزِلَتِ التَّوْرَةُ إِلَّا نَجِيلٌ
إِلَّا مَن بَعْدَهُ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٦٦﴾ هَآئِنْتُمْ هَؤُلَاءِ حَاجَّجْتُمْ فِيمَا لَكُمْ
بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ
لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٧﴾ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمَ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ
حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٦٨﴾

قُلْ، کہہ دے۔ يَا هَلْ الْكِتَابِ، اے کتاب والو! تعالو! آؤ۔ اِلَى كَلِمَةٍ، ایک بات کی
طرف۔ سَوَاءٍ، بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ، جو برابر ہے ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان۔ أَلَّا نَعْبُدَ، یہ
کہ ہم نہ عبادت کریں۔ إِلَّا اللَّهَ، مگر صرف اللہ تعالیٰ کی۔ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا، اور نہ ہم شریک
کریں اس کے ساتھ کسی چیز کو۔ وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا، اور نہ بتائیں ہم میں سے بعض بعض کو۔
أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ، رب تعالیٰ کے سوا کارساز۔ فَإِنْ تَوَلَّوْا، پس اگر وہ لوگ پھر جائیں۔
فَقُولُوا، پس تم کہو۔ اشْهَدُوا، تم گواہ بن جاؤ۔ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ، بے شک ہم مسلمان ہیں۔ يَا هَلْ
الْكِتَابِ، اے کتاب والو! لِمَ تُحَاجُّونَ، کیوں جھگڑا کرتے ہو تم؟ فِیْ إِبْرَاهِيمَ، ابراہیم علیہ

السلام کے بارے میں۔ وَمَا أُنزِلَتِ التَّوْرَةُ، اور نہیں اتاری گئی توراہ۔ وَالْإِنْجِيلُ، اور انجیل۔
 إِلَّا مِنْ بَعْدِهِ، مگر ان کے بعد۔ أَفَلَا تَعْقِلُونَ، کیا پس تم نہیں سمجھتے۔ هَآءِتُمْ هَآءِ، خبردار! تم
 یہ ہو۔ خَاجِبُكُمْ، جھگڑا کرتے ہو۔ فِيمَا، ان چیزوں کے بارے میں۔ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ، جن کا تمہیں
 کچھ نہ کچھ علم ہے۔ فَلِمَ تُحَاجُّونَ، پس کیوں تم جھگڑا کرتے ہو؟ فِيمَا، ان چیزوں کے بارے
 میں۔ لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ، جن کا تمہیں کچھ بھی علم نہیں ہے۔ وَاللَّهُ يُعَلِّمُ، اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔
 وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ، اور تم نہیں جانتے۔ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمَ يَهُودِيًّا، نہیں تھے ابراہیم علیہ السلام
 یہودی۔ وَلَا نَصْرَانِيًّا، اور نہ نصرانی۔ وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا، اور لیکن تھے ایک طرف کے ہونے
 والے۔ مُسْلِمًا، اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، اور نہ تھے شرک کرنے
 والوں میں سے۔

اس سے پہلی آیات میں تفصیل کے ساتھ یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ ساٹھ آدمیوں پر مشتمل
 نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ جس میں سیاسی
 زعماء، ان کے سردار اور مذہبی راہنما بھی تھے۔ یہ خاصے پڑھے لکھے لوگ تھے ان کے آنے کا
 اصل مقصد تو یہ تھا کہ ہم تمہاری باوفا رعیت بن کے رہنا چاہتے ہیں۔ ہمارے اوپر جو قانون لاگو
 ہیں ہمیں ان سے آگاہ کیا جائے اور ہمارے ذمہ جو ٹیکس ہے وہ بتایا جائے۔ مگر مذہبی گفتگو بھی
 ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مبالغہ کا چیلنج بھی دیا۔ مگر ان کو مبالغہ کے لئے سامنے
 آنے کی ہمت نہ ہوئی۔ چونکہ اس مقام پر خاصا مجمع تھا۔ جس میں یہودی بھی تھے۔ عیسائی بھی
 تھے۔ مشرک بھی تھے، مجوسی بھی تھے، (مجوسی انجیل کو نہیں مانتے) اور صائبین بھی تھے۔ جن کا
 دعویٰ تھا کہ ہم زبور کو مانتے ہیں اگرچہ یہ گنے چنے افراد تھے۔ سرزمین عرب میں زیادہ تر آبادی

مشرکوں کی تھی۔ دوسرے نمبر پر یہودی تھے۔ تیسرے نمبر پر عیسائی، صابی اور مجوسی بھی اکادکا ہوتے تھے۔ اور اس موقع پر سب لوگ موجود تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو دعوت دو قُلْ، اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیں۔ يَا هَلْ الْكِتَابِ، اے کتاب والو! یعنی جو آسمانی کتابوں کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان کو ہمارا خطاب ہے۔ تَعَالَوْا لِي كَلِمَةٍ سَوَاءٍ، بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ، آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے، مُسَلَّمٌ ہے ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان یعنی ہم بھی مانتے ہیں اور تم بھی ماننے کا دعویٰ کرتے ہو۔ ہم تو دل سے مانتے ہیں اور عمل سے اس کا ثبوت دیتے ہیں، اور تم صرف زبان سے اقرار کرتے ہو مگر عمل اس کے خلاف کرتے ہو۔ وہ بات یہ ہے کہ۔ اَلَّا نَعْبُدُ اِلَّا اللّٰهَ، یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں کہتے وہ بھی تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ جیسے آج کل بعض جاہل قسم کے لوگ کہتے یہی ہیں۔ کہ عبادت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ مگر قبروں پر بھی جھکتے ہیں۔ مرادیں بھی مانگتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ ان کی تعظیم ہے، عبادت نہیں ہے۔ حالانکہ کسی سے مراد مانگنا تکلیف میں پکارنا، طواف کرنا عبادت ہے، نذر و نیاز دینا، منت ماننا عبادت ہے۔ تو دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ مگر عملی طور پر کر رہے ہیں۔ یہی حال تھا یہود و نصاریٰ اور دوسرے گمراہ فرقوں کا۔ کہتے تھے کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ہونی چاہیے۔ مگر غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ وَلَا نُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا، اور نہ ہم شریک کریں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو۔ زبانی طور پر وہ بھی دعویٰ کرتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے اور ہم بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے، نہ ذات میں نہ صفات میں، نہ افعال میں۔ اور تمہیں ہم اسی چیز کی دعوت دیتے ہیں کہ جس طرح

تم زبانی طور پر دعویٰ کرتے ہو عمل بھی اس کے مطابق کرو۔ وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ، اور نہ بنائیں ہم میں سے بعض بعض کو رب تعالیٰ کے سوا کارساز۔ یعنی ہم بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں ہے اور تم بھی دعویٰ کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں۔ لہذا اس پر عمل بھی کرو۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو رب نہ بناؤ۔ مگر یہ بھی ان کا فقط دعویٰ ہی دعویٰ تھا۔ عملی طور پر انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اپنے مولویوں اور پیروں کو رب بنایا ہوا تھا۔ چنانچہ قرآن پاک میں آتا ہے۔ "اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ"۔ (پارہ ۱۰) انہوں نے رب بنا لیا اپنے مولویوں اور پیروں کو، اور عیسیٰ علیہ السلام کو۔ حضرت ابن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے مشرک تھے، اور پڑھے لکھے تھے۔ پھر عیسائی ہو گئے۔ اور عیسائیوں کے پادری بن گئے۔ ان کو تبلیغ کرتے۔ مشہور سخی حاتم طائی کے بیٹے تھے۔ ان کا باپ بڑا سخی تھا۔ آج بھی سخاوت کی دنیا میں اس کا نام ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ بھائی فلاں تو حاتم طائی ہے۔ طے قبیلے کی طرف نسبت ہے اس کی طرف نسبت کی وجہ سے طائی کہا جاتا ہے۔ طائی خود تو مسلمان نہیں ہوا، لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت عدی ابن حاتم کو توفیق عطاء فرمائی اور یہ ۱۰ھ میں مسلمان ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب یہ آیت پڑھی۔ "اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ"۔ (الایۃ) کہ اہل کتاب نے اپنے مولویوں اور پیروں کو رب بنا لیا ہے۔ تو حضرت عدی ابن حاتم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں عیسائیوں کا پادری اور مبلغ رہا ہوں مگر میرے علم میں نہیں ہے کہ ہم نے مولویوں کو اور پیروں کو رب بنایا ہوا تھا۔ ترمذی شریف اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے مولوی اور پیر بغیر کسی شرعی دلیل کے

جو تمہیں کہتے تھے تم مانتے تھے یا نہیں؟ اور بغیر کسی شرعی دلیل جس چیز کو حلال کہتے تھے تم حلال سمجھتے تھے اور جس چیز کو حرام کہتے تھے اس کو تم حرام سمجھتے تھے۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایسا تو ہم کرتے رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی تو رب بنانا ہے۔ کسی آدمی کی بات تب حجت ہے کہ وہ دلیل کے ساتھ کرے کہ یہ بات قرآن میں آئی ہے یا حدیث میں آئی ہے۔ یا اجتہادی مسئلہ ہے۔ اور فقہ اسلامی سے پیش کرتا ہے تو ٹھیک ہے یہ سب وہی احکامات ہیں مولوی پیرا اگر اپنی طرف سے کچھ کہتا ہے بغیر کسی شرعی دلیل کے تو نہ مانو اگر مانو گے تو شرک کے مرتکب ہو گے۔ کیونکہ۔ ”إِن الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ“۔ حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ مولوی پیرا ذاتی حکم کوئی حیثیت نہیں رکھتا آج کل کے جاہل قسم کے لوگ تعویذ لینے کے بعد کہتے ہیں کہ بتاؤ کہ ہم کون سی چیز کھانی چھوڑ دیں؟ کیونکہ غلط کار لوگوں نے ذہن بنا دیا ہے کہ تعویذ تب اثر کرتا ہے جب کوئی چیز کھانی چھوڑ دو اسی قسم کی ایک عورت تعویذ کرانے آئی تھی۔ بڑی اذیل کہنے لگی بتاؤ میں کون سی چیز کھانی چھوڑ دوں؟ میں نے کہا بی بی جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حلال فرمائی ہیں وہ کھاؤ اور جو حرام فرمائی ہیں ان کے نزدیک نہ جا پھر کہنے لگی نہیں بتاؤ میں کون سی چیز کھانی چھوڑ دوں؟ میں نے کہا بی بی جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حلال فرمائی ہیں وہ کھاؤ اور جو حرام فرمائی ہیں ان کے نزدیک نہ جا۔ لیکن وہ پھر کہنے لگی کہ بتاؤ میں کون سی چیز نہ کھاؤں؟ تو میں نے کہا کہ میرا مغز نہ کھا باقی سب کچھ کھا۔ اس سے اندازہ کر لیں کہ کہاں تک ذہن بنا ہوا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ فلاں چیز چھوڑ دے کوئی کہتا ہے فلاں چیز چھوڑ دے۔ کوئی کہتا ہے فلاں جگہ نہ جانا، سوتک ہے سوتک۔ سوتک لگائی ہوئی ہے یہی تو شرکیہ رسمیں ہیں۔ جو مولوی پیرا کہہ دیں۔ اس پر آمین کہنی ہے۔ حالانکہ شرعی حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے

احکامات کے مقابلہ میں اگر کوئی کسی مولوی اور پیر کا حکم مانتا ہے تو مشرک ہے۔ تو پھر فرمایا ان کو یہ دعوت دو۔ **فَإِنْ تَوَلَّوْا**، پس اگر وہ لوگ پھر جائیں۔ یعنی نہ مانیں۔ **فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ** ۵ تو اے مومنو! تم کہہ دو۔ اے اہل کتاب تم گواہ بن جاؤ بے شک ہم مسلمان ہیں۔ یعنی اے اہل کتاب اگر تم نہیں مانتے نہ مانو ہم اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت صحیح نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے نہ اس کے اوصاف میں کوئی شریک ہے۔ نہ کوئی پیر نہ کوئی مولوی، نہ کوئی پیغمبر، نہ کوئی بڑا، نہ کوئی چھوٹا۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑی مسلم شخصیت ہیں۔ اور یہ بات بھی آپ کئی دفعہ سن چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام سب سے بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اس درجے اور اس شان کا کوئی اور نہیں ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد درجہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد درجہ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا۔ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں یہ منتخب بزرگ ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام مذاہب میں مسلم شخصیت تھیں۔ ہر آدمی اپنی کڑی ان کے ساتھ ملاتا تھا۔ یہودی کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہمارے تھے۔ عیسائی کہتے تھے کہ ہمارے تھے۔ صابی کہتے تھے کہ ہمارے تھے۔ اور اس بات پر ان کا آپس میں بڑا شور شرابہ ہوتا تھا۔ اس کو تم اس طرح سمجھو جس طرح آج کل کے مشرک اور بدعتی اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں۔ وجہ اس کی یہی ہے کہ فقہ حنفی چونکہ مشہور ہے۔ اس واسطے یہ اپنی کڑی فقہ حنفی کے ساتھ ملاتے ہیں ورنہ حقیقت میں مشرکوں اور بدعتیوں کا فقہ حنفی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ الحمد للہ! میں نے فقہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی سب کا مطالعہ کیا ہے۔ میں اس وقت با وضو

ہوں۔ اور ترمذی شریف میرے سامنے موجود ہے میں پورے دعویٰ سے یہ بات کہتا ہوں کہ شرک اور بدعت کی جتنی تردید فقہ حنفی میں ہے اتنی اور کسی فقہ میں نہیں ہے۔ فقہ حنفی کی کوئی مستند کتاب دیکھ لیں۔ مثلاً شامی ہے، بحر الرائق ہے۔ اور تو اور عالمگیری ہی دیکھ لیں۔ یہ اور نگزیب عالمگیر کے حکم سے پانچ سو علمائے کرام نے مرتب کی تھی۔ اور ہندوستان کے لئے قانون بنایا تھا۔ میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ وہ پانچ سو علمائے کرام ایسے تھے کہ اس وقت ساری دنیا میں علم و عمل کے اعتبار سے ان میں سے ایک عالم کی بھی نظیر نہیں ملتی۔ تو عالمگیری میں دیکھ لیں شرک اور بدعت کی کتنی تردید ہے۔ مگر اس کے باوجود یہ مشرک اور بدعتی اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں۔ اسی طرح یہودی اور عیسائی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مسلم شخصیت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے تھے۔ اور آپس میں جھگڑتے تھے۔ اور ہر ایک دعویٰ کرتا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام ہمارے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَاجُّوْنَ فِیْ اِبْرٰهِيْمَ، اے کتاب والو! کیوں جھگڑا کرتے ہو تم؟ ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں۔ وَمَا اُنزِلَتِ التَّوْرَةُ وَاَلْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْ مَّ بَعْدِهٖ، حالانکہ نہیں اتاری گئی توراہ اور انجیل، مگر ان کے بعد توراہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال بعد نازل ہوئی ہے اور انجیل تقریباً ساڑھے تین ہزار سال بعد نازل ہوئی ہے۔ اور توراہ کا مذہب یہودیت ہے، اور انجیل کا مذہب نصرانیت ہے۔ بڑی عجیب بات ہے کہ کتابیں بعد میں نازل ہوئیں اور مذہب والے پہلے آ کے چلے گئے۔ کیا کہتے ہو۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ، کیا پس تم اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے۔ کہ قانون بعد میں بنتا ہے اور ماننے والے پہلے آ کے چلے جاتے ہیں۔ هٰاَنْتُمْ هُوَ لَاۤءِ حَاجَّ جُتُمْ، خبردار! تم یہ ہو، جھگڑا کرتے ہو۔ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ، ان چیزوں کے بارے میں جن کا تمہیں کچھ نہ کچھ علم

ہے۔ جھگڑا کرتے رہے ہو اور کرتے ہو لیکن۔ فَلِمَ تُحَاجُّوْنَ فِيمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ، پس کیوں تم جھگڑا کرتے ہو؟ ان چیزوں کے بارے میں، جن کا تمہیں کچھ بھی علم نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے، اور تم نہیں جانتے۔ رب تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں کسی کے علم کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ لہذا اب تم رب تعالیٰ کا فیصلہ سن لو۔ مَا كَانَ اِبْرَاهِيْمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا، نہیں تھے ابراہیم علیہ السلام یہودی، اور نہ عیسائی، اور لیکن تھے ایک طرف کے ہونے والے، اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار۔ حنیف کا معنی ہے ایک طرف ہو کے رہنے والا، مُّوَجِّدٌ، مُّسْلِمٌ۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝، اور نہ تھے شرک کرنے والوں میں سے۔ اور تم سر سے لے کر پاؤں تک شرک میں ڈوبے ہوئے ہو۔ اور اپنی کڑی ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ملاتے ہو۔ اور مکے کے مشرک بھی کہتے تھے کہ ہم نسل کے اعتبار سے بھی اور مسلک کے اعتبار سے بھی ابراہیم ہیں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمادیا۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے۔ یہ سب تمہارے خالی دعوے ہیں۔ اب اتنی واضح بات کے بعد بھی کوئی نہ مانے تو اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے۔

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ
 آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٨﴾ وَذَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ
 يُضِلُّوكُمْ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٥٩﴾ يَا أَهْلَ
 الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ﴿٦٠﴾ يَا أَهْلَ
 الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ
 تَعْلَمُونَ ﴿٦١﴾ وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا بِالَّذِي أُنزِلَ
 عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَجْهَ النَّهَارِ وَانكفروا آخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ
 ﴿٦٢﴾ وَلَا تُؤْمِنُوا إِلَّا لِمَنْ تَبَعَ دِينَكُمْ قُلْ إِنْ الْهُدَىٰ هُدَىٰ
 اللَّهِ إِنْ يُؤْتَىٰ أَحَدٌ مِّثْلَ مَا أُوتِيتُمْ أَوْ يُحَاجُّوكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ
 إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ
 ﴿٦٣﴾ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٦٤﴾

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ ، بے شک لوگوں میں سے زیادہ قریب۔ ابراہیم علیہ السلام کے۔
 لَلَّذِينَ ، البتہ وہ لوگ ہیں۔ اتَّبَعُوهُ ، جنہوں نے ان کی پیروی کی۔ وَهَذَا النَّبِيُّ ، اور ہمارے یہ نبی
 ان کے قریب ہیں۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا ، اور وہ لوگ جو ایمان لائے۔ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ۝ ، اور اللہ

تعالیٰ دوست ہے مومنوں کا۔ وَذُتْ طَائِفَةٌ، پسذکیا ایک گروہ نے۔ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، اہل کتاب میں سے۔ لَوْ يُضِلُّوكُمْ، اس بات کو کہ تمہیں گمراہ کر دیں۔ وَمَا يُضِلُّونَ، اور وہ نہیں گمراہ کر سکتے۔ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ، مگر اپنی جانوں کو۔ وَمَا يَشْعُرُونَ، اور وہ نہیں سمجھتے۔ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ، اے اہل کتاب! لِمَ تَكْفُرُونَ، کیوں انکار کرتے ہو؟ بَايْتِ اللّٰهَ، اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا۔ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ، اور حالانکہ تم گواہی دیتے ہو۔ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ، اے کتاب والو! لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ، کیوں خلط ملط کرتے ہو حق کو۔ بِالْبَاطِلِ، باطل کے ساتھ۔ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ، اور کیوں چھپاتے ہو حق کو۔ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ، اور حالانکہ تم جانتے ہو۔ وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، اور کہا ایک گروہ نے اہل کتاب میں سے۔ آمِنُوا، ایمان لاؤ۔ بِالَّذِي أُنزِلَ، اس چیز پر جو نازل کی گئی۔ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا، ان لوگوں پر جو ایمان لائے۔ وَجَهَ النَّهَارِ، دن کے ابتدائی حصے میں۔ وَانْكُفِرُوا آخِرَهُ، اور انکار کرو اس کے آخری حصے میں۔ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ، تاکہ وہ بھی دین سے پھر جائیں۔ وَلَا تَوْمِنُوا، اور نہ تصدیق کرنا۔ إِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِينَكُمْ، مگر اس کی جس نے تمہارے دین کی پیروی کی۔ قُلْ إِنَّ الْهُدَىٰ، کہہ دے! بے شک ہدایت۔ هُدَىٰ اللّٰهَ، اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے۔ أَنْ يُؤْتَىٰ أَحَدٌ، ضد اس لئے کرتے ہو کہ دیا جائے کوئی اور۔ مِثْلَ مَا أُوتِيتُمْ، مثل اس چیز کے جو دیئے گئے تم۔ أَوْ يُخَاجُوكُمْ، یا وہ جھگڑا کریں تمہارے ساتھ۔ عِنْدَ رَبِّكُمْ، تمہارے رب کے ہاں۔ قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ، کہہ دے، بے شک فضیلت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ يُؤْتِيهِ مِنْ يَشَاءُ، دیتا ہے وہ فضیلت جس کو وہ چاہے۔ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ، اور اللہ تعالیٰ کثائش کرنے والا ہے، جاننے والا ہے۔ يُخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ، خاص کرتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ۔ مَنْ يَشَاءُ، جس کو چاہے۔ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ، اور اللہ تعالیٰ بڑی مہربانی کرنے والا ہے۔

کل کے سبق میں تم نے یہ بات پڑھی کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین میں سے ہر ایک کا دعویٰ تھا کہ جو ہمارا دین ہے ہمارے عقائد اور نظریات ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھی یہی تھے۔ اور ہر ایک اپنی کڑی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جوڑتا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑی سختی کے ساتھ تردید کرتے تھے۔ کہ ان کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ تو رب تعالیٰ نے ان سب کے دعوے کی تردید فرمائی کہ جھوٹے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ عیسائی تھے نہ مشرک تھے۔ بلکہ وہ موحد اور فرمانبردار تھے۔ اور اب جن لوگوں کا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تعلق ہے وہ بیان فرما رہے ہیں۔ اِنَّ اَوْلٰىى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ ، بے شک لوگوں میں سے زیادہ قریب ابراہیم علیہ السلام کے البتہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صحیح معنی میں ان کی پیروی کی۔ وَهٰذَا النَّبِيُّ ، اور ہمارے یہ نبی ان کے قریب ہیں۔ ان کا ان کے ساتھ تعلق ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ، اور ان لوگوں کا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تعلق ہے جو ایمان لائے۔ جیسے، حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین اور یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تعلق کے دعوے بالکل باطل ہیں کیونکہ ابراہیم علیہ السلام تو شرک کی جڑیں کاٹنے والے تھے۔ اور تم سر سے لے کر پاؤں تک شرک میں ڈوبے ہوئے ہو۔ تمہارا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ ادخلوا! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو گھر خالص رب تعالیٰ کی عبادت کے لئے بنایا تھا تم نے اس کی بیرونی دیواروں پر تین سو ساٹھ/۳۶۰ بت نصب کئے ہوئے ہیں اور ان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مجسمے بھی تھے۔ حضرت مریم علیہا السلام کا مجسمہ بھی تھا۔

ان کی تم تقسیم کر کے پوجا کرتے ہو کہ آج اس کی پوجا اور چڑھاؤ اکل اس کی پوجا اور چڑھاؤ۔
 رب کے گھر کو تم نے بت خانہ بنایا ہوا ہے تم کس منہ سے اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے ہو؟ اور جن کا
 صحیح معنی میں ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تعلق ہے ان کی تم نفی کرتے ہو۔ اور کہتے ہو کہ یہ صابی
 ہیں ان کا ابراہیم علیہ السلام کے دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ صدیوں
 تک عربوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام کا سچا دین رائج رہا ہے
 یہ سارے لوگ صحیح العقیدہ تھے۔ پہلا بد بخت اور منحوس شخص جس نے عرب کی سرزمین میں شرک
 کی بنیاد رکھی قبیلہ بنو خذاعہ کا عمرو ابن لُحی ابن قمعہ تھا۔ یہ شخص آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے تقریباً اڑھائی سو سال پہلے گزارا ہے اس شخص کی اخلاقی
 حالت کا ذکر بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے۔ اس شخص نے اپنی لاشی کے ساتھ لندی
 لگائی ہوئی تھی جس طرح مچھلیاں پکڑنے والی کنڈی ہوتی ہے طواف کرتے وقت دیکھتا جس
 شخص کی چادر یا کبیل اچھا ہوتا اس کنڈی کے ذریعے کھینچ لیتا وہ آدمی اپنے دھیان میں طواف
 کرتا رہتا۔ (لوگ بھی تھوڑے ہوتے تھے اب تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کافی ہو گئی ہے)۔ اگر کسی کو
 پتہ چل جاتا تو کہتا کہ معاف کرنا یہ کنڈی ویسے ہی اڑ گئی ہے۔ تو جو بے ایمان طواف کرتے
 وقت لوگوں کی چادریں اتارتا تھا اس پر کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔ ”أَوَّلُ مَنْ سَبَّتِ السَّوَابِغَ“۔
 یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے سائبہ کی رسم ڈالی۔ سائبہ اس جانور کو کہتے ہیں جو بزرگوں کے نام
 پر تقرب کے طور پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ بزرگ ان پر راضی رہیں جیسے گوجرانوالہ میں
 تمہیں کئی کائیں اور بیل اوارہ پھرتے نظر آئیں گے یہ جاہل لوگوں نے پیروں کے نام پر
 چھوڑے ہوئے ہیں۔ ان کو چھیڑنا مارتا کوئی نہیں ہے۔ کہ پیر ہمیں نقصان پہنچائے گا۔ یہاں

تک کہ اگر وہ کسی کی دوکان یا ریڑھی میں منہ ڈال دیں تو بڑے پیار سے ہٹاتے ہیں جس طرح بچے کو کیونکہ یہ پیر صاحب کی گائے ہے۔ اس کی تردید اللہ تعالیٰ نے ساتویں پارہ میں فرمائی ہے۔ ”مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ“۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ نہیں بنایا نہ سائبہ بنایا ہے۔ اور اس زمانے میں موحد بھی تھے جیسا کہ تم سن چکے ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چچا

حضرت زید بن عمرو ابن لویا یہ زمانہ جاہلیت کے موحدین میں سے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار نبوت سے پہلے یہ فوت ہو گئے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوتے تو ان لوگوں میں سے ہوتے جنہوں نے سب سے پہلے کلمہ پڑھا۔ اور جو ایمان والے ہیں۔ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ۝، اور اللہ تعالیٰ دوست ہے مومنوں کا۔ یعنی محبت ایمان والوں سے ہی کرتا ہے آگے فرمایا۔ کہ یہ گمراہی میں اتنے آگے چلے گئے ہیں جو لوگ راہ راست پر ہیں ان کو بھی گمراہ کرنے کے درپے ہیں فرمایا۔ وَذُتَّ طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يُضِلُّوكُمْ، پسند کیا ایک گروہ نے اہل کتاب میں سے اس بات کو کہ تمہیں گمراہ کر دیں۔ ان میں پڑھے لکھے خبیثوں کی ایک جماعت تھی جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے حیلے سوچتے رہتے تھے اور وہ گمراہ کس طرح کرتے تھے۔ اس کا ذکر آگے تیسری آیت کریمہ میں آرہا ہے یعنی ان کا طریقہ واردات کیا تھا۔ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ، اور وہ نہیں گمراہ کر سکتے مگر اپنی جانوں کو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے پختہ قسم کے لوگ تھے ہماری طرح لوٹے نہیں تھے۔ کہ صبح کچھ شام کو کچھ۔ دن کو کچھ اور رات کو کچھ بلکہ بڑے پختہ اور مضبوط مسلمان تھے۔ یہ ان کو تو گمراہ نہ کر سکے مگر اس کا وبال ان کی جانوں پر پڑا کہ ان کے گناہوں میں اضافہ ہوا انہوں نے بڑا زور لگایا۔ منصوبے بنائے گمراہ کرنے کے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جو مخلص مومن تھے پھسلے نہیں۔ ہاں وہ لوگ جو

مسلمان ہی منافقانہ طور پر ہوئے ان کی بات الگ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کیں مگر اسلام نہیں چھوڑا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی کتاب ہے ”الإصابة في تمييز الصحابة“۔ جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات و واقعات ہیں۔ اس میں نو عمر بچی کا ذکر کرتے ہیں۔ اس کا نام عرینہ اور کنیت ام شریک تھی۔ ابھی شادی نہیں ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اسلام کی توفیق عطاء فرمائی اور وہ مسلمان ہو گئی۔ مگر کے سارے افراد ماں باپ، بہن بھائی۔ نے مارا پیٹا کہ کلمہ چھوڑ دے مگر اس نے یہ سب کچھ برداشت کیا کلمہ نہیں چھوڑا۔ ایک دفعہ دور کے سفر کا اتفاق ہوا کوئی خوشی غمی کا سفر تھا۔ سب گھر والوں نے جانا تھا۔ اس کو بھی ساتھ لے گئے اور سب نے ایک کیا کہ اس کو پانی نہیں دینا۔ سفر میں عموماً پیاس زیادہ لگتی ہے مجبور ہو کر کلمہ چھوڑ دے تب پانی ملے گا۔ ماں سے مانگا، باپ سے مانگا، بھائیوں سے بہنوں سے سب نے یہی جواب دیا بالآخر وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی کہنے لگے اس کے منہ میں شہدۃ الودگرم ہوتا ہے تلخی لگے گی پانی مانگے گی اور مجبور ہو کر کلمہ چھوڑ دے گی۔ مگر اس اللہ کی بندی نے کلمہ نہ چھوڑا اور پانی انہوں نے نہ دیا۔ سب انتظار میں تھے کہ اب مری اور اب مری۔ لیکن اسی اثنا میں آسمان سے پانی کا بھرا ہوا ایک ڈول رسی کے ساتھ ٹپکتا ہوا اس کے سینے پر آرکا۔ اس نے وہ پانی پیا اور جان بچی جن کے ذہن صاف تھے۔ انہوں نے جب یہ عجیب کرشمہ دیکھا تو اسلام کے قائل ہو گئے اور کلمہ پڑھ لیا اور جو ضدی تھے آخر دم تک ضد پر اڑے رہے مرد تو درکنار عورتوں نے بھی کلمہ نہیں چھوڑا۔ حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا جو کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں کے بارے میں تاریخ کے اندر مختلف واقعات آتے ہیں ایک یہ کہ ابو جہل نے ان کا ایک پاؤں ایک اونٹ کے ساتھ

باندھ دیا اور دوسرا پاؤں دوسرے اونٹ کے ساتھ باندھ دیا۔ اسی طرح ایک بازو ایک اونٹ کے ساتھ اور دوسرا بازو دوسرے اونٹ کے ساتھ اور کہا کہ کلمہ چھوڑ دے ورنہ اونٹوں کو مخالف سمتوں پر دوڑا دوں گا اور تو ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی مگر حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا نے کلمہ نہیں چھوڑا اور یہ بھی آتا ہے کہ ان کے نازک مقام پر برچھا مار کر ان کو شہید کر دیا۔ مگر انہوں نے کلمہ نہیں چھوڑا تو یہودیوں نے بھی گمراہ کرنے کے بڑے حیلے کئے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پھلسا نہیں سکے۔ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝ اور وہ اہل کتاب سمجھتے نہیں ہیں کہ ہماری اس کارستانی کا نتیجہ کیا نکلے گا؟۔ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ، اے اہل کتاب! کیوں انکار کرتے ہو؟ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا۔ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ۝ اور حالانکہ تم گواہی دیتے ہو۔ یہودی نجی محفلوں میں ایک دوسرے کو کہتے تھے کہ یہ وہی رسول ہیں جنہوں نے آنا تھا۔ "الَّذِينَ يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ"۔ وہ پاتے ہیں اس کو لکھا ہوا اپنے پاس توراہ میں اور انجیل میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور علامتیں انجیل میں بھی اور توراہ میں بھی تھیں۔ آپس میں بیٹھے ہوئے کہتے تھے۔ "إِنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ"۔ بے شک یہ سچا رسول ہے۔ اور جب باہر نکلتے تو کہتے کہ یہ وہ نہیں ہے وہ اور ہے اب اس کا کیا علاج ہے؟ تو فرمایا۔ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ، اے کتاب والو! کیوں خلط ملط کرتے ہو حق کو باطل کے ساتھ۔ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ، اور کیوں چھپاتے ہو حق کو؟۔ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ اور حالانکہ تم جانتے ہو۔ حق اور باطل کے درمیان امتیاز کر سکتے ہو۔ تمہیں معلوم ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں مگر تم خلط ملط کرتے ہو کوئی بات حق کی کرتے ہو اور کوئی باطل کی۔ حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کرنا بہت بڑا گناہ ہے اسی واسطے

شریعت نے شرک کے بعد سب سے زیادہ تردید بدعت کی، کی ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”مَنْ أَخَذَتْ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَذٌ“۔ جس کسی نے ہمارے اس معاملہ میں کوئی نئی بات نکالی تو وہ مردود ہو گی۔ یعنی کسی شخص نے دین کے معاملہ میں کوئی ایسی چیز نکالی جو دین میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ یہ بات میں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ سو گناہ کبیرہ کا اتنا گناہ نہیں جتنا ایک بدعت کا ہے۔ اس واسطے کہ کبیرہ گناہ کرنے والا جانتا ہے کہ میں گناہ کر رہا ہوں۔ اور دیکھنے والا بھی سمجھتا ہے کہ یہ گناہ کر رہا ہے۔ تو گناہ سے دین کا نقشہ نہیں بدلتا۔ اور بدعت سے دین کا نقشہ بدل جاتا ہے۔ غیر دین، دین بن جاتا ہے۔ اور کرنے والا دین سمجھ کر کرتا ہے۔ اور دیکھنے والا بھی یہی سمجھتا ہے کہ دین کا کام ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بدعتی کو توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ مجمع الزوائد میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس کے بارے میں علامہ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ”رُوِيَ أَنَّهُ مُؤْتَقُونَ“۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!۔ ”إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ حَبَبَ التَّوْبَةَ عَنْ كُلِّ صَاحِبٍ بِدْعَةٍ“۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی پر توبہ کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ یعنی بدعتی کو توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ ایک تو بدعت کی نحوست اتنی ہوتی ہے کہ بدعتی میں توبہ کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ دوسرا یہ کہ وہ تو نیکی سمجھ کے کر رہا ہے ثواب سمجھتا ہے توبہ کیوں کرے۔ توبہ تو آدمی گناہ سے کرتا ہے۔ مثلاً دیکھو تمہارے سامنے قرآن کریم ہے۔ جس کا پڑھنا بھی ثواب دیکھنا بھی ثواب، ہاتھ لگانا بھی ثواب، سمجھنا بھی ثواب، تو جب اٹھو گئے کہو گے۔ ”الحمد لله“۔ تیرا شکر ہے پروردگار! ہم نے تیری کتاب کو دیکھا، پڑھا، اور سمجھا ہے یہ تو نہیں کہو گے کہ یا اللہ! میری توبہ میں نے درس سنا۔ کیونکہ عبادت ہے۔ عبادت

سے توبہ نہیں ہے توبہ تو گناہ سے ہے۔ تو بدعتی بدعت کو عبادت اور نیکی سمجھ کے کرتا ہے۔ اس واسطے اس سے توبہ کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ اگلی آیت کریمہ میں ان کا طریقہ واردات بیان فرماتے ہیں کہ وہ کس طرح گمراہ کرتے ہیں؟ - وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، اور کہا ایک گروہ نے اہل کتاب میں سے۔ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنزِلَ عَلٰی الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجِهَةٌ النَّهَارِ، ایمان لاؤ! اس چیز پر جو نازل کی گئی ان لوگوں پر جو ایمان لائے دن کے ابتدائی حصے میں۔ وَانْكُفِرُوا الْاٰخِرَةَ، اور انکار کرو اس کے آخری حصے میں۔ اہل کتاب کے پانچ سات پڑھے لکھے غنڈے اکٹھے ہوئے۔ اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا منصوبہ بنایا کہ اس طرح کرو کہ صبح کے وقت جہاں مسلمانوں کا مجمع ہو وہاں جا کر کہہ دو کہ ہم بھی مومن ہیں۔ اور جو کچھ تمہارے اوپر نازل ہوا ہے قرآن پاک اور دوسرے احکامات ہم ان پر ایمان لائے ہیں مسلمان خوش ہو جائیں گے کہ دیکھو جی! یہودی مسلمان ہو گئے ہیں۔ اور جب سورج غروب ہونے لگے تو ان کے مجمع میں یہ کہہ کر واپس آ جاؤ کہ ہمیں اسلام میں کوئی سچائی نظر نہیں آئی۔ اس واسطے ہم اپنے پہلے مذہب پر چلے گئے ہیں۔ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ، تاکہ وہ بھی دین سے پھر جائیں۔ اس طرح مسلمان سوچیں گے کہ پڑھے لکھے لوگ تھے۔ اسلام قبول کیا۔ اگر ضد ہوتی تو اسلام قبول ہی نہ کرتے پھر ایک دن بھی اسلام میں نہیں رہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سچا نہیں ہے۔ تو وہ شک میں پڑ کر اسلام سے منحرف ہو جائیں گے۔ یہودیوں کا حیلہ اور تدبیر دیکھو! لیکن مسلمانوں پر ان کا کوئی حیلہ بھی کامیاب نہ ہوا۔ اور ان کو یہ بھی سمجھا کے بھیجا گیا تھا۔ وَلَا تُؤْمِنُوْا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ، اور نہ تصدیق کرنا مگر اس کی جس نے تمہارے دین کی پیروی کی۔ یعنی مومنوں کی دل سے تصدیق نہ کرنا۔ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هٰذِي الْاٰیٰتِ الْاُولٰٓئِیْنَ، اے نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیں! بے شک ہدایت اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے۔ وہ جس کو چاہے دے اور تم اس واسطے ضد کرتے ہو کہ اَنْ يُؤْتِيَا اَحَدًا مِّثْلَ مَا اُوْتِيْتُمْ، یہ کہ دیا جائے کوئی مثل اس چیز کے جو تم دیئے گئے ہو۔ یعنی جس طرح تمہیں رسالت ملی تمہارے پیغمبروں پر کتابیں نازل ہوئیں وحی نازل ہوئی اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت عطاء فرمائی۔ اس طرح ان کو کیوں ملی ہے۔ اب ہمیں کیوں نہیں ملی۔ اس بنیہ پر تم یہ حرکتیں کرتے ہو۔ اَوْ يُحَا جُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ، یا وہ جھگڑا کریں تمہارے ساتھ تمہارے رب کے ہاں۔ یعنی اگر تم نے ان کی تصدیق کر دی تو وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارے خلاف حجت قائم کریں گے کہ اے پروردگار! ان لوگوں نے سچے دین کی تصدیق کرنے کے باوجود تیرے آخری نبی اور تیری کتاب قرآن پاک کو تسلیم نہ کیا۔ اس طرح اہل اسلام قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے تم پر غالب آجائیں گے لہذا سلامتی اسی میں ہے کہ صرف اس کی تصدیق کی جائے جو تمہارے دین کا منبع ہے۔ اس کے علاوہ کسی دوسرے کی تصدیق نہ کرنا۔ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیں! بے شک فضیلت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ يُؤْتِيْهِ مِنْ يَّشَاءُ، دیتا ہے وہ فضیلت جس کو وہ چاہے۔ وَاللّٰهُ وَّاسِعٌ عَلِيْمٌ، اور اللہ تعالیٰ کشائش کرنے والا ہے، جاننے والا ہے۔ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَاءُ، خاص کرتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ جس کو نبی بنانا ہے اور اس پر وحی نازل کرنا ہے۔ اس میں بندوں کو کوئی دخل نہیں ہے۔ نہ ہی نبوت کسی چیز ہے۔ کہ محنت کر کے کوئی نبی بن جائے۔ حاشا وکلا۔ اہل اسلام کا یہ اتفاقی عقیدہ ہے کہ رب جسے چاہے نبوت دے یہ اس کی مہربانی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم کر دی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر ہیں آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ قادیانیوں کا باطل عقیدہ ہے کہ عبادت کرتے کرتے آدمی بلند مقام پر پہنچ جائے تو اس کو نبوت مل جاتی ہے جیسا کہ مرزا بشیر الدین محمود ملعون نے سیرۃ مہدی میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص عبادت کرتے کرتے ایسے مقام پر پہنچ جائے جو بہت بلند ہو تو اس کو نبوت مل جاتی ہے بلکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے سے بھی بڑھ سکتا ہے۔ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ“۔ تو یاد رکھنا نبوت کسی چیز نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝ اور اللہ تعالیٰ بڑی مہربانی کرنے والا ہے۔

وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِنْ تَأْمَنَهُ بِقِنطَارٍ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ ۖ وَمِنْهُمْ
 مَنْ إِنْ تَأْمَنَهُ بِدِينَارٍ لَّا يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ إِلَّا بِمَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا ۗ
 ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِينِ سَبِيلٌ ۖ وَيَقُولُونَ
 عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٤٥﴾ بَلَىٰ مَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ وَاتَّقَىٰ
 فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿٤٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ
 وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا
 يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ
 عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٤٧﴾ وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلُونِ السِّنَّةَ بِالْكِتَابِ
 لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ ۖ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ
 عِنْدِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۖ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ
 يَعْلَمُونَ ﴿٤٨﴾

وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، اور اہل کتاب میں سے بعض۔ مَنْ، وہ ہیں۔ إِنْ تَأْمَنَهُ بِقِنطَارٍ، اگر تو ان
 کے پاس امانت رکھے بہت سا رامال۔ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ، وہ ادا کر دیں گے اس مال کو تجھے۔ وَمِنْهُمْ
 مَنْ، اور ان اہل کتاب میں سے وہ بھی ہیں۔ إِنْ تَأْمَنَهُ بِدِينَارٍ، اگر تو اس کے پاس امانت رکھے

صرف ایک دینار۔ لَا يُؤَدُّهُ إِلَيْكَ، نہیں ادا کرے گا وہ اس دینار کو تجھے۔ إِلَّا مَا ذُمَّتْ عَلَيْهِ
 قَائِمًا، مگر جب تک قائم رہے تو اس پر کھڑا۔ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا، یہ اس وجہ سے کہ بے شک
 انہوں نے کہا۔ لَيْسَ عَلَيْنَا، نہیں ہے ہم پر۔ فِي الْأَمِينِ سَبِيلٌ، ان پڑھ لیگوں کے مال لینے میں
 کوئی الزام کا راستہ۔ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ، اور یہ بولتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ۔ وَهُمْ
 يَعْلَمُونَ ۝، اور حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ بلی، کیوں نہیں ان پر الزام کا راستہ۔ مَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ
 ، جو اپنا عہد پورا کرے گا۔ وَاتَّقَى، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا۔ فَإِنَّ اللَّهَ يُجِبُّ
 الْمُتَّقِينَ ۝، پس بے شک اللہ تعالیٰ متقیوں سے محبت کرتا ہے۔ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ، بے شک
 وہ لوگ جو خریدتے ہیں۔ بِعَهْدِ اللَّهِ، اللہ تعالیٰ کے عہد کے بدلے۔ وَأَيْمَانِهِمْ، اور اپنی قسموں کے
 بدلے۔ ثَمَنًا قَلِيلًا، تھوڑی قیمت۔ أُولَئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ، وہ لوگ ہیں کوئی حصہ نہیں ہوگا ان
 کے لئے اچھائی کا۔ فِي الْأُخْرَةِ، آخرت میں۔ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ، اور اللہ تعالیٰ ان سے پیار کا
 کلام نہیں کرے گا۔ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، اور نہ ان کی طرف نگاہِ شفقت فرمائیں گے۔ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
 ، قیامت کے دن۔ وَلَا يُزَكِّيهِمْ، اور نہ ان کو اللہ تعالیٰ پاک کرے گا۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝، اور
 ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وَإِنَّ مِنْهُمْ، اور بے شک ان اہل کتاب میں سے۔ لَفَرِيقًا،
 ایک گروہ ایسا ہے۔ يَلْمُونَ السَّبِيحَةَ بِالْكِتَابِ، جو موڑتے ہیں اپنی زبانوں کو کتاب کے ساتھ۔
 لِتَحْسَبُوهُ، تاکہ تم سمجھو اس کو۔ مِنَ الْكِتَابِ، کتاب سے۔ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ، حالانکہ وہ کتاب
 میں سے نہیں ہے۔ وَيَقُولُونَ، اور وہ کہتے ہیں۔ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔
 وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتا۔ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ
 الْكَذِبَ، اور وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ۔ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝، حالانکہ وہ جانتے ہیں۔

اس سے پہلے بھی اہل کتاب کا ذکر تھا۔ اور اب بھی اہل کتاب کا ذکر ہے۔ وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِنْ تَأْمَنَهُ بِقِنطَارٍ، اور اہل کتاب میں سے بعض وہ ہیں اگر تو ان کے پاس امانت رکھے بہت سارا مال۔ يُؤَدُّهُ إِلَيْكَ، وہ ادا کر دیں گے اس مال کو تجھے۔ جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ تفسیر اور احادیث کی کتابوں میں آتا ہے کہ ایک مسافر آیا جو کہ تاجر تھا۔ اس کے پاس پارہ سو اوقیہ سونا تھا۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم ساڑھے تین ماشے کا ہوتا ہے۔ اس وقت کے لحاظ سے تقریباً پانچ چھ لاکھ رقم بنتی ہے۔ اس تاجر نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ شریف آدمی ہے۔ ان کو الگ بلایا اور کہنے لگا کہ میں مسافر ہوں اور تاجر آدمی ہوں۔ میرے پاس کچھ رقم ہے میں تمہارے پاس امانت رکھنا چاہتا ہوں۔ جب میں واپس جانے لگوں گا واپس لے لوں گا۔ فرمایا! رکھ دے۔ وہ شخص سونا بغیر کسی گواہ اور تحریر کے ان کے پاس امانت رکھ کر چلا گیا۔ جو جو کام اس نے کرنے تھے کئے اور کچھ عرصہ کے بعد واپس آیا۔ اور کہنے لگا کہ میں اب واپس گھر جانا چاہتا ہوں اور میں نے تمہارے پاس امانت رکھی تھی۔ وہ مجھے واپس کر دیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اس وقت یہودی تھے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ مگر فطرتِ سلیمہ کے مالک اور نیک طبع آدمی تھے۔ انہوں نے سارا سونا لا کر ان کے حوالے کر دیا۔ اتنی بڑی رقم کا سونا اور اس پر گواہ کوئی نہیں تحریر کوئی نہیں ہے۔ مگر دیانت داری بڑی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی دیانت کی برکت سے ایمان کی توفیق عطا فرمائی۔ اور مسلمان ہو گئے۔ ان کا سارا گھرانہ علمی تھا۔ مرد اور عورتیں سب توراہ کے ماہر تھے۔ یہ اپنی پھوپھی سے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں اور علامتیں سنا کرتے تھے وہ انہوں نے نوٹ کی ہوئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ

تشریف لائے تو یہ آپ کو ملنے کے لئے پہنچ گئے۔ پہلی مجلس میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر سنی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ کے بندے بن جاؤ۔ "أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ"۔ آپس میں سلام کو عام کرو۔ یعنی ایک دوسرے کو کثرت کے ساتھ سلام کرو۔ ربط اور تعلق پیدا ہوگا۔ "أَطْعِمُوا الطَّعَامَ"۔ جن کو رب تعالیٰ نے مال کی توفیق عطاء فرمائی ہے وہ غریبوں کو کھانا کھلائیں۔ "وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ"۔ راتوں کو اٹھ کر نمازیں پڑھا کرو۔ اس حال میں کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ "وَلَيْسَ الْكُلَامُ"۔ اور گفتگو کرو زمی کے ساتھ۔ سختی نہ کرو۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ابتدائی تقریر سنی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ بشرہ دیکھا تو فیصلہ کیا۔ "إِنَّ هَذَا الْوَجْهَ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ"۔ بے شک یہ چہرہ جھوٹے کا نہیں ہو سکتا۔ سب کے سامنے کلمہ شہادت۔ "أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ"۔ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ یہود کو علم ہوا کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ تو ان کا پارہ بہت چڑھا اور بہت غصے ہوئے کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ وہ اثر و رسوخ والا آدمی ہے۔ اس کے گھروالے بھی مسلمان ہو جائیں گے۔ اور دوسرے لوگوں پر بھی اثر پڑے گا۔ حقیقت معلوم کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کا پروگرام بنایا۔ ادھر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آرہے ہیں۔ اس وقت مسجد نبوی نہیں بنی تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر رہائش پذیر تھے۔ اور کمرے کی ایک جانب پردہ لٹکایا ہوا تھا اگر کوئی عورت آتی تو پردے کی اوٹ میں بیٹھ جاتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

حضرت معلوم ہوا کہ یہودی آپ کے پاس آرہے ہیں۔ میں پردے کے پیچھے چلا جاتا ہوں۔ اور آپ ان سے میرے بارے میں اور میرے والد کے بارے میں پوچھنا کہ وہ کیسے آدمی ہیں؟ چنانچہ یہودی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ عبد اللہ ابن سلام تم میں سے کیسا شخص ہے یہود نے کہا۔ "خَيْرُنَا وَابْنُ خَيْرِنَا"۔ ہم میں سے سب سے بہتر اور سب سے بہتر کا بیٹا ہے۔ ہم میں سے سب سے بڑا عالم ہے اور سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہے۔ "أَعْلَمُنَا وَابْنُ أَعْلَمِنَا"۔ ہم میں سے سب سے افضل اور سب سے افضل کا بیٹا ہے۔ "أَفْضَلُنَا وَابْنُ أَفْضَلِنَا"۔ ہمارا سردا ہے اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے۔ "سَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا"۔ بخاری شریف میں ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر عبد اللہ ابن سلام مسلمان ہو جائے تو کیا پھر تم مسلمان ہو جاؤ گے یہودی کہنے لگے۔ "أَعَاذَةُ اللَّهِ مِنَ الْإِسْلَامِ"۔ اللہ تعالیٰ اس کو اسلام سے بچائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر واقعہ وہ مسلمان ہو جائے تو پھر تم کیا کہو گے؟ کہنے لگے بڑا سمجھدار آدمی ہے۔ وہ اسلام قبول نہیں کرے گا یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پردے سے باہر تشریف لے آئے اور بلند آواز سے کہا۔ "أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ"۔ یہودی کہنے لگے۔ "شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا"۔ ہم میں سے بڑا شرارتی ہے اور اس کا باپ بھی بڑا شرارتی تھا۔ اس سے یہودیوں کا اندازہ کرو کہ مجلس نہیں بدلی وقت نہیں بدلا۔ لوگ بھی وہی ہیں، کس طرح بدلے۔ حضرت عبد اللہ بن سلام چونکہ مضبوط آدمی تھے۔ اس واسطے انہوں نے کسی کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے۔ "الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ"۔ کمزور مومن بہتر ہے کمزور مومن سے۔ کیونکہ مضبوط ہوگا

تو خود بھی ایمان پر قائم رہے گا اور دوسروں کا بھی خیال رکھے گا۔ ویسے اللہ تعالیٰ سب مومنوں کی قدر کرتا ہے۔ مگر ”الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ“۔ طاقتور مومن زیادہ محبوب ہے اللہ تعالیٰ کو کمزور مومن سے۔ تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اسلام سے پہلے بھی بڑے دیانت دار تھے۔ اہل کتاب میں بڑے بڑے بددیانت بھی تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَمِنْهُمْ مَنْ إِنْ أَمَّنْهُ بِدِينَارٍ، اور ان اہل کتاب میں سے وہ بھی ہیں اگر تو اس کے پاس امانت رکھے صرف ایک دینار۔ لَا يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ، نہیں ادا کرے گا وہ اس دینار کو تجھے۔ إِلَّا مَا ذُكِّتَ عَلَيْهِ فَإِنَّمَا، مگر جب تک قائم رہے تو اس پر کھڑا۔ مدینہ طیبہ میں یہودیوں کا ایک بہت بڑا پیر اور مولوی تھا۔ فخاص ابن عازور اس کی وضع قطع شکل و صورت ایسی تھی کہ آدمی کو شبہ بڑاتا تھا۔ کہ شاید خضر علیہ السلام یہی ہیں۔ اور گفتگو کا انداز ایسا تھا کہ لوگ شوق سے سنتے تھے۔ قریش خاندان کا ایک مسافر مدینہ طیبہ آیا تو فخاص کو شکل و صورت سے بڑا بزرگ خیال کر کے اس کے پاس گیا۔ اس وقت اس کے شاگرد اور مرید بھی اس کے پاس موجود تھے۔ اس مسافر نے کہا غریب آدمی ہوں اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ یہ میرے پاس ایک دینار ہے تمہارے پاس امانت رکھتا ہوں جب میں واپس گھر جاؤں گا تم سے لے لوں گا۔ وہ مسافر کچھ عرصہ کے بعد آیا اس وقت بھی فخاص کے مرید اور شاگرد اس کے پاس موجود تھے۔ کہنے لگا کہ اب میرا گھر جانے کا ارادہ ہے لہذا میرا وہ دینار جو میں نے تمہارے پاس امانت رکھا تھا۔ واپس دے دو۔ فخاص نے اس مسافر کی طرف گھور کر دیکھا اور کہنے لگا کونسا دینار اور کب تو نے امانت رکھی تھی؟ خواہ خواہ بزرگوں پر بہتان لگا رہا ہے؟۔ دوڑ جا یہاں سے۔ اس کو جھڑک دیا۔ وہ بے چارہ باہر چلا گیا شاگردوں اور مریدوں نے کہا حضرت

اس نے ایک دینار تمہارے پاس امانت کے طور پر رکھا تو تھا تم بھول گئے ہو۔ فخاص کہنے لگا اس بات کو چھوڑو یہ اُن پڑھ لوگ ہیں۔ ہم نے فیسیں دے کر تعلیم حاصل کی ہے۔ ان کا مال کھانا ہمارے لئے جائز ہے۔ یہ تو ہمارے گدھے ہیں جس طرح چاہو ان پر سواری کر لو۔ اس کے مریدوں میں کوئی تجربہ کار آدمی تھا۔ وہ اس مسافر کے پاس آیا اور کہا کہ یہ ہمارے پیر صاحب ہیں۔ ان کو میں جانتا ہوں یہ اس طرح دینار نہیں دیں گے میں تجھے طریقہ بتاتا ہوں۔ اس طرح کر تجھے دینار مل جائے گا تو جا کر اس کو کہہ کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میرا دینار دے دے۔ ورنہ میں محلوں میں، گلیوں میں پھروں گا اور شور مچاؤں گا۔ کہ فخاص بن عازور امیرا دینار کھا گیا ہے۔ اس مسافر نے جب اس طرح جا کر کہا تو گھبرایا اور جیب سے ایک دینار نکال کر اس کی طرف پھینکا۔ اور کہا کہ خواہ مخواہ ویسے ہی بدنام کرتا ہے۔ لے یہ دینار اور نکل جا یہاں سے تو جو شخص اتنا بددیانت ہو کہ ایک دینار پر بے ایمان ہو جائے جب کہ اس وقت تقریباً دینار کی قیمت دو سو روپیہ ہے تو ایسے شخص کو رب تعالیٰ ایمان جیسی دولت کیوں عطا فرمائے۔ برتن صاف ہوگا تو اس میں کوئی چیز پڑے گی۔ اور اگر غلاظت سے بھرا ہوا ہو تو اگر اس میں اچھی چیز بھی ڈالو گے تو خراب ہو جائے گی۔ تو اس جیسوں سے امانت ڈنڈے کے ساتھ ہی وصول کرنی ہے۔ کیونکہ ان کا نظریہ ہے۔ ذَلِکَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَیْسَ عَلَیْنَا فِی الْاٰمِیْنِ سَبِیْلٌ ، یہ اس وجہ سے کہ بے شک انہوں نے کہا نہیں ہے ہم پر ان پڑھ لوگوں کے مال لینے میں کوئی الزام کا راستہ۔ یعنی جس طرح چاہو اور جس طریقے سے چاہو ان اُن پڑھوں سے مال لینا درست ہے زبردستی یا دھوکے سے یا تجارت میں خیانت کر کے ہر طرح جائز ہے جب انسان اتنا بددیانت ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو اسلام جیسی عزیز متاع کیوں نصیب کرے۔ پھر یہ بات اللہ

تعالیٰ کے ذمہ لگاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں امیوں کا مال کھانے کی اجازت دی۔ فرمایا،
 وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَيْدَ، اور یہ بولتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ۔ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٥٤﴾ اور
 حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ اگر کوئی شخص غلط فہمی کا شکار ہو تو وہ الگ بات ہے جان بوجھ کر کہنا کہ ہم
 بڑے نیک اور پرہیزگار لوگ ہیں۔ اور پڑھے ہوئے ہیں اور یہ ان پڑھ لوگ ہمارے گدھے
 اور ٹٹو ہیں۔ ان پر سوار ہو جاؤ یہ ہمیں رب کا حکم ہے۔ فرمایا! یہ بالکل جھوٹ بولتے ہیں۔ بلی
 ، کیوں نہیں ان پر الزام کا راستہ۔ مَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ، جو اپنا عہد پورا کرے گا۔ وَاتَّقَىٰ، اور
 اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا۔ جس طرح حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اپنا عہد پورا کیا
 اور ان کو رب کا خوف تھا ورنہ اگر وہ رقم ہضم کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے۔ اور یہ ان کے لئے
 آسان تھا۔ کیونکہ نہ تحریر تھی اور نہ کوئی گواہ تھا۔ کافی رقم کا سونا تھا۔ دیکھنے والا بھی کوئی نہیں تھا۔
 اور دوسری طرف فخاص بن عازور کے پاس جب رقم رکھی گئی تو اس کے شاگرد اور مرید دیکھ
 رہے تھے۔ اور انہوں نے یاد دہانی بھی کرائی مگر اس نے ان کو بھی جھڑک دیا۔ تو ایسوں کو اللہ
 تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿٥٥﴾، پس بے شک اللہ تعالیٰ متقیوں سے محبت
 کرتا ہے۔ آگے ایک اور واقعہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت اشعث
 بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک یہودی کے ساتھ کنویں کے سلسلہ میں جھگڑا تھا۔ یہودی کہتا تھا
 کہ کنواں میرا ہے اور حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کا دعویٰ تھا کہ کنواں میرا ہے۔ اور
 حقیقت میں تھا بھی حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کا اور یہودی نے ویسے ہی ناجائز قبضہ
 کیا ہوا تھا اور اس زمانے میں آج کی طرح رجسٹری انتقال وغیرہ نہیں ہوتا تھا۔ کہ کام پختہ
 ہو جائے لوگوں نے کہا جھگڑو نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرالو۔ حق کا فیصلہ ہو جائے

گا۔ چنانچہ یہ فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔ اور اپنا مدعا بیان کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تو دعویٰ کرتا ہے کہ کنواں تیرا ہے تو کیا تیرے پاس گواہ ہیں؟ (کیونکہ اسلام کا ضابطہ ہے۔ "الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدْعِي وَ الْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ"۔ کہ گواہ مدعی کے ذمہ ہیں۔ اور منکر پر قسم آتی ہے یعنی مدعی اگر گواہ نہ پیش کر سکے تو مدعا علیہ سے قسم لی جائے گی) حضرت اشعث رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت یہ کنواں جدی پشتی ہمارے پاس چلا آ رہا ہے۔ میرے بڑوں نے جب یہ کنواں کھودا تھا اس وقت میں پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔ اس وقت کے گواہ تو میرے پاس نہیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر مدعا علیہ کی قسم پر فیصلہ ہوگا۔ حضرت اشعث رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت! یہ تو فاسق فاجر آدمی ہے اس طرح تو یہ سارے مدینہ پر قبضہ کر لے گا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا، بے شک وہ لوگ جو خریدتے ہیں اللہ تعالیٰ کے عہد کے بدلے اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی قیمت۔ یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا عہد کیا تھا مگر ایمان نہیں لائے وہ وعدہ پورا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو حکم دیا تھا امانت کے ادا کرنے کا۔ لیکن یہ حق دار کو امانت ادا نہیں کرتے اور قسم کے بدلے حقیر مال خریدتے ہیں اور دنیا ساری ہی قلیل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا و مافیہا کی قدر اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں چھڑ کے پر کے برابر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بچا نہ دیتا تو جو دنیا کی خاطر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور عہد پورا نہیں کرتے اور امانت ادا نہیں کرتے۔ أُولَئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ، وہ لوگ ہیں کوئی حصہ نہیں ہوگا ان کے لئے اچھائی کا آخرت میں۔ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ، اور اللہ تعالیٰ ان سے پیار کا کلام نہیں فرمائیں

گے۔ محبت کی گفتگو نہیں ہوگی۔ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ، اور نہ ان کی طرف نگاہِ شفقت فرمائیں گے قیامت کے دن۔ ویسے دیکھے گا تو سب کو۔ یعنی مطلقاً دیکھنے کی نفی نہیں ہے۔ شفقت سے دیکھنے کی نفی ہے۔ وَلَا يُزَكِّيهِمْ، اور اللہ تعالیٰ ان کو گناہوں سے پاک نہیں کرے گا۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ O، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ آگے یہودیوں کی ایک شرارت کا ذکر ہے۔ فرمایا۔ وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوَنَ السِّتْرَ بِالْكِتَابِ، اور بے شک ان اہل کتاب میں سے ایک گروہ ایسا ہے جو موڑتے ہیں اپنی زبانوں کو کتاب کے ساتھ۔ لِيَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ، تاکہ تم سمجھو اس کو کتاب سے۔ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ، حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پڑھے کچھے لوگ بھی ہوتے تھے اور ان پڑھ بھی ذہین بھی اور غبی بھی، شہری بھی اور دیہاتی بھی، اور ہر مجلس کا یہی حال ہوتا ہے۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے تھے کہ ”رَاعِنَا“۔ حضرت ہماری رعایت فرمائیں کہ ہم سب سمجھیں۔ اور یہودی زبان تھوڑی سی دبا کر کہتے تھے۔ ”رَاعِينَا“۔ کہ عین کے بعد یا پیدا ہو جاتی تھی تو اس کا معنی بنتا ہے متکبر جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں میں بری رعونت ہے یعنی تکبر ہے تو پہلے پارے میں تم پر بات پڑھ چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ لفظ بولنے سے منع فرما دیا۔ فرمایا! ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا“۔ اے ایمان والو! راعینا نہ کہو اور ”انظُرْنَا“ کہو کہ حضرت ہم پر شفقت فرماؤ۔ کیونکہ ایسے ملتے جلتے الفاظ سے یہ لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے پہلے کا واقعہ ہے ایک طالب علم نے چوری کی مقدمہ اساتذہ کے سامنے پیش ہوا قسم پر فیصلہ طے ہوا۔ چور نے قسم اٹھالی کہ میں نے چوری نہیں کی۔ دوسرے ساتھیوں نے ملامت کی کہ تو نے چوری ہمارے سامنے کی ہے۔ اور قسم اٹھالی ہے

تو اس نے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے قسم کن الفاظ کے ساتھ اٹھائی ہے ساتھیوں نے کہا کہ تو نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائی ہے کہنے لگا نہیں میں نے تو "آلآن" کی قسم اٹھائی ہے۔ "آلآن" کدو کی طرح ایک بڑی ہوتی ہے کدو گول ہوتا ہے اور یہ لمبی ہوتی ہے۔ تو لہجے سے کتنا فرق ہو گیا زبر زیر سے فرق ہو جاتا ہے جیسے "بگڑی" اور "بگڑی"۔ معلوم مجہول پڑھنے سے فرق ہو جاتا ہے۔ جیسے ٹھوک اور تھوک تو اسی طرح یہودی دھوکا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتا۔ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ، اور وہ کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتا۔ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَيْدُ، اور وہ بولتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ۔ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ○، حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ ہم ہیرا پھیری کر رہے ہیں۔ اور اسی طرح کی ہیرا پھیری کرنا بڑا سخت گناہ ہے حدیث میں آتا ہے کہ جس نے جھوٹی قسم اٹھائی یا شہادت میں غلط بیانی کی تو وہ چور کی طرح مجرم ہے اور آج وہ زمانہ ہے کہ کوئی سچی گواہی نہیں دے سکتا۔ عام لوگ تو عام ہیں ججوں کا یہ حال ہے کہ بے چارے جب بیان لیتے ہیں تو نقاب پہن لیتے ہیں۔ کہ ہمیں پہچان نہ لیں اور بعد میں مار نہ دیں یہ حالات ہیں کہ غنڈہ گردی دنیا میں عام ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنَّبُوءَةَ ثُمَّ يَقُولَ
 لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّيْنَ بِمَا
 كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ ﴿٤٩﴾ وَلَا يَا مُرَّكُمْ
 أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ
 مُسْلِمُونَ ﴿٥٠﴾

۸۶۹
۱۴

مَا كَانَ لِبَشَرٍ نہیں حق پہنچتا کسی بشر کو۔ اَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ، اس کے بعد یہ کہ اللہ تعالیٰ نے
 اس کو کتاب دی ہو۔ وَالْحُكْمَ، اور حکم دیا ہو۔ وَالنَّبُوءَةَ، اور نبوة دی ہو۔ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ، پھر
 کہے لوگوں کو۔ كُونُوا عِبَادًا لِي، ہو جاؤ تم میرے بندے۔ مِنْ دُونِ اللَّهِ، اللہ تعالیٰ سے ورے
 ورے۔ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّيْنَ، اور لیکن وہ یہ کہے گا کہ ہو جاؤ تم رب واسے۔ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ
 الْكِتَابَ، اس واسطے کہ تم تعلیم دیتے ہو کتاب کی۔ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ، اور اس واسطے کہ تم
 پڑھتے ہو کتاب کو۔ وَلَا يَا مُرَّكُمْ، اور وہ تم کو حکم نہیں دے گا۔ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ، اس بات کا کہ
 تم بنا لو فرشتوں کو۔ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا، اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو رب۔ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ، کیا وہ
 تمہیں حکم کرے گا کفر کا۔ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ، بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو۔

کافی تفصیل کے ساتھ یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ ۸ھ میں جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا اور
 سارا عرب اسلام کے جھنڈے کے نیچے آ گیا۔ اور نجران بھی عرب کا علاقہ تھا۔ اور وہاں
 عیسائیوں کی اکثریت تھی۔ تو انہوں نے سوچا کہ ہم اب الگ تھلگ نہیں رہ سکتے۔ اور اگر مقابلہ

کرتے ہیں تو مشکل بات ہے۔ لہذا بہتر ہے کہ ان کی حکومت کو تسلیم کر لو اس مقصد کے لئے
 ۹ھ میں نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد جو ساٹھ آدمیوں پر مشتمل تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے پاس آیا اور انہوں نے الگ الگ رہنا پسند نہ کیا جس کی وجہ سے انہیں مسجد نبوی میں ٹھہرایا
 گیا ان کے آنے کا اصل مقصد تو یہ تھا کہ ہم تمہاری رعیت بننے کے لئے آئے ہیں مگر پڑھے لکھے
 لوگ تھے علمی گفتگو بھی ہوئی جس کا ذکر پہلے ہوا ہے اس گفتگو میں انہوں نے یہ بھی کہا کہ حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام نے ہمارے بڑوں کو کہا تھا کہ مجھے رب سمجھنا اس واسطے ہم عیسیٰ علیہ السلام کے
 بندے ہیں اور وہ ہمارے رب ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا ہے۔ مَا كَانَ لِبَشَرٍ
أَنْ يُوتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ نہیں حق پہنچتا کسی بشر کو اس کے بعد یہ کہ اللہ تعالیٰ
 نے اس کو کتاب دی ہو اور حکم دیا ہو اور نبوة دی ہو۔ اب قیود کے بعد پیغمبروں کے علاوہ
 دوسرے بشر خارج ہو گئے کیونکہ دوسروں پر نہ تو کتابیں نازل ہوئی ہیں۔ نہ ان کو اللہ تعالیٰ نے
 نبوة عطاء فرمائی ہے نہ ان پر وحی نازل ہوئی ہے۔ اس میں صرف اور صرف پیغمبر آتے ہیں تو جو
 بشر پیغمبر ہے اس کو حق نہیں پہنچتا کہ یہ چیزیں ملنے کے بعد۔ ثُمَّ يَقُولُ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي
مِنْ دُونِ اللَّهِ پھر وہ کہے لوگوں کو ہو جاؤ تم میرے بندے اللہ تعالیٰ کے سوا یہ تو پیغمبر کا حق ہی
 نہیں ہے۔ اور یہ اس کی شان کے لائق ہی نہیں ہے۔ یہ تمہاری خانہ ساز باتیں ہیں۔ حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام نے ہرگز یہ نہیں فرمایا کہ تم میرے بندے بن جاؤ۔ نہ حضرت داؤد علیہ السلام
 نے فرمایا ہے نہ موسیٰ علیہ السلام نے نہ کسی اور پیغمبر نے فرمایا ہے اسی آیت کریمہ کے پیش نظر
 مفسرین کرام، فقہائے کرام، اور محدثین عظام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے لکھا ہے کہ
 عبد النبی، عبد الرسول، عبد المصطفیٰ نام رکھنا جائز نہیں ہے۔ بعض لوگ یہ تاویل کرتے ہیں کہ عبد
 سے مراد غلام ہے۔ تو اس صورت میں عبد النبی کا معنی بنے گا غلام نبی اور عبد الرسول کا غلام

رسول اور عبدالمصطفیٰ کا غلام مصطفیٰ یہ ٹھیک ہے۔ لیکن فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے کہ عبد سے مراد اگر بندہ ہو جیسے عبد اللہ، عبد الرب اور عبد الکریم میں ہے تو پھر خالص شرک ہے۔ اور اگر غلام والا معنی لیں تو شرک تو نہیں ہے۔ مگر مکروہ ہے۔ کیونکہ لفظ ”ذومَعْنَيْنِ“ ہے۔ اور ایسا لفظ بولنا کہ جس کا ایک معنی ایسا نکلتا ہو کہ جس سے لوگ غلط فائدہ اٹھائیں تو وہ بولنا صحیح نہیں ہے۔ اور یہ بات تم سن چکے ہو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے راعنا کا لفظ بولتے تھے جس کے معنی ہیں ہماری رعایت فرمائیں لفظ بھی صحیح تھا اور کہنے والوں کی نیت بھی درست تھی۔ لیکن یہودی اس کو زبان دبا کر راعینا بولتے تھے جس کا معنی متکبر، چرواہا اور جاہل بنتا ہے۔ اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی۔ تو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس لفظ کے بولنے سے منع فرمادیا کیونکہ یہودی اس سے غلط فائدہ اٹھاتے تھے۔ لہذا ایسا لفظ جس کا مفہوم شریعت کے خلاف نکل سکتا ہو اور لوگ اس سے غلط فائدہ اٹھائیں تو اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت۔

”اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ“۔ کے الفاظ کے ساتھ درود پڑھا جاسکتا ہے یا نہیں تو حضرت نے فرمایا۔ کہ یہ بھی درود کے مختصر الفاظ ہیں لیکن پڑھنے والا اس نظریے کے ساتھ پڑھے کہ اس درود کو فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچاتے ہیں اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر سمجھ کر پڑھے گا تو کفر اور شرک ہوگا اور اب چونکہ لوگوں کے ذہن خراب ہیں اور وہ۔ ”اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ“۔ سے یہ سمجھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ناظر ہیں اس واسطے عام آدمی یہ الفاظ کہنے اور بولنے سے گریز کرے تاکہ باطل کی تائید نہ ہو ورنہ فِیْ نَفْسِہِ یَا رَسُوْلُ اللّٰہِ کہنا اور محض پیارا اور محبت میں کہنا جائز اور صحیح ہے۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ کوئی آدمی راستے پر چلتے چلتے گر پڑے اور کہے ہائے او

میری ماں یا باپے او میری بے بے اب ماں اور بے بے وہاں موجود تو نہیں ہیں۔ مگر محبت ہوتی ہے اس واسطے بے ساختہ زبان پر ان کا نام آتا ہے اسی طرح اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر نہ سمجھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگنے کا نظریہ نہ ہو تو یا رسول اللہ کہنا صحیح ہے۔ لیکن عوام چونکہ غلط فائدہ اٹھاتے ہیں اور وہ ان الفاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر سمجھتے ہیں اور آپ سے مدد مانگتے ہیں اس واسطے یہ لفظ نہیں بولنے چاہئیں۔ اور جتنے بھی موہوم الفاظ ہیں ان کا یہی حکم ہے۔ مثلاً ایک شخص ”یا علی مشکل کشا“ کہتا ہے۔ اور اس کی علی سے مراد رب کی ذات ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نام علی بھی ہے۔ ”وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ“۔ تو یہ کہنا فی نفسہ صحیح ہے۔ مگر عوام میں یہ جملہ اس وقت تک نہ بولے جب تک ان کو سمجھا نہ دے کہ بھائی علی اللہ تعالیٰ کا نام بھی ہے اور میں جو کہتا ہوں یا علی مشکل کشا تو اس سے میری مراد رب تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور اگر یہ تشریح نہیں کرے گا تو لوگ سمجھیں گے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مدد مانگ رہا ہے۔ جو کہ عوام کا ذہن بنا ہوا ہے یہاں ایک بات سمجھ لیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کے ساتھ مشکل کشا کا لفظ کتابوں میں آتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے جو لوگوں نے سمجھا ہوا ہے۔ بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا اس واسطے کہا جاتا ہے کہ وہ مشکل سے مشکل مسئلہ حل فرمادیتے تھے۔ کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑی سمجھ عطا فرمائی تھی۔ ایک موقع پر ایک مسئلہ پیش آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ”قَضِيَّةٌ وَلَا اِباَ حَسَنِ“۔ مشکل مسئلہ پیش آیا ہے۔ اور ابوالحسن علی موجود نہیں ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لقب تھا۔ خَلَّالُ الْمَهَاقِلِ۔ مشکل مسائل کی گرہ کھولنے والا۔ بعض بزرگان دین کے شجروں میں جو یہ الفاظ آتے ہیں کہ پروردگار علی مشکل کشا کے واسطے۔ چنانچہ حضرت سولانا حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے شجرہ میں بھی یہ لفظ ہے اے پروردگار یہ میرا کام کر علی مشکل کشا

کے واسطے تو اس سے یہی مراد ہے مشکل مسائل کی گرہ کھولنے والا یہ مراد نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مافوق الاسباب لوگوں کی مشکلیں حل کرنے والے ہیں۔ چنانچہ کسی نا سمجھ نے حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کو خط لکھا کہ تم دیوبندی ایک طرف تو کہتے ہو کہ علی مشکل کشا کہنا شرک ہے اور دوسری طرف تمہارے شجروں میں علی مشکل کشا کے لفظ موجود ہیں۔ تو حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مکتوبات میں موجود ہے فرماتے ہیں دیکھو بھائی! حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دور میں مشکل سے مشکل مسئلے حل فرماتے تھے۔ عربی میں ان کو ”حلال المعافل“ کہتے تھے۔ مشکل مسئلوں کی گرہ کھولنے والا اور فارسی والوں نے اس کا ترجمہ کیا ہے مشکل کشا تو مشکل کشا سے یہ مراد ہے باقی ہماری مشکلیں رب تعالیٰ ہی حل فرماتے ہیں رب کے سوا کوئی مشکل کشا نہیں ہے۔ تو مسئلہ یہ ہے کہ ایسا نام نہ رکھو جس سے شرکیہ مفہوم نکلتا ہو۔ ناموں میں بہتر نام وہ ہیں جن میں رب تعالیٰ کی طرف نسبت ہو جیسے عبد اللہ ہے عبد الرب ہے۔ کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ سب سے اچھے وہ نام ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جیسے عبد اللہ، عبد الرحمن، عبد الرحیم، عبد الجلیل، عبد الکریم، عبد الرب، عبد المؤمن، عبد المہمن، عبد المنعم، عبد المحسن، عبد المقیت، عبد المبین، عبد المتین، دوسرے نمبر پر وہ نام ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آئے جیسے محمد قاسم، حسین احمد، غلام محمد، پھر وہ ہیں جن میں دوسرے پیغمبروں کے نام آئیں۔ جیسے محمد ابراہیم، محمد اسماعیل، محمد داؤد، محمد اسحاق، محمد زکریا۔ پھر وہ نام ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام ہیں جیسے، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ان ناموں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا اور اجازت بھی دی کہ صحیح ہیں۔ اگر کسی صحابی کی نام غلط ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدل دیتے تھے دیہات سے ایک موٹا تازہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور اس کے ساتھ

ایک کتابھی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ بھائی تیرا نام کیا ہے؟ کہنے لگا میرا نام ظالم ہے اور میرے کتے کا نام راشد ہے۔ اور راشد کا معنی ہے ہدایت یافتہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو بندہ ہو کے بھی ظالم ہے اور وہ کتا ہو کے راشد ہے۔ فرمایا میں نے نام بدلنا ہے آج کے بعد تیرے کتے کا نام ظالم ہے اور تیرا نام راشد ہے۔ اپنے علاقے میں جا کر لوگوں کو بتادینا۔ نیب الطبع اور سلیم الطبع شخص تھا کوئی قیل و قال نہیں کی کہنے لگا۔ حضرت ٹھیک ہے اور اگر اڑنا چاہتا تو کہہ سکتا تھا کہ حضرت میرا کوئی اور نام رکھ دو کتے کا نام تو میرا نہ رکھو اور بعضے اڑ بھی جاتے تھے جیسے رئیس التابعین حضرت سعید ابن المسیب رحمہ اللہ کے دادا حضرت حزن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت سعید مشہور تابعی ہیں۔ ان کے باپ مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں۔ اور دادا حزن رضی اللہ عنہ بھی صحابی ہیں۔ یہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً نام دریافت فرماتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ میرا نام حزن ہے۔ اور حزن کے معنی ہیں کھر درا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نام اچھا نہیں ہے۔ اگر تو چاہے تو میں تیرا نام سہیل رکھ دوں۔ سہیل کے معنی ہیں نرم۔ حضرت حزن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا حضرت اس میں شرعی طور پر کوئی گناہ تو نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں گناہ تو نہیں ہے۔ کہنے لگے یہ نام میرے باپ دادا نے رکھا ہے۔ لہذا میں حزن ہی ٹھیک ہوں۔ حضرت سعید رحمہ اللہ ابن مسیب فرماتے ہیں کہ قدرتی طور پر وہ دادے والی نختی ہم میں بھی ہے کاش کہ ہمارا دادا اس وقت مان لیتا اور ان کا نام سہل ہو جاتا۔ اور ہم میں بھی نرمی ہوتی تو ناموں میں اثر ہوتا ہے۔ لہذا مہمل اور اجنبی نام نہیں رکھنا چاہیے۔ عورتیں کئی مہمل قسم کے نام لے آتی ہیں۔ اور پوچھتی ہیں کہ اس کا کیا معنی ہے؟ تو ساری لغتیں تو یاد نہیں ہوتیں۔ جس زبان کا لفظ ہے اس لغت میں

دیکھ لو کیا معنی ہے؟ اور عورتوں کے ناموں میں وہ نام اچھے ہیں جو صحابیات کے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے نام ہیں اور ایسے ناموں سے گریز کرنا چاہیے جن کے شرکیہ معنی بنتے ہوں۔ تاکہ لوگ غلط فہمی کا شکار نہ ہوں تو کسی پیغمبر نے یہ سبق نہیں دیا کہ تم میرے بندے بن جاؤ بلکہ وہ تو یہ تعلیم دیتے ہیں۔ وَلَٰكِنْ كُونُوا رَبَّيْنَ، اور لیکن (وہ یہ کہے گا کہ) ہو جاؤ تم رب والے۔ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ، اس واسطے کہ تم تعلیم دیتے ہو کتاب کی۔ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ، اور اس واسطے کہ تم پڑھتے ہو کتاب کو۔ خطاب تو عیسائیوں کو ہے اور وہ کتاب پڑھتے بھی تھے۔ اور اس کی تعلیم بھی دیتے تھے مگر وہ بات کہ جس سے ان پر زد پڑتی تھی اس کو چھوڑ دیتے تھے۔ وَلَا يَأْمُرْكُمْ أَنْ تَتَّخِذَ الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّنَ أَوْلِيَاءَ، اور وہ تم کو حکم نہیں دے گا اس بات کا کہ تم بنا لو فرشتوں کو اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو رب۔ یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو رب بنایا اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رب بنایا اور صابیوں نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بنایا۔ پھر ان کی پوجا شروع کر دی۔ اور آج کل بعض جاہل قسم کے لوگ تعویذات پر لکھتے ہیں یا جبرائیل، یا میکائیل، یا اسرافیل، یا عزرائیل (علیہم السلام) وغیرہ۔ یہ بالکل ناجائز ہے۔ اس واسطے کہ کام تو سارے رب کرتا ہے فرشتوں کے تو بس میں ہی کچھ نہیں ہے۔ ان کو پکارنے کا کیا فائدہ وہ تو رب تعالیٰ کے حکم کے یا بند ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لوگ جب آگ کے بھٹے میں ڈالنے لگے تو جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے میرے لائق کوئی خدمت ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ ”حسبی اللہ“۔ مجھے میرا اللہ کافی ہے۔ وہ دیکھ رہا ہے مجھے تیری ضرورت نہیں ہے۔ اَيَاْمُرْكُمْ بِالْكَفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُسْلِمُونَ، کیا وہ تمہیں حکم کرے گا کفر کا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو۔ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اسلام سکھانے کے لئے آتا ہے؟ یا کفر

سکھانے کے لئے آتا ہے؟ کیا وہ تمہیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ تم عبد المسیح علیہ السلام، عبد موسیٰ علیہ السلام، عبد داؤد علیہ السلام، عبد الرسول اور عبد المصطفیٰ بن جاؤ۔ یہ تو کفر کی بات ہے۔ پیغمبر یہ تعلیم نہیں دیتے وہ تو تعلیم دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بندے بنو اور نام بھی وہ رکھو جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہو یا اس میں نبی کا نام آئے۔ یا صحابہ رضی اللہ عنہم کا اور عورتیں بھی صحابیات رضی اللہ عنہن کے ناموں والے نام رکھیں ناموں کا اثر ہوتا ہے۔ ابھی تم بخاری شریف کی حدیث سن چکے ہو۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین).....!

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ
جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ ، قَالَ
إِذْ أُفْرِزْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَيَّ ذَلِكَمُ إِصْرِي ، قَالُوا أَفَرَرْنَا ، قَالَ
فَأَشْهَدُوا ، وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨١﴾ فَمَنْ تَوَلَّى بَعْدَ ذَلِكَ
فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٨٢﴾ أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ
فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿٨٣﴾ قُلْ
آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ عَلَيَّ إِبرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ
وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى
وَالنَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ ، لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ ، وَنَحْنُ لَهُ
مُسْلِمُونَ ﴿٨٤﴾

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ، اور جس وقت لیا اللہ تعالیٰ نے۔ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ، وعدہ پیغمبروں سے۔ لَمَّا
آتَيْتُكُمْ، وہ چیز جو میں تمہیں دوں گا۔ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ، کوئی کتاب اور دانائی۔ ثُمَّ جَاءَكُمْ
رَسُولٌ مُصَدِّقٌ، پھر آئے گا تمہارے پاس رسول۔ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ، تصدیق کرنے والا ہوگا اس چیز کی
جو تمہارے پاس ہے۔ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ، البتہ ضرور تم اس پر ایمان لاؤ گے۔ وَلَتَنْصُرُنَّهُ، اور البتہ ضرور تم

اس کی مدد کرو گے۔ قَالَ ءَاَقْرَزْتُمْ، فرمایا پروردگار نے کیا تم نے اقرار کیا؟۔ وَآخَذْتُمْ، اور لیا تم نے۔ عَلٰی ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ، اس پر میرا وعدہ۔ قَالُوْا اَقْرَزْنَا، کہنے لگے ہم نے اقرار کیا۔ قَالَ فَاَشْهَدُوْا، رب تعالیٰ نے فرمایا پس گواہ بن جاؤ۔ وَاَنَا مَعَكُمْ، اور میں تمہارے ساتھ ہوں۔ مِّنَ الشَّٰهِدِيْنَ، گواہوں میں سے۔ فَمَنْ تَوَلَّىٰ، پس جس نے اعراض کیا۔ بَعْدَ ذٰلِكَ، اس کے بعد۔ فَاُوَلِّيْنَاكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ، پس وہی لوگ نافرمان ہیں۔ اَفَغَيَّرَ دِيْنَ اللّٰهِ، کیا اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا کوئی اور دین۔ يَّبْغُوْنَ، یہ تلاش کرتے ہیں۔ وَآءَاَسَلَمَ، اور اسی کے سامنے جھکی ہوئی ہے وہ مخلوق۔ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔ طُوْعًا وَّ كَرْهًا، خوشی کے ساتھ اور جبراً۔ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ، اور اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ، آپ کہہ دیجئے ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر۔ وَمَا اُنزِلَ عَلَيْنَا، اور اس چیز پر جو ہم پر نازل کی گئی۔ وَمَا اُنزِلَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ، اور اس چیز پر جو نازل کی گئی ابراہیم علیہ السلام پر۔ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ، اور اسماعیل علیہ السلام پر، اور اسحاق علیہ السلام پر، اور یعقوب علیہ السلام پر۔ وَاَلْسَبَاطِ، اور ان کی اولاد اور اولاد پر۔ وَمَا اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيسٰى، اور اس چیز پر جو دی گئی موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو۔ وَالنَّبِيّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ، اور سب نبیوں کو جو دی گئی ان کے رب کی طرف سے۔ لَا نَفَرِقُ، ہم نہیں تفریق کرتے۔ بَيْنَ اٰخِذِيْهِمْ، ان میں سے کسی ایک کے درمیان۔ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ، اور ہم اسی رب تعالیٰ کے فرماں بردار ہیں۔

اس سے پہلے تم یہ بات خاصی تفصیل کے ساتھ سن چکے ہو کہ ۳۷ھ میں نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد جو ساٹھ آدمیوں پر مشتمل تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور ان کے آنے کا اصل مقصد تو اتنا ہی تھا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بادشاہت کا عائد ہیں ہم پر جو ٹیکس وغیرہ عائد

ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل ہمیں بتادو۔ لیکن چونکہ پڑھے لکھے لوگ تھے۔ مختلف قسم کی علمی باتیں بھی ہوئی۔ جن کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے۔ آخر میں انہوں نے یہ شوشہ چھوڑا کہ ٹھیک ہے تم نبی ہو گے مگر عربوں کے لئے۔ ہم جو بنی اسرائیلی ہیں یا دوسری قومیں ہیں۔ ان کے لئے تمہاری نبوت تسلیم کرنا ضروری نہیں ہے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ ان کا یہ دعویٰ بالکل بے بنیاد ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار تو اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے لیا کہ میرے اس پیغمبر پر ایمان لانا ضروری ہوگا۔ جو سب سے بعد میں آئے گا۔ اور تمام پیغمبروں نے اس کا اقرار کیا کہ ہم مانتے ہیں اور ان پیغمبروں میں موسیٰ علیہ السلام بھی ہیں، عیسیٰ علیہ السلام بھی ہیں۔ اور داؤد علیہ السلام بھی ہیں۔ تو اے یہودیو، اور عیسائیو! اور صابو! تمہارے پیغمبر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کریں۔ اور تم کس باغ کی مولیٰ ہو کہ انکار کرو اور کہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت صرف عربوں کے لئے ہے۔ ہمارے لئے نہیں ہے۔ یہ تمہارا دعویٰ بالکل بے بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اتنی عام تھی کہ میں نے تمام پیغمبروں سے اس کا اقرار لیا فرمایا۔ وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ، اور جس وقت لیا اللہ تعالیٰ نے وعدہ پیغمبروں سے۔ یہ وعدہ کب لیا گیا۔ اس بارے میں دو تفسیریں منقول ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے عالم ازل، عالم ارواح، عالم میثاق میں ساری مخلوق کی ارواح کو اکٹھا کیا اور ان کو ادراک اور شعور عطا فرمایا اور سب کو کہا "أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ"؟ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ "قَالُوا بَلَىٰ"۔ سب نے جواب دیا اور کہا کیوں نہیں تو ہمارا رب ہے۔ تو جس مقام پر انبی الوہیت کا وعدہ لیا تھا وہیں پر تمام پیغمبروں کو الگ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار لیا کہ میں ایک نبی بھیجوں گا

اس پر سب کا ایمان لانا ضروری ہے۔ سب نے کہا ہمیں منظور ہے۔ اکثر یہی تفسیر بیان کرتے ہیں اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ دنیا میں جب پیغمبر تشریف لائے سب سے الگ الگ وعدہ لیا گیا۔ مثلاً جب حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ لیا کہ ایک نبی آئے گا اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر تمہارے دور میں آجائے تو اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا کہ میرا ایمان ہے۔ اسی طرح جب شیث علیہ السلام تشریف لائے تو ان سے وعدہ لیا گیا اور جب نوح علیہ السلام تشریف لائے تو ان سے وعدہ لیا گیا، پھر جب ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے تو ان سے وعدہ لیا گیا۔ یعنی جو پیغمبر جس وقت دنیا میں تشریف لائے ان سے اس وقت وعدہ لیا گیا۔ اور وعدہ اس عنوان سے لیا گیا۔ لَمَّا آتَيْنَاكُمْ، البتہ وہ چیز جو میں تمہیں دوں گا۔ مِّنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ، کوئی کتاب اور حکمت، اور نبوة۔ یعنی میں تمہیں کتاب دوں گا وحی آئے گی حکم دوں گا دانائی کی باتیں دوں گا یہ تمہارا منصب ہے اس کو سمجھ لو کہ تم کون ہو؟ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ، پھر آئے گا تمہارے پاس رسول۔ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ، تصدیق کرنے والا ہوگا اس چیز کی جو تمہارے پاس ہے۔ تو حیدر رسالت معاد، جو بھی اصولی باتیں ہیں وہ ان کی تصدیق کرے گا پھر وہ پیغمبر جب تمہارے پاس آئے تو یہ وعدہ کرو۔ لَقَوْمٍ بِيَدِهِ، البتہ ضرور بظہور تم اس پر ایمان لاؤ گے۔ وَلَقَنْصُرَنَّكُمْ، اور البتہ ضرور تم اس کی مدد کرو گے۔ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے لیا۔ قَالَ أَفَرَدْتُمْ؟، فرمایا پروردگار نے کیا تم نے اقرار کیا؟ اس وعدے کا کہ وہ آخری پیغمبر جب آئے گا اس پر ایمان لاؤ گے اور اگر تمہارے دور میں آ گیا تو اس کی مدد بھی کرو گے۔ وَأَخْلَقْتُمْ عَلَىٰ ذٰلِكُمْ أَمْرًا، اور لیا تم نے اس پر پورا وعدہ۔ اور مان لیا۔ قَالُوا أَفَرَدْنَا، پیغمبروں نے کہا ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہم

اس عہد کو پورا کریں گے۔ آنے والے پیغمبر پر ایمان بھی لائیں گے اور اگر ہمارے دور میں آیا تو ہم اس کی مدد بھی کریں گے۔ قَالَ فَاشْهَدُوا، رب تعالیٰ نے فرمایا پس گواہ بن جاؤ کہ تم نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ جو پیغمبر بعد میں آتا ہے تم اس پر ایمان لاؤ گے اور اگر تمہارے دور میں آ گیا تو اس کی مدد بھی کرو گے۔ وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ، اور حق کے گواہوں میں سے میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ کہ انہوں نے میرے ساتھ یہ عہد کیا ہے۔ اب دیکھو کتنی عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا وعدہ لے اور ان کے دور میں آ جائیں تو امداد کا بھی وعدہ اور تمام پیغمبر اس کا اقرار کریں۔ اور ان پیغمبروں کا نام لینے والے یہ کہیں کہ ان کی نبوت ہمارے لئے نہیں ہے۔ کیا ان کی یہ بات درست ہے؟ مگر دنیا میں کوئی خاموش نہیں رہتا۔ کوئی نہ کوئی شوشہ چھوڑتا رہتا ہے۔ عربی کا ایک مشہور مقولہ ہے کہ "مَا لَا يُذْرِكُ كُتْلُهُ لَا يُتْرَكُ كُتْلُهُ"۔ جو چیز ساری حاصل نہ ہو ساری چھوڑی نہ جائے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر بندے کو ساری نہ ملے تو کچھ نہ کچھ تو ملنی چاہیے پھر وہ پیغمبر عملی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس مقصد کے لئے زندہ رکھا ہوا ہے۔ وہ آسمان سے نازل ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی مدد کریں گے اور "لَتَنْصُرُنَّهُ" کا پورا پورا ثبوت دیں گے۔ وہ اس طرح کہ جامع مسجد دمشق میں امام مہدی علیہ السلام صبح کی نماز کی تیاری کراچکے ہوں گے کہ فرشتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے لے کر آئیں گے اور جامعہ مسجد دمشق کے منارہ پر لا کر بٹھائیں گے۔ وہ منارہ سفید رنگ کا آج بھی موجود ہے۔ جب میں دمشق گیا تھا تو میں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ دروازہ بند تھا اور اندر نہیں جاسکا۔ اس وقت کھولنے کی اجازت نہیں

تھی۔ اور انتظار میں نے نہیں کیا۔ چونکہ وقت تھوڑا تھا۔ پھر سٹریوں کے ذریعہ نیچے تشریف لائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کی آوازیں شروع ہو جائیں گی۔ اس وقت امام مہدی علیہ السلام مصلے پر کھڑے ہو چکے ہوں گے جب سنیس گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو چکے ہیں۔ تو مصلے سے پیچھے ہٹ جائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کریں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہیں گے کہ حضرت نماز پڑھاؤ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ نہیں۔ اب میری حیثیت امتی کی ہے تمہارے پیچھے نماز پڑھوں گا۔ تو پہلی نماز فجر کی جامع مسجد دمشق سوق حمیدہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی علیہ السلام کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھیں گے نماز کے بعد اعلان ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے ہیں مسلمانوں کی خوشی کی کوئی حد نہیں ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جہاد کا حکم دیں گے سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسرائیل کے علاقے میں ایک مقام ہے۔ جس کا نام ہے "لڈ" اس کے دروازے پر دجال کو اپنے ہاتھ مبارک سے مل کریں گے یعنی سچا سچ جھوٹے سچ کو قتل کرے گا۔ پھر یہود و نصاریٰ اور دوسرے کافروں کے ساتھ لڑائی ہوگی۔ جن علاقوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اثر و رسوخ ہوگا ان علاقوں میں اسلام کے بغیر کوئی دین نہیں رہے گا۔ اسلام ہی اسلام ہوگا۔ یہی پانچ نمازیں اور تیس روزے ہوں گے جو ہم پڑھتے اور رکھتے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرآن و حدیث کے مطابق فیصلے فرمائیں گے۔ اور اس طرح وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی مدد و نصرت فرمائیں گے۔ اور پختہ عہد کرنے کے بعد۔ فَمَنْ تَوَلَّى بَعْدَ ذَلِكَ، پس جس نے اعراض کیا اس کے بعد۔ یعنی پیغمبروں نے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کا اقرار کیا اور دوسرے

لوگ اعراض کریں گے۔ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ، تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔ کہ پیغمبر تو اقراری ہوں اور امتی کہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور دین ہمارے لئے نہیں ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی مدد کرنا ہمارے لئے ضروری نہیں ہے۔ ہمارے لئے ہمارا اپنا مذہب ہے یہ کیسی منطقی ہے؟ بھائی! بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مذہب اپنے دور میں حق تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مذہب اپنے دور میں حق تھا۔ اسی طرح باقی پیغمبروں کا۔ مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو پہلے سب دین منسوخ ہو گئے۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ آسمان میں ستارے ہیں کسی کی روشنی کم ہے اور کسی کی زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَلُونَ"۔ (پارہ نمبر ۱۴) اور لوگ ستاروں سے بھی راستے معلوم کرتے ہیں۔ یعنی لوگ ستاروں سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں مگر جب سورج طلوع ہو جائے تو پھر ستاروں کی روشنی کی کیا ضرورت ہے۔ دوسرے پیغمبر ستاروں کی مانند ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب نبوت ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد ستاروں کی روشنی تلاش کرنے والا دیوانہ اور مجنون ہے۔ اسے پاگل خانے میں بند کرنا چاہیے۔ ان پیغمبروں کی شریعتیں اپنے اپنے زمانے میں حق اور سچ تھیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو سارے دین ختم اور منسوخ ہو گئے اب کامیابی صرف اسلام میں ہے۔ فرمایا! الْغَيْرِ دِينِ اللّٰهِ يَسْفُونَ، کیا پس اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا کوئی اور دین یہ تلاش کرتے ہیں۔ وَلَآ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، اور اسی کے سامنے جھکی ہوئی ہے وہ مخلوق جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔ آسمانوں میں فرشتے ہیں یا جو بھی رب کی مخلوق ہے۔ سب اس کے احکام مانتے ہیں اور اس کے احکام کے سامنے جھکے ہوئے ہیں

اور جو زمین میں ہیں وہ رب کے سامنے جھکے ہوئے ہیں۔ طَوْعًا وَكَرْهًا، کوئی خوشی کے ساتھ جھکا ہوا ہے اور کوئی مجبوراً۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے جھکا ہوا ہے۔ جو مسلمان ہیں وہ سارے خوشی کے ساتھ رب کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہیں اور جو جہاد میں قید ہو کر آتے ہیں پہلے تو وہ مجبور ہوتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں اسلام کی محبت ڈال دیتا ہے اور وہ سچے دل سے قبول کر لیتے ہیں تو وہ جبراً خوشی میں تبدیل ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے احکام دو قسم کے ہیں تشریحی اور تکوینی۔ تشریحی یہ ہیں کہ مثلاً تم رب پر ایمان لاؤ۔ پیغمبروں پر ایمان لاؤ۔ کتابوں پر ایمان لاؤ۔ فرشتوں پر ایمان لاؤ۔ تقدیر پر ایمان لاؤ۔ نمازیں پڑھو، روزے رکھو، قیامت پر ایمان لاؤ۔ قبر حشر پر ایمان لاؤ۔ یہ شرعی احکام ہیں۔ اور مومن ان کو خوشی کے ساتھ دل سے تسلیم کرتے ہیں اور تکوینی احکام یہ ہیں۔ مثلاً رب تعالیٰ کسی کو بیمار کرتا ہے۔ کسی کو مارتا ہے، کسی کو اولاد دے کر چھین لیتا ہے۔ کسی کو مال دے کر چھین لیتا ہے۔ تو اس کے تکوینی احکام جبراً مانتے ہیں۔ ہے کوئی جو انکار کرے کہ میں نے بیمار نہیں ہونا؟ میں نے مرنا نہیں ہے۔ یا میں اپنی اولاد کو مرنے نہیں دوں گا۔ یا مال ہاتھ سے نہیں جانے دوں گا۔ تو تکوینی احکام مومن کا فرسب مانتے ہیں مومن خوشی کے ساتھ راضی برضاء الہی ہوتے ہیں اور کافر رب کے یہ احکام ماننے پر مجبور ہوتے ہیں۔ **وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ**، اور اسی ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ یعنی جانا سب نے رب کے پاس ہے۔ اور جب انسان اپنے دہن میں یہ نکتہ بٹھائے گا کہ میں نے رب تعالیٰ کے پاس جانا ہے۔ اور رب تعالیٰ نے مجھ سے نیکی بدی کا سوال کرنا ہے تو پھر تیاری بھی کرے گا۔ دیکھو! سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں کے امتحان ہوتے ہیں۔ ان کے لئے بچے خود بھی تیار کرتے ہیں۔ ماں باپ بھی تیاری کراتے ہیں۔ استاد بھی مجبور کرتے ہیں کہ تیار کرو

سب کو فلر لگی ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ امتحان آخرت کے امتحان کے مقابلے میں اس طرح ہے جس طرح بچوں کا کھیل ہوتا ہے۔ مگر اس کی کتنی تیاری ہوتی ہے؟ افسوس کہ آخرت کے سچے اور حقیقی امتحان کی تیاری بہت کم ہے۔ ہم میں سے کتنے اللہ کے بندے ہیں جو نمازیں پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں۔ رب تعالیٰ کی فرماں برداری کر کے اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں اور اپنے نصاب کی پوری زکوٰۃ نکالتے ہیں اور عشا ادا کرتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ بالکل نہیں ہیں۔ بلکہ مجموعی حیثیت سے کہتا ہوں کہ نسبت کیا ہے؟ سو میں سے کتنے آدمی رب تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کرنے والے ہیں؟ تو جب یہ بات ذہن میں بٹھائے گا کہ رب تعالیٰ کے پاس جانا ہے تو پھر اس کی تیاری بھی کرے گا آگے فرمایا۔ اہل کتاب نے تو حصے کئے ہوئے ہیں۔ کہ یہودی کہتے ہیں کہ ہم موسیٰ علیہ السلام کے سوا کسی کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ صابی کہتے ہیں ہم حضرت داؤد علیہ السلام کے سوا کسی کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور عیسائی کہتے ہیں کہ ہم عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کسی کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہماری وسعت قلبی اور فراخ دلی بھی سن لو! فرمایا۔ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ، اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر۔ وَمَا اُنزِلَ عَلَيْنَا، اور اس چیز پر جو ہم پر نازل کی گئی۔ وَمَا اُنزِلَ عَلٰی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ، اور اس چیز پر جو نازل کی گئی ابراہیم علیہ السلام پر اور اسماعیل علیہ السلام پر، اور اسحاق علیہ السلام پر، اور یعقوب علیہ السلام پر۔ وَالْاَسْبَاطِ، اور ان کی اولاد اور اولاد کی طرف۔ جو نازل کی گئی ہے کیونکہ اسباط جمع ہے سبط کی اور سبط کے معنی ہیں بیٹا اور پوتا جو معنی ہوں گے اولاد اور اولاد اور خاص طور پر وہاں چونکہ یہودی اور عیسائی تھے جن کے ساتھ بات ہو رہی تھی۔ اس واسطے خصوصیت کے ساتھ فرمایا۔ وَمَا اُوْتِیَ مُؤْمِنٰی

وَعِيسَى، اور ہم اس چیز پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو دی گئی موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو۔ وَالنَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ، اور سب نبیوں کو جو دی گئی ان کے رب کی طرف سے ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں۔ او ظالمو! ہم تو سارے پیغمبروں کی قدر کرتے ہیں اور ان کی طرف جو رب کی طرف سے احکام نازل ہوئے ہیں ہم سب پر ایمان لاتے ہیں۔ لَا نَفْرَقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ، ہم نہیں تفریق کرتے ان میں سے کسی ایک کے درمیان۔ او پر چونکہ اقسنا ہے۔ اس واسطے تفریق سے مراد ایمان کی تفریق ہے کہ ہم ایمان کے سلسلے میں تفریق نہیں کرتے کہ "نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنُكْفِرُ بِبَعْضٍ"۔ بعض پر ایمان لائیں اور بعض پر ایمان نہ لائیں۔ بلکہ ہمارا سب پر ایمان ہے۔ کہ سارے اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر تھے۔ اور اپنے اپنے زمانہ میں بہترین نمونہ تھے۔ باقی رہی بات درجوں کی تو وہ پیغمبروں کے اپنے اپنے درجے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ"۔ یہ سب رسول ہیں ہم نے ان میں بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے۔ اور پندرہویں پارے میں آتا ہے۔ "وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَى بَعْضٍ"۔ البتہ تحقیق ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ تمام پیغمبروں میں سب سے اعلیٰ اور بلند مرتبہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ وَعَلَى هَذَا الْقِيَاسِ دوسرے پیغمبر ہیں۔ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۱۵﴾ اور ہم اسی رب تعالیٰ کے فرماں بردار ہیں۔ ہم تمہاری طرح نہیں ہیں۔ کہ اپنی خواہشات پر چلیں۔ ان نجران کے لوگوں نے آخری پیغمبر کے متعلق یہ شوشہ چھوڑا کہ نبی ہوں گے مگر ہمارے لئے نہیں ہیں بھائی! جب تمام پیغمبروں نے وعدہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا اور نصرت کرنے کا۔ تو تم کون ہوتے ہو نہ

ماننے والے؟ پھر تمہارا ان پیغمبروں پر ایمان کیا ہے کہ جس کو تمہارے پیغمبر مانتے ہیں اس کو تم نہ مانو۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور کہنے کی توفیق عطا فرمائیں..... آمین!۔

وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ، وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ
 الْخَسِرِينَ ﴿٨٥﴾ كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ
 وَشَهِدُوا أَنَّ الرُّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ، وَاللَّهُ لَا يَهْدِي
 الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٨٦﴾ أُولَئِكَ جِزَاؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللَّهِ
 وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿٨٧﴾ خَلِيدِينَ فِيهَا، لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ
 الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿٨٨﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ
 وَأَصْلَحُوا، فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٨٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ
 إِيمَانِهِمْ ثُمَّ أَزْدَادُوا كُفْرًا لَنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ، وَأُولَئِكَ هُمُ
 الضَّالُّونَ ﴿٩٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ مَا تَوَّأَوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ
 أَحَدِهِمْ مِلءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوْ قُدِّى بِهِ، أُولَئِكَ لَهُمْ
 عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴿٩١﴾

وَمَنْ يَتَّبِعْ، اور وہ شخص کہ جس نے تلاش کیا۔ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا، اسلام کے علاوہ کوئی اور
 دین۔ فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ، پس ہرگز وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ، اور وہ
 شخص آخرت میں۔ مِنَ الْخَسِرِينَ، نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ كَيْفَ يَهْدِي

اللہ، کیسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ قَوْمًا كَفَرُوا، اس قوم کو جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ بَعْدَ
 اِيْمَانِهِمْ، ایمان لانے کے بعد۔ وَشَهِدُوا، اور انہوں نے گواہی دی۔ اَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ، کہ
 بے شک وہ رسول برحق ہے۔ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ، اور آگئیں ان کے پاس واضح دلیلیں۔
 وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ○، اور اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا ظالم قوم کو۔ اُولَئِكَ
 جزاؤہم، وہ لوگ بدلا ان کا۔ اَنَّ عَلَيْهِمُ لَعْنَةُ اللَّهِ، بے شک ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔
 وَالْمَلَائِكَةُ، اور فرشتوں کی۔ وَالنَّاسِ اٰخْتَمَعَيْنِ ○، اور تمام انسانوں کی۔ خَلِيدِينَ
 فِيْهَا، ہمیشہ رہیں گے اس لعنت میں۔ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ، نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے
 عذاب۔ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ○، اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوا، مگر وہ لوگ
 جنہوں نے توبہ کی۔ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ، اس کے بعد۔ وَاَصْلَحُوا، اور اصلاح کر لی۔ فَاِنَّ اللّٰهَ
 غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○، پس بے شک اللہ تعالیٰ، بخشنے والا مہربان ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا، بے شک
 وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا۔ بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ، ایمان لانے کے بعد۔ ثُمَّ اِزْدَادُوا كُفْرًا، پھر
 بڑھ گئے وہ کفر میں۔ لَنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ، ہرگز نہیں قبول کی جائے گی ان کی توبہ۔ وَاللّٰكُ
 الضَّالُّوْنَ ○، اور یہی لوگ گمراہ ہیں۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا، بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر
 اختیار کیا۔ وَمَاتُوا، اور مرے اس حالت میں۔ وَهُمْ كُفَّارٌ، کہ وہ کافر تھے۔ فَلَنْ يُقْبَلَ
 تَوْبَتُهُمْ، پس ہرگز نہیں قبول کی جائے گی۔ مِنْ اٰخِذِهِمْ، ان میں سے کسی ایک سے۔ مَبْلُوءِ الْاَرْضِ
 ذَهَبًا، سونے سے بھری ہوئی زمین۔ وَتَوَلَّوْا، اور اگرچہ وہ اس کو بطور فدیہ کے دے
 دے۔ اُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ، یہی لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وَمَا
 لَهُمْ مِنْ نَّاصِرِيْنَ ○، اور نہیں ہوگا ان کا کوئی مددگار۔

پہلے سے یہ بات تفصیل کے ساتھ چلی آرہی ہے کہ نجران کے عیسائیوں نے اور ان کے ساتھ مل کر یہود نے یہ شوشہ چھوڑا تھا کہ اول تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی نہیں مانتے اور اگر نبی ہوں بھی دوسروں کے لئے ہوں گے ہمارے لئے نہیں ہیں کل کے درس میں تفصیل کے ساتھ سن چکے ہو کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اتنی عام ہے کہ عام تو عام آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاصوں کے بھی یعنی پیغمبروں کے بھی نبی اور رسول ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا تمام پیغمبروں نے اقرار کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور نصرت کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اور ان پیغمبروں میں موسیٰ علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل ہیں۔ تو ان کے پیغمبر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو تسلیم کریں اور یہ انکار کریں۔ اور پیغمبروں کے ماننے کا دعویٰ بھی کریں تو اس دعوے کی کیا حیثیت ہے۔ پھر تو سیدھی سادھی بات ہے کہ ان اہل کتاب نے اپنے پیغمبروں کو ہی نہیں مانا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد پہلے کے تمام ادیان منسوخ ہو گئے ہیں اب کامیابی صرف اسلام میں ہے۔ ارشاد ہے۔ وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ، اور وہ شخص کہ جس نے تلاش کیا اسلام کے علاوہ کوئی اور دین پس ہرگز وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ بے شک اپنے وقت میں حضرت داؤد علیہ السلام کا دین بھی صحیح تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو دین پیش کیا اپنے وقت میں وہ بھی صحیح تھا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو دین پیش کیا اپنے زمانے میں وہ بھی حق تھا۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو پہلی ساری شریعتیں منسوخ ہو گئیں۔ اب کل کائنات کے واسطے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی اور رسول ہیں اور سب کی نجات اسی دین میں ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا ہے۔ اس دین کو صحیح معنی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے

سمجھا۔ اور عمل کیا پھر یہ دین اطرافِ عالم میں پھیلا۔ اور عرب کے بعد افغانستان، ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش میں جڑیں مضبوط ہوئیں۔ اور ان لوگوں نے دین کو بگھٹایا یہاں کا گیا گزرا مسلمان بھی ضروریات دین سے واقف ہے۔ فرائض کی پابندی تو الگ بات ہے۔ یہاں مستحبات کی پابندی کرنے والے بھی موجود ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دین میں بعض چیزیں تو فرض واجب اور سنت مؤکدہ ہیں کہ جن پر عمل کرنا ضروری ہے اور چھوڑنے والا گناہ گار ہے۔ اور بعض چیزیں مستحب ہیں۔ کہ جن کے کرنے سے ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے پر گرفت نہیں ہوتی۔ تو الحمد للہ! ان علاقوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں۔ جو دین کے مستحبات سے بھی واقف ہیں سب کی بات تو نہیں ہو رہی مگر موجود ہیں۔ دوسرے ملکوں میں اتنا بھی نہیں ہے۔ سوائے سعودیہ کے کہ سعودی باشندے عقائد اور نظریات میں تو پختہ ہیں مگر عمل نہیں ہے۔ اور باقی ملکوں کے لوگ فرائض سے بھی ناواقف ہیں وہ دین کی حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ میں ایک واقعہ کا ذکر کرتا ہوں اس سے اندازہ کر لیں۔ دوپہر کے وقت ہم مدینہ طیبہ سے چلے اور ذوالحلیفہ پہنچے جس کو آج کل بئر علی کہا جاتا ہے۔ ذوالحلیفہ کے نام سے لوگ آج کل واقف نہیں ہیں مغربی علاقے کے ایک آدمی نے بالکل بنگا ہو کر غسل کرنا شروع کر دیا۔ وہاں کثیر تعداد میں مرد و عورتیں موجود تھیں۔ غسل کرنے کے بعد جب اس نے احرام کے کپڑے پہن لئے اور اس سے پوچھا گیا کہ تو نے یہ کیا حرکت کی ہے تو کہنے لگا کہ میں نے حدیث پر عمل کیا ہے۔ ترمذی شریف میں حدیث آتی ہے۔ "تَجَرُّدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْغُسْلِ قَبْلَ الْإِحْرَامِ"۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھنے سے پہلے غسل کے لئے کپڑے اتارے تو کپڑے اتارنے کا یہ معنی تو نہیں تھا جو اس نے سمجھا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنگے ہو کر غسل کیا۔ معاذ اللہ

تعالیٰ۔ غسل کے وقت لوگ کپڑے اتارتے ہی ہیں۔ اور اتارنے جائز بھی ہیں۔ یہ مطلب تو نہیں ہے کہ تم لوگوں کے سامنے ننگے ہو جاؤ۔ اور کیا اس کا ناکہ بے حدیث پر عمل کرنا؟ یہ واقعہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اور اس کا جواب کانوں سے ہے۔ تو ایسے کم علم لوگ ہیں اور آج سے تقریباً چالیس سال پہلے کی بات ہے کہ یہود نے ایسے لوگوں کی اس لامی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عمدہ کاغذ پر اچھی طباعت کے ساتھ تحریف شدہ قرآن کریم شین کر لیا۔ اور ان علاقوں میں بھیجا جہاں نہ تو قرآن کریم کے حافظ تھے اور نہ ہی دین سے زیادہ واقف تھے۔ اس وقت رسائل اور اخبارات میں اکیس بائیس تحریفات شائع ہوئی تھی۔ ان میں ایک یہ تھی کہ آیت۔ وَمَنْ يَتَّبِعِ الْاِسْلَامَ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ، اور جو شخص اسلام کو تلاش کرے گا بطور دین کے تو اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ یعنی جس نے اب دین اسلام کو قبول کیا تو اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور آیت کا صحیح مطلب یہ ہے "اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے گا پس اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا"۔ اور تحریفات بھی اسی طرح کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطاء فرمائے جمال عبدالناصر کو جو اس وقت مصر کا صدر تھا اور قرآن کا حافظ تھا اور عمل میں ویسا ہی تھا جیسے مصری ہوتے ہیں کہ ان کے قاریوں نے بھی ڈاڑھیاں صاف کی ہوتی ہیں۔ بس آوازیں ہی آوازیں ہیں بہر حال پھر بھی اس کو اسلامی غیرت آئی اور اس نے دین کے بڑے اچھے کام کئے۔ ان میں سے ایک کام یہ کیا کہ قاہرہ میں ایک مستقل ریڈیو اسٹیشن قائم کیا جو چوبیس گھنٹے چلتا ہے اور آج تک اس سے قرآن کریم نشر ہوتا چلا آرہا ہے۔ تاکہ مسلمان اپنے کانوں سے اس قرآن کریم کو سنیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اور دوسرا کام اس نے یہ کیا کہ علماء اور قراء کے وفد بنا کر ان علاقوں میں

بھیجے جہاں یہودیوں نے تحریف شدہ قرآن تقسیم کئے تھے۔ تاکہ ان کو جا کر آگاہ کریں کہ اصل قرآن یہ ہے جو ہمارے پاس ہے اور جو یہودیوں نے طبع کرا کر تقسیم کیا ہے اس میں غلطیاں ہیں اور تیسرا کام یہ کیا کہ قرآن پاک کے صحیح نسخے لاکھوں کی تعداد میں طبع کرا کر تقسیم کئے اور اب یہ کام سعودیہ نے بھی کیا ہے کہ اچھے ساز میں عمدہ کاغذ پر طبع کرا کر دنیا بھر میں قرآن کریم تقسیم کیا جا رہا ہے۔ سادہ بھی اور مختلف زبانوں میں ترجمہ کرا کے بھی انگریزی زبان میں بروہی زبان میں اور بروہی زبان کے ترجمہ والا ایک نسخہ میری طرف بھی بھیجا جو میرے پاس موجود ہے۔ اردو ترجمہ اور تفسیر کے لئے انہوں نے علماء سے مشورہ کیا۔ تو علماء کرام نے ان کو بتایا کہ اس وقت اردو زبان میں بہترین ترجمہ اور مختصر تفسیر حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ کی ہے۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے یہ ترجمہ اور سورۃ بقرہ کی تفسیر اس وقت لکھی جب آپ مالٹا کے مقام میں قید تھے۔ اور سورۃ آل عمران سے لے کر آخر تک کی تفسیر حضرت کے شاگرد مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے کی۔ جنہوں نے پاکستان بننے کے بعد مغربی پاکستان میں جھنڈا لہرایا تھا۔ اور مشرقی پاکستان میں جھنڈا مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے لہرایا تھا۔ اور مالٹا میں قید ہونے کا سبب یہ تھا کہ انگریز اپنے ڈاؤٹ شریف حسین مکہ کے ذریعہ حضرت شیخ الہند سے ترکوں کے خلاف کفر کا فتویٰ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ کہ فتویٰ دو کہ ترکی کافر ہیں۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مصطفیٰ کمال پاشا یا چند اشخاص کے کفر کی وجہ سے میں سارے ترکی کو کافر نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ مصطفیٰ کمال اور اس کے ساتھیوں نے عرب دشمنی میں اسلام اور خلافت کی مخالفت شروع کر رکھی تھی اور خلافت کے خاتمہ کے لئے سازشوں کے علاوہ انہوں نے ایک باغیرت عثمانی خلیفہ سلطان عبدالحمید خان کو معزول کر دیا تھا۔ بعد میں مصطفیٰ کمال

اتاترک نے ترکی کا صدر بننے پر خلافت کے خاتمہ اور اسلامی قوانین کی منسوخی کے ساتھ ساتھ قرآن شریف عربی میں پڑھنے اور اذان عربی میں دینے پر بھی پابندی لگادی تھی۔ جس طرح ترکوں نے کل قانون پاس کیا ہے کہ سولہ سال کی عمر تک کوئی دین حاصل نہیں کر سکتا۔ حالانکہ یہی عمر ہوتی ہے۔ دین حاصل کرنے کی تو جو سولہ سال تک دین حاصل نہیں کرنے گا اس کے بعد اس کو فرصت نہیں ملے گی بے دین اور بے ایمان ہی مرے گا مگر اس کے باوجود ترکی میں مسلمان بھی ہیں اور اربکان وغیرہ ڈٹے ہوئے ہیں کہ ہم اس قانون کو تسلیم نہیں کرتے۔ تو چند آدمیوں کے کفر کی وجہ سے سب کو تو کافر نہیں کیا جا سکتا۔ یہی بات حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مصطفیٰ کمال جیسے چند افراد کی وجہ سے سارے ترکوں کو میں کافر کس طرح کہوں؟ تو حضرت کا یہ جرم تھا کہ انہوں نے ترکوں کو کافر کہنے سے انکار کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے ان کو گرفتار کر کے مالٹا کی جیل میں ڈال دیا گیا اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ سے فتویٰ لینے کی وجہ یہ تھی کہ سارا ہندوستان ان کے علم تقویٰ اور سیاست پر اعتماد کرتا تھا۔ تو اگر حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ یہ فتویٰ دے دیں تو ہمارے لئے راستہ صاف ہو جائے گا۔ تو حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا یہ ترجمہ اور تفسیر جو انہوں نے مالٹا کی اسیری کے ایام میں لکھا تھا سعودی حکومت نے کروڑوں کی تعداد میں طبع کرایا۔ لیکن بعض فرقوں کو ناگوار ہوا کہ دیوبند مکتبہ فکر کے عالم کا ترجمہ کیوں طبع ہوا اور اس پر انہوں نے شور برپا کیا تو سعودی حکومت نے دوبارہ علماء کو اکٹھا کیا۔ کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ تو علماء نے کہا کہ یہ بالکل غلط کہتے ہیں۔ اور تعصب اور ضد سے کام لے رہے ہیں۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا ترجمہ تفسیر بالکل صحیح اور درست ہے۔ تو سعودی حکومت نے ان کے احتجاج کو بالکل مسترد کر دیا۔ (اب یہ ترجمہ شائع نہیں ہو رہا۔ بلکہ اس کی جگہ محمد جو ناگڑھی کا

ترجمہ شائع ہو رہا ہے)۔ تو بات یہ ہو رہی تھی کہ یہودیوں نے ان کی لاعلمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تحریف شدہ قرآن کریم طبع کرا کے ان میں تقسیم کر دیا۔ اور نمونے کے طور پر میں نے ایک تحریف بیان کی۔ کہ آیت ”وَمَنْ يُتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ“۔ سے غیر کالفظ نکال دیا، اور معنی بن گیا۔ ”اور جو شخص اسلام کو تلاش کرے گا، اپنائے گا دین کے طور پر پس اس سے ہرگز نہ قبول کیا جائے گا“۔ حالانکہ آیت کریمہ کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے گا پس اس سے ہرگز نہ قبول کیا جائے گا۔ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ، اور وہ شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ یہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ جو اس وقت قرآن اور صاحب قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ ان کو معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم میں آتا ہے۔ ”الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ“۔ (پارہ ۹) یہ رسول امی وہ ہے کہ اس کو پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس توراہ میں اور انجیل میں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیاں اور اوصاف اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک ان کو توراہ میں بھی لکھا ہوا ملتا تھا۔ اور انجیل میں بھی لکھا ہوا ملتا تھا۔ اور پہلے پارے میں تم پڑھ چکے ہو۔ ”وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا“۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے یہود و نصاریٰ جب دشمنوں سے لڑتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعائیں مانگتے تھے۔ کہ اے پروردگار! نبی آخر الزمان کے وسیلے سے ہمیں کافروں پر فتح عطا فرما۔ ”فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ“۔ پس جب وہ نبی برحق ان کے پاس آ گیا اور انہوں نے ان کو پہچان بھی لیا تو انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ

قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ، كَيْسَ اللَّهُ تَعَالَى هَدَايْتِ دَعَا اس قوم کو جنہوں نے کفر اختیار کیا ایمان لانے کے بعد۔ وَشَهِدُوا آء اور انہوں نے گواہی دی۔ اَنَّ السَّرَّسُوْلَ حَقٌّ ، کہ بے شک وہ رسول برحق ہیں۔ یعنی پہلے ایمان بھی لے آئیں۔ اور یہ بھی کہیں کہ وہ رسول برحق ہیں۔ وَجَاءَهُمْ الْيَقِيْنُ ، اور آگئیں ان کے پاس واضح دلیلیں۔ کہ اس پیغمبر سے معجزات صادر ہوئے اور ان کو انہوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا پھر بھی کفر پر اڑے رہے۔ تو یہ ظالم ہیں۔ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ ۝ اور اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا ظالم قوم کو۔ رب تعالیٰ ہدایت ان کو دیتا ہے ایمان ان کو دیتا ہے جو اس کے طالب ہوں زبردستی کسی کو ایمان نہیں دیتا۔ اُولٰٓئِكَ جَزَاؤُهُمْ ، وہ لوگ ہیں بدلہ ان کا۔ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ ، بے شک ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ ، اور فرشتوں کی لعنت ہے۔ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝ ، اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ کیونکہ ایسے لوگ جو پیغمبر کے آنے سے پہلے اس کے طفیل اور وسیلے سے دعائیں کریں اور ان کے تشریف لانے کے بعد کہیں کہ یہ وہی پیغمبر ہے جس نے آنا تھا۔ اور ایمان لانے سے انکار کریں تو وہ ملعون ہیں۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ، ہمیشہ رہیں گے اس لعنت میں۔ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ ، نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے عذاب۔ وَلَا هُمْ يُنظَرُوْنَ ۝ ، اور فیصلے کے بعد ان کو مہلت بھی نہیں دی جائے گی۔ ایسا نہیں ہوگا جس طرح دنیا میں فیصلے ہوتے ہیں۔ اور سزا موخر ہو جاتی ہے پھر کچھ عرصہ بعد دی جاتی ہے۔ وہاں کوئی مہلت نہیں ہوگی۔ جس وقت فیصلہ ہوگا فوراً سزا ہوگی۔ ہاں وہ لوگ سزا سے بچ جائیں گے۔ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ، مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اس کے بعد۔ وَاَصْلَحُوْا ، اور اپنے عقائد اور اعمال کو درست کیا۔ اللہ ورسول کی مرضی کے مطابق عقائد بنائے۔ اور پہلے والے عقائد اور اعمال چھوڑ دیئے۔ فَاِنَّ

اللہ غَفُورٌ رَّحِيمٌ، بس بے شک اللہ تعالیٰ، بخشنے والا مہربان ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا، بے شک وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا۔ بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ، ایمان لانے کے بعد۔ کہ پہلے ایمان لائے پھر منکر ہو گئے۔ ثُمَّ اِذْ اٰذُوْا كُفْرًا، پھر بڑھ گئے وہ کفر میں۔ یعنی مزید پختہ ہو گئے۔ لَنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ، ہرگز نہیں قبول کی جائے گی ان کی توبہ۔ اس توبہ کی کیا حیثیت ہے؟ کہ کفر پر بھی اڑے رہیں اور منہ سے توبہ، توبہ بھی کہتے رہیں۔ تو یہ توبہ تو نہیں ہے بلکہ یہ تو خالص مکاری ہے۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ الصَّٰلِحُوْنَ O، اور یہی لوگ گمراہ ہیں۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا، بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ وَمَاتُوْا، اور مرے اس حالت میں۔ وَهُمْ كُفَّارًا، کہ وہ کافر تھے۔ فَلَنْ يُقْبَلَ، پس ہرگز نہیں قبول کی جائے گی۔ مِنْ اٰحْدِهِمْ، ان میں سے کسی ایک سے۔ قِلْعَةُ الْاَرْضِ ذَهَبًا، سونے سے بھری ہوئی زمین۔ اور چوبیسویں/۲۴ پارے میں آتا ہے۔ ”وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا“۔ اور اگر ہو بے شک ان لوگوں کے لئے جنہوں نے ظلم کیا۔ ”مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا“۔ جو کچھ ہے زمین میں سارے کا سارا۔ ”وَمِثْلُهٗ مَعَهُ“۔ اور اس جیسا مزید بھی اس کے ساتھ۔ ”لَا فَتَدُوْا بِهٖ“۔ پھر وہ فدیہ دے دیں اس کے ساتھ۔ ”مِنْ سُوْءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ“۔ برے عذاب سے قیامت کے دن۔ یعنی قیامت والے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے میرے بندے! بتا یہ زمین سونے کی بھری ہوئی ہو اس طرح کہ سطح زمین سے لے کر آسمان تک اور مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک سونے سے بھری ہو۔ اور اتنی دنیا اور بھی تصور کر لے کہ وہ بھی سونے سے بھری ہوئی ہو۔ تو کیا تو یہ فدیہ کے طور پر دے کر جان چھڑانے کے لئے راضی ہے۔ کہے گا یارب! میں راضی ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وہاں سونا ہو گا کس کے پاس۔ اور ہو بھی کہ رب تعالیٰ وہاں دے دے۔ تو قبول نہیں کیا جائے گا۔ وَّ

لَوْ فَتَدَى بِهِ ، اور اگر چہ وہ اس کو بطور فدیہ کے دے دے۔ اُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ ، یہی لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وَ مَا لَهُمْ مِنْ نَّصِيرِينَ ۝ ، اور نہیں ہوگا ان کا کوئی مددگار۔ بے یار و مددگار ہوں گے۔ اس واسطے آج تمہیں وہاں کے واقعات و حالات بتا رہے ہیں تاکہ قیامت کے لئے تیاری کر لو۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ
فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿۹۶﴾ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلالًا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ إِلَّا مَا
حَرَّمَ إِسْرَائِيلُ عَلَى نَفْسِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنزَلَ التَّوْرَةُ ۚ قُلْ فَأْتُوا
بِالتَّوْرَةِ فَاتْلُوهَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿۹۷﴾ فَمَنْ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ
الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۹۸﴾ قُلْ صَدَقَ
اللَّهُ ۚ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۹۹﴾
إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبْرَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ
﴿۱۰۰﴾ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۗ وَلِلَّهِ
عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ
اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ﴿۱۰۱﴾

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ، ہرگز تم حاصل نہیں کر سکتے کامل نیکی۔ حَتَّى تُنْفِقُوا، یہاں تک کہ تم خرچ کرو۔
مِمَّا تُحِبُّونَ، اس چیز میں سے جس کو تم پسند کرتے ہو۔ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ، اور جو چیز بھی
تم خرچ کرو گے۔ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ، پس بے شک اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔ كُلُّ الطَّعَامِ
، ہر قسم کی خوراک۔ كَانَ حِلالًا، حلال تھی۔ لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ، بنی اسرائیل کے لئے۔ إِلَّا مَا

حَرْمٌ ، مگر وہ جو حرام قرار دی۔ اِسْرَاءِ یٰلَ عَلٰی نَفْسِہِ، اسرائیل علیہ السلام نے اپنے نفس پر۔ مِّنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرَةُ ، اس سے پہلے کہ توراہ نازل کی جاتی۔ قُلْ فَاَتُوْا بِالْتَّوْرَةِ ، آپ کہہ دیجئے! پس لاؤ تم توراہ۔ فَاتْلُوْهَا ، پس تم اس کو پڑھو۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ ، اگر تم سچے ہو۔ فَمَنْ اَفْتَرٰی عَلٰی اللّٰهِ الْكٰذِبَ ، پس جس نے گھڑا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ۔ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ، اس کے بعد۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ ۝ ، پس وہی لوگ ہیں ظالم۔ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے! سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ فَاتَّبِعُوْا ، پس تم پیروی کرو۔ مِلَّةَ اِبْرٰہِیْمَ ، ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی۔ حَنِیْفًا ، جو ایک طرف ہونے والے تھے۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ ، اور نہیں تھے وہ شرک کرنے والوں میں سے۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ ، بے شک پہلا گھر۔ وُضِعَ لِلنَّاسِ ، جو مقرر کیا گیا لوگوں کی عبادت کے لئے۔ لِلذِّیْ بَیْتِکَ ، البتہ وہ ہے جو مکہ میں ہے۔ مُبْرَکًا ، برکت والا۔ وَهُدٰی لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ ، اور ہدایت ہے جہان والوں کے لئے۔ فِیْہِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ ، اس میں کئی نشانیاں ہیں، صاف، صاف۔ مَّقَامُ اِبْرٰہِیْمَ ، ایک ان میں سے مقام ابراہیم ہے۔ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اٰمِنًا ، اور جو اس میں داخل ہوگا، ہوگا امن والا۔ وَلِلّٰهِ عَلٰی النَّاسِ ، اور اللہ تعالیٰ کے واسطے لوگوں پر لازم ہے۔ حِجُّ الْبَیْتِ ، بیت اللہ کا حج۔ مَنْ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ، جو طاقت رکھتا ہے اس کی طرف راستے کی۔ وَمَنْ کَفَرَ ، اور جس نے انکار کیا۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۝ ، پس بے شک اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے جہان والوں سے۔

اس سے پہلے ذکر تھا کہ اگر کافر سونے سے بھری ہوئی زمین بھی فدیے کے طور پر دیں تو قبول نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ ایمان کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی۔ اور ایمان والے تھوڑی چیز

بھی خرچ کریں تو قبول ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ سمجھاتے ہیں کہ چیز کیسی خرچ کرنی چاہیے۔ فرمایا اَلنُّ
تَسْأَلُوا الْبِرَّ، ہرگز تم حاصل نہیں کر سکتے کامل نیکی۔ حَتَّى تَنْفِقُوا مِمَّا تَحِبُّونَ، یہاں تک کہ تم
خرچ کر دو اس چیز میں سے جس کو تم پسند کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ردی اور بیکار چیز
خرچ کرنے میں کوئی ثواب نہیں ہے۔ تیسرے پارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "وَلَا
تَتَمَنَّوْا الْخَيْثُ مِنْهُ تَنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاِخْذِيْهِ"۔ اور نہ ارادہ کرو ادنیٰ چیز کا اس سے خرچ کرو
تم اور تم خود اس کو لینے کے لئے تیار نہیں ہو۔ یعنی جس چیز کو تم خود لینے کے لئے تیار نہیں ہو۔
اس کو تم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیوں خرچ کرتے ہو؟ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس
ایک بڑا قیمتی باغ تھا۔ جب آیت سنی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا
حضرت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم کامل نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک تم وہ چیز نہ خرچ کر دو جو
تمہیں محبوب ہے۔ حضرت میرے پاس اور مال بھی ہے مگر یہ باغ جس کا نام بیرحاء ہے یہ مجھے
سب سے زیادہ عزیز ہے۔ یہ باغ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کرتا ہوں۔ جہاں آپ
کا جی چاہے اس کو صرف کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض فرمایا۔ "بَسْخٌ، بَسْخٌ"۔ واہ
واہ تو نے اچھا کیا ہے۔ پھر فرمایا تیری برادری میں جو غریب لوگ ہیں ان میں تقسیم کر اس
واسطے کہ اپنی برادری میں جو غریب لوگ ہوں وہ صدقہ خیرات کے زیادہ مستحق ہیں۔ قرآن
پاک میں آتا ہے۔ "وَإِذَا الْقُرْبَىٰ حَقُّهُ"۔ قرابت داروں کو ان کا حق دے۔ تو "ذَوِی
الْقُرْبَىٰ" کا بڑا حق ہے۔ مگر اس کے واسطے کچھ شرطیں ہیں۔ محض قرابت دار ہونا کافی نہیں
ہے۔ پہلی شرط تو یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو مشرک کافر نہ ہو کیونکہ زکوٰۃ، فطرانہ وغیرہ کافر مشرک کو
نہیں دیے جاسکتے۔ یعنی زکوٰۃ فطرانہ وغیرہ کافر، مشرک کو دینا جائز نہیں ہیں۔ دوسری شرط یہ

ہے کہ وہ دیندار ہو۔ یعنی نماز روزے کا پابند ہو۔ بے دین کو زکوٰۃ فطرانہ وغیرہ دینا درست نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔ "لَا يَأْكُلُ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيًّا"۔ تیرا کھانا صرف پرہیزگار کھائے۔ بے دین کھا کر قوت والا ہو کر رب تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا تو بھی اس میں شریک ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے سبق دیا ہے کہ تم اس وقت تک کامل نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک وہ چیز نہ خرچ کرو جو تمہیں عزیز اور پیاری ہو۔ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ، اور جو چیز بھی تم خرچ کرو گے۔ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ۝، پس بے شک اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔ یعنی معاملہ تمہارا رب کے ساتھ ہے۔ اور اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ دور کو ع سے پہلے یہ بیان ہوا تھا کہ۔ "إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا"۔ (بے شک تمام لوگوں میں سے اعمال اور عقائد کے اعتبار سے ابراہیم علیہ السلام کے قریب وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقائد اور اعمال میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قریب ہیں۔ اور وہ جو مومن ہیں)۔ یہودیوں نے جب یہ آیت کریمہ سنی تو شوشہ چھوڑا کہ تم کہتے ہو کہ اس پیغمبر کو اور تمہیں ابراہیم علیہ السلام کا قرب حاصل ہے۔ اور تمہارے اعمال و عقائد ابراہیم علیہ السلام والے ہیں۔ یہ تمہارا کہنا غلط ہے۔ اس واسطے کہ ابراہیم علیہ السلام تو اونٹ کا گوشت نہیں کھاتے تھے۔ اور نہ اونٹنی کا دودھ پیتے تھے۔ اور تم اونٹ کا گوشت بھی کھاتے ہو اور اونٹنی کا دودھ بھی پیتے ہو۔ اور اپنے آپ کو ابراہیمی بھی کہتے ہو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی مخالفت بھی کرو اور ابراہیمی بھی بن جاؤ۔ تو یہودیوں کے اس شوشے کا اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلالًا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ، ہر قسم کی خوراک حلال تھی بنی اسرائیل

کے لئے۔ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰی نَفْسِهٖ، مگر وہ جو حرام قرار دی اسرائیل علیہ السلام نے اپنے نفس پر۔ یعنی تمہارا یہ کہنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اونٹ کا گوشت نہیں کھاتے تھے اور اونٹنی کا دودھ نہیں پیتے تھے۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو بہت پہلے کے بزرگ ہیں۔ یہ تمام چیزیں بنی اسرائیل کے لئے بھی حلال تھیں مگر حضرت یعقوب علیہ السلام نے جن کا لقب اسرائیل تھا انہوں نے صرف اپنی ذات کے واسطے اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کا دودھ حرام قرار دیا تھا۔ تفسیروں میں اس طرح آتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو عرق النساء کی تکلیف تھی جس کو لنگڑی کا درد کہتے ہیں عرق النساء کا معنی سے رہینگڑ کا درد یہ ایک پیٹھا ہوتا ہے جو کولہے سے شروع ہو کر ران سے ہوتا ہوا انگوٹھے تک جاتا ہے یہ بڑا ظالم درد ہوتا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس تکلیف سے شفاء عطاء فرمائی تو میں اپنی خوراک میں سے مرغوب چیز کو چھوڑ دوں گا اور ان کو اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کا دودھ بڑا لذیذ لگتا تھا۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت عطاء فرمائی تو انہوں نے اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کا دودھ اپنے اوپر حرام کر کے اپنی منت پوری کی۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے منت کے تحت یہ صرف اپنی ذات کے لئے کما تھا۔ مگر ان کو دیکھا دیکھی ان کی اولاد نے بھی اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کے دودھ کا استعمال کرنا چھوڑ دیا۔ حالانکہ یہ ان کے لئے بالکل جائز تھا۔ اور اس طرح کی منت ان کی شریعت میں جائز تھی۔ اور ہماری شریعت میں اس چیز کی اجازت نہیں ہے۔ کہ کوئی شخص منت مانے کہ میرا فلاں کام ہو گیا تو میرے اوپر فلاں چیز حرام ہے۔ ہاں کوئی جائز کام ہو تو اس کی منت مان لے تو صحیح ہے۔ مثلاً یوں کہے کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو میں اتنے نفل پڑھوں گا۔ یا اتنے روزے رکھوں گا یا

فقیروں، مسکینوں کو اتنا کھانا کھلاؤں گا، یا مسجد میں قالین بچھاؤں گا یا درمی ڈالوں گا۔ یا صف یا مصلی رکھ دوں گا۔ یہ صحیح ہے۔ پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنے اوپر اونٹ کا گوشت حرام کرنا اور دودھ کا حرام کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے بارہ تیرا سو سال پہلے کی بات ہے کیونکہ نسب نامہ اس طرح ہے۔ موسیٰ ابن عمران بن قاہٹ بن لاڈی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام۔ اور توراہ نازل ہوئی ہے موسیٰ علیہ السلام پر اور توراہ کے ماننے والے یہودی کہلاتے ہیں۔ تو ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہ دعویٰ کہ وہ اونٹ کا گوشت نہیں کھاتے تھے اور اونٹنی کا دودھ نہیں پیتے تھے سراسر غلط ہے۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی منت کی وجہ سے اپنی ذات کے لئے یہ حرام کیں تھیں۔ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَنْزَلَ التُّورَةُ، اس سے پہلے کہ توراہ نازل کی جاتی۔ تو ان کا دور تو سینکڑوں سال پہلے کا ہے۔ یہ حکم توراہ میں کہاں ہے؟۔ قُلْ فَأْتُوا بِالتُّورَةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ☆، آپ کہہ دیجئے! پس لاؤ تم توراہ پس تم اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو۔ دکھاؤ توراہ میں کہاں لکھا ہوا ہے کہ اونٹ حرام ہے۔ یا اونٹنی کا دودھ حرام ہے؟۔ قطعاً کوئی حکم نہیں ہے۔ یہ تم نے اپنی طرف سے بنایا ہوا ہے اور ذمے خدا کے لگاتے ہو۔ فَمَنْ افترى عَلَى اللَّهِ الْكُذِبَ، پس جس نے افتراء باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا۔ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ، حق واضح ہو جانے کے بعد۔ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ O، پس وہی لوگ ہیں ظالم۔ کیونکہ حلال حرام کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ مخلوق میں سے کسی کو حلال حرام کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو مقام حاصل نہیں ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خانگی مصلحت کے پیش نظر صرف اپنی ذات کے لئے شہد حرام کیا تھا نہ امت کے لئے اور نہ اہل خانہ کے لئے سلیں

چونکہ حلال حرام کرنا پیغمبر کا منصب نہیں ہے۔ پیغمبر کا کام ہے کسی چیز کی حلت اور حرمت کو بیان کرنا تو رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں مستقل سورۃ نازل فرمائی۔ ”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ“۔ (پارہ ۲۸)۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیوں حرام کرتے ہیں جو چیز اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حلال کی ہے۔ آپ اپنی عورتوں کی رضاء مندی چاہتے ہیں۔ ”وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ“۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ ”قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ“۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے تمہارے لئے تمہاری قسموں کا کھول دینا۔ یعنی قسم توڑو اور کفارہ ادا کرو۔ چنانچہ احادیث اور تفسیر کی کتابوں میں آتا ہے کہ ان آیات کے نازل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدا استعمال کیا اور

قسم کے کفارے میں غلام آزاد کیا۔ اور قسم کا کفارہ ہے دس مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلانا یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنانا، یا غلام آزاد کرنا۔ چاہے مرد ہو یا لونڈی۔ ان تینوں چیزوں میں اختیار ہے جس پر بھی عمل کرو کفارہ ادا ہو جائے گا۔ کفارے کی تین صورتیں بیان کرنے کے بعد فرمایا۔ ”فَلَمْ يَجِدْ“۔ پس جو شخص ان تینوں صورتوں میں سے کوئی بھی نہ کر پائے یعنی نہ تو وہ کھانا کھلانے کی استطاعت رکھتا ہے اور نہ کپڑا پہنانے کی اور نہ غلام آزاد کرنے کی۔ ”فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ“۔ (پارہ ۷) تو تین دن کے روزے رکھے۔ اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابی ابن کعب، اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم کی روایت میں آتا ہے۔ ”فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مُتَّابِعَاتٍ“۔ یعنی یہ تین روزے مسلسل رکھنے ہیں۔ ان کے درمیان وقفہ نہ آئے اور یہ روزوں والا کفارہ ہر آدمی کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ اس حصے کے لئے ہے جو دس آدمیوں کو کھانا نہیں کھلا سکتا، یا دس مسکینوں کو کپڑے نہیں پہنا سکتا یا غلام آزاد نہیں کر سکتا۔ اور یہ بھی فقہاء کرام

رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کفارے کے دو روزے رکھے ہیں ابھی تیسرا روزہ باقی ہے کہ اس کے پاس اتنا مال آگیا۔ مثلاً کسی نے ہدیہ کر دیا یا کہیں سے انعام کے طور پر مل گئے یا وراثت کے طور پر مل گئے کہ جس سے دس مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے یا کپڑا پہنا سکتا ہے۔ یا ایک غلام آزاد کر سکتا ہے۔ تو روزوں سے کفارہ ادا نہیں ہوگا۔ کیونکہ اب یہ مسکینوں کو کھانا کھلانے پر قادر ہو گیا ہے۔ بلکہ پہلی تین صورتوں میں سے کوئی ایک پوری کرنی پڑے گی اور جو دو روزے رکھے ہیں وہ نفلی بن جائیں گے۔ اور نفلی روزوں کا ثواب ملے گا۔ ہاں اگر تیسرا

روزہ بھی رکھ لیا ہے پھر پیسے مل گئے تو اب کفارہ ادا ہو گیا ہے۔ قُلْ صَدَقَ اللَّهُ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے! سچ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ توراہ میں اونٹ کے گوشت کی حرمت اور اونٹنی کے دودھ کی حرمت کا کوئی حکم نہیں ہے۔ اور ملت ابراہیمی کے اصول بھی واضح کر دیئے ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی دعوت دینے والے ہیں۔ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا، پس تم پیروی کرو ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی جو ایک طرف ہونے والے تھے، موحد تھے۔ وَمَا تَحَاَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، اور نہیں تھے وہ شرک کرنے والوں میں سے۔ پہلے ذکر تھا ابراہیم علیہ السلام کا آگے کعبۃ اللہ کا ذکر ہے جس کو ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے مل کر بنایا تھا۔ فرمایا: اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ، بے شک پہلا گھر جو مقرر کیا گیا لوگوں کی عبادت کے لئے۔ لَلَّذِي بِنَاءْتَهُ، البتہ وہ ہے جو مکہ میں ہے۔ مکہ کو مکہ بھی کہتے ہیں اور مکہ بھی کہتے ہیں۔ مکہ کا معنی ہے ناف یہ مکہ مکرمہ ساری دنیا کی ناف ہے۔ یہاں سے رب تعالیٰ نے زمین کو مشرق مغرب اور شمال جنوب کی طرف پھیلا یا اور اس وجہ سے بھی ناف ہے کہ جس طرح بچہ جب تک ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اس کو خوراک ناف والی رگ کے ذریعہ ملتی ہے

اسی طرح سارے جہان کو روحانی خوراک مکہ سے ملتی ہے۔ اور بکہ کا معنی ہے گردن توڑنے والا۔ اور گردن توڑنے کا معنی بھی کرتے ہیں۔ کہ جو بھی مسلمان ہے چاہے امیر ہے یا غریب ہے بادشاہ ہے یا رعایا ہے نماز میں سب کی گردنیں اس کی طرف جھکتی ہیں۔ یعنی مسجد الیہ ہے اور جھکتی رب تعالیٰ کے لئے ہیں۔ تو رب تعالیٰ "مسجد لہ" ہے۔ سجدہ بکہ کی طرف کرنا ہے اور کبرئیا رب تعالیٰ کو ہے۔ اور گردن توڑنے کا یہ معنی بھی ہے کہ جن لوگوں نے کعبۃ اللہ کی توہین کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان کی گردنیں توڑ کر رکھ دیں ابرہہ ساٹھ ہزار کالشکر لے کر آیا تھا۔ کعبۃ اللہ کو گرانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ابابیل بھیجے ان چھوٹے چھوٹے پرندوں نے تین تین کنکر مسور کے دانے کے برابر اٹھائے ہوئے تھے۔ ایک دائیں پنجے میں اور ایک بائیں پنجے میں۔ اور ایک چونچ میں۔ جب وہ کنکر اوپر سے پھینکتے تھے تو آدمی کے سر پر لگتا اور آدمی کو چیرتا ہوا ہاتھی کو چیر کر چلا جاتا تھا۔ اور دونوں تڑپ کر مر جاتے تھے۔ اور جو وہاں بچ گئے وہ راستے میں تڑپ تڑپ کر مر گئے واپس ایک بھی نہیں گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تھی ورنہ عادیہ مسور کے دانے کے برابر کنکر سے آدمی نہیں مرتا۔ سب سے پہلے آدم علیہ السلام نے فرشتوں کی معاونت سے بیت اللہ کی تعمیر کی۔ اس کے چالیس سال بعد آپ نے شام کا سفر کیا تو وہاں بیت المقدس تعمیر کیا اس طرح بیت اللہ اور بیت المقدس کی تعمیر میں چالیس سال کا وقفہ ہے۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! زمین پر سب سے پہلے عبادت کے لئے کون سا گھر بنایا گیا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد حرام جس میں بیت اللہ شریف واقع ہے پھر حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ دوسرے نمبر پر کون سی مسجد تعمیر ہوئی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد

اقصی جو بیت المقدس میں ہے پھر عرض کیا ان دونوں کے درمیان کتنا وقفہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چالیس سال۔ پھر دونوں کعبے طوفان نوح علیہ السلام کی وجہ سے شہید ہو گئے تھے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام سے مل کر یکم ذوالقعدہ بیت اللہ کی تعمیر شروع کی اور پچاس دنوں میں باپ بیٹے نے تعمیر مکمل کر لی کعبۃ اللہ کی پیمائش چوالیس، ۴۴ مربع فٹ ہے یعنی چاروں طرف سے چوالیس، چوالیس فٹ ہے اور پچاس فٹ بلندی کے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعمیر کے چالیس سال بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے چھوٹا سا کمرہ بنایا تھا پھر حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں جب لوگ زیادہ ہو گئے تو انہوں نے اس میں توسیع کی اس کے بعد جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ آیا تو انہوں نے بڑی شاہی ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ مسجد اقصیٰ کو تعمیر کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیت المقدس فتح ہوا اور ہمارے پاس رہا۔ ۱۹۶۷ء میں یہود نے ہم سے چھین لیا اور ابھی تک یہود کے قبضے میں ہے۔ اور بے غیرت مسلمان سوائے ہونے ہیں اور امریکہ سے قرضے معاف کراتے پھرتے ہیں اور گناہ میں شام مصر اور دوسرے سب شامل ہیں تو دنیا میں سب سے پہلا گھر جو عبادت کے لئے تعمیر کیا گیا وہ بیت اللہ شریف ہے۔ مُبْرَكًا، بَرَكْتَ وَاللّٰهُ بِرَكَّتِكَ وَهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ آمَنَّا، اور ہدایت ہے جہاں والوں کے لئے۔ فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ، اس میں اور بھی کئی نشانیاں ہیں صاف، صاف۔ مَقَامُ اِبْرٰهِيْمَ، ایک ان میں سے مقام ابراہیم ہے۔ مقام ابراہیم اس پتھر کا نام ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف تعمیر کیا تھا۔ اس پتھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں کے نشان ہیں۔ پہلے یہ پتھر نیچے صف میں جڑا

ہوا تھا۔ اور کعبۃ اللہ کے قریب تھا پھر جب لوگ زیادہ ہو گئے تو سعودی حکومت نے ایک شیشے کے مینار نما ڈبے میں بند کر کے کعبۃ اللہ سے تھوڑے سے فاصلے پر رکھ دیا تاکہ طواف کرنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔ طواف کے سات چکر پورے کرنے کے بعد وہاں دو رکعات نفل پڑھنی ہوتی ہیں۔ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا، اور جو اس مسجد حرام میں داخل ہوگا، امن والا ہو گیا۔ وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ، اور اللہ تعالیٰ کے واسطے لوگوں پر لازم ہے بیت اللہ کا حج۔ حَجٌّ يَحُجُّ نَصْرٌ کا باب ہے۔ اور اس کا مصدر ”حَجَّ“ بافتح بھی آتا ہے۔ اور ”حَجَّ“ بالکسر بھی آتا ہے۔ اور دونوں قرآن پاک میں موجود ہیں اور حج کس پر فرض ہے؟ تو فرمایا!، مَنْ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا، جو طاقت رکھتا ہے اس کی طرف راستے کی۔ مسئلہ، ایسا شخص کہ جس کی گھر کی ضروریات پوری ہیں۔ اور اس پر قرض بھی نہیں ہے۔ اور ہے بھی تندرست کہ نابینا بھی نہیں ہے۔ لَنْزُ الْوَالِدِ بھی نہیں ہے۔ راستہ بھی پر امن ہے۔ اور اس کے پاس اتنی رقم بھی ہے کہ آجا سکتا ہے اور جتنے دن اس مقدس سفر پر رہنا ہے اتنے عرصہ کے لئے گھر کے اخراجات بھی موجود ہیں تو ایسے شخص پر حج فرض ہے اگر وہ حج نہیں کرتا تو حدیث پاک میں آتا ہے۔ ”فَلَيْسَتْ اِنْشَاءً يَهُودِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا“۔ پس وہ چاہے یہودی ہو کے مر جائے یا عیسائی ہو کے (ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے)۔ باقی لوگ بڑے بہانے بناتے ہیں جن کی شرعی طور پر کوئی حیثیت نہیں ہے۔ مثلاً کہیں گے کہ لڑکے لڑکی شادی کرنی ہے۔ جن کی ابھی تک نہ تو متلنی ہوئی ہے اور نہ یہ معلوم ہے کہ متلنی کب کرنی ہے اور کہاں کرنی ہے۔ البتہ اگر کوئی بچے بچی کی شادی طے کر لیتا ہے اور رقم ضروریات پر خرچ ہو گئی ہے اور اب اس کے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ جس سے حج کر سکے تو معافی ہے یا نقصان ہو گیا ہے۔ اور رقم باقی نہیں رہی۔ تو بھی معافی ہے۔ اور اگر حیثیت تو ہے

مگر کمزور ہے۔ یا مرض الموت میں مبتلا ہے کہ حج نہیں کر سکتا۔ تو وہ وصیت کرے کہ میرے ذمہ حج ہے وہ تم میری طرف سے کر دینا اور اگر خود بھی نہیں کرتا اور وصیت بھی نہیں کرتا تو گنہگار ہے۔ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ﴿۸۷﴾، اور جس نے انکار کیا پس بے شک اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے جہاں والوں سے۔ ساری مخلوق اس کی محتاج ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطاء فرمائے..... (آمین، یا الہ العالمین)!

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَى
 مَا تَعْمَلُونَ ﴿٧٨﴾ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَن
 آمَنَ تَبْغُونَهَا عِوَجًا وَأَنْتُمْ شُهَدَاءُ ۚ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ
 ﴿٧٩﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
 يَرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كُفْرِينَ ﴿٨٠﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلَى
 عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ ۚ وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ
 إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٨١﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَ
 لَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿٨٢﴾ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ
 جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً
 فَأَلْفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا
 حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُم مِّنْهَا ۚ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ
 لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿٨٣﴾

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ، کہہ دے! اے کتاب والو!۔ لِمَ تَكْفُرُونَ، کیوں تم انکار کرتے ہو۔
 بِآيَاتِ اللَّهِ، اللہ تعالیٰ کی آیات کا۔ وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَى مَا تَعْمَلُونَ، اور اللہ تعالیٰ گواہ ہے اس

کارروائی پر جو تم کرتے ہو۔ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ، کہہ دے! اے کتاب والو! لِمَ تَصُدُّونَ، کیوں تم روکتے ہو؟۔ عَنِ سَبِيلِ اللَّهِ، اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔ مَنْ آمَنَ، ان کو جو ایمان لائے۔ تَبْغُونَهَا عِوَجًا، تلاش کرتے ہو تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں کجی۔ وَأَنْتُمْ شُهَدَاءُ، اور حالانکہ تم گواہ ہو۔ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ، اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ غافل۔ عَمَّا تَعْمَلُونَ، اس کارروائی سے جو تم کرتے ہو۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا، اے ایمان والو!۔ إِنْ تُطِيعُوا، اگر تم اطاعت کرو گے۔ فَرِيقًا مِنَ الَّذِينَ، ایک گروہ کی ان لوگوں میں سے۔ أَوْثُوا الْكِتَابَ، جن کو کتاب دی گئی۔ يَرُدُّوكُمْ، وہ تمہیں لوٹا دیں گے۔ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كُفْرِينَ، تمہارے ایمان کے بعد کفر کی طرف۔ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ، اور تم کیسے انکار کرتے ہو؟۔ وَأَنْتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ، اور حالانکہ تم پر تلاوت کی جاتی ہیں۔ اِنَّ اللَّهَ، اللہ تعالیٰ کی آیتیں۔ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ، اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کے رسول بنفس نفیس موجود ہیں۔ وَمَنْ يَعْصِمْ بِاللَّهِ، اور جس نے مضبوطی کے ساتھ پکڑا اللہ تعالیٰ کے دین کو۔ فَقَدْ هَدَىٰ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ، پس تحقیق اس کو ہدایت دی گئی صراطِ مستقیم کی۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا، اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اتقوا الله، ڈرو اللہ تعالیٰ سے۔ حَقُّ تَقَاتِهِ، جیسے حق ہے اس سے ڈرنے کا۔ وَلَا تَمُوتُنَّ، اور ہرگز نہ مرد تم۔ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ، مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ، اور مضبوطی کے ساتھ پکڑو اللہ تعالیٰ کی رسی کو۔ جَمِيعًا، سارے۔ وَلَا تَفَرَّقُوا، اور نہ تفرقہ ڈالو۔ وَاذْكُرُوا، اور یاد کرو۔ نِعْمَتِ اللَّهِ عَلَيْكُمْ، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جو تم پر ہوئیں۔ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً، جب تھے تم ایک دوسرے کے دشمن۔ فَالْفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ، پس اس نے الفت و محبت ڈالی تمہارے دلوں میں۔ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ، پس تم ہو گئے اللہ

تعالیٰ کے فضل اور نعمت سے۔ اِخْوَانًا، بھائی، بھائی۔ وَكُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ، اور تھے تم گڑھے کے کنارے۔ مِّنَ النَّارِ، آگ کے۔ فَانْقَذَكُمْ مِّنْهَا، پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے بچایا۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ، اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے۔ اَيْتِهٖ، اپنی آیتیں۔ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝، تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔

اس سے پہلے ملت ابراہیمی کے مرکزی قبلہ کا ذکر تھا۔ اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی اصل ملت ابراہیمی پر قائم ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ اہل کتاب کو تنبیہ فرماتے ہیں کہ جب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آخری پیغمبر اور اس کے اصحاب ہی ملت ابراہیمی کی پیروی کرنے والے ہیں اور تمہارے ادیان خود ساختہ ہیں تو تمہیں اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیے۔ اور انکار نہیں کرنا چاہیے۔ فرمایا اِقْلُ يَا هٰٓؤُلَآءِ الْكٰتِبِ، اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہہ دیں! اے کتاب والو!۔ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِآيٰتِ اللّٰهِ، کیوں تم انکار کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی آیات کا۔ وَاللّٰهُ شَهِيدٌ عَلٰی مَا تَعْمَلُوْنَ ۝، اور اللہ تعالیٰ گواہ ہے اس کارروائی پر جو تم کرتے ہو۔ یعنی بجائے حق کو تسلیم کے الٹا ایمان والوں میں افتراق پیدا کرتے ہو جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ کہ یہودیوں نے مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی کس طرح ناکام کوشش کی۔ اس واقعہ سے پہلے بطور تمہید ایک بات سمجھنی ضروری ہے۔ مدینہ طیبہ میں یہودیوں کے تین خاندان آباد تھے۔ بنو قینقاع، بنو نظیر، اور بنو قریظہ۔ ان کی آپس میں تھوڑی بہت چپقلش بھی ہوتی رہتی تھی۔ مگر یہودیت کے ناطے سے ایک تھے۔ کافی رقبہ یعنی زمین کے مالک تھے۔ اور انہوں نے بڑے بڑے قلعے بنائے ہوئے تھے۔ پڑھے لکھے لوگ تھے۔ سکول کالج بھی ان کے تھے۔ اور تجارت پر بھی انہی کا قبضہ تھا۔ یہود کے علاوہ مدینہ طیبہ

میں دو خاندان مشرکوں کے تھے۔ اوس اور خزرج باوجود ایک جگہ رہنے کے اور آمنے سامنے گھر ہونے کے ایک دوسرے کے سخت دشمن تھے۔ اور بات بات پر لڑتے تھے۔ ان میں ایک لڑائی تریسٹھ/۶۳ سال رہی۔ ایک لڑائی ترانوے/۹۳ سال اور ایک لڑائی ایک سو بیس/۱۲۰ سال رہی۔ اور اوس اور خزرج کے لوگ یہودیوں سے اس قدر دے ہوئے تھے کہ اپنے لڑکے لڑکی کا رشتہ ان کی مرضی کے بغیر نہیں کر سکتے تھے۔ یہودی دور سے آتا ہوا نظر آتا تو جھک کر اس کو سیوٹ کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔ اوس اور خزرج کے لوگ کثرت کے ساتھ مسلمان ہونا شروع ہو گئے۔ مرد بھی عورتیں بھی بچے بھی بوڑھے بھی۔ اور مسلمان مخلص ہماری طرح نام کے مسلمان نہیں۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اور قرآن کریم کی حقانیت کی برکت سے صحیح معنی میں مخلص مسلمان تھے۔ تھوڑے دنوں میں بڑا انقلاب برپا ہو گیا۔ کہ جو لوگ ایک دوسرے کو گوارا نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اکٹھے اٹھتے بیٹھتے تھے۔ کھاتے پیتے تھے۔ ایک ہی جگہ نماز پڑھتے تھے۔ اور کبھی ایک امام ہے اور دوسرا مقتدی ہے۔ یہود نے جب یہ دیکھا تو ان کو گوارا نہ ہوا کہ یہ لوگ جو ایک دوسرے کے خون کے پیا سے تھے آج ایک دوسرے پر جانیں قربان کرتے ہیں کل یہ ہماری مرضی کے بغیر رشتہ نہیں کر سکتے تھے۔ اور آج ہمیں سلام کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ کافروں کو سلام کرنے میں پہل نہیں کرنی اور اگر ابتداء کرو تو ان الفاظ کے ساتھ۔ ”السَّلَامُ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی“۔ سلامتی اس پر ہو جو ہدایت کی اتباع کرے۔ اور وہ سلام میں پہل کریں تو جواب میں بھی یہی الفاظ کہنے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ”السلام علیکم، وعلیکم السلام“۔ کے الفاظ کے ساتھ

ان کو خطاب نہیں کرنا۔ تو اس سے ان کو بڑی تکلیف ہوئی کہ یہ لوگ دن بدن ہم سے باغی ہو رہے ہیں۔ حالانکہ یہاں ہمارا اقتدار تھا۔ اور ان پر ہمارا حکم چلتا تھا۔ اور آج حالت یہ ہے کہ ہمیں پوچھتا ہی کوئی نہیں ہے۔ چنانچہ ایک مجلس میں اوس اور خزرج کے وہ لوگ جو مسلمان ہو چکے تھے خاصی تعداد میں بیٹھے تھے۔ اور خوش گپیوں میں مشغول تھے۔ کہ شماس بن قیس یہودی نے جو تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ بڑا خبیث تھا۔ دیکھا تو جل گیا کہ یہ لوگ تو ایک دوسرے کے سائے سے بھاگتے تھے۔ اور آج اکٹھے بیٹھے خوش گپیوں میں مشغول ہیں۔ اس نے جا کر ایک دوسرے یہودی کو تیار کیا اس کو کچھ اشعار بتائے۔ اور کہا کہ تو بھی جا کے ان کی مجلس میں بیٹھ جا اور کچھ دیر ٹھہر کر یہ اشعار پڑھ دینا۔ چنانچہ وہ یہودی مجلس میں آ کر بیٹھ گیا اور ان کے ساتھ باتوں میں مشغول ہو گیا۔ اور وہ اشعار پڑھ دیئے۔ جن میں ان زیادتیوں کا ذکر تھا جو اوس اور خزرج کے بڑوں نے کفر کے زمانے میں ایک دوسرے پر کیں تھیں۔ آخر عصبیت اور قوی چیزیں بھی ہوتی ہیں ایک فیملے والوں نے دوسروں سے کہا کہ تمہارے بڑوں نے ہمارے بڑوں پر بہت ظلم کیا تھا انہوں نے کہا ہاں کیا تھا۔ بات بڑھی اور آپس میں آہم نکلتا ہو گئے۔ لاشمیں چلیں گے چلے اور چادروں کے مٹھے بنا کر ایک دوسرے کو مارنے لگے۔ اور آپس میں طے ہوا کہ فلاں دن فلاں جگہ پر ہماری تمہاری لڑائی ہوگی دیکھ لیں گے تمہارے بڑوں نے ہمارے بڑوں پر کس طرح زیادتی کی تھی۔ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے پہلے یہودیوں کو جزو توبیح کی۔ اور ڈانٹا۔ پھر مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی۔ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ، كُفُّوا دے اے کتاب والو! لِمَ تَصَلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ، کیوں تم روکتے ہو؟ اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔ مَنْ آمَنَ، اس کو جو ایمان لائے۔ کہ جو لوگ ایمان کی دولت سے مالا مال ہو چکے ہیں تم

چاہتے ہو کہ وہ ایمان سے پھر جائیں اور ان میں افتراق پیدا کرنے کے لئے منصوبے بناتے ہو۔ اور اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے۔ تَبْغُونَهَا جَوْجًا، تلاش کرتے ہو تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں کجی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا راستہ سیدھا ہے۔ وَأَنْتُمْ شُهَدَاءُ، اور حالانکہ تم گواہ ہو۔ یعنی تم جانتے ہو کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے اور آخری پیغمبر ہیں کیونکہ ان کی کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کئے گئے تھے۔ کہ ان اوصاف والا پیغمبر تشریف لائے گا۔ قرآن پاک میں ہے۔ “الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ”۔ جن کو پاتے ہیں یہ لکھا ہوا اپنے پاس توراہ اور انجیل میں۔ چنانچہ جب آپس میں گفتگو کرتے تھے۔ تو کہتے تھے کہ ایک پیغمبر نے آتا ہے۔ اگر ہمارے دور میں آگئے تو ہم ان پر ایمان لائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کسی سے لڑتے تھے تو فتح کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعائیں کرتے تھے۔ کہ اے اللہ اجل جلالہ، نبی آخر الزمان کے وسیلے سے ہمیں فتح عطاء فرما۔ “وَكُنَّا مِنْ قَبْلُ نَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا، سِرًّا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ”۔ (پارہ ۱)۔ اور تھے اس سے پہلے فتح کے لئے تو سئل حاصل کرتے ان لوگوں کے خلاف جو کافر ہیں پس جس وقت آئی ان کے پاس وہ ذات جس کو انہوں نے پہچان لیا۔ اس کا انکار کر گئے۔ تو ان کا یہ انکار کرنا محض ضد کی بنا پر تھا۔ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ O، اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ غافل اس کا ردوائی سے جو تم کرتے ہو۔ ان دو آیتوں میں یہود کو تنبیہ تھی کہ یہ تمہاری حرکتیں پسندیدہ نہیں ہیں۔ آگے مومنوں کو تنبیہ ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا، اءِ اِيْمَانِ وَالْوَا۔ اِنْ تُطِيعُوا فَرِيقًا مِنَ الَّذِينَ، اءِ اِيْمَانِ، اگر تم اطاعت کرو گے ایک گروہ کی ان لوگوں میں سے۔

اَوْ تَوَالَّفَ الْكُفَّارَ، جنم کو کتاب دی گئی۔ يَوْمَ يُدْعُو كُفْرًا بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كَفْرًا يَوْمَ، وہ تمہیں، لوٹا دیں گے تمہارے ایمان کے بعد کفر کی طرف۔ یعنی تم نے اگر ان کی بات مانی تو وہ تمہیں کافر بنا لیں گے اور اے مسلمانو! وَ كَيْفَ تَكْفُرُونَ، اور تم کیسے انکار کرتے ہو؟ کفر کرتے ہو؟۔ وَ اَنْتُمْ تُتْلَى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ، اور حالانکہ تم پر تلاوت کی جاتی ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن شریف پڑھ کر سنا تے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چونکہ عربی تھے اور ان کی مادری زبان عربی تھی تو ترجمہ پڑھانے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی ہاں اگر کوئی بات سمجھ نہیں آتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تفصیل کے ساتھ سمجھا دیتے تھے۔ اور یاد رکھنا قرآن کریم ایسی معجز اور فصیح کتاب ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اس کو انصاف کے ساتھ پڑھے اور سمجھے گا تو یقیناً اس کے دل پر اثر ہوگا۔ لیکن آج ہمارے دل رنگ آلود ہیں اور تعصب کے خلاف جڑھے ہوئے ہیں ہمارے دل کا شیشہ صاف نہیں ہے۔ جس وجہ سے ہمیں قرآن کی بات سمجھ نہیں آتی۔ اور ہمیں قرآن سے کوئی محبت اور الفت نہیں ہے۔ جو محرومی کا باعث ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل صاف تھے قرآن کریم کے ساتھ ان کو محبت تھی۔ سمجھنے کا شوق تھا۔ اس واسطے وہ ہدایت یافتہ اور کامیاب ہو گئے۔ اور فرمایا۔ وَ فِيكُمْ رَسُوْلَةٌ، اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کے رسول بنفس نفیس موجود ہیں۔ مدینہ طیبہ میں کیونکہ یہ واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہوا ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔ بلکہ جس وقت یہ واقعہ ہوا تھا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں صحابہ کرام کے درمیان موجود تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سمجھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں تم پر پڑھی

جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا پیغمبر بنفسِ نفس تمہارے درمیان موجود ہے۔ جن کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایمان کی توفیق عطا فرمائی۔ اور تم بھائی بھائی بن گئے۔ حالانکہ پہلے تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ خون کے پیالے تھے۔ آج تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ایک یہودی کے اکسانے پر تم نے پرانی دشمنی تازہ کر لی ہے۔ ان کی بات مت مانو اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو۔ وَمَنْ يُعْتَصِمْ بِاللَّهِ، اور جس نے مضبوطی کے ساتھ پکڑا اللہ تعالیٰ کے دین کو۔ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ O، پس تحقیق اس کو ہدایت دی گئی صراطِ مستقیم کی۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا، اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ، ڈرو اللہ تعالیٰ سے جیسے حق ہے اس سے ڈرنے کا۔ اس سے ڈرنے کا حق یہ ہے کہ اس کے امر اور نہی پر صحیح معنی میں عمل کرو ایسا نہیں کہ زبان سے تو کہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور عملی طور پر ساری بد معاشیاں کرتا پھرے۔ یہ تو ڈرنا نہ ہوا۔ ترمذی شریف میں روایت آتی ہے۔ خاصا مجمع تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو بات سمجھانے کی خاطر سید القراء حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ تقویٰ کسے کہتے ہیں؟۔ یعنی تقوے کا مفہوم سمجھا سکتے ہو؟۔ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں سمجھا سکتا ہوں۔ (عربوں کے گرتے اس وقت بھی لے ہوتے تھے، اور آج بھی وہی دستور ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تین قسم کے کرتے ثابت ہیں۔ نمبر ۱، ٹخنوں سے تھوڑا سا نیچے جس طرح عموماً ہمارے گرتے ہوتے ہیں۔ نمبر دو، نصف پنڈلی تک۔ نمبر تین، گھٹنے سے تھوڑا سا اوپر، دو تین انچ اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی کرتا ثابت نہیں ہے تو اگر کوئی شخص ٹخنوں سے نیچے لے جائے تو یہ جائز نہیں ہے۔ بلکہ یہ بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔ چنانچہ بخاری اور مسلم

میں روایت آتی ہے کہ۔ "سُبُلُ الْإِزَارِ فِي النَّارِ"۔ کہ مردوں کا ٹخنوں سے نیچے کپڑا لگانا سیدھا دوزخ میں جانا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں حرام ہے۔ چاہے کپڑے کی نیت کرے یا نہ کرے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لگانا ہے ہی تکبر۔ یہ تو درمیان میں ضمنی بات آگئی تھی)۔ تو حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تقویٰ کا معنی سمجھا سکتا ہوں۔ فرمایا اگر آپ ایسے راستہ سے گزریں کہ جہاں خاردار جھاڑیاں ہوں تو کس طرح گزریں گے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنے کپڑوں کو اچھی طرح سیٹ کر اور پوری احتیاط کے ساتھ گزروں گا۔ تاکہ کوئی کانٹا میرے کپڑوں کے ساتھ نہ اڑ جائے۔ فرمایا یہی تقویٰ ہے۔ (ابن کثیر)۔ اسی طرح آدمی زندگی اس طرح گزارے کہ گناہوں کے کانٹے کے ساتھ نہ اڑے۔ فرمایا۔ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ O، اور ہر گز نہ مرو تم مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔ یعنی اسلامی احکامات کی فکر میں لگے رہو۔ اور کوشش کرو اسلام پر رہنے کی اور اسلام کے کام کرو نمازیں پڑھو، روزے رکھو، نیکی کے کام کرو، برائی سے بچو۔ کوشش کرو گے تو اللہ تعالیٰ ضرور نتیجہ مرتب فرمائیں گے۔ اور ان نیکیوں کی برکت سے خاتمہ بالخیر ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ اسلام پر موت دے گا اور اگر گناہ کی طرف جاؤ گے تو خاتمہ بالشکر کا خطرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو خاتمہ بالشکر سے بچائے۔ اور تمام مسلمانوں کا خاتمہ ایمان اور اسلام پر ہو۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا، اور مضبوطی کے ساتھ پکڑو اللہ تعالیٰ کی رسی کو سارے۔ رسی سے مراد اسلام، دین اور شریعت ہے۔ اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو۔ وَلَا تَفْرُقُوا، اور نہ تفرقہ ڈالو۔ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے ان کو حرام سمجھو۔ اور جن کو حلال فرمایا ہے، ان کو حلال سمجھو۔ اور جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے وہ

کرو اور جن چیزوں سے منع فرمایا ہے ان کے قریب نہ جاؤ۔ اور اے اوس اور خزرج کے لوگو! - وَادْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ، اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جو تم پر ہوئیں۔ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً، جب تھے تم ایک دوسرے کے دشمن۔ یعنی اوس والے خزرج کے اور خزرج والے اوس والوں کے۔ فَالْفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ، پس اس نے الفت و محبت ڈالی تمہارے دلوں میں۔ فَاصْبِرْتُمْ بِنِعْمَتِهِ، پس تم ہو گئے اللہ تعالیٰ کے فضل اور نعمت سے۔ اِخْوَانًا، بھائی، بھائی۔ یعنی پہلے تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اور اب اسلام کی برکت سے ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہو۔ وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ، اور تھے تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر۔ فائدہ، شفا اگر شین کے کسرہ کے ساتھ ہو تو معنی ہے بیماری سے تندرست ہونا۔ چنانچہ قرآن پاک میں شہد کے بارے میں آتا ہے۔ "فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ"۔ اس میں لوگوں کے واسطے شفا ہے اور دوسری جگہ آتا ہے۔ "شِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ"۔ یہ قرآن پاک ان بیماریوں کے لئے شفا ہے جو دلوں میں ہیں۔ اور اگر شین کے فتح کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے کنارہ۔ تو یہاں معنی بنے گا اور تھے تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر۔ فَانْقَذَكُمْ مِّنْهَا، پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس دوزخ سے بچالیا۔ كَذٰلِكَ يَبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ، اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے۔ اِيْضًا، اپنی آیتیں۔ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ O، تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔ اور ظاہری باطنی دشمنی سے محفوظ رہو۔

وَلَتَكُنَّ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ، وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٥٤﴾ وَلَا تَكُونُوا
كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ، وَ
أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٥٥﴾ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ
وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ
فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٥٦﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ
وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٥٧﴾ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ
نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعَالَمِينَ ☆ وَلِلَّهِ مَا فِي
السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ، وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٥٨﴾

وَلَتَكُنَّ مِنْكُمْ ا اور چاہیے کہ ہر قوم میں سے ۔ اُمَّةً، ایک، گروہ۔ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ ، جو دعوت
دے لوگوں کو نیکی کی۔ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ ، اور حکم کریں وہ معروف کا۔ وَيَنْهَوْنَ عَنِ
الْمُنْكَرِ ، اور منع کریں وہ برائی سے۔ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ ، اور وہی لوگ فلاح
پانے والے ہیں۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ ، اور نہ ہو تم ان لوگوں کی طرح۔ تَفَرَّقُوا ، جنہوں نے
تفرقہ ڈالا۔ وَاخْتَلَفُوا ، اور انہوں نے اختلاف کیا۔ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ، بعد اس
کے کہ ان کے پاس آگئے واضح دلائل۔ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ○ ، اور وہ لوگ ہیں

ان کے لئے عذاب ہے بڑا۔ یَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهُ، جس دن کہ سفید ہوں گے کچھ چہرے۔
 وَتَسْوَدُّ وُجُوهُ، اور سیاہ ہوں گے کچھ چہرے۔ فَأَمَّا الَّذِينَ، پس بہر حال وہ لوگ۔ اسْوَدَّتْ
 وَجُوهُهُمْ، جن کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے کہا جائے گا۔ أَكْفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ، کیا تم
 نے کفر اختیار کیا ایمان کے بعد۔ فَذُوقُوا الْعَذَابَ، پس چھو تم عذاب کو۔ بِمَا كُنْتُمْ
 تَكْفُرُونَ ۝ اس واسطے کہ تم کفر کرتے تھے۔ وَأَمَّا الَّذِينَ، اور بہر حال وہ لوگ۔ ابْيَضَّتْ
 وَجُوهُهُمْ، کہ سفید ہوں گے چہرے ان کے۔ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ، پس وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں
 ہوں گے۔ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝، اور وہ اس رحمت کے مقام میں ہمیشہ رہیں گے۔ تِلْكَ
 آيَاتُ اللَّهِ، یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں۔ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ، ہم تلاوت کرتے ہیں آپ پر
 حق کے ساتھ۔ وَمَا اللَّهُ، اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ۔ يُرِيدُ، ارادہ کرنا۔ ظَلَمْنَا لِلْعَالَمِينَ ۝، ظلم کا
 جہان والوں کے لئے۔ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ، اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے جو سمجھ آسمانوں
 میں ہے۔ وَمَا فِي الْأَرْضِ، اور جو سمجھ ہے زمین میں۔ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝، اور اللہ
 تعالیٰ کی طرف ہی لوٹانے جاتے ہیں سب کام۔

کل کے درس میں قدرے تفصیل کے ساتھ آپ نے یہ بات سنی کہ مدینہ طیبہ میں تین خاندان
 یہود کے تھے اور دو مشرکین کے اوس اور خزرج جو اسلام سے پہلے ایک دوسرے کے خون کے
 پیا سے تھے۔ مگر اسلام قبول کرنے کے بعد بھائی بھائی بن گئے۔ اکٹھے بیٹھے اٹھتے تھے۔ اور
 اکٹھے کھاتے پیتے تھے اور ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے۔ اور یہ اسلام کی بنیادی تعلیم میں
 سے ہے کہ اپنے سے بڑے کی عزت کر دو اور جو ہم عمر ہو اس سے بھی اخلاق سے اور پیار سے
 پیش آؤ۔ اور ایسا انداز اختیار نہ کرو کہ جس سے اس کی دل شکنی ہو۔ اور چھوٹوں پر شفقت کر دو تو

اوس اور خزرج کا شیر و شکر ہو جانا یہود کو گوارہ نہ ہوا۔ اور شامس ابن قیس یہودی نے سازش کر کے ان کو آپس میں لڑا دیا اور اوس اور خزرج کے لوگوں نے ایک دوسرے کو مکے مارے لٹھیاں چلیں جوتے چلے، خوب ایک دوسرے کو مارا اور آئندہ لڑنے کے لئے وقت بھی مقرر ہوا مجلس میں اوس اور خزرج کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی تھے جو دوسرے قبیلوں سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ لڑائی میں شریک نہیں ہوئے لیکن حیران تھے کہ ہم کیا کریں اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ فرمائی۔ کہ تمہیں خاموش نہیں رہنا چاہیے تھا۔ بلکہ مداخلت کر کے ان کی آپس میں صلح صفائی کروا دیتے آگے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ضابطہ بیان فرمایا ہے۔ **وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ** اور چاہیے کہ ہوتم میں سے ایک گروہ۔ **يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ**، جو دعوت دے لوگوں کو نیکی کی۔ **وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ**، اور حکم کریں وہ معروف کا۔ **وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ**، اور منع کریں وہ برائی سے۔ تمام فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، جن کی قدر کی جاتی ہے کا اس مسئلے پر اتفاق ہے کہ دعوت الی اللہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے۔ جس طرح جنازہ فرض کفایہ ہے کہ اگر کچھ مسلمان ادا کر دیں تو باقی تمام سے سناٹا ہو جاتا ہے۔ اور اگر کوئی بھی نہیں پڑھے گا تو وہاں کے رہنے والے سب مکے سب گناہ گار ہوں گے۔ اسی طرح دعوت الی اللہ بھی فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں ہے۔ فرض عین کا مطلب ہے کہ ہر ہر آدمی پر لازم ہو۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت فریضہ کو ادا کرتی رہے تو وہ سب کی طرف سے فرض ادا ہو گیا اس فریضہ کو ادا نہ کرنے کی وجہ سے کوئی بھی گناہ گار نہ ہوگا کیونکہ فرض کفایہ ہے اور اگر کسی جگہ کوئی بھی اس فرض کو ادا نہیں کرے گا تو سب کے سب گناہ گار ہوں گے۔ البتہ اپنی اصلاح کے لئے کلنا الگ بات ہے کہ کوئی آدمی اس نظریہ کے تحت جائے کہ اپنی اصلاح ہو

جائے گی کیونکہ جماعت میں جانے والوں کا سارا وقت نیکی کے لئے صرف ہوتا ہے۔ اور دین کی باتیں اچھی طرح سمجھ آتی ہیں اور یہ بات ہے بھی حقیقت اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ ایک اور بات بھی ذہن نشین کر لیں وہ یہ کہ اس آیت کریمہ کے تحت تمام مفسرین نے یہاں تک کہ جلالین شریف میں بھی موجود ہے جو تمام تفسیروں میں مختصر تفسیر ہے کہ پڑھنا پڑھانا درس دینا اسلام کی خاطر کتابیں لکھنا بھی تبلیغ ہے اور ان کاموں کے لئے چندہ دینا بھی تبلیغ ہے۔ تبلیغ صرف اس میں بند نہیں ہے کہ بستر اٹھا کر سہ روزہ لگانا اور دس روزہ لگانا اور چلہ لگانا۔ بے شک یہ بھی تبلیغ کا حصہ ہے۔ چنانچہ چھٹیوں میں ہمارے مدارس کے اساتذہ اور طلباء بھی سہ روزہ اور دس روزہ لگانے کے لئے جاتے ہیں اور جن کو زیادہ توفیق ملتی ہے وہ اس سے زیادہ وقت بھی لگاتے ہیں۔ مگر جب تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری ہو تو پھر اس کا ثواب بستر اٹھا کر پھرنے سے زیادہ ہے۔ بعض نادان قسم کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو تبلیغ کے لئے نہیں نکلتے وہ دین کا کام نہیں کر رہے۔ یہ ذہن غلط ہے۔ چنانچہ ایک بابا جی تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے بڑے سادہ آدمی تھے۔ وہ میری کلاس میں بیٹھ کر سبق سنتے تھے۔ نصرۃ العلوم میں اس وقت طلباء کی خاصی تعداد ہوتی تھی۔ صرف میری کلاس میں چار سو طلباء تھے۔ ایک دن وہ بابا جی مجھے کہنے لگے کہ ماشاء اللہ بڑا کام ہو رہا ہے۔ لیکن دین کا کام نہیں ہو رہا۔ میں نے کہا بابا جی دین کا کام کیسے ہو؟ تو کہنے لگے کہ آپ کبھی چلہ تو دیا نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ ان کو کون پڑھائے گا؟ کہنے لگے ان کو اللہ تعالیٰ پڑھائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس طرح بندوں کو نہیں پڑھاتا۔ اس نے بندے مقرر فرمائے ہیں کہ وہ پڑھائیں۔ تو تبلیغ فرض کفایہ ہے، فرض عین نہیں ہے۔ ایک گروہ کے ادا کرنے سے سب کی گردنوں سے فریضہ اتر جاتا ہے۔ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○

اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا، اور نہ ہو تم ان لوگوں کی طرح جنہوں نے تفرقہ ڈالا۔ وَ اخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ، اور انہوں نے اختلاف کیا بعد اس کے کہ ان کے پاس آگئے واضح دلائل۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہود کے اکہتر/۱۷ فرتے ہوئے اور نصاریٰ کے بہتر/۲۷ فرتے ہوئے اور میری امت بہتر/۷۳ فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ (یعنی یہ ان سے پیچھے نہیں رہے گی)۔ سب کے سب دوزخ میں جائیں گے مگر صرف ایک دوزخ سے بچنے والا ہوگا۔ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا وہ کون سا فرقہ ہوگا؟ تو فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ فرقہ ہے جو اس راستے پر ہوگا جو میرا اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے۔ اور اسی ناجی فرقہ کا نام ہے 'اہل سنت والجماعت'۔ سنت سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اور جماعت سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ تو اہل سنت والجماعت کا معنی بنے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اپنانے والا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے کو لازم پکڑنے والا۔ اور وہ شخص جو ایسے ایسے کام کرے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہیں کئے تو وہ گمراہ ہے۔ تو فرمایا ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے تفرقہ ڈالا۔ اور اختلاف کیا۔ حالانکہ ان کے پاس واضح دلائل آچکے تھے۔ ایسا انہوں نے خواہشات نفسانی کی وجہ سے کیا ہے۔ جہالت کی وجہ سے نہیں کیا۔ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ O، اور وہ لوگ ہیں ان کے لئے عذاب ہے بڑا۔ اور یہ عذاب ہوگا کب؟۔ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ، جس دن کہ سفید ہوں گے کچھ چہرے۔ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ، اور سیاہ ہوں گے کچھ چہرے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ، کا ترجمہ کرتے ہیں اہل سنت والجماعت، اور۔ وَتَسْوَدُّ

وَجُوداً، کا ترجمہ کرتے ہیں۔ اہل بدعت ”الفرقاء“۔ یعنی قیامت والے دن اہل سنت و الجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت اور دین میں افتراق ڈالنے والوں کے چہرے سیاہ ہوں گے اور یاد رکھنا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بحیثیت مفسر قرآن عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا دوسرا نمبر ہے۔ پہلا نمبر ہے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا۔ حضرت کا قد چھوٹا اور جسم ہلکا پھلکا تھا۔ دیکھنے والا سمجھتا تھا بچہ پھر رہا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو دو ایسی خوبیاں عطاء فرمائی تھیں کہ وہ اور کسی کو حاصل نہیں تھیں۔ نمبر ایک۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں پہلے درجہ کے مفسر قرآن اور نمبر دو۔ اَفْقَهُ الْأُمَّةُ، تھے۔ یعنی ساری امت میں سب سے بڑے فقیہ تھے۔ ان کے بعد حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما قرآن پاک کی تفسیر کے بڑے ماہر تھے۔ حالانکہ ان کی عمر مبارک کوئی زیادہ نہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا سے رخصت ہوئے اس وقت ان کی عمر تقریباً چودہ پندرہ سال تھی۔ لیکن یہ عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء سے حاصل ہوئی۔ وہ اس طرح کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لئے تشریف لے گئے جب واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک لوٹا پانی کا بھرا ہوا بڑی موزوں اور مناسب جگہ پر رکھا ہوا ہے جو کہ باپردہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”مَنْ وَضَعَهُ هُنَا؟“۔ یہ لوٹا پانی کا یہاں کس نے رکھا ہے؟۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت یہ لوٹا پانی کا بھرا ہوا میں نے رکھا ہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت سے تشریف لائیں گے۔ تو طہارت کرنی ہے۔ اس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں رقت پیدا ہوئی کہ دیکھو یہ بچہ ہے۔ اور اس کے دل میں خیال آیا کہ پہلے لوٹا تلاش کیا پھر پانی تلاش

کیا پھر اس کو بھر کر ایسے مقام پر رکھا کہ جو باپردہ اور مناسب ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء فرمائی۔ "اللَّهُمَّ عَلِّمْنَا التَّوْبِيلَ وَفَقِّهْنَا فِي الدِّينِ"۔ اے پروردگار اس کو قرآن پاک کی تفسیر کا ماہر بنا۔ اور اس کو دین کی نقاہت عطاء فرما۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دور خلافت میں مجلس شوریٰ کے اجلاس میں ان کو اپنے ساتھ بٹھاتے تھے۔ حالانکہ اس وقت ان کی عمر تقریباً سترہ اٹھارہ سال تھی۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا حضرت یہ مجلس شوریٰ ہے یہاں اہم امور طے پاتے ہیں جن کا عوام کے سامنے فوری طور پر ظاہر کرنا مناسب نہیں ہوتا، یہ بچہ ہے۔ اس سے کوئی راز افشاء ہو سکتا ہے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو یہاں بٹھایا ہے۔ پھر ہمارے بھی بچے ہیں اس کو دیکھا دیکھی وہ بھی آ بیٹھیں گے۔ تو مجلس شوریٰ پر بچوں کا قبضہ ہو جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس کو محض بچہ نہ سمجھو یہ بڑا سمجھ دار ہے۔ اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قابلیت کو اس طرح عیاں فرمایا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ مجھے اپنی مجلس میں اس وقت بھی بلا لیتے جب وہاں بدر کی جنگ میں شریک ہونے والے بزرگ بیٹھے ہوتے ان میں سے ایک بزرگ نے کہا اس نوجوان کو ہماری مجلس میں کیوں بلا تے ہو۔ اس جیسے ہمارے بچے بھی ہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ تو ان لوگوں میں سے ہے جن کو آپ جانتے ہیں۔ پھر ایک دن ان حضرات اکابر کو بلایا اور مجھے بھی بلایا۔ فرمایا! میرا خیال ہے کہ مجھے اس دن آپ نے اس لئے بلایا تھا تا کہ انہیں دکھا سکیں (آپ رضی اللہ عنہما کا علم و کمال) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ تم سورة "إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ" کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ (یعنی اس میں مگر کی کیا بات ہے؟) تو ان میں سے کسی نے کہا کہ

ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کریں اور اس سے بخشش مانگیں۔ جب کہ ہماری مدد کی جائے اور ہمیں فتح دینی جائے۔ اور ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم نہیں جانتے۔ اور ان میں سے بعض نے کچھ بھی نہ کہا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ اے ابن عباس! (رضی اللہ عنہما) تو اس بارے میں یہی کچھ کہتا ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں۔ پھر پوچھا کہ تم کیا جواب دو گے تو میں نے کہا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت قریب ہونے کا اشارہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی ہے کہ جب فتح مکہ ہو جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب ہونے کی علامت ہے۔ تو اس وقت آپ کثرت سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں اور اس کی مغفرت طلب کیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے علم میں بھی یہی بات تھی۔ تو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بحیثیت مفسر قرآن دوسرا نمبر ہے۔ پہلا نمبر ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا۔ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ؛ پس بہر حال وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے کہا جائے گا۔ أَكْفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ؛ کیا تم نے کفر اختیار کیا ایمان کے بعد۔ یعنی دعویٰ تو تمہارا ایمان کا تھا۔ کہ ہم مومن ہیں پھر تم نے کفر اختیار کیا۔ یعنی اعمال سارے کافروں والے ہیں زبانی دعویٰ کرنے کا کیا فائدہ۔ بخاری شریف اور دیگر کتابوں میں حدیث آتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر تشریف فرما ہوں گے۔ اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر پر پانی پینے کے لئے آئیں گے۔ کچھ لوگوں کو فرشتے دھکے مار کر کہیں گے کہ پیچھے چلے جاؤ۔ شور سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم توجہ فرمائیں گے اور فرشتوں سے کہیں گے کہ یہ تو میرے امتی معلوم ہوتے ہیں ان کو تم پیچھے کیوں ہٹاتے ہو؟ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے آواز آئے

گی "إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا آخَذُوا بَعْدَكَ"۔ بہ تحقیق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے کہ جو جو بدعات انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا کی ہیں۔ "فَأَقُولُ سَحَقًا، سَحَقًا"۔ پس میں کہوں گا ان کو میری نظروں سے ہٹا دو تو فرشتے ان کو حوضِ کوثر کے قریب نہیں آنے دیں گے حوضِ کوثر سے وہ لوگ پانی نہیں گے۔ جو موحد ہوں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے پابند ہوں گے اب رہا یہ مسئلہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو کس طرح پہچانیں گے کہ یہ میرے امتی ہیں تو حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ وضوء والے اعضاء سفید ہوں گے جو مخلص ہوں گے ان کی سفیدی زیادہ ہوگی اور جو کھوٹے ہوں گے آخر وضوء تو انہوں نے بھی کیا ہوگا۔ لہذا تھوڑی بہت چمک ان کے اعضاء پر بھی ہوگی اس چمک کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے کہ میرے امتی معلوم ہوتے ہیں تو جو ظاہری طور پر مسلمانوں کے ساتھ ملے جلے رہے اور کچھ اعمال بھی ادا کرتے رہے مگر صحیح معنی میں مسلمان نہ ہوئے ان کو کہا جائے گا کیا تم نے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا؟ فَذُرُّوْا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ○، پس چکھو تم عذاب کو اس واسطے کہ تم کفر کرتے تھے۔ شریعت کے قانون کا انکار کرتے تھے۔ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وَجُوهُهُمْ، اور بہر حال وہ لوگ کہ سفید ہوں گے چہرے ان کے۔ فَبِئْسَ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ○، اور وہ اس رحمت کے مقام میں ہمیشہ رہیں گے۔ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ، یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں۔ نَسَلُوا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ، ہم تلاوت کرتے ہیں آپ پر حق کے ساتھ۔ قرآن حق ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نبی برحق ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی فرشتہ لا کے سنا تا ہے وہ بھی حق ہے تو یہ سب حق ہی حق ہے۔ اور یاد رکھو مَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعَالَمِينَ ○، اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ظلم کا جہان

والوں کے لئے۔ اللہ تعالیٰ بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اس کی صفت ہے رحم اور رحیم وہ بلا وجہ کسی کو سزا نہیں دیتا حجت مکمل ہونے کے بعد سزا دیتا ہے۔ اور اس کی سزا سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ بھاگ نہیں سکتا۔ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ، اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ ہے زمینوں میں۔ آسمانوں کا خالق مالک اور منصرف بھی وہی ہے۔ اور زمینوں میں بھی اس کے سوا کسی کا دخل نہیں ہے جو رب تعالیٰ کرتا ہے وہی ہوتا ہے اس کی اجازت کے بغیر ایک پتا بھی زمین پر نہیں گرتا۔ اور اس کی مرضی کے بغیر کوئی ذرہ اپنی جگہ سے ادھر ادھر نہیں ہو سکتا۔ اور یہ خدائی اختیارات اس نے نہ تو فرشتوں کو دیئے ہیں نہ پیغمبروں کو نہ پیروں، فقیروں کو اللہ تعالیٰ نے ان کو جو مرتبے اور مقام عطاء فرمائے ہیں وہ حق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے بعضوں کو نبوۃ و رسالت عطاء فرمائی۔ بزرگی عطاء فرمائی۔ بعضوں کو صحابہ (رضی اللہ عنہم) بنایا پیشوا بنایا۔ محدث بنائے فقیہ بنائے۔ ولایت دی۔ لیکن خدائی اختیارات کسی کو نہیں دیئے۔ سارے تو کجا ایک ماشہ بھی کسی کو عطاء نہیں کیا۔ وَاللّٰہُ تَسْوِجِعُ الْاُمُوْدُ، اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹائے جاتے ہیں سب کام۔ سب نے اسی کی عدالت میں پیش ہونا ہے۔ سب کام سامنے آ جائیں گے یہ تو حید کا بنیادی سبق ہے اس کو باور رکھنا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّتٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ
 عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۚ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ
 خَيْرًا لَهُمْ ۚ مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿١١٠﴾ لَنْ
 يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى ۚ وَإِنْ يُقَاتِلُواكُمْ يُوَلُّوكُمْ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا
 يُنصِرُونَ ﴿١١١﴾ ضَرَبْتُ عَلَيْهِمُ الدِّيلَةَ أَيْنَ مَا تُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلِ مَن
 اللَّهِ وَحَبْلِ مَن النَّاسِ وَبَاءَ وَبَغَضِبِ مَن اللَّهِ وَضَرِبْتُ عَلَيْهِمُ
 الْمَسْكَنَةَ ۚ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ
 الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۚ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا كَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿١١٢﴾

کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّتٍ، ہو تم تمام امتوں میں سے بہتر۔ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ، جن کو نکالا گیا لوگوں کے
 لئے۔ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ، حکم کرتے ہو نیکی کا۔ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ، اور منع کرتے ہو
 برائی سے۔ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ، اور اگر
 ایمان لائیں اپنی کتاب۔ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ، البتہ ایمان لانا ان کے حق میں بہتر ہوتا۔ مِنْهُمْ
 الْمُؤْمِنُونَ، ان میں سے کچھ مومن ہیں۔ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ، اور اکثر ان کے نافرمان
 ہیں۔ لَنْ يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى، وہ تمہیں ہرگز ضرر نہیں پہنچا سکیں گے مگر کچھ اذیت۔ وَإِنْ
 يُقَاتِلُواكُمْ، اور اگر تمہارے ساتھ لڑیں گے۔ يُوَلُّوكُمْ الْأَدْبَارَ، تو تمہاری طرف پیٹھ پھیر دیں

گے۔ ثُمَّ لَا يُنصِرُونَ ۝ پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ، مسلط کر دی گئی ہے ان پر ذلت۔ أَيْنَ مَا نُقِفُوا، جہاں کہیں وہ پائے جائیں گے۔ إِلَّا بِحَبْلِ مِنَ اللَّهِ، مگر اللہ تعالیٰ کی رسی کو پکڑنے سے۔ وَحَبْلِ مِنَ النَّاسِ، اور لوگوں کی رسی کو پکڑنے سے۔ وَبَاءُ وَ يَغْضَبُ مِنَ اللَّهِ، اور لوٹے وہ اللہ تعالیٰ کا غضب لے کر۔ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ، اور ان پر مسلط کی گئی ہے مسکنت، ذلت۔ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ، یہ اس واسطے کہ بے شک وہ۔ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ، اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ وَيَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَاءَ، اور قتل کرتے رہے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو۔ بِغَيْرِ حَقٍّ، ناحق۔ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے نافرمانی کی۔ وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ۝ اور تھے وہ تجاوز کرنے والے۔

اس سے پہلی آیات کا شان نزول آپ سن چکے ہیں کہ شمس ابن قیس یہودی کی شرارت کے نتیجے میں مسلمانوں کے دو گروہ اوس اور خزرج آپس میں لڑ پڑے اور خاصی بد مزگی پیدا ہوئی جس پر اللہ تعالیٰ نے پہلے یہودیوں کو تنبیہ فرمائی کہ تم ایسی شرارتیں کر کے مسلمانوں کو کیوں روکتے ہو پھر مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں تم پر پڑھی جا رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم میں موجود ہے۔ پھر تم کیوں لڑتے ہو؟ اور لڑائی کے وقت کچھ ایسے

مسلمان تھے جو دوسرے خاندانوں کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ وہ خاموش رہے کہ نہ تو لڑائی میں شریک ہونے اور نہ ہی ان کو سمجھایا اور رد کا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی تنبیہ فرمائی کہ تمہارا کام تھا

کہ ان کو لڑائی سے روکتے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ "أَنْصُرَ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا"۔ اپنے بھائی کی مدد کر چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا حضرت مظلوم کی مدد کا معنی تو سمجھ آتا ہے۔ ظالم کی مدد کا

کیا مطلب ہے؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظالم کو ظلم سے روک دو یہ اس کی مدد ہے۔ وہ اس طرح کہ مثال کے طور پر ظالم کسی پر ظلم کرتا ہے اس کو قتل کر دیتا ہے۔ تو دنیا میں قصاص آئے گا اور آخرت میں سزا بھی ہوگی۔ اگر تم نے روک لیا تو اس کی مدد ہوگی کہ نہ تو قصاصاً قتل کیا جائے گا۔ اور نہ آخرت کی سزا میں مبتلا ہوگا۔ اور یاد رکھنا مظلوم کی مدد نہ کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ الترغیب والترہیب حدیث کی کتاب ہے اس میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبرستان کے پاس سے گزر رہے تھے کہ ایک قبر کے پاس کافی دیر تک کھڑے رہے۔ دریافت کیا گیا حضرت کیا بات ہے؟ فرمایا، اس قبر والے کو اس وجہ سے عذاب ہو رہا ہے کہ ایک مظلوم پر ظلم ہو رہا تھا اور یہ پاس سے گزر گیا۔ اس کی مدد نہیں کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ فرمائی۔ کہ تمہارا کام تھا ان کو لڑائی سے روکنا۔ آگے فرمایا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس امت کے فریضہ میں شامل ہے۔ کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ، ہو تم تمام امتوں میں سے بہتر امت۔ اُخْرِجْتُمْ لِلنَّاسِ، جن کو نکالا گیا لوگوں کے لئے۔ یعنی تمہیں اپنے کاموں کے لئے نہیں پیدا کیا بلکہ دوسرے لوگوں کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ، حکم کرتے ہو نیکی کا۔ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ، اور منع کرتے ہو برائی سے۔ مجموعی حیثیت سے اس امت کا یہ فریضہ ہے۔ پہلے اس طرح ہوتا تھا کہ ایک پیغمبر دنیا میں تشریف لاتا جب وہ دنیا سے چلا جاتا تو امت میں بگاڑ پیدا ہو جاتا۔ دوسرا پیغمبر تشریف لاتا اور اصلاح کرتا اسی طرح سلسلہ چلتا رہا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی پیغمبر پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے اس دین کے تحفظ کی ذمہ داری امت کے کندھے پر ڈالی ہے۔ الحمد للہ! اس امت نے یہ فریضہ ادا کیا

اور خدا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتماد پر پورے اترے اور دین کو محفوظ رکھا۔ آج دین کے سمجھانے والے بھی موجود ہیں۔ اور سمجھنے والے بھی موجود ہیں۔ اور اس پر عمل کرنے والے بھی موجود ہیں۔ اور سچا دین کتابوں میں بھی موجود ہے۔ عمل میں بھی موجود ہے۔ ہمارے علاقے میں انگریز نے دین کو ختم کرنے کے لئے پوری قوت صرف کی مگر دین کو ختم نہ کر سکا۔ تو چونکہ نبوت ختم ہے اور نبوت کا کام امت کے کندھے پر ہے۔ تو یہ کام امت نے ہی کرنا ہے اور کر بھی رہی ہے۔ یہاں ایک مسئلہ سمجھ لیں۔ وہ یہ کہ ایک ہے دعوت الی اللہ اور ایک ہے امر بالمعروف، نہی عن المنکر۔ تو دعوت الی اللہ کے بارے میں پہلے سبق میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ وہ ہر آدمی کا کام نہیں ہے۔ بلکہ فرمایا۔ "وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ"۔ اور چاہیے کہ تم میں ایک جماعت ہو جو دعوت دے بھلائی کی۔ تو یہ سب کا کام نہیں ہے۔ بلکہ ایک گروہ کا کام ہے۔ علماء اور سمجھ دار لوگوں کا کام ہے۔ جہلاء کا کام نہیں ہے۔ اور فرض کفایہ ہے۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر امتی کا کام ہے۔ اگر کسی کو بھلائی کی ایک بات بھی معلوم ہے تو وہ اس کو آگے پہنچائے۔ اور دین کی اشاعت اور تبلیغ کی وجہ سے کمائی کے درجے قائم ہوئے ہیں۔ چنانچہ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کمائی کے جو پیشے ہیں ان میں مسلمان کی کمائی کا پہلا درجہ مالِ غنیمت ہے۔ اور غنیمت ملتی ہے جہاد کے نتیجے میں۔ اور جہاد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے۔ اور یہ بہت بلند عمل ہے اصل رقم نہیں بلکہ وہ ذریعہ دیکھنا ہے جس سے وہ حاصل ہوئی ہے۔ اگر نفسِ رقم کو دیکھا جائے تو وہ کافروں کا مال ہے۔ اس میں سود کی رقم بھی ہوگی شراب اور خنزیر کی تجارت کی رقم بھی ہوگی۔ اور بہت کچھ کیا ہوگا۔ کیا تکہ ان کے ہاں حلال و حرام کی تمیز تو نہیں ہے۔ صرف دولت کا اکٹھا کرنا مقصود ہے۔ لہذا جس طرح بھی

آئے لیکن جب ملکیت بدل گئی کہ ان کی ملکیت سے مسلمانوں کی ملکیت میں آگئی تو بالکل پاک صاف ہوگئی۔ تو مالِ غنیمت سب سے اعلیٰ کمائی ہے۔ کیونکہ ذریعہ جہاد ہے۔ دوسرے نمبر پر مالِ تجارت ہے۔ تاجر کی کمائی اس وجہ سے اعلیٰ ہے کہ تجارت بھی دین کی تبلیغ کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ تجارت میں لوگوں کے ساتھ اخلاط ہوتا ہے کوئی اس کے پاس آرہا ہے۔ اور کسی کے پاس یہ جارہا ہے۔ تو دین کے مسائل ان کو سمجھائے گا۔ دعوت دے گا۔ دوکاندار ہے تو اس کے پاس گا کہ آئیں گے۔ گا کہوں کو مسئلے سمجھائے گا۔ تبلیغ کا کام چلتا رہے گا۔ تو تجارت چونکہ تبلیغ دین کا ذریعہ ہے۔ اور اس ذریعہ سے جو کمائی حاصل ہوگی وہ اعلیٰ ہے۔ مگر آج ہم نے تجارت کو ٹھکنے کا ذریعہ سمجھ لیا ہے۔ کسی کے پاس کچھ نہ رہے۔ سب میرے پاس آجائے۔ تیسرے درجے میں زراعت کا مال ہے۔ کاشت کاری تیسرے درجے میں اس واسطے ہے کہ کاشت کار کے آگے بیل ہوتے ہیں اور یہ ان کے پیچھے ہوتا ہے۔ نہ اس نے کسی سے ملنا ہے اور نہ اس کو کسی نے ملنا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ کوئی روٹی پہنچا دے گا۔ اور کوئی پانی تو اس بیچارے کو تبلیغ کا موقع کم ملتا ہے۔ اس واسطے اس کا تیسرا درجہ ہے۔ البتہ اس کو ثواب ملتا رہتا ہے۔ کہ اس کی کمائی انسان بھی کھاتے ہیں۔ حیوان بھی کھاتے ہیں۔ پرندے اور کیڑے مکوڑے بھی کھاتے ہیں۔ راضی ہو کھاتے ہیں، نہ ہو پھر بھی کھاتے ہیں۔ تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس امت کے ہر فرد کا فریضہ ہے۔ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔ اس کے احکام بجالاتے ہو۔ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ، اور اگر ایمان لائیں اہل کتاب۔ لَکَانَ خَيْرًا لَّهُمْ، البتہ ایمان لانا ان کے حق میں بہتر ہو۔ یہودی بھی اور عیسائی بھی سمجھتے تھے کہ "أَنَّ الرُّسُولَ حَقٌّ"۔ بے شک یہ سچا رسول ہے۔ مگر ضد اور ہٹ دھرمی پراڑے رہے۔ اکثریت ان کی ایمان

نہیں لائی۔ لیکن خدا کی طرف سے ایمان کا دروازہ کھلا ہے۔ مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمْ
 لُفْسِقُونَ ۝، ان میں سے کچھ مومن ہیں اور اکثر ان کے نافرمان ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کے زمانے میں حضرت عبد اللہ ابن سلام، حضرت اسید، حضرت ثعلبہ، حضرت نبیا میں رضی
 اللہ عنہم اجمعین مسلمان ہوئے۔ اور حضرت حظلہ غسبل المملکہ، جن کو فرشتوں نے غسل
 دیا۔ جب احد کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جو مسلمان جس حالت
 میں ہے فوراً احد کے مقام پر پہنچے۔ حضرت حظلہ رضی اللہ عنہ کی ابھی نئی شادی ہوئی تھی۔
 ہمبستر ہوئے تھے۔ انہوں نے خیال کیا کہ اگر غسل کیا تو دیر ہو جائے گی۔ اور آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کے فرمان کی مخالفت ہوگی۔ اسی طرح چلے گئے اور جنگ میں شریک ہو گئے۔ لڑائی
 زوروں پر تھی۔ شہید ہو گئے۔ لوگوں نے آنکھوں سے دیکھا کہ فرشتوں نے ان کو غسل دیا۔
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق کرائی ان کی بیوی سے دریافت کیا بیوی نے بتایا کہ رات
 میرے ساتھ لیٹے ہوئے تھے ہمبستری ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم آیا کہ جس حالت میں ہو
 پہنچو۔ تو وہ غسل کئے بغیر چلے گئے۔ تو حضرت حظلہ رضی اللہ عنہ غسبل المملکہ کے لقب
 سے مشہور ہوئے۔ یہ بھی پہلے یہودی تھے۔ ان کا باپ ابو عامر راہب اسلام کا بدترین دشمن تھا۔
 اور ہر وقت اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لٹھ لئے پھرتا تھا۔ بدر سے لے کر
 تبوک تک تمام لڑائیوں میں اس شیطان کا ہاتھ تھا۔ اسی طرح کچھ لوگ عیسائیوں میں سے بھی
 مسلمان ہوئے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ عرب کے
 مشہور سنی حاتم طائی کے بیٹے حضرت عدی رضی اللہ عنہ یہ سب پہلے عیسائی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے
 ان کو اسلام کی توفیق عطا فرمائی۔ لیکن یہود و نصاریٰ کی اکثریت کفر پر اڑی رہی۔ اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں۔ لَنْ يَضُرُّكُمْ إِلَّا آذَى، وہ تمہیں ہرگز ضرر نہیں پہنچا سکیں گے مگر کچھ تکلیف۔ وہ مسلمانوں کے وجود کو ختم کر دیں۔ اور اسلام کو منادیں حاشا دکلا۔ ایسا ہرگز نہیں کر سکیں گے۔ بس قوی اور فعلی طور پر چھیڑ خوانی کریں گے۔ ہاں اگر تم خود ایمان عمل کو چھوڑ بیٹھو تو اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ نہیں ہے۔ ”إِنْ يَخُذْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِي“۔ تمہاری بد اعمالیوں کی وجہ سے اگر اللہ تعالیٰ تمہیں رسوا کر دے تو پھر کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ ۱۹۶ء میں یہودیوں نے کچھ علاقہ مصر سے کچھ اردن سے اور کچھ شام سے چھینا جولان کی پہاڑیاں وغیرہ۔ اور وہ ابھی تک ان کے پاس ہے۔ اور وہاں انہوں نے اپنی بستیاں آباد کر لی ہیں۔ ان کے وزیر اعظم یا ہونے کہا ہے کہ ہم یہاں سے نہیں جائیں گے۔ یہ ہمارا علاقہ ہے۔ اور مسلمان حکمران بے غیرت ہیں۔ ان کو کوئی احساس نہیں ہے۔ اسی زمانے میں میں نے حج کا سفر کیا واپسی پر مجھے براہ راست پاکستان کا جہاز نہ ملا۔ شام کے راستے واپس آنا پڑا۔ ہمیں دو دن دمشق رہنا پڑا وہاں ایک بڑی وسیع مسجد تھی۔ اور بڑے بڑے مینار تھے۔ اور بہت خوبصورت تھی۔ جس طرح شاہی مسجد ہے۔ سلیمان خان قانونی ترکی بادشاہ گزرا ہے۔ اس نے بنوائی تھی۔ اور اس کے ساتھ کمرے بنے ہوئے تھے۔ پانی کا بڑا انتظام تھا۔ مؤذن نے لاؤڈ سپیکر پر اذان دی۔ جماعت کے وقت ایک امام اور دو آدمی مقامی تھے۔ اور میرے علاوہ تین چار اور پاکستانی تھے۔ نماز پڑھنے کے بعد ہم نے امام سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے؟ اتنی بڑی مسجد ہے اور نمازی نہیں ہیں۔ اس نے کہا ”مَنْطَرِقٌ عَنِ الْبَلَايَةِ“۔ یہ مسجد شہر سے الگ ہے۔ آبادی ذرا دور ہے۔ میں نے کہا کہ مسجد کے ساتھ جو کمرے ہیں ان میں لوگ رہتے ہیں یا نہیں کہنے لگا اس میں فوجی رہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ مسلمان ہیں؟ اس نے کہا ہاں مسلمان ہیں۔

میں نے کہا انہوں نے اذان سنی ہے؟ مسجد کے کمروں میں رہتے ہیں اور نماز نہیں پڑھی؟ تو اس نے بہت بڑی گالی دے کر کہا کہ اگر یہ نمازی ہوتے تو ہمیں یہودیوں سے ذلیل کراتے؟۔ تو ہمیں بد عملی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دشمن کے ہاتھوں ذلیل اور رسوا کیا۔ اور اگر ہم پختہ مومن ہوں۔ اور احکامات خداوندی کے پابند ہوں تو ذلت سے بچ سکتے ہیں۔ وَإِنْ يُقَابِلْوكُمْ يُولُوكُمْ الْأَذْبَارَ، اور اگر تمہارے ساتھ لڑیں گے تو تمہاری طرف پیٹھ پھیر دیں گے۔ ثُمَّ لَا يَنْصُرُونَ، پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ مگر اس صورت میں کہ جب تمہارا ایمان اور عمل درست ہو۔ دیکھو اسرائیل کی آبادی اسی / ۸۰ لاکھ کے قریب ہے۔ اور سارے تربیت یافتہ فوجی قسم کے لوگ ہیں۔ ان خبیثوں کو امریکہ، برطانیہ، روس اور فرانس نے وہاں اکٹھا کیا ہے۔ اور اس کے آس پاس جو مسلمان ملک ہیں ان کی آبادی تیرہ کروڑ / ۱۳۰۰۰۰۰۰ ہے۔ اور یہ اسی / ۸۰ لاکھ سے ڈرتے ہیں۔ کہ ہمارا چچا امریکہ ناراض نہ ہو جائے کیونکہ اگر وہ ناراض ہو گیا تو ہمیں ڈال نہیں دے گا۔ ہمارے قرضے معاف نہیں کرے گا۔ اگر یہ ڈٹ جائیں تو ان کا کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ جیسے لیبیا ڈٹا ہوا ہے۔ صدام ڈٹا ہوا ہے۔ انتیس حکومتیں مل کر بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں۔ ہماری مہربان حکومت بھی ان میں شامل تھی صدام زندہ پھر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھ عطاء فرمائے اور غیرت ایمانی عطاء فرمائے۔ ضَرَبَتْ عَلَيْهِمُ الذَّلَّةَ، مسلط کر دی گئی ہے ان پر ذلت۔ أَيُّنَ مَا تُقِفُوا، جہاں کہیں وہ پائے جائیں گے۔ مسکنت کا مطلب ہے کہ خود انسان اپنے آپ کو بہتر اور گھٹیا سمجھے۔ سب کچھ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو مسکین سمجھے تو یہ اہل کتاب خصوصاً یہودی جہاں بھی ہوں ان کا یہی حال ہوگا۔ إِلَّا بِحَبْلِ مِنَ اللَّهِ وَحَبْلِ مِنَ النَّاسِ، مگر اللہ تعالیٰ کی رسی کو پکڑنے سے اور لوگوں کی

رسی کو پکڑنے سے۔ اللہ تعالیٰ کی رسی کو پکڑنے کا مطلب ہے کہ مسلمان ہو جائیں یا مسلمان حکومت کے ٹکس گزار ہو کر رہیں۔ اور لوگوں کی رسی پکڑنے کا مطلب ہے ان کی پناہ میں رہیں۔ جس طرح اسرائیل اقوام متحدہ خصوصاً امریکہ اور برطانیہ کی پناہ میں ہے۔ ان سے الگ ہو کر نہیں رہ سکتے۔ صدام حسین نے دو چار بم پھینکے تھے تو ان کے ہوش و حواس ہی گم ہو گئے تھے اور اپنے علاقے چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ مگر پھر امریکہ نے ان کا دفاع کیا اور یہ واپس آئے۔ وَبَاءَ وَبَغَضٍ مِّنَ اللَّهِ، اور لوٹے وہ اللہ تعالیٰ کا غضب لے کر۔ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ، اور ان پر مسلط کی گئی ہے مسکنت، ذلت۔ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ، یہ اس واسطے کہ بے شک وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ وَيَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقِّ، اور قتل کرتے رہے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو ناحق۔ تیسرے پارے میں اس آیت کریمہ کے تحت (وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّنَ بِغَيْرِ حَقِّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ) تیسرا پارہ (رکوع نمبر ۱۱) آپ سن چکے ہیں کہ ایک علاقہ تھا اس میں مختلف قومیں آباد تھیں۔ جس طرح پاکستان میں مختلف قومیں آباد ہیں اور اس وقت پر قوم کی طرف الگ الگ پیغمبر بھیجا جاتا تھا۔ یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام قوموں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ تو اس علاقے کے مجرم اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ ہم ان کی تبلیغ سے تنگ آ گئے ہیں یہ ہماری نہ دن کو جان چھوڑتے ہیں نہ رات کو ہر وقت وعظ ہی وعظ ہے۔ لہذا ان کا صفایا کرو۔ حضرت ابو عبیدہ ابن جراح رضی اللہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو پہر تک انہوں نے تالیس/۴۳ پیغمبر شہید کئے۔ اور ایک سو ستر/۱۷۰ حواری اور صحابی جو ان کی مدد کے لئے آئے تھے ان کو ناحق قتل

کیا۔ قتل حق کی تین صورتیں ہیں۔ اور وہ تینوں صورتیں پیغمبروں میں نہیں پائی جاتیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ معاذ اللہ تعالیٰ کوئی مرتد ہو جائے۔ تو اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی۔ تاکہ وہ اپنے شکوک و شبہات دور کر لے اور توبہ کر لے۔ ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔ اور پیغمبر علیہ السلام کے بارے میں کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ اسلام کو چھوڑ دیں گے اور دوسری صورت کہ شادی شدہ آدمی زنا کرے۔ تو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر معصوم اور بڑے بلند اخلاق کا مالک ہوتا ہے۔ دیکھو! زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بڑا اور غلایا، پھسلا یا اور بہت کچھ کیا۔ مگر یوسف علیہ السلام نے اس کی شرارتوں کی ساری کڑیاں توڑ دیں اور فرمایا۔ ”مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّہٗ رَبِّیْ اَحْسَنُ مَثْوٰی“۔ پناہ بخدا بے شک وہ میرا مالک ہے اس نے میرا ٹھکانا اچھا بنایا ہے۔ ”اِنَّہٗ لَا یَفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ“۔ بے شک ظلم کرنے والے فلاح نہیں پاتے۔ اور تیسری صورت ہے کہ کسی کو قصداً ناحق قتل کرنا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطا ایک آدمی قتل ہوا تھا وہ بڑا بد مغز تھا موسیٰ علیہ السلام نے اس کو سمجھایا کہ بنی اسرائیلیوں سے تو ایندھن اٹھواتا ہے۔ ان کو مزدوری بھی دیا کر، کہنے لگا یہ ایندھن تیرے تنور کے واسطے تو ہے تو بھی وہاں سے روٹی کھاتا ہے۔ بڑی واہی جاہی باتیں کیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ایک مکا نکا دیا تاکہ اس کو ذرا سمجھ آ جائے۔ ”فَقَضٰی عَلَیْہِ“۔ پس وہ مر گیا۔ حالانکہ عادت کے سے کوئی آدمی مرتا نہیں ہے۔ اور نہ ہی مکا آلہ قتل ہے۔ اگر مکے سے کوئی مرتا تو محمد علیؐ کلمے کبھی کا مرچکا ہوتا۔ جس نے مکے کھا کھا کے دولت اکٹھی کی ہے۔ یا اس جیسے جو دوسرے مکے باز ہیں تو وہ اگرچہ خطا قتل ہوا تھا مگر اس پر بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی۔ اور رب تعالیٰ نے معاف کر دیا۔ تو یہود و نصاریٰ پر اس واسطے اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا اور مسکنت مسلط کی گئی کہ وہ نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔ ذٰلِکَ بِمَا

عَصَوْ وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ۝، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور تھے وہ تجاوز کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ نے جو حدیں مقرر فرمائی تھیں ان سے وہ تجاوز کر گئے۔

لَيْسُوا سَوَاءً مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ
 اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ ﴿١٣١﴾ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ
 بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَئِكَ
 مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٣٢﴾ وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوهُ
 وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ﴿١٣٣﴾ إِذِ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ
 أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ
 هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١٣٤﴾ مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
 كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ
 فَأَهْلَكْتَهُ ، وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿١٣٥﴾

لَيْسُوا سَوَاءً، وہ اہل کتاب سب برابر نہیں ہیں۔ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ، اہل کتاب میں سے ایک گروہ ہے۔ قَائِمَةٌ، جو سیدھے راستہ پر قائم ہے۔ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ، جو تلاوت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی آیات کی۔ آنَاءَ اللَّيْلِ، رات کے اوقات میں۔ وَهُمْ يَسْجُدُونَ، اور وہ سجدہ کرتے ہیں۔ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ، ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر۔ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، اور آخرت کے دن پر۔ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ، اور حکم کرتے ہیں نیکی کا۔ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ، اور منع کرتے ہیں برائی سے۔ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ، اور وہ جلدی کرتے ہیں اچھے کاموں کے

کرنے میں۔ وَأُولَئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ O، اور وہی لوگ نیکوں میں سے ہیں۔ وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ، اور جو بھی کریں گے وہ اچھا کام۔ فَلَنْ يُكْفَرُوا، پس ہرگز ان کی ناقدری نہیں کی جائے گی۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ O، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے پرہیزگاروں کو۔ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا، بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ لَنْ نُغْنِي عَنْهُمْ أَموَالَهُمْ، ہرگز نہیں کفایت کریں گے ان کو ان کے مال۔ وَلَا أَوْلَادُهُمْ، اور نہ ان کی اولاد۔ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا، اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کچھ بھی۔ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ، اور وہ لوگ دوزخ والے ہیں۔ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ☆، وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ، مثال اس چیز کی جو وہ خرچ کرتے ہیں۔ فِي هَذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا، اس دنیا کی زندگی میں۔ كَمَثَلِ رِيحٍ، اس ہوا کی مثال ہے۔ فِيهَا صِرٌّ، جس میں سخت ٹھنڈک ہے۔ أَصَابَتْ حَوْتَ قَوْمٍ، وہ پہنچی ایسی قوم کی کھیتی کو۔ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ، جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ فَأَهْلَكْتَهُ، پس اس ہوانے اس کو ہلاک کر دیا۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ، اور نہیں ظلم کیا ان پر اللہ تعالیٰ نے۔ وَلَكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ O، اور لیکن وہ اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے تھے۔

پہلے سے یہود کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ اب بھی انہیں ہی کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لَيْسُوا سَوَاءً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ، وہ اہل کتاب سب برابر نہیں ہیں اہل کتاب میں سے ایک گروہ ہے۔ قَائِمَةٌ، جو سیدھے راستہ پر قائم ہے۔ يَنْتَلُونَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ، جو تلاوت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی آیات کی۔ أَنَاءَ اللَّيْلِ، رات کے اوقات میں۔ جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یہودی تھے ایک مسافر نے ان کے پاس بارہ سو اوقیہ سونا امانت رکھی بغیر کسی تحریر اور گواہ کے جو تقریباً بیس لاکھ روپیہ بنتا ہے۔ کچھ مدت کے بعد آیا اور امانت طلب کی انہوں نے وہ

امانت فوراً اٹھا کر اس کے حوالہ کر دی۔ جس کا ذکر تیسرے پارہ کے آخر میں گزر چکا ہے۔ اور ان کے مقابلہ میں فحاض ابن عازورہ اس کے پاس ایک مسافر نے ایک دینار رکھا جب وہ واپس لینے کے لئے آیا تو اس نے کئی پیترے بدلے۔ ”أُمَّةٌ قَائِمَةٌ“۔ سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام حضرت اسد، حضرت اسید، حضرت بنیامین، حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہم جیسے لوگ مراد ہیں۔ اسی طرح نصاریٰ میں سے حضرت سلمان فارسی، حضرت تمیم داری، حضرت عدی ابن حاتم رضی اللہ عنہم جیسے لوگ مراد ہیں۔ ”يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ“۔ کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ قرآن پاک کے نازل ہونے سے پہلے جب توراہ، انجیل، زبور منسوخ نہیں ہوئی تھیں تو یہ ان کتابوں کی تلاوت کرتے تھے۔ اور ان پر عمل کرتے تھے حق پر قائم تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر تھے۔ اور مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا ایک گروہ یہ تفسیر کرتا ہے کہ آیت اللہ سے مراد قرآن پاک کی آیتیں ہیں۔ کہ وہ مسلمان ہوئے اور قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں۔ اِنَاءَ اللَّيْلِ، اِنَاءَ، جمع ہے اِنِی کی۔ رسم الخط اس کا اِنِی کی طرح ہے۔ مگر یہاں نون پر دو زبریں ہیں معنی ہے وقت تو۔ اِنَاءَ اللَّيْلِ، کا معنی بنے گارات کے اوقات جو تلاوت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو رات کے اوقات میں۔ وَهُمْ يَسْجُدُونَ ﴿۵۷﴾، اور وہ سجدہ کرتے ہیں۔ یعنی تہجد کی نماز پڑھتے ہیں۔ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر۔ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ، اور حکم کرتے ہیں نیکی کا اور منع کرتے ہیں برائی سے۔ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ، اور وہ جلدی کرتے ہیں اچھے کاموں کے کرنے میں۔ جیسے حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کھجوروں سے کھجوریں اتار رہے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی اطلاع ہوئی آواز آئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

مدینہ طیبہ میں داخل ہو گئے ہیں تو وہ اس حالت میں کہ کھجوریں ہاتھ میں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ کیونکہ پہلی کتابوں میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں پڑھی ہوئی تھیں۔ یہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما رہے تھے اے لوگو!۔ ”اَفْشُوا السَّلَامَ“۔ سلام کو خوب پھیلاؤ۔ ”وَلَيُنُوْا بِالْكَوْلَامِ“۔ اور آپس میں گفتگو کرو تو تازی کے ساتھ کرو۔ ”وَاطْعَمُوْا الطَّعَامَ“۔ اور غریبوں مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ ”فَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسِ نِيَامَ“۔ پس تم راتوں کو جاگ کر نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان سنا اور چہرہ اقدس دیکھا تو فیصلہ کیا۔ ”اِنَّ هٰذَا الْوَجْهَ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ“۔ بے شک یہ چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے۔ چونکہ دل کا شیشہ بالکل صاف تھا بیان فوراً ذہن میں اتر گیا۔ اور اس مجلس میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ دوسرے یہودیوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ پہنچ گئے۔ ہم بھی جائیں دیکھیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا کہ دوسرے یہودی بھی آرہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہودی آرہے ہیں ان کو میں تمہارے حوالے سے ایمان کی دعوت دوں کہ عبداللہ ابن سلام مسلمان ہو گیا ہے تم بھی مسلمان ہو جاؤ۔ تو حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا حضرت میں پردے کے پیچھے بیٹھ جاتا ہوں پہلے ان سے میرے بارے میں دریافت فرمائیں کہ میرا ان کے ہاں کیا مقام ہے اگر وہ مسلمان ہو جائے تو تم بھی مسلمان ہو جاؤ گے۔ چنانچہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ کہ یہ پردے کی اوٹ میں بیٹھ گئے جب دوسرے یہودی آئے ان سے گفتگو ہوئی دوران گفتگو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

”کیف فیکم عبد اللہ ابن سلام؟“۔ عبد اللہ ابن سلام تم میں کیسا آدمی ہے؟ کہنے لگے ”خیرنا وابن خیرنا سیدنا وابن سیدنا، افضلنا وابن افضلنا، اعلمنا وابن اعلمنا“۔ یہ چاروں لفظ بخاری شریف کی مختلف روایتوں میں موجود ہیں کہ ہم میں سے سب سے بہتر ہے اور سب سے بہتر کا بیٹا ہے۔ اور ہمارا سردار ہے اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے۔ اور ہم میں سے افضل، اور افضل کا بیٹا ہے۔ اور ہم میں بڑا عالم اور بڑے عالم کا بیٹا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبد اللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ مسلمان ہو جائے تو پھر تمہاری کیا پوزیشن ہوگی؟ یہودی کہنے لگے۔ ”اغاذہ اللہ من الإسلام“۔ اللہ تعالیٰ اس کو اسلام سے بچائے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ عبد اللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ پر دے سے نکل کر سامنے آگئے۔ اور سب کے سامنے نکا کر پڑھا۔ ”اشہد ان لا الہ الا اللہ وخذہ لا شریک لہ واشہد ان محمدا عبده ورسوله“۔ جب کلمہ سنا تو وہی یہودی کہنے لگے۔ ”شرفنا وابن شرفنا“۔ ہم میں سے بڑا شرارتی ہے۔ اور بڑے شرارتی کا بیٹا ہے۔ تو یہودیوں میں اچھے لوگ بھی تھے نیکوں میں سبقت لے جانے والے۔ نیکی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا اچھا جذبہ ہے۔ رب تعالیٰ جس کو توفیق عطاء فرمائے۔ یہ حسد نہیں ہے۔ اس کو غبطہ اور رشک کہتے ہیں کہ فلاں حقہ نیکیاں کرتا ہے میں اس سے زیادہ کروں البتہ نیکی کا دار و مدار نیت پر ہے۔ ابو داؤد شریف میں روایت ہے کہ ایک موقع پر جہادی مہم کے لئے رقم کی ضرورت تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں رقم کی ضرورت ہے۔ جو جتنی زیادہ سے زیادہ دے سکتا ہے دے ان دنوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مالی پوزیشن مضبوط تھی۔ فرمانے لگے کہ اس موقع پر میں ابو بکر رضی اللہ عنہ سے نمبر لے جاؤں گا کیونکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ

ایک دوسرے کے حالات سے واقف تھے۔ ان کو معلوم تھا کہ میری مالی پوزیشن ابو بکر سے مضبوط ہے۔ وہ تھوڑا مال لائیں گے اور میں زیادہ مال لاؤں گا۔ خاصا مجمع تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رقم رکھی۔ مثال کے طور پر وہ پانچ ہزار تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رقم لا کر رکھی۔ مثال کے طور پر وہ بیس ہزار تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر کیا لائے ہو؟ اور گھروالوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو؟۔ کہنے لگے حضرت آدھا مال لے کر آیا ہوں اور آدھا مال گھروالوں کے لئے چھوڑ کر آیا ہوں۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ گھروالوں کا بھی حق ہے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم کیا لائے ہو؟ اور گھروالوں کے لئے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ کہنے لگے حضرت گھر میں جو کچھ تھا سارا صاف کر کے لایا ہوں۔ گھروالوں کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت چھوڑ کر آیا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بابے سے نمبر لے جانا مشکل ہے۔ کیونکہ نیکی کا مدار نیت پر ہے۔ ہم تم بھی تو نیکیاں کرتے ہیں۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی نیکیاں کیں۔ مگر یقین جانو ان کی ایک نیکی کو ہماری ہزاروں نیکیاں نہیں پہنچ سکتیں۔ کیونکہ جتنا اخلاص، للہیت اور اتباع سنت کا جذبہ ان میں تھا معاف رکھنا وہ ہم میں نہیں ہے۔ تو جو نیکی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ فرمایا۔ وَأُولَئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝، اور وہی لوگ نیکیوں میں سے ہیں۔ وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ، اور جو بھی کریں گے وہ اچھا کام۔ فَلَنْ يُكْفَرُوا، پس ہرگز ان کی ناقدری نہیں کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ شاکر و علیم ہیں ان کی نیکی کو قبول فرما کر بہتر اجر عطا فرمائیں گے۔ بلکہ حدیث پاک کے مطابق ایسے لوگوں کو دو ہر اجر ملے گا پہلے موسیٰ علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے۔ ایک اجر

اس ایمان کا ملے گا اور دوسرا اجر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا۔ اور ویسے بھی اس کے ہاں عطاء کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی شخص ایمان کی حالت میں کھجور کا ایک دانہ صدقہ کرتا ہے۔ تو وہ اس کو بڑھا بڑھا کر پہاڑ کے برابر کر دیتا ہے۔ قیامت والے دن جب اس کو بدلہ ملے گا تو وہ بندہ کہے گا میں نے تو ایک دانہ کھجور کا صدقہ کیا تھا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے اس کو حسن نیت کی وجہ سے اتنا بڑھا دیا ہے اور عام طور پر اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے کہ ایک نیکی کا اجر دس گنا ملتا ہے۔ اور اگر نیکی فی سبیل اللہ کی مد میں ہو تو ایک نیکی کا اجر سات سو گنا ملتا ہے۔ ”وَ اللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ“۔ اور اللہ تعالیٰ جس کے مال کو چاہتا ہے۔ زیادہ کرتا ہے۔ وَ اللّٰهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ۝، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے پرہیزگاروں کو۔ آگے اللہ تعالیٰ نے کافروں کے باطل قیاس کا رد فرمایا ہے وہ کہتے تھے کہ اول تو قیامت کوئی شئی ہے ہی نہیں اور اگر بالفرض ہوئی بھی تو ہمیں وہاں بھی بہت کچھ ملے گا۔ وہ دنیا پر آخرت کو قیاس کرتے تھے۔ تو چونکہ دنیا میں رب تعالیٰ نے ہمیں کافی مال اور اولاد عطاء فرمائی ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ہم پر راضی ہے لہذا اگر قیامت ہوئی تو وہاں بھی ہمیں بہت کچھ ملے گا وہ مال و دولت کی کثرت کو اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی دلیل سمجھتے تھے۔ یہ ان کا باطل اور غلط قیاس تھا کیونکہ دنیا کا سلسلہ اور ہے اور آخرت کا سلسلہ اور ہے۔ دنیا میں تو فرعون اور قارون جیسے شخص کو بہت کچھ ملا ہے اور سردر کائنات کی یہ حالت تھی کہ دو دو مہینے چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی۔ اور ساری زندگی میں گھر کے اندر ایک دفعہ چراغ کا جلنا ثابت ہے۔ سحری کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندھیرے میں ہی نماز پڑھتے تھے۔ چھوٹا سا آپ کا کمرہ تھا جس میں صرف چار قبروں کی جگہ ہے۔ ظاہری طور پر کوئی حفاظت نہیں تھی کوئی پہریدار نہیں تھا۔ صرف رب تعالیٰ کی حفاظت تھی۔ تو ان کا یہ

قیاس کرنا کہ جس کو دنیا مل گئی اس پر اللہ تعالیٰ راضی ہے اور جس کو نہیں ملی اس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہے۔ یہ قیاس غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ **إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا**، بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ **لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا**، ہرگز نہیں کفایت کریں گے ان کو ان کے مال اور نہ ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کچھ بھی۔

وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ، اور وہ لوگ دوزخ والے ہیں۔ **هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ**، وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ کبھی بھی دوزخ سے نکلنا نصیب نہیں ہوگا۔ دوزخ سے صرف اہل ایمان اور اہل توحید ہی نکلیں گے جو عملی کمزوریوں کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے اور دوزخ کا اوپر والا طبقہ انہیں لوگوں کے لئے ہے ایک وقت آئے گا کہ یہ طبقہ سارے کا سار خالی ہو جائے گا۔ کیونکہ جو مسلمان سب سے بڑا گنہگار ہوگا وہ بھی نکل آئے گا۔ جہنم کے باقی جو چھ طبقات ہوں گے ان میں بدستور ہمیشہ جہنمی رہیں گے۔ اور ان کو اتنی سخت سزا ہوگی کہ جہنم کے انچارج فرشتوں سے کہیں گے کہ۔ **”أُدْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ“** (پارہ ۲۷)۔ اپنے پروردگار سے گزارش کرو کہ ایک دن کے لئے ہم سے عذاب ہلکا کر دے کہ ہم سکھ کا سانس لے سکیں۔ **”قَالُوا أَوْلَمْ تَكُنْ تَأْتِيكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ“**۔ (انچارج فرشتے جواب دیں گے)۔ کہیں گے کیا تمہارے پاس پیغمبر نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام نہیں پہنچے وہ کہیں گے سب کچھ پہنچا۔ مگر **”غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا“** (پارہ ۱۸)۔ ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی تھی یہ کہیں گے پھر اب بھگتو ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ اگلی آیت کریمہ میں کافروں کے ایک مشہور اعتراض کا جواب دیا گیا۔ ان کا اعتراض یہ ہے کہ اگر تم نیکی کرو تو تمہیں اس کا ثواب دس گنا سات سو گنا ملے۔ اور ہم اگر نیکی کریں تو ہمارے لئے کوئی ثواب نہ

ہو یہ کیسی تقسیم ہوئی۔ اور یاد رکھنا کافر اس وقت بھی بڑے بڑے صدقے اور خیرات کرتے تھے اور اب بھی کرتے ہیں بلکہ اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو کافر حکومتیں رفاہ عامہ کے کام بہ نسبت مسلمان حکومتوں کے زیادہ کرتی ہیں۔ اور وہ لوگ جو کام کرتے ہیں پوری دیانت داری کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور ہم مسلمان ہونے کے باوجود پرلے درجے کے بددیانت ہیں۔ الا ماشاء اللہ ہزار میں سے کوئی ایک دیانت دار نکل آئے تو بڑی بات ہے۔ دھوکہ فراڈ اور بددیانتی کا نام ہم نے ہنر اور چالاکی رکھ لیا ہے۔ اور بڑے سے لے کر چھوٹے تک سب اس میں مبتلاء ہیں سڑکوں کے ٹھیکیداروں کو ہی دیکھ لو ریت سڑک پر لگ جاتی ہے اور باقی میٹر میل ان کی کوشٹیوں پر لگ جاتا۔ سڑک چھ ماہ میں ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے اور کافروں کی بنی ہوئی سڑکیں سالہا سال تک چلتی ہیں۔ کافر پیننگ کرتے ہیں اور جو کچھ لکھا ہوتا ہے اندر بھی وہی کچھ ہوتا ہے۔ اور مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ اوپر کچھ لکھا ہوا ہے اور اندر کچھ ہوتا ہے بری قوموں کی ساری علامتیں اور نشانیاں اور ان کے کام ہم نے اپنا لئے ہیں اور ہمارے اچھے کام سارے انہوں نے لے لئے ہیں۔ تو کافر اس وقت بھی صدقہ خیرات کرتے تھے۔ اور اب بھی کرتے ہیں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہ نے حالت کفر میں سو غلام آزاد کئے تھے۔ اور سوانٹ غریبوں میں تقسیم کئے تھے۔ کہ تم ان کے ذریعے اپنا کام چلاؤ۔ اسی طرح اور لوگوں نے بھی بڑے بڑے صدقے کئے تھے۔ تو وہ کہتے تھے کہ تم نیکی کرو تو بدلا ملے اور ہم نیکی کریں تو بدلا نہ ملے یہ کیسی تقسیم ہے یہ تھا کافروں کا اعتراض اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب مثال کے ذریعے دیا ہے۔ اس کو اچھی طرح سمجھنا وہ اس طرح کہ جو لوگ دسمبر جنوری کے مہینہ میں سبزیاں کاشت کرتے ہیں ان سبزیوں کو سرد ہواؤں سے بچانے کے لئے

اوپر چھپر لگاتے ہیں تاکہ سبزیاں مرنہ جائیں۔ تو جس طرح سبزیوں کو سرد ہواؤں سے محفوظ رکھنے کے لئے چھپر کی ضرورت ہے اسی طرح نیکیوں کو محفوظ رکھنے کے لئے ایمان اخلاص اور اتباع سنت کی ضرورت ہے۔ یہ نیکیوں کے لئے چھپر ہے۔ کافر نیکیاں تو کرتے ہیں مگر ان کو محفوظ رکھنے کے لئے چھپر نہیں بناتے۔ اس واسطے ان کی نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ بعض علاقوں میں گرم ہواؤں کی وجہ سے بھی سبزیاں سڑ جاتی ہیں۔ وہ بھی حفاظت کے لئے چھپر بناتے ہیں۔ اس ”صِرّ“ کے معنی گرمی کے کریں گے کیونکہ صر کے دو معنی مستعمل ہیں سردی کے بھی اور گرمی کے بھی۔ البتہ ہمارے علاقوں میں عموماً سردی میں چھپر بناتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا، مَثَلُ اس چیز کی جو وہ خرچ کرتے ہیں اس دنیا کی زندگی میں۔ كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ، اس ہوا کی مثال ہے جس میں سخت ٹھنڈک ہو۔ أَصَابَتْ حَرَّتِ قَوْمٍ، وہ پینچی ایسی قوم کی کھیتی کو۔ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ، جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ کہ تحفظ کے لئے اس کے اوپر چھپر نہیں بنایا۔ فَأَهْلَكْتَهُ، پس اس تیز اور سرد ہوا نے اس کھیتی کو تباہ اور برباد کر دیا۔ اسی طرح اگر ایمان اخلاص اور اتباع سنت کا چھپر نہیں بناؤ گے تو کفر اور شرک کی آندھی سے تمہارے اعمال برباد ہو جائیں گے۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ، اور نہیں ظلم کیا ان پر اللہ تعالیٰ نے۔ وَلَكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ، اور لیکن وہ اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے تھے۔ کہ انہوں نے اپنی نیکیوں کو محفوظ کرنے کے لئے ایمان اخلاص اور اتباع سنت کا چھپر نہیں بنایا۔ اس وجہ سے کافروں اور مشرکوں کی نیکیاں تباہ اور برباد ہو جاتی ہیں اور آخرت میں ان کو کوئی بدلہ نہیں ملے گا۔ اور ایمان والوں کی نیکیاں ایمان اخلاص اور اتباع سنت کی وجہ سے محفوظ ہو جاتی ہیں لہذا ان کو بدلہ ملے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ
 خِبَالًا وَدُومًا عَنْتُمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا
 تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ
 ﴿١١٥﴾ هَآئِنَّمْ أَوْلَآءُ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ
 كُلِّهِ ۚ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا ۚ وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ
 الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۚ قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ
 الصُّدُورِ ﴿١١٦﴾ إِن تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُوهُمْ ۚ وَإِن تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ
 يَّفْرَحُوا بِهَا ۚ وَإِن تُصْبِرُوا وَآتَقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ۚ إِنَّ
 اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿١١٧﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا، اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً، نہ بناؤ تم رازدان۔ مِّن دُونِكُمْ، اپنے سوا دوسروں کو۔ لَا يَأْلُونَكُمْ خِبَالًا، وہ نہیں کمی کرتے تمہارے واسطے فساد کی۔ وَدُومًا عَنْتُمْ، وہ پسند کرتے ہیں اس کو کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ، تحقیق ظاہر ہو گیا بغض۔ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ، ان کے منہوں سے۔ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ، اور جو مخفی رکھتے ہیں ان کے سینے۔ أَكْبَرُ، وہ بہت بڑی چیز ہے۔ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ، تحقیق ہم نے بیان کی ہیں تمہارے واسطے آیتیں۔ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ، اگر تم سمجھتے ہو۔ هَآئِنَّمْ أَوْلَآءُ،

خبردار تم یہ ہو۔ تُجِبُونَهُمْ، ان کے ساتھ محبت کرتے ہو۔ وَلَا يُجِبُونَكُمْ، اور وہ تمہارے ساتھ محبت نہیں کرتے۔ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ، اور تم ایمان رکھتے ہو سب کتابوں پر۔ وَإِذَا لَقُواكُمْ، اور جس وقت وہ ملتے ہیں تمہیں۔ قَالُوا آمَنَّا، کہتے ہیں ہم بھی ایمان لائے۔ وَإِذَا خَلَوْا، اور جس وقت وہ الگ ہوتے ہیں۔ غَضُّوا عَلَيْكُمُ الْإِنَّمَالَ، کاتے ہیں وہ تم پر انگلیوں کے سرے۔ مِنَ الْغَيْظِ، غصے کی وجہ سے۔ قُلْ مُؤْتُوا بِعَيْظِكُمْ، کہہ دیجئے! مر جاؤ تم اپنے غصے میں۔ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ، بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ بِذَاتِ الصُّدُورِ، دلوں کے رازوں کو۔ إِنْ تَمَسَّسْتُمْ حَسَنَةً، اگر پہنچتی ہے تمہیں راحت۔ تَسُوهُمْ، نہیں بری لگتی ہے۔ وَإِنْ تُصِيبْكُمْ سَيِّئَةٌ، اور اگر پہنچتی ہے تمہیں تکلیف۔ تَفَرَّحُوا بِهَا، تو اس پر خوش ہوتے ہیں۔ وَإِنْ تَصْبِرُوا، اور اگر تم صبر کرو۔ وَتَتَّقُوا، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ لَا نَصْرُكُمْ كُذِّبَهُمْ، سنا نہیں نقصان پہنچائے گی تمہیں ان کی تدبیر کچھ بھی۔ إِنْ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ، بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے، جو کچھ وہ عمل کرتے ہیں۔ مُجِيطٌ، احاطہ کرنے والا ہے۔

اس سے پہلی آیات میں اس چیز کا بیان تھا کہ عقیدے کی خرابی کی وجہ سے اعمال برباد ہو جاتے ہیں آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ بد عقیدہ لوگوں کے ساتھ تمہارا دوستانہ نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ دوستی میں تڑپ ہوتی ہے اور مومن ویسے ہی تڑپ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "حَمَاءٌ بَيْنَهُمْ"۔ رحم دل ہیں انہیں میں۔ یعنی ایک دوسرے کے ساتھ بڑی شفقت کرتے ہیں۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ مومن کی تتاں یہ ہے کہ لوگ اس کے قریب ہوں اس سے نفرت نہ کریں۔ مطلب یہ ہے کہ مومن اخلاق کے لحاظ سے بول چال کے لحاظ سے رتاؤ کے اعتبار سے ایسا ہو کہ لوگ اس کے قریب آئیں۔ برے معاملہ والا۔

بد اخلاق نہ ہو کہ لوگ اس سے دور بھاگیں۔ ظاہر بات ہے کہ جو زبان اور معاملہ کا بُرا ہوگا۔ اس کے قریب کون آئے گا؟ اور یہ بھی حدیث میں آتا ہے کہ "الْمُؤْمِنُ غَرٌّ كَرِيمٌ"۔ مومن بھولا بھالا اور سادہ ہوتا ہے۔ "وَالْفَاجِرُ خَسِيفٌ لَيْئِمٌ"۔ اور منافق دھوکہ باز اور کمینہ ہوتا ہے۔ وہ گفتگو اور برتاؤ میں اپنا کمینہ پن نہیں چھوڑتا۔ تو مومن چونکہ نرم دل اور سادہ ہوتا ہے تو بعض مومن اپنی سادگی کی بنا پر کچھ باتیں یہودیوں اور منافقوں کو بتا دیتے تھے۔ جس سے تو مئی نقصان ہوتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تنبیہ فرمائی۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا، اءلے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً مِّنْ دُونِكُمْ، نہ بناؤ تم رازدان اپنے سوا دوسروں کو۔ کسی کافر کے ساتھ ایسا دوستانہ کہ راز کی باتیں اسے بتائی جائیں ممنوع ہے۔ کیونکہ دشمن، دشمن ہے اگر اس کو تمہاری راز کی باتیں معلوم ہو گئیں تو تمہیں بحیثیت مسلمان کے نقصان ہوگا۔ لہذا کسی کافر کو اپنی خاص باتوں کا رازدان نہ بناؤ۔ ہاں ان کے ساتھ ظاہر داری رکھو۔ کہ اچھے طریقہ سے پیش آؤ۔ ویسے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوستی اور دشمنی کے بارے میں ایک ضابطہ بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ ترمذی شریف میں روایت آتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "أَحِبِّ حَبِيبِكَ هَوْنًا مَّا"۔ کسی کے ساتھ دوستی کرو تو اعتدال کے ساتھ۔ اتنے گل مل نہ جاؤ کہ ساری راز کی باتیں بتا دو بلکہ اعتدال کی حد میں رہ کر۔ "عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ بَعْضُكَ يَوْمًا مَّا"۔ ہو سکتا ہے کسی وقت تیرا دشمن ہو جائے۔ تو تمہاری ساری ہونٹیاں کھول دے، اور تمہیں ذک پہنچائے۔ مشہور معولہ ہے۔ "گھر کا بھیدی لکا ڈھائے"۔ اور فرمایا۔ "وَأَبْغَضُ بَعْضِكَ هَوْنًا مَّا"۔ اور جس کے ساتھ تیری عداوت سے وہ بھی اعتدال کے ساتھ ہو۔ "عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ حَبِيبًا مَّا"۔ ہو سکتا ہے وہ تیرا دشمن کسی وقت تیرا دوست بن

جائے۔ تو اس وقت دشمنی کے دور میں جو سخت باتیں کی ہوں گی ان پر تجھے پشیمانی ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے عین فطرت کے مطابق ہے۔ کہ دوستی بھی اعتدال کے ساتھ اور دشمنی بھی اعتدال کے ساتھ۔ لیکن کافروں کے ساتھ دوستی اور ان کو رازدان بنانا ممنوع ہے۔ کیونکہ لَا يَأْتُونَكُمُ خَبْرًا، وہ نہیں کی کرتے تمہارے واسطے فساد کی۔ وہ ہر وقت فساد کے درپے ہیں۔ ان کو راز کی بات بتا کر خواہ مخواہ اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتے ہو۔ وَذُو مَا عَنِتُّمْ، وہ پسند کرتے ہیں اس کو کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ۔ یعنی وہ اس کو پسند کرتے ہیں کہ کسی طرح تمہارے اوپر مصیبت آئے۔ قَدْ بَدَبَ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ، تحقیق ظاہر ہو گیا ہے بغض ان کے مونہوں سے۔ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ، اور جو مخفی رکھتے ہیں ان کے سینے وہ بہت بڑی چیز ہے۔ یعنی تمہارے خلاف جو نفرت اور کینہ ہے۔ وہ تو بہت زیادہ ہے تو کافر، کافر ہے۔ اس کی دوستی سے کبھی غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ کہ بھارت نے تمہیں کھیل کے لئے بلا لیا۔ اور تم کھیل میں جیت گئے۔ تو بھنگڑے ڈالنا شروع کر دیئے۔ ٹھیک ہے کھیل میں تم کامیاب ہو گئے ہو۔ جیت لیا تو کیا ہو گیا؟ انہوں نے تمہارے کروڑوں روپے کے بکر تباہ کر دیئے اور مجاہد شہید کر دیئے۔ اس پر تمہیں رونا چاہیے۔ کس چیز کے لڈو بانٹتے ہو؟ کھیل جیت کر تم نے ہندوستان فتح کر لیا ہے؟ دشمن، دشمن ہے اس کو دشمن ہی سمجھو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ایک وقت آئے گا تمہاری ہندوستان کے ساتھ سخت لڑائی ہوگی۔ کہ طرفین سے کوئی قسمت والا ہی بچے گا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ وہ وقت تو قریب ہی آ گیا ہے۔ معلوم نہیں کب جنگ چھڑ جائے؟۔ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ، تحقیق ہم نے بیان کی ہیں تمہارے واسطے آیتیں۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ، اگر تم عقل اور سمجھ رکھتے ہو تو

ان آیتوں پر عمل کرو۔ اور کافر پر کسی وقت بھی اعتماد نہ کرو۔ کافر بڑا مکار اور چال باز ہوتا ہے۔
 جنگ بدر کے موقع پر ایک کافر جاسوسی کے لئے آیا۔ بڑی میٹھی اور نرم زبان رکھتا تھا۔ مسلمانوں
 کے ساتھ بڑی نرم نرم باتیں کیں۔ کہنے لگا میں کلمہ پڑھتا ہوں۔ دیکھو اس میں کوئی غلطی تو نہیں
 ہے؟۔ اور قرآن پاک کی کچھ سورتیں بھی اس کو یاد تھیں۔ وہ بھی اس نے سنائیں۔ اور
 مسلمانوں کو اعتماد میں لینے کی پوری کوشش کی۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا کہ یہ تو
 ہمارا پختہ مسلمان بھائی ہے۔ کہ اس نے بعض وہ مسائل بیان کئے ہیں کہ جن کا ہمیں بھی علم نہیں
 ہے۔ اور بڑے مسائل بیان کر رہا ہے۔ اور جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے زیرک اور ذہین
 تھے ان کو شک پڑا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب کو برابر سمجھ عطاء نہیں فرمائی ہر دور میں ذہین بھی
 ہوتے ہیں اور غبی بھی۔ تو انہوں نے پکڑا اور چھترول کی۔ تو مان گیا کہ میں جاسوس ہوں صحابہ
 کرام رضی اللہ عنہم نے بڑی کوشش کی کہ معلوم ہو جائے کہ کافروں کی کتنی تعداد ہے؟ مگر وہ بڑا
 پختہ آدمی تھا۔ جب پٹائی ہوتی تو کہتا، بتاتا ہوں۔ اور جب چھوڑ دیتے تو کہتا معلوم نہیں ہے۔
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سختی نہ کرو۔ اس کو میرے پاس لاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ
 وسلم کے پاس لایا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی نرمی سے دریافت فرمایا کہ تیرا نام کیا
 ہے اور تو کس قبیلے سے تعلق رکھتا۔ تیرا باپ کیا کام کرتا ہے؟ یہ دریافت کرنے کے بعد آپ صلی
 اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ سے تم کتنے آدمی آئے ہو؟۔ تو کہنے لگا کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ آپ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اچھا یہ بتاؤ کہ کھانے کے لئے تم روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہو؟
 کہنے لگا دس اونٹ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ہزار آدمی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ
 کیونکہ ایک اونٹ سو آدمیوں کو کفایت کرتا ہے۔ اور واقعی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ صحیح

تھا۔ تو اس انداز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے حالات معلوم فرمائے۔ جتنے بھی باطل لوگ ہیں وہ اپنے مشن میں سخت ہیں۔ الحمد للہ! جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اور وہ بختہ مسلمان ہیں۔ ان بے چاروں کے جسم سے گوشت نوجا جاتا ہے۔ ان کی رگیں کاٹی جاتی ہیں۔ لیکن ایمان نہیں چھوڑتے۔ اپنے مشن سے نہیں ہٹتے۔ اس وقت کشمیر میں جو قیدی ہیں۔ ان کے حالات معلوم کرو کہ ان پر کتنا ظلم ہو رہا ہے۔ اور کیا کیا سختیاں کی جا رہی ہیں۔ اور عورتوں پر کتنا ظلم ہو رہا ہے۔ اور ہماری بے غیرت حکومت مظلوموں کی نصرت کی بجائے کافروں سے صلح کی اپیلیں کرتی ہے۔ اور ہمارے حکمران کہتے ہیں کہ ہم نے تمہارے ساتھ جنگ نہیں کرنی۔ ہمارے ساتھ صلح کرو۔ حالانکہ کافروں کو صلح کی دعوت دینا ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَلَاتَهِنُوا وَتَلَعُوا اِلَى السَّلَامِ" (پارہ ۲۶)۔ پس تم ہمت نہ ہارو، اور (دشمنوں کو) صلح کی طرف نہ بلاؤ۔ ہاں اگر وہ خود صلح کی پیشکش کریں تو سوچو اور غور و فکر کرو۔ اگر فائدہ ہے تو کر لو چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلَامِ فَاجْنَحْ لَهَا" (پارہ ۱۰)۔ اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح کی طرف مائل ہو جاؤ۔ "وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ"۔ اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو۔ قانون تو یہ ہے مگر تم خود جا کر کہتے ہو کہ صلح کر لو جنگ نہ کرو۔ مسلمانوں میں اتنی کمزوری۔ اصل بات یہ ہے کہ مسلمان ہوں تو تب ہے نا!۔ اور جب مسلمان تھے ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اُكْتُبُوا إِلَيَّ مَنْ يَلْقَى بِالْإِسْلَامِ"۔ مجھے مردم شماری کر کے تاؤ کہ مسلمان کتنے ہیں؟ مردم شماری والے افسر نے آکر بتایا کہ "نَحْنُ مَا بَيْنَ سِتِّ مِائَةِ إِلَى سَبْعِ مِائَةٍ"۔ ہم چھ ادرسا۔۔۔ کے درمیان ہیں۔ یعنی چھ سو سے زائد ہیں اور سات سو پورے نہیں ہوتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے

سوال کیا حضرت مردم شماری کرائی ہے؟ خیر ہے، کوئی ہم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے؟۔ حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر یہ بات ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پریشان نہ ہوں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیں تو ہم پوری دنیا کے ساتھ ٹکرانے کے لئے تیار ہیں۔ اندازہ لگاؤ ہمت کا کہ ہمیں کفر نہیں مٹا سکتا۔ اور اس وقت پاکستان کی چودہ کروڑ کی آبادی ہے اور کافروں سے ڈرتے ہیں۔ اور صلح کی پیشکش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے جنگ نہیں کرنی۔ کیا اس طرح وہ تمہیں چھوڑ دیں گے؟ اور تمہارے ساتھ جنگ نہیں کریں گے؟۔ ان کی افرادی قوت اور اسلحہ کے مقابلہ میں ہماری کیا حقیقت ہے؟ کہ وہ نوے کروڑ ہیں اور ہم چودہ کروڑ ہیں۔ گویا ہم سے ان کی فوج چھ گنا زیادہ ہے۔ اور یہی نسبت ہے اسلحہ کی۔ ظاہری اسباب، دیکھو تو بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اگر بچاؤ کی صورت ہے تو ایمان اور عمل ہے۔ ایمان بڑی قوت اور عمل بڑی حافط ہے۔ اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کاش کہ یہ مات تمہیں سمجھ آ جائے۔ اور کافروں سے دوستی ختم کر کے ایمان عمل کو پختہ کرو۔ ک کافروں سے دوستی جائز نہیں ہے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔ هَانِمُ اُولَآءِ خِرَدَارَے مومنو! تم یہ ہو۔ تَجِبُوْنَهُمْ: ان کے ساتھ محبت کرتے ہو۔ وَلَا يُجِبُوْنَكُمْ، اور وہ تمہارے ساتھ محبت نہیں کرتے۔ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتَابِ كُلِّهٖ، اور تم ایمان رکھتے ہو سب کتابوں پر۔ یعنی توراہ، زبور، انجیل اور جتنے بھی صحیفے۔۔۔ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں تم سب پر ایمان لاتے ہو۔ اور وہ، خری حتیٰ اور قطعی کتاب کو نہیں مانتے۔ اسی طرح تم سارے پیغمبروں کو مانتے ہو اور وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے۔ غیرت برابر ہونی چاہیے۔ وہ اتنے بخیل ہوں کہ تمہارے پیغمبر پر ایمان لانے کے لئے تیار نہ ہوں۔ اور تم اتنے بخلی کہ ان سے محبت کرو۔ اور ان کا حال یہ ہے کہ وَاِذَا لَقُوْكُمْ، اور جس

وقت وہ ملتے ہیں تمہیں۔ قَالُوا آمَنَّا، کہتے ہیں ہم بھی ایمان لائے۔ وَإِذَا خَلَوْا، اور جس وقت وہ الگ ہوتے ہیں۔ یعنی تنہائی میں جاتے ہیں۔ عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ، کاتتے ہیں وہ تم پر انگلیوں کے سرے۔ مِّنَ الْغَيْظِ، غصے کی وجہ سے۔ قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے! مر جاؤ تم اپنے غصے میں۔ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ، بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے دلوں کے رازوں کو۔ یہودی منافقوں کا یہ حال ہے کہ ان تَمَسَّسَكُمْ حَسَنَةً تَسُوهُمْ، اگر پہنچتی ہے تمہیں راحت تو انہیں بری لگتی ہے۔ یعنی مسلمانوں کو فتح ہو جائے رغبت مل جائے تو یہ بڑے پریشان ہو جاتے ہیں کہ یہ کیا ہوا؟۔ وَإِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ، اور اگر پہنچتی ہے تمہیں تکلیف۔ يَفْرَحُوا بِهَا، تو اس پر وہ خوش ہوتے ہیں۔ احد کے مقام پر ستر/۷۰ صحابہ شہید ہوئے۔ بہت سارے زخمی ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عقبہ ابن ابی وقاص نے پتھر مارا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے والے دودانتوں کے ساتھ والا ذانت شہید ہو گیا۔ ابن قمریہ کافر نے تلوار ماری خود کٹ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک زخمی ہوا۔ اور خون بہنے لگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈول میں پانی لاتے تھے۔ اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا زخموں کو دھوتی تھیں کہ خون رک جائے مگر خون نہ رکا۔ سادہ زمانہ تھا جب خون نہ رکا تو پرانی چٹائی کا ایک ٹکڑا پڑا تھا۔ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اس کو جلا کر اس کی راکھ زخموں پر رکھی اس سے مسام بند ہوئے۔ اور خون رک گیا۔ یہ بخاری شریف کی حدیث کا خلاصہ ہے۔ اور ادھر مشہور ہو گیا کہ "إِنَّ مُحَمَّدًا (صلی اللہ علیہ وسلم) قَدْ قُتِلَ"۔ بے شک صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے ہیں۔ کافروں کی خوشی کی کوئی انتہاء نہ تھی۔ بھگڑے ڈالتے تھے اور مومنوں کی پریشانی کی کوئی حد نہیں تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے بہادر آدمی ہمت ہار

بیٹھے۔ ایک چٹان کے ساتھ کمر لگا کر کھڑے ہو گئے۔ حضرت انس ابنِ نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت انس ابنِ مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا تھے۔ انہوں نے کہا عمر (رضی اللہ عنہ) کیا بات ہے؟ فرمایا میری کمر ٹوٹ گئی ہے۔ حضرت انس ابنِ نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مرہم پی کی ہے؟ فرمایا! اس طرح نہیں ٹوٹی۔ وہ اس طرح ٹوٹی ہے کہ تو نے سنا نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ حضرت انس ابنِ نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ”تو کیا تمہارے لئے شہادت کا دروازہ بند ہو گیا ہے؟“۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری ٹانگیں ساتھ نہیں دے رہیں۔ یعنی اتنا صدمہ تھا۔ مومنوں کو جب معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے۔ رات کا وقت تھا ابوسفیان ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ احد میں مشرکوں کی کمان ان کے ہاتھ میں تھی۔ ابوسفیان نے آواز دی۔ ”أَفِيكُمْ مُحَمَّدٌ؟“۔ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) زندہ ہیں؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”لَا تُجِيبُوا“۔ جواب نہ دو، پھر کہا۔ ”أَفِيكُمْ أَبُو بَكْرٍ؟“۔ کیا تم میں ابو بکر (رضی اللہ عنہ) ہے؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جواب نہ دو۔ پھر کہا ”أَفِيكُمْ عُمَرُ؟“۔ کیا تم میں عمر (رضی اللہ عنہ) ہے؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جواب نہ دو۔ جب اس کو جواب نہ ملا تو اس نے نعرہ لگایا۔ ”أَعْلُ هُبْلُ، أَعْلُ هُبْلُ“۔ زندہ باد! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضرت اب تو میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جواب دو۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ او اللہ کے دشمن! میں عمر بول رہا ہوں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندہ موجود ہیں۔ اور یہ ابو بکر رضی اللہ عنہ زندہ موجود ہیں۔ تمہارے بند و بست کرنے کے لئے ہم موجود ہیں۔ خوش کس بات پر ہوتے

ہو؟۔ تو فرمایا، ان کافروں کی طرف سے تکلیفیں آئیں گی۔ وَإِنْ تَصْبِرُوا، اور اگر تم صبر کرو گے۔ وَتَتَّقُوا، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے۔ لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا، نہیں نقصان پہنچائے گی تمہیں ان کی تدبیر کچھ بھی۔ إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝، بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے، جو کچھ وہ عمل کرتے ہیں احاطہ کرنے والا ہے۔ اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔ بس اے مومنو! تمہارا تقویٰ اور پرہیزگاری درکار ہے اگر یہ ہے تو سب کچھ ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔

وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۗ وَاللَّهُ
 سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٣٧﴾ إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتٌ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلُوا ۗ وَاللَّهُ
 وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٣٨﴾ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ
 بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٣٩﴾ إِذْ تَقُولُ
 لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمَدَّ كُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آفٍ مِّنَ
 الْمَلَائِكَةِ مُنَزَّلِينَ ۗ بَلَىٰ ۗ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّنْ
 فَوْرِهِمْ هَذَا يُمَدِّدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ
 مُسَوِّمِينَ ﴿١٤٠﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ
 بِهِ ۗ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴿١٤١﴾ لِيَقْطَعَ
 طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوا خَائِبِينَ ﴿١٤٢﴾

وَإِذْ غَدَوْتَ، اور جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نکلے صبح کے وقت۔ مِنْ أَهْلِكَ، اپنے گھر
 سے۔ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بتا رہے تھے ٹھکانے ایمان والوں کو۔
 مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ، لڑائی کی جگہوں کے۔ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ، اور اللہ تعالیٰ سننے والا ہے،
 جاننے والا ہے۔ إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتٌ مِنْكُمْ، جب ارادہ کیا تم میں سے دو گروہوں نے۔ أَنْ

تَفْشَلًا، یہ کہ وہ بزدلی دکھائیں۔ وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا، اور اللہ تعالیٰ ان دونوں کا آقا ہے۔ وَعَلَى اللَّهِ، اور اللہ تعالیٰ پر ہی۔ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿٥٦﴾، پس چاہیے کہ توکل کریں ایمان والے۔ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ، اور البتہ تحقیق مدد کی اللہ تعالیٰ نے تمہاری۔ بِبَدْرٍ، بدر میں۔ وَأَنْتُمْ آذِلَّةٌ، اور حالانکہ تم کمزور تھے۔ فَاتَّقُوا اللَّهَ، پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٥٧﴾، تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ، جب کہا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایمان والوں کو۔ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ، کیا کافی نہیں ہے تمہیں۔ أَنْ يُمَدِّدَ كُمْ رَبُّكُمْ، یہ کہ امداد کرے تمہاری تمہارا رب۔ بِثَلَاثَةِ آلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ، تین ہزار فرشتوں سے۔ مُنْزَلِينَ، اتارے ہوئے۔ بَلَى، کیوں نہیں۔ إِنْ تَصْبِرُوا وَاتَّقُوا، اگر تم صبر کرو گے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے۔ وَيَأْتُواكُم مِّنْ قُدْرِهِمْ هَذَا، اور دشمن آجائیں تمہارے پاس فوری طور پر۔ يُمَدِّدْكُمْ رَبُّكُمْ، تمہاری مدد کرے گا تمہارا رب۔ بِخَمْسَةِ آلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ، پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ۔ مُسَوِّمِينَ، جو نشان لگانے والے ہوں گے۔ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ، اور نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے نزول کو۔ إِلَّا بُشْرًا لَّكُمْ، مگر تمہارے لئے خوشخبری۔ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ بِهِ، اور تاکہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اس کے ذریعے۔ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ، اور نہیں ہے مدد مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ، جو غالب ہے، حکمت والا ہے۔ لِيَقْطَعَ طَرَفًا، تاکہ کاٹ دے وہ ایک حصہ۔ مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا، ان لوگوں میں سے جو کافر ہیں۔ أَوْ يَكْبِتَهُمْ، یا ان کو ذلیل کر دے۔ فَيَنْقَلِبُوا خَائِبِينَ، پس وہ لوٹیں نامراد ہو کر۔ پہلی آیت کریمہ میں ذکر تھا۔ ”وَإِنْ تَصْبِرُوا وَاتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا“۔ اور اگر تم صبر سے کام لو گے اور تقویٰ اختیار کرو گے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو کافروں کی

طاقت ان کا کرا اور بدبیر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ آگے اللہ تعالیٰ نے دو موقعے بیان فرمائے ہیں۔ کہ ایک موقعہ پر یعنی بدر میں تمہارے اندر تقویٰ علیٰ وجہ الائمہ موجود تھا۔ باوجود بے سرو سامانی کے اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی اور دوسرا موقعہ غزوہ احد کا تھا کہ غزوہ احد کے موقعہ پر بعض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہوئی۔ تو اس کا نتیجہ سب کو بھگتنا پڑا۔ ان آیات میں زیادہ ذکر احد کا ہے درمیان میں بدر کا بھی ذکر ہے۔ احد پہاڑ کا نام ہے۔ جو اس وقت مدینہ طیبہ سے تقریباً دو تین میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ اب وہ مدینہ منورہ کی حدود میں ہے۔ جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم احد پہاڑ سے محبت کرتے ہیں۔ چونکہ یہ غزوہ احد (ہجرت کے تیسرے سال گیارہ شوال ہفتے والے دن) پہاڑ کے دامن میں پیش آیا تھا۔ اس واسطے اس کو غزوہ احد کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کی تعداد سات سو تھی اور مقابلے میں تین ہزار کافر تھے۔ احد پہاڑ کے پاس ایک چھوٹا سا ٹیلہ ہے۔ اس کو جبل رُمات کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس آدمیوں کا ایک دستہ حضرت عبداللہ ابن جبیر رضی اللہ عنہ کی امارت میں مقرر فرمایا۔ کہ تم نے جبل رُمات پر ٹھہرنا ہے۔ اور پہرہ دینا ہے۔ نگرانی کرنی ہے۔ فتح ہو یا شکست تم نے مورچہ نہیں چھوڑنا جب تک میرا حکم نہ آجائے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطاء فرمائی اور کافروں کو ہزیمت ہوئی وہ ہتھیار چھوڑ کر کپڑے چھوڑ کر جوتے اور پگڑیاں چھوڑ کر بھاگے جب میدان مسلمانوں کے ہاتھ میں آ گیا تو یہ پچاس آدمی جو جبل رُمات پر تھے۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم بھی جا کر مالِ غنیمت اکٹھا کریں۔ امیر لشکر نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم نے مورچہ نہیں چھوڑنا۔ دوسرے جذباتی

کہنے لگے ہاں بالکل ٹھیک ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سر آنکھوں پر۔ مگر مقصد یہ تھا کہ یہاں ہماری ضرورت پڑے گی اور اب یہاں ہماری ضرورت کیا ہے؟ امیر لشکر کے منع کرنے کے باوجود وہ مورچہ چھوڑ کر چلے گئے۔ امیر لشکر اور تقریباً اس ساتھی مورچہ پر قائم رہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اور جنگی امور کے بڑے ماہر تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اہم مورچہ خالی ہو گیا ہے۔ تو دو سو آدمی لے کر عقب سے حملہ آور ہوئے۔ جو حضرات مورچے پر تھے وہ اکثر وہاں شہید ہو گئے۔ چند ایک بچے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے آواز دی کہ لڑنے پیچھے سے آگیا ہوں۔ تم آگے سے پلٹو۔ کافروں کی ہمت بڑھ گئی۔ وہ آگے سے پلٹ آئے۔ افراتفری مچ گئی گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔ دھول اڑ رہی تھی۔ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ کون کس کو مار رہا ہے؟ حتیٰ کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد حضرت یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کی تلوار سے شہید ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید ہوا۔ چہرہ اقدس زخمی ہوا۔ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے۔ اور یاد رکھنا سید الشہداء کا لقب صرف حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ لقب اور کسی کو نہیں ملا۔ امتیوں میں علی الاطلاق یہ لقب صرف حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ پیغمبروں کا مسئلہ الگ ہے۔ کیونکہ پیغمبر بھی شہید ہوئے ہیں۔ قرآن پاک میں آتا ہے۔

”وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ“۔ اور انہوں نے پیغمبروں کو ناحق قتل کیا۔ تو جو پیغمبر شہید ہوئے ہیں ان کا درجہ سب سے بلند ہے۔ پیغمبروں کے بعد سید الشہداء کا خطاب صرف حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ ہاں لغوی طور پر کوئی کسی کو کہے، تو کہے۔ مگر اصطلاحی طور پر سید الشہداء

صرف حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں۔ تو ان آیات میں غزوہ احد کا ذکر ہے۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ احد کے لئے تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں تھے۔ وہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَإِذْ غَدَوْتُ مِنْ أَمَلِكُ، اور جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نکلے صبح کے وقت اپنے گھر سے۔ تو اہل کا مصداق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں تشریف فرما تھے۔ اور وہاں سے احد کے لئے تشریف لے گئے۔ تَبَوَّأِ الْمُؤْمِنِينَ، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بتار ہے تھے ٹھکانے ایمان والوں کو۔ مَفَاعِدَ لِقِتَالِ، لڑائی کی جگہوں کے۔ ”مَفَاعِدَ“ جمع ہے ”مَفْعَدٌ“ کی۔ ٹھکانے لڑائی کے۔ جس طرح فوج کا کمانڈر فوجیوں کو لڑائی کے مورچے بتاتا ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم مورچے بتار ہے تھے۔ کہ تو نے یہاں ڈیوٹی دینی ہے تو نے یہاں کھڑا ہونا ہے۔ اور فلاں نے اس جگہ کھڑا ہونا ہے۔ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ☆، اور اللہ تعالیٰ سنے والا ہے، جاننے والا ہے۔ غزوہ احد کے لئے جب مسلمان مدینہ طیبہ سے چلے تھے تو ایک ہزار کی تعداد تھی۔ ان میں تین سو منافق تھے۔ جب احد کے مقام پر پہنچے تو ابھی کافر نہیں آئے تھے۔ ”خونے بدر ابھانہ بسیار“۔ من حرامی ہو تو بڑے بہانے کرتا ہے۔ منافق کہنے لگے کس کے ساتھ لڑنا ہے۔ یہاں آدمی تو ہے کوئی نہیں چلو واپس۔ حالانکہ ان کو علم تھا کہ دشمن آ رہا ہے۔ چنانچہ یہ بہانہ بنا کر تین سو منافق واپس چلے گئے۔ جب یہ واپس جا رہے تھے ان کو دیکھ کر دو مخلص گروہ بنو حارثہ اور بنو سلمہ جو مسجد قبلتین کے پاس رہتے تھے انہوں نے بھی جانے کا ارادہ کیا کہ یہ لوگ جا رہے ہیں ہم بھی جائیں۔ لیکن چونکہ مخلص

مومن تھے۔ ایمان کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو جانے نہیں دیا۔ سوچنے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس جا رہے ہیں کیا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس جا رہے ہیں۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس جا رہے ہیں۔ اگر وہ واپس نہیں جا رہے تو ہم نے بھی نہیں جانا۔ اس کا ذکر ہے فرمایا، اِذْ هَمَّتْ طَّائِفَتٌ مِّنْكُمْ، جب ارادہ کیا تم میں سے دو گروہوں نے۔ اَنْ تَفْشَلَا، یہ کہ وہ بزدلی دکھائیں۔ اور میدان چھوڑ دیں۔ وَاللّٰهُ وَبِئْسَمَا، اور اللہ تعالیٰ ان دونوں کا آقا ہے، اللہ تعالیٰ نے ایمان و اخلاص کی برکت سے ان دونوں کو مضبوط کر دیا۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ O، اور اللہ تعالیٰ پر ہی پس چاہیے کہ توکل کریں ایمان والے۔ اس سے اگلی آیتیں غزوة بدر کے متعلق ہیں۔ ایک آدمی کا نام تھا بدر ابن قیس ابن صباح اس نے ایک کنواں کھودا تھا۔ اس کنویں کا نام بدر پڑ گیا پھر اس کنویں کی وجہ سے سارے علاقے کا نام بدر ہو گیا۔ بدر مدینہ طیبہ سے ۸۰ میل دور ہے۔ یہ معرکہ ہجرت کے دوسرے سال سترہ/۱۷ رمضان المبارک جمعہ کے دن پیش آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین سو بارہ/۳۱۲ آدمی تھے تیرہویں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود تھے۔ اور اس تین سو تیرہ/۳۱۳ کے لشکر کے پاس ہتھیار یہ تھے۔ آٹھ تلواریں، چھ زرہیں، دو گھوڑے، ستر/۷ اونٹ اور ان میں اکثریت ان کی تھی جن کے پاؤں میں جوتا نہیں تھا۔ وہ علاقہ سخت اور پتھر یلا تھا۔ سڑکیں تو اب بنی ہیں۔ اس وقت سڑکیں کہاں تھیں۔ اس سخت اور پتھر یلے علاقہ میں ننگے پاؤں چلتے تھے اور سوار یوں کی یہ حالت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اسید ابن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تینوں بزرگوں کے حصے میں ایک اونٹنی آئی۔ باری باری سوار ہو کر پہنچے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے کی باری آتی یہ دونوں ساتھی کہتے حضرت ہم چلتے ہیں آپ

سوار رہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی طاقت عطاء فرمائی ہے میں بھی پیدل چلوں اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے پاؤں پر دھول ڈالوں۔ لہذا اپنی باری پر چلوں گا۔ اور اپنی باری پر سوار ہوں گا اور ایسے ساتھی بھی جن کے سر پر گڑی نہیں تھی۔ ایسے بھی تھے جن کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہ تھا۔ جب بدر کے مقام پر پہنچے تو پانی کے کنویں پر کافروں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ اور صاف میدان پر مشرکوں نے پڑاؤ ڈال لیا تھا۔ اور جس مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے۔ وہاں ریت تھی اور پانی بھی نہیں تھا۔ نویں پارہ سورة الانفال میں آتا ہے کہ شیطان نے بعض ساتھیوں کے دل میں دوسوہ ڈالا کہ تم اچھے حق پر ہو کہ تمہیں پانی بھی نہیں ملا۔ اور جہاں کھڑے ہو وہاں ریت ہی ریت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بارش برسائی۔ ریت پتھر کی طرح سخت ہو گئی اور اپنی ضرورت کے لئے پانی بھی جمع کر لیا۔ اور جانوروں کو بھی پلایا مقابلے میں ایک ہزار کافر تھے۔ اور ہر طرح کے اسلحہ سے مسلح تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی ریت اور کنکریوں کی بھری اور ”شاہت الوجوہ“۔ اللہ تعالیٰ کافروں کے چہروں کو تباہ و برباد کرے۔ پڑھ کر کافروں کی طرف پھینکی قرآن پاک میں آتا ہے۔ ”وَمَا رَمَيْتْ إِذْ رَمَيْتْ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ“۔ (پارہ ۹)

مٹھی خاک کہ جب پھینکی آپ نے نہیں پھینکی۔ اور لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکی وہ کافر جہان جہاں کھڑے تھے وہ ریت ان کی آنکھوں میں پڑ گئی۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ اور معجزہ اور کرامت کے متعلق تفصیل کے ساتھ میں نے اپنی کتاب ”راہ ہدایت“ کے اندر بیان کیا ہے۔ اس کو پڑھ لینا یہاں صرف اس آیت کریمہ کے متعلق سمجھ لیں کہ اگر چہ ظاہری طور پر یہ مٹھی خاک اور کنکریوں کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینکی تھی مگر کسی بشر کا یہ فعل

عادتاً نہیں ہو سکتا کہ مٹھی بھر کنکریاں دور نزدیک آگے اور پیچھے ہر سپاہی کی آنکھ میں پڑ کر ایک مسلح لشکر کی ہزیمت کا سبب بن جائے اور یہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ مگر یہ فعل صرف اللہ تعالیٰ کا تھا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کنکریوں کے ریزے ہر کافر کی آنکھ میں پہنچے وہ سب آنکھیں ملنے لگے ادھر سے مسلمانوں نے دھاوا بول دیا۔ ستر کا فرما رہے گئے ستر گرفتار ہوئے۔ اور باقیوں کو بھاگنے کے لئے راستہ نہ ملا۔ اس غزوہ میں چودہ مسلمان شہید ہوئے۔ آٹھ انصار میں سے اور چھ مہاجرین میں سے۔ اور ان کی قبریں آج بھی بدر کے مقام پر ایک چار دیواری کے اندر موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ **وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ،** اور البتہ تحقیق مدد کی اللہ تعالیٰ نے تمہاری بدر میں۔ **وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ،** اور حالانکہ تم کمزور تھے۔ **”أَذِلَّةٌ“** ذلیل کی جمع ہے۔ اور ذلیل کے معنی ہیں کمزور۔ یعنی تعداد کے لحاظ سے اسلحہ اور ساز و سامان کے اعتبار سے تم بڑے کمزور تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہاری نصرت فرمائی۔ **فَاتَّقُوا اللَّهَ،** پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ **لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ** ○ تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ **إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ،** جب کہا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایمان والوں کو۔ **الآن يَكْفِيكُم،** کیا کافی نہیں ہے تمہیں۔ **أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ،** یہ کہ امداد کرے تمہاری تمہارا رب۔ **بِثَلَاثَةِ آفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ،** تین ہزار فرشتوں سے۔ **مُنزِلِينَ** ○ اتارے ہوئے۔ سورۃ الانفال میں ایک ہزار فرشتوں کا بھی ذکر آیا ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتوں کا وعدہ فرمایا ہے۔ کیونکہ کافر ایک ہزار تھے لیکن چونکہ کافر مسلمانوں سے تین گنا زیادہ تھے تو اللہ تعالیٰ نے مزید وعدہ فرمایا کہ تین ہزار فرشتے اتاروں گا جو کافروں سے تین گنا زیادہ ہوں گے۔ پھر عین جنگ کے دوران یہ خبر بھی آئی کہ گرز بن جابر فہری کافر جس کا بہت سارے قبیلوں پر اثر و رسوخ تھا کافروں کی مدد کے

لئے آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر وہ آئے گا تو میں پانچ ہزار فرشتوں کو نازل کروں گا۔ مگر یہ مشروط تھا۔ وہ نہیں آیا لہذا پانچ ہزار فرشتے بھی نازل نہیں ہوئے۔ تین ہزار فرشتے نازل فرمائے اب سوال یہ ہے کہ فرشتوں نے لڑائی کی ہے یا نہیں؟ تو اس میں اختلاف ہے۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ فرشتے لڑائی میں شریک ہوئے ہیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بدر کے موقع پر دو آدمیوں کو دیکھا کہ سفید کپڑے اور سفید پگڑیاں باندھے ہوئے ہیں اور ان کے ہاتھ میں چابک ہیں۔ اور وہ چابک اس طرح کافروں کو مارتے ہیں کہ وہ اسی وقت نیچے گر کر مر جاتا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ آدمی ہمارے ساتھ تو نہیں آئے۔ تو ان میں سے ایک نے کہا۔ ”أَقْدِمُ خَيْزُومَ“۔ اے خیزوم! تو آگے بڑھ۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام تھے۔ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام جس گھوڑے پر سوار تھے اس کا نام تھا ”خَيْزُومَ“ اور خیزوم میں ح حلوے والی ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام خیزوم کو فرما رہے تھے کہ آگے بڑھ۔ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے بڑی طاقت عطا فرمائی ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام کی بستیوں کو ایک پر اٹھا کر پھینک دیا تھا۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ”ذِي قُوَّةٍ“۔ قوت والے بھی ہیں۔ اور حضرت لوط علیہ السلام کی بستیاں کتنے علاقہ میں تھیں۔ اس طرح سمجھو جتنا ضلع گوجرانوالہ کا رقبہ ہے۔ (جب کہ حافظ آباد بھی اس میں شریک تھا)۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں بڑی طاقت اور قوت رکھی ہے۔ فرمایا اے مسلمانو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری ضرورت دکرے گا۔ علامہ اقبال مرحوم نے کیا خوب کہا ہے۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
 اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اے مسلمان! اللہ تعالیٰ سے ڈرا اور اس کے احکام کی پابندی کر فرشتے تیری نصرت کے لئے تیار
 ہیں۔ اگر کمی ہے تو تیرے اندر ہے۔ رب تعالیٰ کی رحمتوں میں کوئی کمی نہیں ہے۔ فرمایا!
 بَلَىٰ، کیوں نہیں۔ اِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا، اگر تم صبر کرو گے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے۔
 وَيَأْتُوْكُمْ مِنْ قُوْدِهِمْ هٰذَا، اور دشمن آجائیں تمہارے پاس فوری طور پر۔ یعنی کرزا بن جابر
 فہری کا لشکر اگر فوری طور پر آئے گا تو۔ يُمِدُّكُمْ رَبُّكُمْ، تمہاری مدد کرے گا تمہارا رب۔
 بِخَمْسَةِ الْفِ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ، پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ جو نشان لگے ہوں گے۔
 جس طرح فوجیوں کو بیچ لگے ہوتے ہیں۔ کسی کا ایک کسی کے دو کسی کے تین عہدوں کے اعتبار
 سے اسی طرح فرشتے بھی چونکہ فوج کی شکل میں آئیں گے لہذا انہوں نے بھی نشان لگائے
 ہوئے ہوں گے۔ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ، اور نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے نزول کو۔ اِلَّا بُشْرٰی
 لَكُمْ، مگر تمہارے لئے خوشخبری۔ وَلِنُظَمِّنَنَّ قُلُوْبَكُمْ بِهٖ، اور تاکہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں
 اس کے ذریعے۔ کہ ہمارے ساتھ فرشتے بھی ہیں۔ اور یاد رکھنا فرشتے کیا ہیں اللہ تعالیٰ کی
 مخلوق ہیں۔ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ، اور نہیں ہے مدد مگر اللہ تعالیٰ کی
 طرف سے جو غالب ہے، حکمت والا ہے۔ لِيَقْطَعَ طَرَفًا، تاکہ کاٹ دے وہ ایک حصہ۔ مِنْ
 الَّذِيْنَ كَفَرُوْا، ان لوگوں میں سے جو کافر ہیں۔ ستر ایسے کافر جو کفر کی جڑ تھے بدر کے موقع پر
 مارے گئے۔ اَوْ يَكْبِتْهُمْ، یا ان کو ذلیل کر دے۔ ستر ان میں سے گرفتار ہوئے۔ اور باقیوں کو
 بھاگتے ہوئے راستہ نہ ملا۔ فَيَنْقَلِبُوْا خٰٓئِبِيْنَ، پس وہ لوٹیں نامراد ہو کر۔ پھر یہ جو بھاگنے

والے تھے جب گھروں میں پہنچے تو شرم کے مارے کئی کئی مہینے گھروں سے باہر نہ نکلے عورتیں
 طعنے دیتی تھیں کہ تمہارا باپ مر گیا ہے، بھائی مر گیا ہے، تو بھی مر جاتا بھاگتا نہ۔ چونکہ بدر کے
 موقع پر تقویٰ اور پرہیزگاری اعلیٰ درجے کی تھی اللہ تعالیٰ نے بے سرو سامانی کی حالت میں مدد
 فرمائی۔ آگے کئی رکوعوں تک احد کا واقعہ جائے گا۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ
 ظَالِمُونَ ﴿١٢٨﴾ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ يَغْفِرُ لِمَن
 يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٩﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
 آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ
 تُفْلِحُونَ ﴿١٣٠﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۗ ﴿١٣١﴾ وَأَطِيعُوا
 اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٣٢﴾ وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن
 رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ ۖ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ
 ﴿١٣٣﴾ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاطِمِينَ الْغَيْظَ
 وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٣٤﴾

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ، نہیں ہے تیرے لئے اس معاملے میں کچھ بھی۔ اَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ
 اَوْ يُعَذِّبَهُمْ، یا تو اللہ تعالیٰ ان پر رجوع فرمائے یا ان کو سزا دے۔ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ، پس بے
 شک وہ فی الحال ظالم ہیں۔ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ، اور اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے جو کچھ کہ
 آسمانوں میں ہے۔ وَمَا فِي الْأَرْضِ، اور جو کچھ زمین میں ہے۔ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ، بخشے گا جس
 کو چاہے گا۔ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ، اور سزا دیگا جس کو چاہے گا۔ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ، اور
 اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا، اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ لَا تَأْكُلُوا

الرَّبَّوَا، نہ کھاؤ سود۔ اَضْعَافًا مُضْعَفَةً، دگنا چگنا کر کے۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ، اور ڈرو اللہ سے۔
 لَعَلَّكُمْ تَقْلِحُونَ، تاکہ تم فلاح پاؤ۔ O وَاتَّقُوا النَّارَ، اور بچو تم آگ سے۔ الَّتِي أُعِدَّتْ
 لِلْكَافِرِينَ O وہ آگ جو تیار کی گئی ہے کافروں کیلئے۔ وَاطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ، اطاعت کرو
 اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ، تاکہ تم پر رحمت نازل کی جائے۔
 وَسَارِعُوا، اور جلدی کرو۔ اِلَى مَغْفِرَةٍ، مغفرت حاصل کرنے کی طرف۔ مِّن رَّبِّكُمْ، اپنے
 رب کی طرف سے۔ وَجَنَّةٍ، اور جنت کی طرف جلدی کرو۔ غَرَضُهَا السَّمَوَاتُ وَالْاَرْضُ،
 جس کا عرض آسمانوں اور زمین جیسا ہے۔ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ، تیار کی گئی ہے پرہیزگاروں
 کیلئے۔ الَّذِينَ، وہ ہیں (پرہیزگار)۔ يُنْفِقُونَ، جو خرچ کرتے ہیں۔ فِي السَّرَّاءِ، راحت
 میں۔ وَالضَّرَّاءِ، اور تکلیف میں۔ وَالْكَاطِمِينَ، اور پی جاتے ہیں۔ الْغَيْظَ، غصہ۔
 وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ، اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو۔ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ، اور اللہ
 تعالیٰ محبت کرتا ہے نیکی کرنے والوں کے ساتھ۔

پہلے غزوہٴ احد کا ذکر تھا۔ پھر غزوہٴ بدر کا ذکر ہوا اب پھر غزوہٴ احد کا ذکر ہے۔ غزوہٴ احد میں
 جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید ہوا۔ اور چہرہٴ اقدس زخمی ہوا تو بخاری
 شریف کی روایت میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کافروں یعنی حارث ابن ہشام
 سہیل ابن عمرو اور صفوان ابن امیہ کا نام لے کر بددعا فرمائی۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا
 کہ یہ مسلمان ہو جائیں گے۔ (اور ۸ھ فتح مکہ والے سال یہ تینوں مسلمان ہوئے)۔ اس
 لئے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بددعاء سے منع فرمادیا۔ ارشادِ باری ہے۔ لَيْسَ
 لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ، نہیں ہے تیرے لئے اس معاملے میں کچھ بھی۔ اَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ اَوْ

يُعَذِّبُهُمْ، يَا تَوَلَّى تَعَالَى اُنْ بِرَجُوعِ فَرَمَائِي يَا اِنَّ كُو سَزَادِي۔ فَانَّهُمْ ظَلِمُونَ، پس بے شک وہ فی الحال ظالم ہیں۔ حارث ابن ہشام ابو جہل کا بھائی تھا صفوان ابن امیہ مکہ مکرمہ کے سرداروں میں سے تھا اور سہیل بن عمرو صلح حدیبیہ کے موقع پر کافروں کی نمائندگی کرتا تھا۔ جب کہ یہ تینوں کافر اور مشرک تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کرتے تھے۔ لیکن بعد میں تینوں حضرات رضی اللہ عنہم ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپاہی بن گئے۔ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ، اور اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے۔ وَمَا فِي الْاَرْضِ، اور جو کچھ زمین میں ہے۔ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاءُ، بخشے گا جس کو چاہے گا۔ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔ جو چاہے کر سکتا ہے۔ وہ چاہے تو ابو جہل کو بخش دے اور اگر چاہے تو ابولہب جس کے بارے میں ”سُوْرَةٌ تَبَّتْ يَدَا“ نازل ہوئی ہے کو بخش دے۔ بخش سکتا ہے۔ مگر وہ بخشے گا نہیں کیونکہ وہ فرما چکا ہے کہ میں مشرکوں کو نہیں بخشوں گا۔ لیکن اس کو بخشنے کی قدرت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سارے اہل حق مانتے ہیں اور باطل فرقے جیسے معتزلہ رافضی اور خارجی ہیں اہل بدعت ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے منکر ہیں۔ کہتے ہیں رب تعالیٰ بخش ہی نہیں سکتا۔ یعنی اس کو بخشنے کی قدرت بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو انہوں نے محدود کر دیا۔ اور اہل حق کہتے ہیں کہ بخشنا اور ہے اور بخش سکتا اور ہے۔ بخش سکتا ہے لیکن بخشے گا نہیں۔ ہندوستان میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے باطل فرقوں کی خوب سرکوبی کی ہے۔ یہ بہت بڑے بزرگ تھے۔ یقیناً جانو اگر ایسے بزرگ دنیا میں نہ آتے تو ہر طرف کفر ہی کفر ہوتا۔ ہندوستان کے اکبر بادشاہ نے دین اکبری بنایا تھا۔ اس کے خلاف جدوجہد اور اس کے بیٹے جہانگیر کی ذہن سازی کرنا انہیں بزرگوں کا کام تھا۔ جہانگیر کا ایسا

ذہن تیار کیا کہ بیٹے نے باپ کے باطل مذہب کو فنا کر کے رکھ دیا۔ اکبر ہمایوں کا بیٹا تھا۔ جس نے ہندوستان میں رافضیت پھیلانی تھی۔ اس سے پہلے ہندوستان میں رافضیت نہیں تھی۔ وہ اس طرح ہوا کہ ہمایوں سے جب بادشاہی چھینی گئی تو یہ ایران چلا گیا۔ ایرانیوں نے اس کی خوب ذہن سازی کی اور اس کو خوب رافضی بنا کر ہندوستان بھیجا۔ تو ہندوستان میں رافضیت ہمایوں کی وجہ سے آئی ہے تو یہ رافضی اور دوسرے باطل فرقے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو محدود کرتے ہیں۔ اور اہل حق کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔ جو چاہے جس طرح چاہے کر سکتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا بخش دے گا۔ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ، اور سزا دے گا جس کو چاہے گا۔ اور بخشے گا اسی کو جو اہل ایمان اور اہل توحید میں سے ہوگا۔ اور جو اس کے ساتھ شرک کرے گا اس کو سزا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ضابطہ بیان فرمایا ہے۔ ”إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ“۔ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا اس بات کو کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔ ”وَيَغْفِرُ مَا ذُوْنُ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ“ (پارہ ۵)۔ اور بخش دے گا اس کے سوا جس کو چاہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا اہل فیصلہ ہے۔ ”إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ“۔ بے شک جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا پس تحقیق اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام فرمادی ہے۔ ”وَمَا أَوَاهُ النَّارُ“، (پارہ ۶)۔ اور ٹھکانہ اس کا دوزخ ہے۔ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اوپر ذکر تھا ”إِنْ تَصْبِرُوا وَاتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا“۔ کہ اے مسلمانو! اگر تم صبر کرو گے اور تقویٰ اختیار کرو گے تو کافروں کی تدبیر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اور تقوے میں سب سے اہم چیز ”الْحَلَالُ حَلَالٌ“ ہے۔ اور کئی مرتبہ سن چکے ہو کہ اگر آدمی ایک لقمہ حرام کا کھائے تو چالیس دن اور چالیس راتیں اس کی دعاء قبول نہیں

ہوتی۔ یعنی دعاء کی قبولیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور ابوداؤد شریف کی روایت کا حوالہ بھی کئی دفعہ سن چکے ہو کہ اگر کسی شخص کے جسم پر کرتا ہے جس کی مالیت دس درہم ہے اور اس میں نو درہم حلال کے ہیں اور ایک درہم حرام کا ہے تو جب تک اس کے جسم پر یہ کپڑا رہے گا اس وقت تک اس کی نماز نہیں ہوگی۔ اور ہماری تو ماشاء اللہ ساری خوراک ہی ایسی ہے۔ (یہ حضرت نے ”گفتہ آید در حدیث دیگران“ کے تحت فرمایا ہے مگر نہ حضرت شیخ الحدیث صاحب مشکوک چیز کے قریب کبھی نہیں گئے۔۔۔ بلوچ)۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا، اءے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا، نہ کھاؤ سود۔ اَضْعَافًا مُضَاعَفَةً، دگنا چگنا کر کے۔ اور تیسرے پارے میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ ”أَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا“۔ اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔ کتنے صاف الفاظ ہیں۔ ”حَرَّمَ الرِّبَا“ لیکن ہمارے ذمہ دار پاپی افسر کہتے ہیں کہ سود حرام نہیں ہے۔ بلکہ اب کسی سفیر نے کہا ہے کہ شراب حرام نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن پاک میں اس کی حرمت کا ذکر نہیں ہے۔ ملک کے جب ایسے سفیر باہر ہوں گے تو ان کا کیا اثر ہوگا۔ کہ جو کہیں کہ شراب بھی حرام نہیں ہے۔ سود بھی حرام نہیں ہے۔ ان سے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ خنزیر کو حرام سمجھیں گے؟۔ اور آج ہمارے بہت سارے افسر شراب میں لت پت ہیں۔ ”إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ“۔ اور وہ افسر جن میں خدا خونی تھی اور ان چیزوں سے بچتے تھے انکو جیلوں میں ڈال دیا گیا ہے۔ جیسے جنرل ظہیر الاسلام عباسی، مستنصر باللہ، کرنل عنایت اللہ، اور زاہد منہاس یہ لوگ نماز روزے کے پابند تھے۔ شراب کو نزدیک نہیں آنے دیتے تھے۔ بلکہ جو افسر شراب پیتا تھا اس سے بگڑ جاتے تھے۔ اس حکومت کا حال ایسے ہی ہے جیسے شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ شیخ سعدی رحمہ**

اللہ بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ ان کی کتابیں آج تک پڑھی پڑھائی جاتی ہیں یہ کہیں جا رہے تھے سردی کا زمانہ تھا اور ہاتھ میں لٹھی بھی نہیں تھی۔ ان کے پیچھے کتے پڑ گئے۔ اور پتھر سردی کی وجہ سے جمے ہوئے تھے۔ جس پر ہاتھ ڈالیں وہ ہاتھ نہ آئے۔ کہنے لگے عجیب لوگ ہیں پتھر باندھ دیئے ہیں اور کتے کھول دیئے ہیں۔ یہاں بھی وہی قصہ ہے۔ کہ نیک لوگوں کو باندھ دیا ہے اور خبیثوں کو کھلا چھوڑا ہوا ہے۔ تو نص قطعی سے ثابت ہے کہ سود حرام ہے لہذا اس کو حلال سمجھنے والا قطعی کافر ہے۔ اور اس کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ سود نہ کھاؤ۔ اور سود کا تو ایک پیسہ بھی حرام ہے۔ چہ جائیکہ اس کو "أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً"۔ بڑھا چڑھا کر کھاؤ۔ اصل رقم کتنی ہوتی ہے۔ اور سود کی رقم بڑھ کر کہاں چلی جاتی ہے۔ پھر بننے کیا کرتے ہیں کہ سود کی رقم کو اصل رقم میں ملا کر جمع کرتے ہیں۔ اور اس کا سود بناتے ہیں ہم اس وقت تقریباً بارہ ارب ڈالر کے مقروض ہیں۔ جس کا تقریباً مالانہ سود جاتا ہے۔ اور ہم بڑے خوش ہوتے ہیں کہ ٹھگ کمپنی نے ہمارے لئے قرضہ منظور کر لیا ہے۔ اور قرضے کے ساتھ جو سود دینا ہے اس کا ہم نام ہی نہیں لیتے۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ، اور ڈرو اللہ سے۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ، تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔ وَاتَّقُوا النَّارَ، اور بچو تم آگ سے۔ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۝ وہ (آگ) جو تیار کی گئی ہے کافروں کیلئے۔ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ، اطاعت کرو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝، تاکہ تم پر رحمت نازل کی جائے۔ وَسَارِعُوا، اور جلدی کرو۔ اِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ، مغفرت حاصل کرنے کی اپنے رب کی طرف سے۔ یعنی جس وقت بھی کسی سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے یہ نہ کہے کہ کل توبہ کر لوں گا یا فلاں دن توبہ کر لوں گا۔ یا فلاں وقت توبہ کر لوں

گایا در کھنا گناہ کی وجہ سے دل پر سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے۔ پھر اور گناہ کرے گا اور دھبہ پڑ جائے گا۔ تو یہ دل دھبوں سے ڈھک جائے گا۔ اور توبہ کی توفیق سلب ہو جائے گی دل سے خدا خوفی اٹھ جائے گی جس طرح نکمی خوراک کا جسم پر اثر ہوتا ہے اسی طرح گناہ کا روح پر اثر ہوتا ہے۔ اور انسان نکما اور بیکار ہو جاتا ہے۔ وَجَنَّةٍ، اور جنت کی طرف جلدی کرو۔ عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ، جس کا عرض آسمانوں اور زمین جیسا ہے۔ یعنی وہ اتنی وسیع ہے کہ اس کا عرض یعنی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ کہ زمین اور آسمانوں کو ملاؤ تو کتنا طول بنتا ہے۔ جنت کا اتنا عرض ہے۔ آج ہم اس جہان میں جنت کی وسعت کو نہیں سمجھ سکتے۔ آنکھیں بند ہونے کے بعد معلوم ہوگا کہ جنت کیا چیز ہے؟ اور جہنم کیا چیز ہے؟۔ اَعْدَتْ لِلْمُتَّقِينَ، تیار کی گئی ہے پرہیزگاروں کیلئے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاروں کے کچھ اوصاف بیان فرمائے ہیں۔ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ، وہ ہیں (پرہیزگار) جو راحت اور آرام میں بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔ وَالضَّرَّاءِ، اور جب تکلیف میں ہوتے ہیں اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔ وَالْكَاطِمِينَ الْغَيْظَ، اور پی جاتے ہیں غصے کو۔ مگر وہاں جہاں غصہ پینے کا موقع ہو۔ ہر جگہ نہیں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی صفت بیان فرمائی ہے۔ "أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ"۔ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔ یعنی کافروں کے لئے سخت ہیں اور مومنوں کے لئے بڑے نرم ہیں۔ بشرطیکہ مومن بھی مومن ہو۔ اور اگر مومن غلطی پر ہے اور اپنی غلطی تسلیم کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہے تو اس کے لئے سختی جائز ہے۔ یعنی ایک آدمی اپنی غلطی تسلیم کرتا ہے کہ یہ میری غلطی ہے تو اس کے لئے نرمی ہے اور دوسرا آدمی سر سے لے کر پاؤں تک غلطی میں ڈوبا ہوا ہے مگر غلطی کو غلطی

ماننے کے لئے تیار نہیں ہے۔ تو اس کے ساتھ سختی کرنا کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اصولی طور پر مومنوں کی یہ صفت بھی بیان فرمائی ہے کہ اگر کوئی ان کے ساتھ زیادتی کرتا ہے تو انتقام بھی لیتے ہیں۔ ہر چیز اپنے اپنے مقام پر ہوتی ہے۔ وَالْعَافِينَ غَنِ النَّاسِ، اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو۔ اگر معاف کرنے کا موقع ہو۔ اور اگر کوئی آدمی غلطی کر کے نہیں مانتا تو اس کو معاف کرنے کا کوئی معنی نہیں ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی صفتیں بیان فرمائی ہیں یعنی مالی طور پر خرچ کرنے والے ہیں اور عملی طور پر غصہ پینے والے ہیں تو جب ان میں یہ خوبیاں ہوں گی۔ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ، اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے نیکی کرنے والوں کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی ضائع نہیں کرتا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ"۔ بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ رتی بھر نیکی ہوگی تو اس کا اجر ضرور دے گا تو ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ترغیب دی ہے کہ جنت حاصل کرو مغفرت کی طرف قدم بڑھاؤ۔ اور گناہوں سے بچو۔

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ
فَاسْتَغْفَرُوا لِلذُّنُوبِ بِهِمْ ۖ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ مَرَّةً وَلَمْ
يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٤٥﴾ أُولَٰئِكَ جَزَاءُ وَهُمْ
مَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا
ۖ وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَمَلِينَ ۖ ﴿٤٦﴾ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۖ فَسِيرُوا
فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ ﴿٤٧﴾ هَذَا بَيَانٌ
لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٤٨﴾ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا
وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٤٩﴾

وَالَّذِينَ ، اور وہ لوگ ۔ اِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً ، جب کرتے ہیں کوئی بے حیائی ۔ اَوْ ظَلَمُوا
اَنْفُسَهُمْ ، یا ظلم کرتے ہیں اپنی جانوں پر ۔ ذَكَرُوا اللَّهَ ، اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں ۔ فَاسْتَغْفَرُوا
لِلذُّنُوبِ بِهِمْ ، پس معافی مانگتے ہیں اپنے گناہوں کے لئے ۔ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ ، اور کون
بخشتا ہے گناہوں کو؟ ۔ اِلَّا اللَّهُ ، مگر صرف اللہ تعالیٰ ۔ وَلَمْ يُصِرُّوا ، اور نہیں اصرار کرتے ۔ عَلٰی
مَا فَعَلُوا ، اس کارروائی پر جو انہوں نے کی ۔ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ، اور حالانکہ وہ جانتے ہیں ۔
أُولَٰئِكَ ، وہ لوگ ہیں ۔ جَزَاءُ وَهُمْ مَغْفِرَةٌ ، بدلہ ان کا بخشش ہوگا ۔ مِّن رَّبِّهِمْ ، ان کے رب
کی طرف سے ۔ وَجَنَّاتٌ ، اور باغات ہوں گے ۔ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ، جاری ہوں گی

ان باغوں کے نیچے نہریں۔ خَلْدَيْنَ فِيهَا، ہمیشہ رہیں گے ان میں۔ وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَمَلِينَ ۝
 اور کیا اچھا بدلہ ہے ان کے کرنے والوں کا۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ، یہ تحقیق گزر چکے ہیں تم سے
 پہلے۔ سُنَّ، طریقے۔ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ، پس سیر کرو زمین کی۔ فَانظُرُوا، پس دیکھو!۔
 كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ ۝، کیسا تھا انجام جھٹلانے والوں کا؟۔ هَذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ، یہ
 قرآن کریم بیان ہے لوگوں کے لئے۔ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ، اور ہدایت ہے اور نصیحت ہے۔
 لِّلْمُتَّقِينَ ۝، پرہیزگاروں کے لئے۔ وَلَا تَهِنُوا، اور نہ سستی کرو۔ وَلَا تَحْزَنُوا، اور نہ غمگین
 ہو۔ وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ، اور تم ہی غالب ہو گے۔ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝، اگر تم مومن ہو۔

اس سے پہلی آیت کریمہ میں متقیوں کے چند اوصاف بیان ہوئے تھے۔ کہ وہ راحت اور آرام کی حالت میں بھی اور دکھ اور تکلیف کی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو پی جاتے ہیں۔ جہاں پنا جائز ہو اور لوگوں سے درگزر کرتے ہیں اور اگر وہ اپنی خطا کو تسلیم کرے تو اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ آگے بھی انہیں پرہیزگاروں کے اوصاف کا بیان ہے۔ فرمایا۔ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً، اور وہ لوگ جب کرتے ہیں کوئی سب حثائی۔ یعنی گناہ کبیرہ کرتے ہیں۔ أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ، یا ظلم کرتے ہیں اپنی جانوں پر۔ کہ ان سے کوئی صغیرہ گناہ سرزد ہوتا ہے۔ ذَكَرُوا اللَّهَ، اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔ یعنی غافل نہیں ہیں۔ اگر ان سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو اس پر پشیمان ہوتے ہیں۔ اور فوراً رب کے خوف سے اسے یاد کرتے ہیں۔ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ، پس معافی مانگتے ہیں اپنے گناہوں کے لئے۔ کہ اے پروردگار مجھ سے یہ گناہ سرزد ہو گیا ہے تو مجھے معاف فرما دے۔ رَبُّ تَعَالَىٰ فَرَمَاتے ہیں۔ وَمَنْ يَغْفِرِ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ، اور کون بخشتا ہے گناہوں

کو؟ سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ ”غَافِرُ الذُّنُوبِ“ صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اور ان پر ہیزگاروں کی خوبی یہ ہے کہ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا، اور نہیں اصرار کرتے اس کارروائی پر جو انہوں نے کی ہے۔ گناہ پر اصرار کرنا بہت بری بات ہے۔ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ دین میں بڑا محتاط طبقہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں صغیرہ گناہ بار بار کرنے سے کبیرہ بن جاتا ہے۔ اور اگر کبیرہ پر اصرار کرے گا تو خطرہ ہے کہ کفر تک نوبت نہ پہنچ جائے۔ اس واسطے گناہ پر اصرار نہیں کرنا چاہیے۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔ ”اِذَا ذَنْبَ الْعَبْدُ ذَنْبًا نَكِثَتْ عَلٰی قَلْبِهِ سَوْدًا آتًا“۔ جب آدمی کوئی گناہ کرتا ہے تو اس گناہ کی وجہ سے اس کے دل پر سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے۔ اور گناہ کیا اور دھبہ پڑ گیا اگر وہ توبہ کرے تو وہ داغ دھل جاتا ہے۔ اور دل صاف ہو جاتا ہے۔ اور اگر توبہ نہ کرے معافی نہ مانگے اور دوسرے گناہ کا ارتکاب کرے تو سیاہ دھبہ بڑھ جاتا ہے۔ اور اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ”كَلَّا بَلْ سَاءَ مَا كَانُوا يَكْسِبُوْنَ“ (پارہ ۳۰)۔ خبردار! (ہرگز ایسا نہیں ہے) بلکہ ان کے دل زنگ آلود ہو گئے ہیں ان اعمال کی وجہ سے جو وہ کرتے تھے۔ تو گناہوں کی وجہ سے دل زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ اور اس پر غلاف چڑھ جاتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ آدمی نیکی کے کاموں میں بڑا ست ہو جاتا ہے۔ اور برے کاموں کی طرف دوڑ دوڑ کر جاتا ہے۔ اللہ کرے کسی مسلمان کی یہ حالت نہ ہو۔ اگر ہو جائے تو بہت بری حالت ہے۔ توبہ کرے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے۔ اور نیکیوں کی طرف بڑھے۔ کیونکہ بعض گناہ تو ایسے ہیں کہ وہ نیکی کی برکت سے معاف ہو جاتے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک قدم مسجد کی طرف اٹھاؤ تو اس کی برکت سے خود بخود ایک صغیرہ گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ اور دس نیکیاں بھی اس کے نامہ اعمال میں درج

ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جب آدمی وضو کرتا ہے تو وضو کی برکت سے کئی صغیرہ گناہ جھڑ جاتے۔
 ہیں۔ جب ہاتھ دھوتا ہے تو وہ گناہ جو ہاتھ سے کئے ہیں جھڑ جاتے ہیں۔ جب کلی کرتا ہے تو
 زبان والے جھڑ جاتے ہیں۔ جب منہ دھوتا ہے تو آنکھوں والے پلکوں سے جھڑ جاتے ہیں۔ مگر
 بعض گناہ ایسے ہیں کہ نیکیوں کی برکت سے نہیں جھڑتے نہ خالی توبہ کرنے سے معاف ہوتے
 ہیں۔ جیسے حقوق العباد ہیں کہ جب تک بندوں کا حق ادا نہیں کیا جائے گا لاکھ مرتبہ توبہ کرنے
 سے بھی معاف نہیں ہوگا۔ اسی طرح کچھ حقوق اللہ بھی ایسے ہیں کہ محض توبہ کرنے سے معاف
 نہیں ہوتے۔ مثلاً بالغ ہونے کے بعد کسی مرد یا عورت کے ذمہ نماز یا روزہ ہے چاہے ایک ہی
 کیوں نہ ہو کروڑ مرتبہ بھی توبہ کرنے سے معاف نہیں ہوگا۔ جب تک اس کی قضاء نہیں کرے
 گا۔ اور اسی پر آئمہ اربعہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل رحمہم
 اللہ تعالیٰ اور تمام فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اور امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ سمیت سو فیصد
 محدثین اس پر متفق ہیں کہ اگر کسی کے ذمہ ایک نماز بھی ہے تو وہ کروڑ مرتبہ توبہ کرنے سے معاف
 نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی کے ذمہ ایک روزہ بھی ہے تو کروڑ مرتبہ توبہ کرنے سے بھی
 معاف نہیں ہوگا۔ جب تک حساب کر کے قضاء نہ کیا جائے۔ بہت سارے لوگ غلط فہمی کا شکار
 ہیں کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ توبہ کرنے کے ساتھ سب کچھ ہضم ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں ہوگا۔ نہ زکوٰۃ
 معاف ہوگی نہ عشر معاف ہوگا نہ نماز نہ روزہ اگر ایسا ہوتا تو محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ ”باب
 قَضَاءِ الْفَوَائِتِ“ قائم نہ کرتے۔ اور اس میں جن جن کراحدیث نہ بیان فرماتے اور فقہاء
 عظام رحمہم اللہ تعالیٰ ”باب قَضَاءِ الْفَوَائِتِ“ قائم کر کے ان کو پڑھنے کا طریقہ نہ بیان
 فرماتے۔ اگر توبہ سے معاف ہوتی تھیں تو آسان نسخہ تھا۔ گزشتہ راصلوٰت آئندہ را احتیاط۔

اور نہ بندوں کے حقوق معاف ہوتے ہیں اگر ایک سوئی بھی کسی کی تمہارے پاس ہے تو جب تک دے نہیں دو گے معافی نہیں ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب غنیۃ العالیین میں ایک بزرگ کا واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک بڑا پارسا اور نیک آدمی تھا۔ فوت ہو گیا وفات کے بعد کسی کو خواب میں ملا اس نے دریافت کیا کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟۔ بزرگ نے کہا کہ مجھے سزا تو نہیں ہوئی مگر جنت کا دروازہ بند ہے۔ فرشتے اندر نہیں جانے دیتے۔ کہتے ہیں کہ "اَسْتَعْرُتْ اِبْرَةَ مِّنَ الْجَارِ فَلَمْ تَرُدَّهَا"۔ تو پڑوسی سے سوئی مانگ کر لایا تھا واپس نہیں کی۔ جب تک وہ سوئی واپس نہیں کرے گا جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اور آج تو ہم نے لوگوں کے کارخانے ہضم کر لئے ہیں اور کوئی پرواہ نہیں ہے۔ سوئی تو کیا لوگوں کی مشینیں کھا گئے ہیں اور انجام کا احساس نہیں ہے۔ یہ بات آدمی کو اس وقت سمجھ آتی ہے جب خدا خونی ہو۔ اور آخرت سامنے ہو۔ اس واقعہ کے ساتھ ہی دوسرا واقعہ پیش فرماتے ہیں کہ ایک نیک آدمی کی کسی نے دعوت کی۔ دعوت کھا کے واپس جا رہے تھے راستہ میں کسی نے فصل کاشت کی ہوئی تھی گندم تھی یا باجرہ تھا۔ اس کا تنکا توڑ کر انہوں نے دانٹوں کا خلال کیا۔ وفات کے بعد ان کی کسی دوست سے خواب میں ملاقات ہوئی۔ اس نے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہوا ہے؟۔ تو کہنے لگے مجھے کہتے ہیں کہ تو نے فلاں کی فصل کا تنکا توڑ کر دانٹوں کا خلال کیا تھا۔ جب تک اس کا حق ادا نہیں کرے گا۔ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ تمہارا جنت میں داخلہ ممنوع ہے۔ تو ایسے حقوق اللہ جن کی قضاء ہے۔ وہ توبہ کرنے سے معاف نہیں ہوتے۔ تو یہ بے شک حق ہے مگر جب تک حقوق ادا نہیں کئے جائیں گے زبانی توبہ سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اسی طرح حقوق العباد ہیں کہ جب تک بندوں کو حقوق ادا نہ کر دیئے جائیں یا وہ اپنی رضائے سے معاف نہ کر دیں

محض زبان سے تو بہ کرنے سے معافی نہیں ملتی۔ بڑا مشکل مسئلہ ہے۔ بخاری شریف کی روایت کا خلاصہ ذکر کرتا ہوں کہ میدانِ محشر میں کچھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے پاس لایا جائے گا حساب کتاب کے لئے ان کے پاس نیکیوں کے پہاڑ ہوں گے وہ بڑے خوش ہوں گے کہ خیر ہے بڑی نیکیاں ہیں مگر ان کے ذمہ حقوق اللہ بھی ہوں گے اور حقوق العباد بھی ہوں گے۔ کچھ نیکیاں تو حقوق اللہ کی مد میں جمع کی جائیں گی۔ پھر بندوں کے حقوق کی باری آئے گی بندوں کے حقوق کے بدلے نیکیاں دی جائیں گی نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور حق لینے والے ابھی باقی ہوں گے تو ان کے گناہ اٹھا کر ان کے سروں پر رکھ دیئے جائیں گے۔ اور حکم ہوگا ان کو جہنم میں پھینک دو؟ تو پہاڑوں کے پہاڑ نیکیوں کے اڑ جائیں گے۔ اور دوسروں کے گناہ سر پر آ پڑیں گے۔ اس واسطے بات اچھی طرح سمجھ لو اور حقوق اللہ بھی ادا کرو اور حقوق العباد بھی۔ اور بیٹھ کر سوچو اور غور و فکر کرو۔ کہ جس دن سے بالغ ہوئے ہو۔ بالغ ہونے کے بعد کتنی نمازیں رہ گئی ہیں۔ اور کتنے روزے رہ گئے ہیں۔ ایک دن لگیں گے دو دن لگیں گے، ہفتہ لگے گا آج محنت کر کے باقاعدہ ان کی فہرست تیار کرو کہ اتنی نمازیں میرے ذمہ ہیں اور اتنے روزے میرے ذمہ ہیں۔ پھر ان کی قضاء کرو فرض نماز کی قضاء ہے اور وتر واجب ہیں ان کی بھی قضاء ہے۔ سنتوں کی قضاء نہیں ہے۔ اور ایک اور مسئلہ بھی سمجھ لیں وہ بھی بڑا ضروری ہے۔ کہ جس طرح وقتی نمازوں میں تعیین اور ترتیب ضروری ہے کہ یہ فجر کی نماز پڑھ رہا ہوں۔ یہ ظہر کی نماز پڑھ رہا ہوں۔ اور ترتیب کا مطلب یہ ہے کہ پہلے فجر ہے پھر ظہر ہے ہفتے کی فجر پہلے ہے اتوار کی فجر بعد میں ہے۔ اسی طرح قضاء نمازوں میں بھی تعیین اور ترتیب ضروری ہے۔ کہ میں کون سی نماز پڑھ رہا ہوں فجر کی یا ظہر کی اور یہ تعیین کرنا بھی ضروری ہے کہ پہلی پڑھ رہا ہوں یا دوسری پڑھ

رہا ہوں۔ فرض کرو کہ ایک آدمی کے ذمہ فجر کی ایک ہزار نمازیں ہیں اور وہ نیت اس طرح کرتا ہے کہ میرے ذمہ جو فجر کی نمازیں ہیں ان میں سے ایک پڑھتا ہوں ساری عمر پڑھتا رہے، بری الذمہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ جس طرح وقتی نمازوں میں ترتیب ضروری ہے قضاء نمازوں میں بھی ترتیب ضروری ہے۔ تو وہ اس طرح ترتیب قائم کرے گا۔ کہ میرے ذمہ جو فجر کی ہزار نمازیں ہیں ان میں سے پہلی پڑھتا ہوں جب بھی پڑے گا یہی کہے کہ جو باقی میرے ذمہ ہیں ان میں سے پہلی پڑھتا ہوں بس پہلی پہلی کہتا جائے تعین ہو جائے گی۔ یا آخر سے شروع کرے کہ میرے ذمہ جو فجر کی نمازیں ہیں ان میں سے آخری پڑھتا ہوں۔ ہر دفعہ یہی کہے کہ جو باقی میرے ذمہ ہیں ان میں سے آخری پڑھتا ہوں۔ بس آخری، آخری کہتا جائے۔ اور پڑھتا جائے۔ اس طرح تعین کرے گا تو ادا ہوں گی۔ تو نیکیاں ضائع نہ کرو اور گناہوں پر اصرار نہ کرو۔ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ○، اور حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ گناہ پر اصرار کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ اُولَئِكَ، یہ لوگ جن کی یہ خوبیاں بیان ہوئی ہیں۔ جَزَاؤُهُمْ مَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ، بدلہ ان کی بخشش ہوگی ان کے رب کی طرف سے۔ وَجَنَّاتٌ، اور ایسے باغات ہوں گے۔ تَجْرِي مِّن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ، جاری ہوں گی ان باغوں کے نیچے نہریں۔ خَالِدِينَ فِيهَا، ہمیشہ رہیں گے ان میں۔ وَنَعْمَ أَجْرُ الْعَمِلِينَ ○، اور کیا اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

یعنی عمل کے بغیر کچھ بھی نہیں ہے۔ اور فارسی کے شاعر نے بہت اچھی بات کہی ہے۔

از مکافاتِ عملِ غافلِ مشو

گندم ز گندم بروید جو ز جو

اے بندے عمل کے بدلے سے غافل نہ ہو۔ گندم بوئے گا تو گندم پیدا ہوگی۔ جو بوئے گا تو جو پیدا ہوں گے۔ جو بوئے گا سو کالے گا۔ اور آج ہماری یہ حالت ہے کہ بوتے کچھ بھی نہیں ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ کاٹنا سب کچھ ہے۔ یعنی نیکی تو کوئی کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور سارے بہشت پر قبضے کی تیاریاں ہیں۔ چونکہ غزوہ احد میں مسلمانوں کو کافی پریشانی ہوئی تھی۔ اور بڑی تکلیف اٹھانی پڑی تھی کہ ستر/۷۰ ساتھی شہید ہوئے۔ اور کوئی ہوگا جو زخمی نہ ہوا ہوگا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ چہرہ اقدس زخمی ہوا۔ تو اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تسلی دی ہے۔ کہ حق و باطل کی ٹکر شروع سے چلی آرہی ہے۔ اور پہلے حق والوں نے بھی کافی تکلیفیں اٹھائی ہیں لہذا پریشان نہ ہوں۔ فرمایا۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ، بہ تحقیق گزر چکے ہیں تم سے پہلے طریقے۔ یعنی بڑے بڑے حالات گزرے ہیں۔ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ، پس سیر کرو زمین میں۔ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ ۝، پس دیکھو! کیسا تھا انجام جھٹلانے والوں کا۔ کہ جن لوگوں نے حق کو جھٹلایا اور حق کے مقابلہ میں آئے۔ ان کا انجام کیا ہوا؟۔ هَذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ، یہ قرآن کریم بیان ہے لوگوں کے لئے۔ اس کتاب سے زیادہ واضح اور قطعی اور کوئی کتاب نہیں ہے۔ یہ بڑی عظمت والی کتاب ہے اس کا پڑھنا ثواب، اس کو سمجھنا ثواب، اس کا بیان کرنا ثواب، اس کو ہاتھ لگانا ثواب، دیکھنا ثواب، اس کے ورقوں کا پلٹنا ثواب، ثواب ہی ثواب ہے۔ مگر افسوس! کہ ہم نے تو قرآن پاک کو تیجے ساتویں، اور دسویں کے لئے رکھا ہوا ہے۔ یا تمہیں اٹھانے کے

لئے۔ یا جانوروں کو وبائی امراض سے بچانے کے لئے قرآن پاک کے نیچے سے گزار دو تو اس کی برکت سے وہ محفوظ ہو جائیں گے۔ بھائی! قرآن جس مقصد کے لئے آیا تھا وہ تو ہم نے حاصل نہیں کیا۔ قرآن پاک تو نازل ہوا تھا تا کہ تم اس کو پڑھو، سمجھو، اور اس پر عمل کرو۔ اور یاد رکھنا ضروریاتِ دین میں سے ہے ہر بالغ مسلمان مرد ہو یا عورت قرآن پاک کو پڑھے اور سمجھے، یہ فرض ہے۔ اس میں کوئی شخص معذور نہیں ہوگا۔ البتہ بعض مسائل ایسے ہیں کہ ان کا جاننا ہر مسلمان پر لازم نہیں ہے۔ اگر قصبے میں ایک ایسا جید عالم موجود ہو۔ جو لوگوں کے مسائل حل کر دے تو سارا قصبہ گناہ سے پاک ہوگا اور اگر کوئی ایسا قصبہ ہے کہ وہاں کوئی ایک بھی ایسا عالم نہیں ہے۔ جو بوقتِ ضرورت مسئلہ بیان کرے یا لوگوں کے مسائل حل کرے تو سارا قصبہ گناہ گار ہوگا۔ کیونکہ بعض مسئلے ایسے ہیں کہ ان کا جاننا فرض کفایہ ہے۔ لیکن وہ مسائل جو ضروریاتِ دین میں سے ہیں۔ وہ فرض عین ہیں ان کا جاننا ہر آدمی کے ذمہ ہے۔ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک نابالغ لڑکی کا نکاح ہوا۔ جب وہ بالغ ہوئی۔ ”فَاَسْتُوصِفْتُ عَنِ الْاِيْمَانِ“؟ تو اس سے ایمان کے بارے میں سوال کیا گیا کہ ایمان کی تعریف کیا ہے؟ ”فَقَالَتْ لَا اَدْرِي“۔ پس اس نے کہہ دیا کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ تو ”بَانَثٌ مِنْ زَوْجِهَا“۔ اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ بحر الرائق بزاز یہ عالمگیری میں یہ جزئی موجود ہے کیونکہ بالغ ہونے کے وقت اس پر لازم تھا کہ وہ جانتی کہ ایمان کی تعریف کیا ہے؟ ایمان کسے کہتے ہیں؟ ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ کیونکہ یہ ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ اس میں کوئی شخص معذور نہیں ہے۔ اور یہاں تو حالت یہ ہے کہ ہماری دادیاں نانیاں نہیں جانتیں کہ ایمان کیا ہوتا ہے؟۔ اس کی تعریف کیا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟۔ تو قرآن پاک واضح بیان ہے لوگوں کے لئے۔

وَهْدَىٰ وَ مَوْعِظَةٌ، اور ہدایت ہے اور نصیحت ہے۔ لِّلْمُتَّقِينَ O، پرہیزگاروں کے لئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے مومنو! غزوہ احد میں اگر تمہیں شکست ہوئی ہے۔ وَلَا تَهِنُوا، اور نہ سستی کرو۔ وَلَا تَحْزَنُوا، اور نہ غمگین ہو۔ کیونکہ جہاد میں شہید بھی ہوتے ہیں۔ زخمی بھی ہوتے ہیں۔ فتح بھی ہوتی ہے شکست بھی ہوتی ہے۔ وَأَنْتُمْ الْأَغْلَىٰ، اور تم ہی غالب ہو گے۔ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ O، اگر تم مومن ہو۔ فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا کہ قلعہ متوقس (غالبا اس قلعہ کا نام بولس تھا)۔ کا ہم نے محاصرہ کیا ہوا ہے۔ کافی دن ہو گئے ہیں مگر فتح نہیں ہو رہا۔ میرے پاس آٹھ ہزار فوج ہے۔ مزید فوج بھی بھیجو۔ اور طریقہ بھی بتاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خط پڑھا اور رو پڑے۔ اور کہنے لگے کہ آٹھ ہزار مسلمان ہیں۔ اور کہتے ہیں ہم نے قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا ہے اور فتح نہیں ہو رہا۔ خط کا جواب تحریر فرمایا کہ غور کرو تم لوگوں سے آنحضرت علی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنت رہ گئی ہے۔ جس کی وجہ سے نصرت الہی میں تاخیر ہو گئی ہے۔ اور حقیقت یہ تھی کہ بعض ساتھیوں سے سواک والی سنت رہ گئی تھی۔ اور آج حالت یہ ہے کہ فرائض غائب ہیں۔ واجبات غائب ہیں۔ فرمایا! تم آٹھ ہزار ہو اور میں چار ہزار مزید فوج بھیجتا ہوں اب تم بارہ ہزار ہو جاؤ گے۔ اور بارہ ہزار مومن قلت کی وجہ سے شکست نہیں کھا سکتے۔ اگر کوئی اور وجہ نہ ہو۔ اور وہ مزید چار ہزار فوج صرف چار آدمی بھیجے۔ حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبادۃ ابن صامت، حضرت خارجہ بن حذافہ اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرمایا یہ چار ہزار فوج ہے۔ تو ایمان بڑی قوت ہے۔ اے مسلمان! جب تو مسلمان تھا۔ رب تعالیٰ سب کو ایمان اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ ہوتا تھا کاش کہ کوئی اس بات کو سمجھے تو اللہ تعالیٰ کا فرمان

بالکل سچا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو تمہی غالب آؤ گے۔ رب تعالیٰ سب کو ایمان و عمل کی توفیق
عطا فرمائی.... آمین.....!!!

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ ۗ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ
 نُذِرُ لَهَا بَيْنَ النَّاسِ ۗ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ
 شُهَدَاءَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ
 اٰمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِينَ ۝ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا
 يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِينَ ۝ وَلَقَدْ كُنْتُمْ
 تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۗ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ
 تَنْظُرُوْنَ ۝ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۗ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ
 اَفَاِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ اِنْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ ۗ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى
 عَقْبَيْهِ فَلَنْ يُّضِرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ، اگر پہنچے ہیں تمہیں۔ قَرْحٌ، زخم۔ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ، پس تحقیق پہنچے ہیں اس
 قوم کو بھی۔ قَرْحٌ، زخم۔ مِثْلُهُ، اس جیسے۔ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ، اور یہ دن۔ نُذِرُ لَهَا بَيْنَ
 النَّاسِ، ان کو ہم پھیرتے رہتے ہیں لوگوں کے درمیان۔ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا، اور تاکہ
 ظاہر کر دے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں۔ وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ، اور تاکہ
 بنائے تم میں سے کچھ شہید۔ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ، اور اللہ تعالیٰ نہیں محبت کرتا ظالموں
 کے ساتھ۔ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا، اور تاکہ خالص کر دے ان لوگوں کو جو ایمان

لائے۔ وَيَسْمَعُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اور تاکہ مٹا دے کافروں کو۔ اَمْ حَسِبْتُمْ، کیا تم خیال کرتے ہو۔ اَنْ تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ، یہ کہ تم داخل ہو جاؤ گے جنت میں۔ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ، اور ابھی تک ظاہر نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے۔ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ، ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا تم میں سے۔ وَيَعْلَمُ الصّٰبِرِيْنَ ۝ اور جانتا ہے صبر کرنے والوں کو۔ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَهْتَمُونَ الْمَوْتِ، آرزو کرتے موت کی۔ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ، پہلے اس سے کہ تم موت کے ساتھ ملاقات کرتے۔ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ، پس تحقیق تم دیکھ چکے اس کو۔ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ اور تم بخوبی دیکھ رہے ہو۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ، اور نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر رسول۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ، تحقیق گزر چکے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے رسول۔ اَفَاَنْتُمْ مَّاتَ، بھلا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا جائیں۔ اَوْ قُتِلَ، یا قتل کر دیئے جائیں۔ اِنْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ، پلٹ جاؤ گے تم اپنی ایڑیوں کے بل۔ وَمَنْ يُّنْقَلِبْ، اور جو شخص پھر جائے گا۔ عَلٰى عَقْبَيْهِ، اپنی ایڑیوں پر۔ فَلَنْ يُّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا، پس وہ ہرگز ضرر نہیں دے گا اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کا۔ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝ اور بدلہ دے گا اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو۔

اس سے پہلے آپ غزوہ احد کا ذکر تفصیل کے ساتھ سن چکے ہیں۔ کہ غزوہ احد ہجرت کے تیسرے سال گیارہ شوال ہفتے والے دن پیش آیا تھا۔ کہ جس میں مسلمانوں کی تعداد سات سو تھی اور مقابلے میں تین ہزار کافر تھے۔ ابتدائی مرحلے میں مجاہدین اسلام کو فتح نصیب ہوئی پھر ایک غلطی کی وجہ سے فتح شکست سے بدل گئی۔ غلطی یہ ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک مورچے پر ٹھہرایا اور فرمایا کہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم نے ہمیں ٹھہرانا ہے، لیکن وہ وہاں نہ ٹھہر سکے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف

ورزی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے نتیجہ بھی ظاہر فرمادیا کہ ستر صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ کافی ساتھی زخمی ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کیا گیا۔ آپ کا ناک کاٹا گیا۔ کیچہ نکالا گیا مسلمان بہت پریشان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مجاہد بن اسلام کو تسلی دی فرمایا۔ إِنْ يُمْسِكُمْ قَرْحٌ، اِغْرِبْكُمْ قَرْحٌ۔ تمہارے ستر ساتھی شہید ہوئے ہیں۔ اور بہت سارے زخمی ہوئے ہیں۔ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ، پس تحقیق پہنچے ہیں اس قوم کو بھی زخم اس جیسے۔ کہ جنگ بدر میں ان کے بھی ستر سر کردہ آدمی مارے گئے جو کفر کے ستون تھے۔ اور ستر قیدی بنے اور ان کو فدیہ دینا پڑا اور بڑی ذلت اٹھانی پڑی۔ یاد رکھو! دن ایک جیسے نہیں رہتے۔ اللہ تعالیٰ مشیت اور مصلحت کے مطابق حالات بدلتے رہتے ہیں۔ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب ہرقل روم نے ابوسفیان سے سوال کیا کہ تمہارے اور مسلمانوں کے درمیان معاملات کیسے رہتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ کبھی ٹڈ بھینز بھی ہوئی ہے۔ اور اس کا نتیجہ کیا نکلا ہے؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا۔ ”الْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ“۔ ہمارے اور ان کے درمیان لڑائی کا معاملہ پانی کے ڈول کے مانند ہوتا ہے۔ کبھی کسی نے ڈول کنویں میں ڈال کر پانی نکال لیا اور کبھی کسی نے یعنی لڑائی کی صورت میں کبھی ہم غالب آجاتے ہیں اور کبھی مسلمان غالب ہو جاتے ہیں۔ ہرقل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کا معاملہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ انہیں دشمن کے مقابلہ میں کبھی فتح ہوتی ہے اور کبھی شکست مگر بالآخر اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو غلبہ عطا فرماتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مسلمانو! احد کی شکست سے نہ گھبراؤ۔ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ، اور یہ دن ان کو ہم ادا لتے بدلتے رہتے ہیں لوگوں کے درمیان۔

ہمیشہ ایک ہی حالت نہیں رہتی۔ کہ ہمیشہ فتح یا ہمیشہ شکست ہو۔ اور تکلیف پہنچنے میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکمت رکھی ہے۔ وَلْيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا، اور تاکہ ظاہر کر دے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں۔ یہاں علم کا معنی جاننا نہیں ہے۔ کیونکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما معنی کرتے ہیں۔ تاکہ بتا دے اللہ تعالیٰ دوسرے لوگوں کو کہ اہل ایمان تکلیفیں اٹھا کر بھی ایمان پر قائم رہتے ہیں۔ اور حق کے راستہ کو ترک نہیں کرتے۔ اور جو منافق ہیں وہ قربانی کے وقت چھپتے ہیں اور جھوٹے بہانے بنا کر جان چھڑاتے ہیں۔ سختی کے موقع پر مخلص غیر مخلص کا پتہ چلتا ہے۔ وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ، اور تاکہ بنائے تم میں سے کچھ شہید۔ شہید کا مقام بہت بلند ہے۔ بظاہر تو وہ شہید ہو گیا ہے، مر گیا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی بڑی عزت اور قدر ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ شہید کے خون کے قطرے زمین پر گرنے سے پہلے حوریں آجاتی ہیں۔ ان قطروں کو اٹھانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کی روح کو اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ جسم تو یہیں رہے گا۔ ہاں جس وقت جسم کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ تو روح کا جسم کے ساتھ گہرا تعلق جوڑ دیا جاتا ہے۔ جسم چاہے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہو۔ اور سر کہیں ہو اور دھڑ کہیں ہو۔ چاہے اس کو چلا کر رکھ بنا کر ذرہ ذرہ کر کے اڑا دیا جائے پھر نبی روح کا اس کے اجزاء کے ساتھ باقاعدہ تعلق ہوتا ہے۔ یہ اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اور آپ یہی عقیدہ رکھیں اور کسی غلط آدمی کے بہکاوے میں نہ آئیں۔ تو شہداء کے اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے درجے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں سو سو منزلہ مکان ہوں گے۔ (اتنے بلند ہوں گے کہ آدمی جب ان کو دیکھے گا تو ٹوپی پگڑی گر جائے گی)۔ سوال کیا گیا۔ حضرت وہ مکان

انبیاء کرام علیہم السلام کے ہوں گے؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیغمبروں کے مکان تو ان سے بھی بلند ہوں گے۔ وہ تو شہیدوں کے ہوں گے۔ تو شہیدوں کو اللہ تعالیٰ بڑے عہدے اور بڑے درجے عطاء فرمائیں گے۔ ان کے عہدوں اور درجوں کو دیکھ کر چار پائیوں پر مرنے والے افسوس کریں گے اور کہیں گے۔ ”لَوْ أَنَّ أَبْدَانَنَا قُرِضَتْ بِالْمَقَارِیضِ“۔ کاش کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں بڑی بڑی تکلیفیں آتیں۔ اور ہمارے بدن قینچیوں کے ساتھ کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے۔ اور ہمیں بھی یہ درجے ملتے۔ تو فرمایا تاکہ تم میں کچھ کو شہید بنائے اور آخرت کی جو اعلیٰ منزلیں ہیں ان کو پہنچیں۔ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ۝ اور اللہ تعالیٰ نہیں محبت کرتا ظالموں کے ساتھ۔ بسا اوقات مہلت دیتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔

”اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَیَمْلِكُ الظّٰلِمِ حَتّٰی اِذَا اَخَذَهُ لَمْ یُقَلِّتْهُ“۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے کہ یہ جتنا ظلم کر سکتا ہے کر لے یہاں تک کہ جب پکڑتا ہے تو پھر چھوڑتا نہیں ہے۔

وَلِیْمَحِصَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا، اور تاکہ خالص کردے ان لوگوں کو جو ایمان لائے۔ وَیَمْحَقَ الْکٰفِرِیْنَ ۝ اور تاکہ مٹا دے کافروں کو۔ اگر تکلیفیں نہ آئیں تو یہ چیزیں ظاہر نہیں ہوتیں۔

مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ نے مثنوی میں سمجھانے کے لئے بڑی عجیب حکایتیں ذکر فرمائی ہیں۔ لیلیٰ مجنوں کا قصہ تاریخ میں مشہور ہے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے گزرے ہیں۔ کچھ دور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی پایا ہے۔ اس کے متعلق مولانا روم رحمہ اللہ ایک حکایت بیان فرماتے ہیں کہ ایک تازہ آدمی لیلیٰ کی سہیلیوں کے پاس آیا اور کہنے لگا میں مجنوں ہوں اور مجھے بھوک لگی ہے۔ کھانے کے لئے کچھ دو انہوں نے اس کو کھانے کے لئے بہت کچھ دیا۔ گوشت بھی کھیر بھی پوری بھی سب کچھ ہضم کر گیا۔ دوسرے دن پھر کھانا بھیجا۔ کھا گیا۔

تیسرے دن پھر بھیجا کھا گیا۔ لیلیٰ کہنے لگی یہ بنا دینی مجنوں لگتا ہے۔ اصلی کو خورا کوں سے کوئی غرض نہیں ہے۔ اور یہ گوشت بھی کھا جاتا ہے، چوری کھا جاتا ہے، کھیر بھی کھا جاتا ہے۔ اور بھی سب کچھ ہضم کر جاتا ہے، اس کا امتحان لو۔ اس کو جا کر کہو کہ لیلیٰ نے یہ پیالہ دے کر بھیجا ہے کہ اس کو خون کی ضرورت ہے۔ اپنے بدن سے خون نکال کر دے کہنے لگا میں تو چوری کھانے والا مجنوں ہوں خون دینے والے مجنوں کو جنگل کے اس کو نے میں تلاش کرو۔ معاف رکھنا ہم اکثر چوری کھانے والے مجنوں ہیں۔ کچھ خون دینے والے بھی ہیں۔ مگر بہت تھوڑے ہیں، یہ مجاہدین جو دین کی سر بلندی کے لئے جانوں کے نذرانے پیش کرتے ہیں اور حق کی تائید کرتے ہیں یہ خون دینے والے مجنوں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ، کیا تم خیال کرتے ہو یہ کہ تم داخل ہو جاؤ گے جنت میں۔ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ، اور ابھی تک ظاہر نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا تم میں سے۔ وَيَعْلَمُ الصَّابِرِينَ، اور ظاہر نہیں کیا ان لوگوں کو جو مصیبتوں اور تکلیفوں پر صبر کرنے والے ہیں۔ جنت بہت قیمتی چیز ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جنت کی ایک چابک کے برابر جگہ دنیا وما فیہا کے خزانوں سے زیادہ قیمتی ہے۔ اور جنت میں جو عورتیں ہوں گی صرف ان کے دوپٹے کی قیمت دنیا وما فیہا کے خزانے پوری نہیں کر سکتے۔ باقی لباس تو درکنار۔ تو اتنی قیمتی چیز مفت میں نہیں مل سکتی۔ اور تم یہ سمجھتے ہو کہ صرف کلمہ پڑھنے سے ہم جنت کے ٹھیکیدار بن گئے ہیں۔ فرمایا وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ، اور البتہ تحقیق تھے تم آرزو کرتے موت کی۔ تم کہتے تھے کہ شہادت کا موقع آئے تو ہم اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جانیں دیں گے۔ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ، پہلے اس سے کہ تم موت کے ساتھ ملاقات کرتے۔ جو لوگ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے

ان کے جذبات بڑے تیز تھے۔ وہ دشمن سے دوبارہ ٹکر لینے کے لئے بیتاب رہتے تھے۔ اور خواہش کرتے تھے کہ جہاد کا موقع آئے تو انہیں بھی شہادت جیسا بلند مقام نصیب ہو۔ تو پہلے تم آرزو کرتے تھے کہ آئندہ کوئی موقع آئے گا تو ہم بھی اپنی جرات کا مظاہرہ کریں گے۔ فَقَدْ زَانَتْمُوهُ، پس تحقیق تم دیکھ چکے اس کو۔ یعنی موت کو تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ اور تم بخوبی دیکھ رہے ہو۔ کہ وہ شہید ہو گیا، وہ شہید ہو گیا، وہ شہید ہو گیا۔ تم نے اپنی آنکھوں سے موت کا منظر دیکھ لیا ہے۔ اور اس معرکے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے، چہرہ اقدس زخمی ہوا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملتی جلتی تھی۔ وہ شہید ہو گئے چونکہ افراتفری کا موقع تھا۔ اپنوں نے بھی یہی سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ اور دشمنوں کو موقع مل گیا اور خبر مشہور ہو گئی کہ۔ "إِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قُتِلَ"۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ کافروں کی خوشی کی کوئی انتہاء نہ تھی۔ لیکن معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی۔ تو مسلمانوں کے سارے غم غلط ہو گئے۔ اس چیز کا اندازہ آپ حضرات اس واقعہ سے لگائیں کہ حضرت عمرو بن جوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے ان کی اہلیہ جس کا نام ہند تھا۔ یہ اپنے گھر مدینہ طیبہ میں آنا گوندھ رہی تھیں۔ کہ کسی نے اطلاع دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں یہ اسی طرح آنا چھوڑ کر باہر گلی میں آ کر کھڑی ہو گئیں۔ احد کی طرف سے آنے والے ایک آدمی سے پوچھا۔ "مَا فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟"۔ اس نے کہا کہ تیرا باپ، بھائی، خاوند اور بیٹا شہید ہو گئے ہیں۔ وہ دیوانہ وار کہنے لگی کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھ رہی ہوں کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟۔ حالانکہ عورت کے لئے تو یہی رشتے سرمایہ ہوتے ہیں۔ مگر اس کو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر تھی۔ کہنے لگی یہ بتاؤ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟۔ آیوا لے نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف زخمی ہیں۔ مگر زخم اتنے خطرناک نہیں ہیں کہ باعثِ تشویش ہوں۔ حضرت ہند کہنے لگیں۔ ”كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ“۔ تیرے (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوتے ہوئے سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تو سب زندہ ہیں مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو اس طرح منظوم کیا ہے۔۔

میں بھی اور باپ بھی، شوہر بھی برادر بھی فدا

اے شہید دیں تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم؟

اس سے اندازہ کرو کہ عورت نے سارے صدمے سنے۔ جب معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ تو اس نے کہا کوئی بات نہیں سارے قربان ہو جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو سب زندہ ہیں۔ تو آنحضرت کی شہادت کی خبر سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بڑا صدمہ تھا۔ جس کی وجہ سے بددلی پیدا ہو گئی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی۔ فرمایا، وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ، اور نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر رسول۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ، تحقیق گزر چکے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے رسول۔ أَفَايُنُ مَاتَ، بھلا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا جائیں۔ أَوْ قُتِلَ، یا قتل کر دیئے جائیں۔ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ، پلٹ جاؤ گے تم اپنی ایڑیوں کے بل۔ یعنی کیا دین سے پھر جاؤ گے۔ اور کفر اختیار کر لو گے۔ اس میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ جنہوں نے ہمت اور جرأت کا ثبوت نہیں دیا۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ خود خدا نہیں ہیں۔ ایک نہ ایک دن دنیا سے جانا ہے۔ ازلی ابدی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ نبی رسول کی زندگی ایک نہ ایک دن ختم ہونے والی ہے۔ لہذا رسول کی موت کے بعد مسلمانوں کا دین سے پلٹ جانا ہرگز جائز نہیں ہے۔ بلکہ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے جائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو امانت ان کے سپرد ہے۔ اس کو آگے پہنچائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی پیغمبر آئے پھر بعض تو اپنی طبعی وفات کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئے۔ اور بعض کو شہید کیا گیا۔ جن کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ ”وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقِّ“ (پارہ ۴)۔ اور قتل کرتے ہیں نبیوں کو ناحق۔ ”وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقِّ“۔ (پارہ ۶)۔ اور ان کا نبیوں کو ناحق قتل کرنا۔ بہت سارے پیغمبر شہید ہوئے۔ ایک دفعہ ظالموں نے ایک دن میں تینتالیس پیغمبر شہید کئے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کیا گیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو شہید کیا گیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو شہید کیا گیا۔ تو پیغمبروں کے قتل کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ تو اس سے زیادہ وزنی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے؟ لہذا جاہلوں نے جو یہ مشہور کیا ہوا ہے کہ پیغمبر کو کوئی قتل نہیں کر سکتا۔ اور پیغمبر پر چھری نہیں چل سکتی۔ یہ خرافات ہیں۔ ان کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ تو پیغمبروں کو طبعی موت بھی آتی ہے۔ شہید بھی ہوتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد ان کا مشن ختم ہو جاتا ہے۔ بلکہ مشن زندہ رہتا ہے۔ اور امت کی ذمہ داری اور بڑھ جاتی ہے۔ ”وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلٰی عَقْبَيْهِ ، اور جو شخص پھر جائے گا اپنی ایڑیوں پر۔ فَلَنْ يُّضْرَّ اللّٰهُ شَيْئًا ، پس وہ ہرگز ضرر نہیں دے گا اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کا۔ یعنی اس نے اپنا ہی نقصان کرنا ہے اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ کیونکہ کلمہ چھوڑے گا

اسلام چھوڑے گا۔ خدا کا کیا نقصان ہوا۔ ساری کائنات بد ہو جائے تو اس کے نظام میں ایک رتی فرق نہیں آئے گا۔ اور سارے نیک ہو جائیں تو رب تعالیٰ کی حکومت میں اضافہ نہیں ہوگا۔ رب وہی ہے۔ جو ہے یہ نیکیاں بدیاں تمہارے واسطے ہیں۔ ان کے انجام کا تعلق تمہارے ساتھ ہے۔ وَنَدَّ يَجْزِي اللَّهُ الشَّكِرِينَ O، اور بدلہ دے گا اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ثابت قدم رہنے والوں کو اچھا بدلہ دے گا اور مسلمانوں کو کسی حالت میں بد دل نہیں ہونا چاہیے۔ دنیا میں کسی کو دوام نہیں ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ قائم دائم ہے۔ تمہارا کام تھا جب تمہیں معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ ہمت سے آگے بڑھتے۔ کام سنبھالتے اور چلاتے، نہ کہ دل چھوڑ کے بیٹھ جاتے۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا ، وَمَنْ يُرِدْ
 ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا ، وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا ،
 وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ ﴿١٤٥﴾ وَكَأَيُّنَ مَنِ نَبِيٍّ قَتَلَ مَعَهُ رِبِّيُونَ كَثِيرًا ،
 فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا
 اسْتَكَانُوا ، وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ﴿١٤٦﴾ وَمَا كَانَ قَوْلُهُمْ إِلَّا أَنْ
 قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا
 وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿١٤٧﴾ فَاتَّهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا
 وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ ، وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٤٨﴾

۵۵۱۵

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ ، اور نہیں اختیار کسی نفس کو۔ اَنْ تَمُوتَ ، یہ کہ وہ مرے۔ اِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ، مگر اللہ
 تعالیٰ کے حکم کے ساتھ۔ كِتَابًا مُؤَجَّلًا ، نوشتہ ہے مقرر کیا ہوا۔ وَمَنْ يُرِدْ ، اور جو شخص ارادہ
 کرتا ہے۔ ثَوَابَ الدُّنْيَا ، بدلہ دنیا کا۔ نُؤْتِهِ مِنْهَا ، ہم اس کو دے دیتے ہیں۔ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ
 الْآخِرَةِ ، اور جو شخص ارادہ کرے گا آخرت کے بدلے کا۔ نُؤْتِهِ مِنْهَا ، ہم اس کو اس میں سے
 دیں گے۔ وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ ، اور ہم بدلہ دیں گے شکر گزاروں کو۔ وَكَأَيُّنَ مَنِ نَبِيٍّ
 ، اور کتنے ہی نبی تھے۔ قَتَلَ مَعَهُ ، ان کے ساتھ مل کر جہاد کیا۔ رِبِّيُونَ كَثِيرًا ، بہت سارے رب
 والوں نے۔ فَمَا وَهَنُوا ، پس نہیں کی انہوں نے سستی۔ لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ، اس وجہ

سے جو تکلیف پہنچی ان کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ وَمَا ضَعُفُوا، اور نہ انہوں نے کمزوری دکھائی۔ وَمَا اسْتَكَانُوا، اور نہ وہ دشمن کے سامنے دبے۔ وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ۝ اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے صبر کرنے والوں سے۔ وَمَا كَانَ قَوْلُهُمْ، اور نہیں تھی بات ان کی۔ إِلَّا أَنْ قَالُوا، مگر یہ کہ کہا انہوں نے۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا، اے ہمارے رب ہمیں بخش دے، ہمارے گناہ۔ وَاسْرَافْنَا، اور جو ہم نے زیادتیاں کی ہیں۔ فِيْ أَمْرِنَا، اپنے معاملے میں (ان کو بھی معاف فرما دے)۔ وَتَبَّتْ أَقْدَامُنَا، اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھ۔ وَانصُرْنَا، اور ہماری مدد فرما۔ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝، کافر قوم کے مقابلے میں۔ فَاتَّهَمُ اللَّهُ، پس دیا ان کو اللہ تعالیٰ نے۔ ثَوَابَ الدُّنْيَا، دنیا کا بدلہ۔ وَحَسَنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ، اور آخرت کا اچھا بدلہ بھی۔ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے نیکی کے کام کرنے والوں سے۔ اس سے پہلے غزوہ احد کا ذکر چلا آ رہا تھا۔ غزوہ احد میں ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے تھے۔ اور بہت سارے زخمی ہوئے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی زخمی ہوئے۔ کوئی کم ہی ایسے بچے رہ گئے ہوں گے کہ جن کو کوئی نہ کوئی گزند نہ پہنچا ہو۔ تو دفعتاً اتنی موتیں ہو جائیں کہ لاشوں سے میدان بھرا ہوا ہو۔ جب کہ موت تو ایک بھی بڑی ہے۔ پھر جو زندہ ہو ان کے بدنوں سے خون بہ رہا ہو تو طبعی طور پر صدمہ تو ہوتا ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سبق دیا ہے۔ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ، اور نہیں اختیار کسی نفس کو یہ کہ وہ مرے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ۔ یعنی موت و حیات بندے کے اختیار میں نہیں ہے۔ جو کچھ ہوا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا۔ خدا کو ایسے ہی منظور تھا۔ شاعر نے کہا ہے۔

لائی حیات آئے قضاء لے چلی چلے

نہ اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی سے چلے

اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ موت نہیں آسکتی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فہر شام

کے شہر حمص میں ہے۔ ان کا واقعہ آپ کئی مرتبہ سن چکے ہیں۔ کہ جب یہ بیمار ہوئے تو لوگ تیمار

داری کے لئے آتے تھے۔ یہ جب کسی ساتھی کو دیکھتے تو رونا شروع کر دیتے۔ لوگوں نے سمجھا

چونکہ موت نزدیک ہے شاید موت کے ڈر سے روٹتے ہیں۔ تو تسلی دیتے کہ حضرت آدم علیہ

السلام سے لے کر اب تک جتنی مخلوق آئی ہے باری باری سارے ہی جا رہے ہیں۔ ”كُلُّ

نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ“۔ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ فرمایا اس لئے نہیں رو رہا کہ

میری دنیا والی زندگی ختم ہو رہی ہے۔ اور نہ ہی میں کبھی موت سے ڈرا ہوں۔ سر سے لے کر

پاؤں تک میرے بدن کا کوئی عضو ایسا نہیں ہے کہ جس پر کافر کا تیر تلوار اور نیزہ نہ لگا ہو۔ روتا

اس لئے ہوں کہ مجھے شہادت کی موت نصیب نہیں ہوئی۔ ”أَمُوتُ كَمَوْتِ الْحِمَارِ“۔ اور

گدھے کی طرح مر رہا ہوں۔ یعنی طبعی موت!۔ مگر وہ اللہ تعالیٰ کی تلوار تھے کافر اللہ تعالیٰ کی

تلوار کو کس طرح توڑ سکتے تھے۔ اگر کافر توڑ دیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی تلوار تو نہ ہوئی۔ رب تعالیٰ

نے اپنی تلوار خود سنبھالے رکھی تو نفس اپنی مرضی سے نہیں مر سکتا۔ اور مرے گا بھی کتباً مؤجلاً

نوشتہ ہے مقرر کیا ہوا۔ موت اپنے وقت سے ایک سیکنڈ بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔ کسی کی موت

کا جو وقت تحریر شدہ ہے وہ ٹل نہیں سکتا۔ اگر کوئی یہ سمجھے کہ علاج معالجے سے میری زندگی بڑھ

جائے گی یا ہسپتال داخل ہونے سے یا مہنگی دوائی کھانے سے میرے سانس بڑھ جائیں گے۔

حاشا وکلا۔ ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ یہ سوچ بالکل غلط ہے۔ علاج اس واسطے کرائے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ کہ اے اللہ کے بندو! جب تم بیمار ہو تو علاج کراؤ۔ اور جب سنت سمجھ کر علاج کرائے گا شفا یاب ہو یا نہ ہو جو خرچہ کیا ہے اس کا ثواب ملے گا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں علاج کرا رہا ہے۔ باقی اس سے موت نہیں مل سکتی۔ ہاں اتنا ہو سکتا ہے کہ اس کا سانس آسانی کے ساتھ نکلے۔ لیکن سانس بڑھ نہیں سکتا۔ اور ہر شخص کو ثواب اس کی نیت اور ارادے کے مطابق ملتا ہے۔ فرمایا۔ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا، اور جو شخص ارادہ کرتا ہے دنیا کے بدلے کا۔ نُؤْتِبْهُ مِنْهَا، ہم اس کو دے دیتے ہیں اس میں سے کچھ۔ یعنی اگر کسی کا ارادہ صرف دنیا کا ہے۔ تو کمائے محنت کرے۔ مشقت کرے دنیا مل جائے گی۔ مگر ہر خواہش پوری نہیں ہوگی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی منشاء ہے جتنا چاہے عطاء کر دے۔ میں دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ جو لوہا کو ٹٹتے تھے۔ آج کئی کئی کارخانوں کے مالک ہیں، کوشش کی۔ حلال حرام جو بھی ہے بہر حال ان کو ترقی ملی ہے۔ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ، اور جو شخص ارادہ کرے گا آخرت کے بدلے کا۔ نُؤْتِبْهُ مِنْهَا، ہم اس کو اس میں سے دیں گے۔ یہ دنیا "مَزْرَعَةُ الْآخِرَةِ" ہے۔ یہاں جو کچھ کاشت کرے گا وہاں وہی کچھ کاٹے گا۔ دنیا کمانے والوں کو دنیا مل جائے گی اور آخرت کمانے والوں کو آخرت۔ پھر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم دیکھو کہ آخرت حاصل کرنے کیلئے بندوں کو وہ کام نہیں بتائے جو ان کے بس میں نہ ہوں اختیار میں نہ ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جتنی بھی عبادتیں ہیں وہ بندے کے بس میں ہیں۔ مثلاً ایک آدمی گھر میں ہے تو حکم ہے کہ نماز پوری پڑھے اور سفر کی مشقت کی وجہ سے آدمی کر دی اور سنتوں کو مستحب کا درجہ دے دیا۔ بیمار ہے قیام رکوع نہیں کر سکتا فرمایا بیٹھ کر پڑھ لے۔ سفر پر ہے روزہ نہیں رکھ سکتا اسکو اجازت ہے کہ چھوڑ دے لیکن بعد میں جتنے روزے چھوڑے ہیں ان کی گنتی

پوری کرے قضاء کرے اسی طرح ایک آدمی غریب ہے شریعت نے اسکو اسکا مکلف نہیں بنایا کہ عقیقہ کرے قربانی دے زکوٰۃ ادا کرے یا حج کرے اس واسطے کہ اس کے پاس مال نہیں ہے۔ اور اگر مال ہو تو حج فرض ہے۔ قربانی واجب ہے عقیقہ مستحب ہے۔ وَ سَنَنْجُزِي الشُّكْرَيْنِ ۝ اور ہم بدلہ دیں گے شکر گزاروں کو۔ جو لوگ رب تعالیٰ کے انعامات کا شکر ادا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے وہ ضرور ان کو بدلہ دے گا ایک نیکی کرے گا دس گنا بدلہ ملے گا فی سبیل اللہ کی مد میں کرے گا تو کم از کم سات سو گنا بدلہ ملے گا۔ ”وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ“۔ اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جہاد پہلی امتوں پر بھی فرض تھا۔ اور انھوں استقلال کا مظاہرہ کیا۔ لہذا وہ مسلمانوں کے لئے اچھا نمونہ ہیں۔ وَ كَايِّنَ مِنْ نَبِيٍّ، اور کتنے ہی نبی تھے۔ قَتَلَ مَعَهُ، ان کے ساتھ مل کر جہاد کیا۔ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ، بہت سارے رب والوں نے۔ مسلمانوں کو سمجھایا جا رہا ہے کہ جہاد کا حکم صرف آخری امت کے لئے ہی مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی قوم پر جہاد فرض ہوا تھا یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے تسلیم نہیں کیا تھا ”قَالُوا“ کہنے لگے۔ ”يٰۤمُوسٰى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبّٰرِيْنَ“ (پارہ ۶)۔ اے موسیٰ وہاں بڑے سخت لوگ ہیں ہم ان کے ساتھ نہیں لڑ سکیں گے۔ ”اِلٰى اَنْ“ فَ اَذْهَبَ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا“ پس تم اور تمہارا رب جاؤ پس لڑو ”اِنَّا هُنَا قٰعِدُوْنَ“ ہم یہیں بیٹھے رہیں گے کتنے غلط انداز میں انہوں نے جواب دیا۔ لیکن کیا بات ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانوں کی کہ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول اگر آپ ہمیں حکم دیں گے تو ہم اپنی پیشانیاں پہاڑوں کے ساتھ ٹکرا دیں گے۔ اور اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیں گے یقین جانو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں جیسے فدائی اور شیدائی کسی پیغمبر

کو نصیب نہیں ہوئے۔ کیا مرد اور کیا عورتیں۔ تو کتنے پیغمبروں کے ساتھ مل کر اللہ والوں سے جہاد کیا۔ فَمَا وَهَنُوا، پس نہیں کی انہوں نے سستی۔ لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، اس وجہ سے جو تکلیف پہنچی ان کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ وَمَا ضَعُفُوا، اور نہ انہوں نے کمزوری دکھائی۔ وَمَا اسْتَكَانُوا، اور نہ وہ دشمن کے سامنے دبے۔ ان لوگوں پر بڑی بڑی آزمائشیں آئیں مگر ان کے پاؤں میں لغزش نہ آئی اور ان سے بڑھ کر آپ کے صحابہ پر ہر طرح کی آزمائشیں آئیں مگر ان کوئی ایمان سے ہٹا نہ سکا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں میلہ کذاب کے ساتھ جنگ ہوئی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کمان میں میلہ کذاب کا قبیلہ بنو حنیفہ اور بنو ثقیف اور ہوازن عرب کی جنگجو قومیں تھیں یہ قبیلے لڑائی میں بڑے مشہور تھے

میلہ کے خلاف یمامہ کی جنگ چودہ سو مسلمان شہید ہوئے جن میں سات سو حافظ قرآن تھے

اور کچھ گرفتار ہوئے انصار کے ایک خوبصورت نوجوان حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ ایک موقع پر گرفتار ہوئے ۲۵-۲۶ سال عمر تھی ان کو ملزم کے طور پر میلہ کذاب کے پاس لایا گیا میلہ کذاب نے سوال کیا کہ تیرا کیا نام ہے؟ کس قبیلے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے؟ پھر پوچھا کہ لڑنے کیلئے کیوں آئے ہو؟ حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے کہا اس واسطے کہ تو نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوۃ کا دعویٰ کیا ہے۔ اور آپ کے بعد نبوۃ کا دعویٰ کرنا کفر ہے اور ہم نے کافر کے ساتھ لڑنا ہے۔ میلہ کذاب نے کہا کہ میں تو کلمہ پڑھتا ہوں۔ "أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ"۔ اور یاد رکھنا میلہ کذاب کلمہ بھی پڑھتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ میں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوۃ کا منکر تو نہیں ہوں۔ مجھے تو نبوۃ ملی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے

اور طفیل سے۔ جس طرح یہ قادیانی مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ ظلی بروزی نبی ہے۔ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ“۔ مسیلہ کذاب نے کہا اے نوجوان!، اپنی جوانی پر ترس کھا اور باز آ جا مجھے نبی تسلیم کرو نہ ”أَقْطَعُكَ أَرْبَابًا، أَرْبَابًا“۔ میں تیرا ایک ایک جوڑا لگ کر دوں گا۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے یہ واقعہ نقل فرمایا ہے۔ حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ”أَنْتَ وَذَاكَ“۔ جو تیرے دل میں آئے کر لے۔ اس نے جلا کو بلایا اور تیز ٹوکا اس کے ہاتھ میں ریا اور کہا کہ اس کا ہاتھ کلائی سے کاٹ دے، اس نے کاٹ دیا۔ پھر ان سے سوال کیا انہوں نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں، اور تو کذاب ہے۔ پھر اس نے کہا کہ اب کہنی سے کاٹ۔ ایک ایک جوڑے سے کٹواتا گیا اور سوال کرتا گیا اور وہ وہی جواب دیتے رہے۔ دونوں بازوؤں کے بعد پاؤں کو ایک ایک بند سے کاٹا اور انہوں نے وہی جواب دیا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے رسول ہیں۔ اور تو کذاب ہے۔ پھر انہوں نے سینے پر پر چھاما کر شہید کر دیا۔ جان دے دی۔ مگر ایمان نہیں چھوڑا۔ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے ہمیں سخت امتحان میں نہیں ڈالا۔ اور ہم اس کے قابل بھی نہیں ہیں۔ بالکل نہیں ہیں۔ ان کے ایمان بڑے مضبوط تھے اس واسطے امتحان بھی سخت تھے۔ ہمارے ایمان کمزور ہیں ہم ان باتوں کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ بلکہ آج ہماری حالت تو یہ ہے کہ ہم عدم جارحیت کی پیشکش کرتے ہیں کہ ہم نہیں لڑیں گے۔ اور یہ قرآن پاک کے بالکل خلاف ہے۔ قرآن پاک میں آتا ہے کہ۔ ”وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا“۔ اور اگر وہ صلح کی پیشکش کریں تو آپ ان سے صلح کر لیں۔ یعنی اگر کافر پیشکش کریں نہ لڑنے کی تو تم سوچ سمجھ کر پیشکش کو قبول کر لو۔ آج حالت یہ ہے کہ وہ ہر مورچے پر ہمارے جوان شہید کر رہے ہیں۔

آبادیوں پر ہم پھینک رہے ہیں۔ اور ہمارے حکمران امریکہ کو خوش کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ ہم بھارت کے ساتھ عدم جارحیت کا معاہدہ کرتے ہیں۔ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ“۔ وہ تمہاری پیشکش کو سمجھیں گے کہ یہ کمزور ہیں۔ امتحان کا وقت آجائے تو تکلیفوں پر صبر کرو۔ وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ☆، اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے صبر کرنے والوں سے۔ صبر بھی کرو اور اللہ تعالیٰ سے مانگو بھی۔ پہلوں کا بھی یہی طریقہ رہا ہے۔ فرمایا وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ، اور نہیں تھی بات ان کی۔ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا، مگر یہ کہ کہا انہوں نے اے ہمارے رب ہمیں بخش دے، ہمارے گناہ۔ وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا، اور جو ہم نے زیادتیاں کی ہیں، زندگی میں جو ہم سے زیادتیاں ہوئی ہیں۔ اپنے معاملے میں (ان کو بھی معاف فرما دے)۔ اور اے پروردگار! وَتَبَّتْ أَقْدَامُنَا، اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھ۔ دشمن کے مقابلے میں۔ مسلمان کا جب ایمان مضبوط ہو۔ اور صبر کا دامن نہ چھوڑے اور زبان پر اللہ تعالیٰ سے نصرت کی دعاء ہو تو مسلمانوں کی تھوڑی تعداد بھی کافروں پر غالب آتی ہے۔ دوسرے پارے کے آخر میں آپ حضرت طلوت رحمہ اللہ کا واقعہ سن چکے ہیں کہ یہ کل تین سو تیرہ/۳۱۳ تھے۔ بمع حضرت طلوت علیہ السلام کے۔ اور مقابلہ میں کافروں کا جرنیل جالوت ایک لاکھ فوج کے ساتھ تھا۔ کیا نسبت ہے تین سو تیرہ کو ایک لاکھ کے ساتھ۔ لیکن قرآن پاک میں آتا ہے۔ ”كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً، بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ“ ○ کتنی ہی چھوٹی جماعتیں غالب آجاتی ہیں۔ بہت ساری جماعتوں پر اللہ کے حکم کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان تین سو تیرہ کو ایک لاکھ پر فتح عطا فرمائی۔ قرآن پاک میں ہے۔ ”فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ“۔ پس ان مومنوں نے

شکست دی ان کافروں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ تو قلت، کثرت کا سوال نہیں ہے۔ اصل بات ایمان کی ہے۔ پوری دنیا میں دو جگہوں پر ٹینکوں کی سب سے بڑی لڑائی ہوئی ہے۔ ایک ہٹلر کے دور میں ”غالمین“ کے مقام پر۔ اور دوسرے ہمارے ہاں چونڈہ ضلع سیالکوٹ کے مقام پر۔ اس محاذ پر بڑا پختہ مسلمان کیپٹن ایس اے زبیری تھا۔ اس کے پاس تین ٹینک اور ایک سو نوجوان تھے۔ مقابلہ میں ایک ہزار ٹینک اور ہزاروں کی تعداد میں فوجی تھے۔ مرد مومن کیپٹن ایس اے زبیری نے اپنے مرکز سے رابطہ قائم کیا۔ اور صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ کہ میرے پاس تین ٹینک اور ایک سو جوان ہیں اور مقابلہ میں ایک ہزار ٹینک اور ہزاروں کی تعداد میں فوجی ہیں۔ مجھے کیا حکم ہے؟۔ مرکز نے کہا کہ جوانوں کو نہ مرواؤ، واپس آ جاؤ۔ مجاہد زبیری نے کہا قرآن پاک میں آتا ہے کہ۔ ”كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ“ لہذا تم مجھے صرف چوبیس گھنٹوں کی اجازت دے دو۔ مرکز نے اجازت دے دی۔ ایک سو آدمیوں نے تین ٹینکوں کے ساتھ چھ ہزار کا مقابلہ کیا۔ اور ایک ہزار ٹینک کے پرچے اڑا دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے نصرت فرمائی اور غالب آئے۔ تو قلت کثرت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اصل بات ہے ایمان کی یہی وجہ ہے کہ ہندوؤں کی تعداد نوے کروڑ ہے اور ہم پاکستانی چودہ کروڑ ہیں۔ مگر وہ ہم سے ڈرتے ہیں۔ کاش کہ ہمارے شرابی حکمران خدا سے ڈریں تو بات ہی اور ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطاء فرمائے۔ اگر ہمارے حکمران صحیح معنی میں مسلمان بن جائیں۔ تو ہم ہندوؤں کو اس طرح چیر پھاڑ دیں جس طرح چیتا بھیڑوں کو چیرتا پھاڑتا ہے۔ فرمایا، وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ O، اور ہماری مدد فرما کافر قوم کے مقابلے میں۔ فَانْتَهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا، پس دیا ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کا بدلہ۔ کہ مالِ غنیمت اتنا دیا کہ اٹھا نہیں سکتے

تھے۔ وَحُسْنِ ثَوَابِ الْآخِرَةِ، اور آخرت کا اچھا بدلہ بھی۔ اور اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ
 وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے نیکی کے کام کرنے والوں سے۔ جو اچھے
 کام کرے گا اللہ تعالیٰ کا محبوب قرار پائے گا۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عطاء فرمائے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ
 أَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خَسِرِينَ ﴿٥٦﴾ بَلِ اللَّهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ خَيْرُ
 النَّصِيرِينَ ﴿٥٧﴾ سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا
 أَشْرَكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَمَا لَهُمُ النَّارُ بِوَيْسٍ مِّثْوَى
 الظَّالِمِينَ ﴿٥٨﴾ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُمْ بِإِذْنِهِ ۚ حَتَّىٰ
 إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِمَّنْ بَعْدَ مَا أَرَاكُمْ مَا
 تُحِبُّونَ ۚ مِنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ثُمَّ
 صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۚ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَىٰ
 الْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٩﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا، اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اِن تَطِيعُوا، اگر تم اطاعت کرو گے۔
 الَّذِينَ كَفَرُوا، ان لوگوں کی جو کافر ہیں۔ يَرُدُّوكُمْ، تمہیں وہ لوٹا دیں۔ عَلَىٰ
 أَعْقَابِكُمْ، تمہاری ایزبوں کے بل۔ فَتَنْقَلِبُوا خَسِرِينَ، پس تم لوٹو گے نقصان اٹھاتے
 ہوئے۔ بَلِ اللَّهُ مَوْلَاكُمْ، بلکہ اللہ ہی تمہارا آقا ہے۔ وَهُوَ خَيْرُ النَّصِيرِينَ، اور وہ تمام مدد
 کرنے والوں میں بہتر مدد کرنے والا ہے۔ سَنُلْقِي، عنقریب ہم ڈالیں گے۔ فِي قُلُوبِ
 الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ، ان لوگوں کے دلوں میں جو کافر ہیں رعب۔ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ، اس

وجہ سے کہ انہوں نے شریک ٹھہرایا اللہ کے ساتھ۔ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ سُلْطٰنًا، ان چیزوں کو نہیں نازل فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کوئی دلیل۔ وَمَا وَهَمُ النَّارِ، اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ وَيَسْ مَثْوٰى الظّٰلِمِيْنَ ۝ اور برا ٹھکانہ ہے ظالموں کا۔ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ، اور البتہ تحقیق سچ کر دکھایا اللہ نے تمہارے ساتھ۔ وَعَدَةٌ، اپنا وعدہ۔ اِذْ تَحْسَبُوْنَهُمْ بِاٰذِنِهِ، جب تم ان کو قتل کر رہے تھے اللہ کے حکم سے۔ حَتّٰى اِذَا فِشَلْتُمْ، یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کا اظہار کیا۔ وَتَنٰزَعْتُمْ فِى الْاٰمْرِ، اور تم نے جھگڑا کیا اس معاملے میں۔ وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِهَا، اور تم نے نافرمانی کی بعد اس کے۔ اَزَاكُم مَّا تَحِبُّوْنَ، اللہ نے تمہیں دکھائی وہ چیز جس کو تم پسند کرتے تھے۔ مِنْكُمْ مَّنْ يُرِيْدُ الدُّنْيَا، تم میں سے وہ بھی تھے جو دنیا کا ارادہ کرتے تھے۔ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ، اور تم میں سے وہ بھی تھے جو آخرت کا ارادہ کرتے تھے۔ ثُمَّ صَرَفَكُم عَنْهُمْ، پھر پھیر دیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان سے۔ لِيَبْتَلِيَكُمْ، تاکہ اللہ تمہیں امتحان میں ڈالے۔ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ، اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔ وَاللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَلٰى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝، اللہ تعالیٰ فضل والا ہے ایمان والوں پر۔

پہلے سے غزوہ احد کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ اس غزوہ میں مشرکین مکہ بڑی تیاری کے ساتھ آئے تھے۔ کیونکہ غزوہ بدر میں ان کا بڑا نقصان ہوا تھا۔ کہ ان کے ستر سردار مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے باقیوں کو بھاگنے کا راستہ نہ ملا۔ اس کا ان کو بڑا صدمہ تھا۔ کہ ہم تعداد میں بھی زیادہ تھے اور ہمارے پاس اسلحہ بھی وافر مقدار میں تھا اور ضروریات زندگی بھی ہمارے پاس کافی تھیں۔ مگر تھوڑے سے آدمیوں نے آٹھ تلواروں کے ساتھ ہمارے سر کاٹ دیئے۔ اس وجہ سے ان کے جذبات کافی بھڑکے ہوئے تھے۔ چنانچہ مشرکین مکہ ہجرت کے تیسرے سال تین ہزار کا مسلح

لشکر لے کر چلے اور اس چلنے کو انہوں نے خفیہ رکھا کہ اچانک جا کر مسلمانوں پر حملہ کر دیں گے۔ اور خفیہ طور پر یہودی بھی ان کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ اور یہودیوں کی طاقت بھی کافی تھی۔ جب مدینہ طیبہ کے بالکل قریب آگئے تو معلوم ہوا کہ دشمن کا بہت بڑا لشکر جنگ کے لئے آگیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی۔ کہ حضرت دشمن کا بہت بڑا لشکر ڈھول بجاتے ہوئے بھنگڑا ڈالتے ہوئے اور اچھلتے کودتے ہوئے قریب آگیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ فوراً میدان جنگ میں پہنچو۔ مسلمان جب چلنے لگے تو منافقوں نے ان کی ہمتیں پست کرنے کے لئے خاصا پروپیگنڈہ کیا کہ پچھلے سال ان کو شکست ہوئی تھی اور ان کا بڑا نقصان ہوا تھا۔ انہوں نے خوب بدلہ لینا ہے وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے، لہذا نہ جاؤ۔ لیکن مسلمانوں نے ان کے اس پروپیگنڈے کا کچھ اثر نہ لیا۔ اور چل پڑے۔ بادل ناخواستہ منافقوں کو بھی ساتھ جانا پڑا۔ لیکن خفیہ طور پر منافقوں نے آپس میں مشورہ کر کے یہ طے کر لیا تھا کہ جنگ میں شریک نہیں ہونا چنانچہ ایک ہزار کا یہ لشکر احد کے دامن میں پہنچ گیا جس میں تین سو منافقین تھے۔ منافق کہنے لگے کہ ہم نے ہر حال میں واپس جانا ہے۔ کوئی بہانہ بناؤ۔ تاکہ ہمیں لڑنا نہ پڑے۔ اور واپس گھر چلے جائیں۔ اس بہانے کا ذکر بھی آگے آ رہا ہے۔ کہنے لگے۔ "لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَا تَبْعُنَاكُمْ"۔ اگر ہم جانتے کوئی لڑائی تو ضرور تمہارا اتباع کرتے چونکہ مشرک ابھی پہنچے نہیں تھے۔ اس لئے کہنے لگے۔ کہ یہاں تو لڑائی کا کوئی سماں نہیں ہے۔ پتھروں سے لڑنا ہے؟ ہم جا رہے ہیں۔ اور ایک یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ یہ کوئی لڑائی ہے۔ کہ ایک طرف تھوڑے سے آدمی اور دوسرے طرف اتنا بڑا لشکر یہ تو خالص موت ہے۔ لڑائی تو یہ ہوتی ہے کہ دشمن ایک گنا زیادہ ہو یا دو گنا زیادہ ہو۔ یہ تو خدا کی مخلوق چل کے آئی

ہوئی ہے۔ ان کے ساتھ لڑنا تو موت کے منہ میں جانا ہے۔ یہ بہانہ بنا کر واپس چل پڑے۔ ہر دور میں کچھ لوگ سمجھ دار ہوتے ہیں اور کچھ سادہ ہوتے ہیں۔ شریر قسم کے لوگ ان کی سادگی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ بہانہ بنا کر چلے تو کچھ مخلص لوگ بھی اس کا شکار ہو گئے۔ جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ کہ قبیلہ بنو سلمہ اور بنو حارثہ والے کہنے لگے کہ یہ واپس جا رہے ہیں۔ لہذا ہم بھی واپس جائیں۔ پھر ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جا رہے ہیں۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جا رہے ہیں۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ جا رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ نہیں جا رہے۔ چونکہ مخلص لوگ تھے صرف ان کے پروپیگنڈے کا شکار ہو گئے تھے۔ ایمان کی برکت سے ان کو اللہ تعالیٰ نے استقامت عطا فرمائی۔ کہنے لگے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس نہیں جا رہے تو ہم بھی نہیں جائیں گے۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تنبیہ فرمائی ہے کہ منافقین کے پروپیگنڈے سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا، اے لوگو!** جو ایمان لائے ہو اگر تم اطاعت کرو گے ان لوگوں کی جو کافر ہیں۔ **يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ، تمہیں وہ لوٹا دیں تمہاری ایزیوں کے بل۔** یعنی جس طرح پہلے تم کافر تھے پھر اسی طرح کافر ہو جاؤ گئے۔ **فَتَنقَلِبُوا خِسِرِينَ،** پس تم لوٹو گے نقصان اٹھاتے ہوئے۔ مطلب یہ ہے کہ دین پر قائم رہو اور کافروں کی باتوں پر توجہ نہ دو اور جو منافق ہیں یہ کھلے کافروں سے زیادہ خطرناک ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی سزا دوزخ میں سب سے زیادہ سخت رکھی ہے۔ فرمایا! **”إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ“**۔ (پارہ ۵)۔ بے شک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نیچے کے حصے میں ہوں گے اور نیچے والے حصے میں سب سے

زیادہ سخت سزا ہوگی۔ اس لئے کہ کھلا دشمن اتنا خطرناک نہیں ہوتا۔ جتنا خفیہ یہ منافق مارا آستین ہیں کہ بظاہر کلمہ بھی پڑھتے ہیں۔ نمازیں بھی بلکہ مخلص مومن مسجد میں تاخیر سے آتے تھے۔ اور یہ پہلی صفوں پر بیٹھے ہوتے تھے۔ مگر دلوں میں کھوٹ تھا اور بات اتنی غور سے سنتے تھے کہ آدمی سمجھتا تھا کہ میری بات ان کے دلوں پر اثر کر رہی ہے۔ فرمایا ان سے بچو۔ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰیكُمْ، بلکہ اللہ ہی تمہارا آقا اور مددگار ہے۔ وہی تمہارا خالق ہے۔ بے شک کافر زیادہ ہیں لیکن وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِیْنَ O، اور وہ تمام مدد کرنے والوں میں بہتر مدد کرنے والا ہے۔ قاعدے کے مطابق اگر رب تعالیٰ سے مدد طلب کی جائے تو اس کے سامنے کوئی کچھ نہیں ہے۔ وہ ایک لمحے میں بہت کچھ کر سکتا ہے۔ دیکھو اس وقت صنعتی اعتبار سے جاپان پوری دنیا میں پہلے نمبر پر ہے۔ اور آج سے چند سال پہلے وہاں صرف سترہ/۷۱ سیکنڈ زلزلہ آیا تھا۔ جاپانی لیڈروں اور سائنس دانوں نے بیان جاری کیا تھا کہ اس سترہ سیکنڈ کے زلزلے سے جو نقصان ہوا ہے وہ ہم پورا زور صرف کر کے بھی کئی سالوں میں پورا نہیں کر سکتے۔ حالانکہ جاپان نے صنعت میں یورپ کو بھی مات دے دی ہے اور صنعت ان کے لئے بچوں کا کھیل ہے۔ تو ان کا یہ حال ہے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی شئی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ وہ رب ہے۔ فرمایا، کافروں سے نہ ڈرو۔ مَسْئَلِیْ فِی قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا الرُّعْبُ، عنقریب ہم ڈالیں گے ان لوگوں کے دلوں میں جو کافر ہیں رعب۔ احد کے موقع پر ایسا ہی ہوا بظاہر کافروں کو کامیابی حاصل ہوئی۔ بہت سارے اکابر مسلمان شہید ہوئے مگر پھر کافر وہاں ٹھہر نہ سکے۔ ایک موقع پر ابوسفیان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مسلمان تعداد میں تھوڑے سے تو تھے ان میں سے شہید اور زخمی بھی ہوئے مگر ہم پھر بھی واپس پلٹ رہے ہیں۔ واپس جا کر ان کا کام تمام کر دینا چاہیے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے

دلوں میں ایسا رعب ڈالا کہ انہیں دوبارہ حملہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور واپس مکے لوٹ گئے۔

البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی صحابہ رضی اللہ عنہم نے آٹھ میل تک کفار کا تعاقب کیا اور ان پر رعب اس لئے مسلط کیا۔ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ، اس وجہ سے کہ انہوں نے شریک ٹھہرایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ سُلْطَانًا، ان چیزوں کو کہ نہیں نازل فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کوئی سند۔ یعنی مشرکین کے پاس شرک پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ کسی نے لات کو کسی نے مناتہ کو کسی نے عزیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا ہوا تھا کوئی کسی کو حاجت روا سمجھتا ہے۔ مگر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے کہ ان میں خدائی اوصاف کس طرح آگئے ہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ وَمَا لَهُمُ النَّارُ، اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ وَبِئْسَ مَثْوَى الظَّالِمِينَ ○ اور برا ٹھکانہ ہے ظالموں کا۔ پہلے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ اے ایمان والو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے اور صبر کی راہ پر قائم رہو گے تو یقیناً تمہیں فتح اور سر بلندی حاصل ہوگی۔ چنانچہ غزوة احد میں ابتداء اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطاء فرمائی حالانکہ کافر تعداد میں بھی زیادہ تھے۔ اور اسلحہ بھی ان کے پاس وافر مقدار میں تھا۔ کیونکہ مسلمان ایک ہزار تھے۔ اور ان میں سے بھی تین سو منافق واپس آگئے تھے۔ اور باقی جو سات سو تھے۔ ان کے پاس بھی اسلحہ نامکمل تھا۔ جس طرح بدر میں آٹھ تلواریں تھیں اسی طرح غزوة احد میں بھی اکثریت تلواروں سے محروم تھی۔ اور تین ہزار مسلخ افراد کے ساتھ مقابلہ تھا۔ مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطاء فرمائی۔ بخاری شریف کی روایت کے مطابق کافر پگڑیاں چادریں اور اپنے ہتھیار چھوڑ کے بھاگے مگر مسلمانوں کی ایک کوتاہی کی وجہ سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ اور فتح شکست میں تبدیل ہوگئی۔ احد کے دامن میں

ایک چھوٹا سا ٹیلہ ہے اس کو جبلِ رماۃ کہتے ہیں رُماۃ رومی کی جمع ہے۔ تیر اندازوں کی پہاڑی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبلِ رُماۃ پر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پچاس تیر اندازوں کی ایک جماعت مقرر فرمائی تھی اور انہیں حکم دیا تھا کہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم نے اس مورچے کو نہیں چھوڑنا۔ میدان جانے اور ہم جانیں تم دیکھو کہ ہمارے جسموں کو پرندے نوچ رہے ہیں، پھر بھی اس مورچے کو نہیں چھوڑنا۔ جب تیر اندازوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کو فتح حاصل ہو گئی ہے۔ اور دشمن بھاگ نکلا ہے۔ اور میدان مالِ غنیمت سے بھرا ہوا ہے اور ہمارے ساتھیوں نے اس کو سینٹا شروع کر دیا ہے تو ہمیں بھی جا کر غنیمت اکٹھی کرنی چاہیے۔ اور اس میں کوئی ذاتی لالچ نہیں۔ کیونکہ جمع کرنے والا مالک نہیں بن جاتا۔ بلکہ مالِ غنیمت کے متعلق اصول یہ ہے کہ جب مالِ غنیمت جمع ہو جاتا ہے۔ تو امیر لشکر اس کے پانچ حصے کرتا ہے۔ پانچواں حصہ فخر کہلاتا (بیت المال کا ہوتا ہے)۔ اور باقی چار حصے امیر لشکر مجاہدین میں تقسیم کرتا ہے۔ بس شوقیہ طور پر کہ یہ تلوار میں لاتا ہوں کہ میرا نام ہو یہ بات ذہن میں آئی لیکن تیر اندازوں میں اختلاف رائے پیدا ہوا ان کے قائد کی رائے یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق انہیں یہیں موجود رہنا چاہیے۔ تاہم اکثریت کی رائے تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا موجود رہنے کا حکم تاکید تھا۔ اور مطلب یہ تھا کہ ہماری ضرورت پڑے گی۔ اور اب جب فتح حاصل ہو گئی ہے تو اب وہیں ٹھہرنا کچھ ضروری نہیں رہا۔ اب تو میدان ہمارا ہے۔ امیر لشکر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کافی سمجھایا کہ ایسا نہ کرو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زبان مبارک سے نکلے ہوئے لفظوں کی قدر کرو۔ مورچہ نہ چھوڑو۔ چنانچہ جو جلد باز ساتھی تھے۔ جبلِ رُماۃ سے اتر کر مالِ غنیمت کے جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔ اور

پہاڑی پر حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ صرف دس آدمی باقی رہ گئے ادھر خالد بن ولید جو اس وقت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں ہوئے تھے۔ اور جنگی امور کے بڑے ماہر تھے انہوں نے دیکھا کہ فوجی اعتبار سے جو اہم مورچہ تھا وہ کمزور ہو گیا ہے۔ وہ اپنے دستہ کے دو سو گھوڑ سواروں کے ہمراہ اس جبلِ رُمّاء پر حملہ آور ہوئے۔ جسے مسلمان تیر اندازوں کی اکثریت چھوڑ چکی تھی۔ مورچے پر موجود مجاہدین کو شہید کیا آگے بڑھے اور آواز دی۔ او قریشیو! میں خالد بن ولید ہوں میں نے پیچھے سے حملہ کر دیا ہے تم آگے سے پلٹو۔ اس طرح مسلمان کافروں کے دو لشکروں کے درمیان گھر گئے۔ ان میں ایسی افراتفری پھیلی کہ خود مسلمان، مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہونے لگے۔ حتیٰ کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت یمان رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ستر مسلمان شہید ہو گئے۔ اور کوئی رہ گیا ہو گا جو زخمی نہ ہوا ہو۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس زخمی ہوا نیچے کا ایک دانت مبارک شہید ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہو گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر گر گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرنے والے دس میں سے نو شہید ہو گئے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر نیزے اور تیر کے اتنے زخم آئے جس سے ہاتھ مثل ہو گیا۔ حضرت ابو جاندہ رضی اللہ عنہ نے اپنی پشت کو ڈھال بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا۔ تو یہ سارا نقصان پیغمبر علیہ السلام کی حکم عدولی کی وجہ سے ہوا اگرچہ وہ حکم عدولی اجتہاداً ہوئی۔ تو رب تعالیٰ نے تو اپنا وعدہ پورا کر دیا کہ جب تم قاعدے کے مطابق لڑے اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ **وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ**، اور البتہ تحقیق سچ کر دکھایا اللہ نے تمہارے ساتھ اپنا وعدہ۔ **إِذْ تَحْسَبُونَهُم بِأَذْنِبِهِ**، جب تم ان کو قتل

کر رہے تھے اللہ کے حکم سے۔ ابتدائی مرحلے میں۔ حتیٰ اِذَا فُتِنْتُمْ؛ یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کا اظہار کیا۔ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأُمْرِ، اور تم نے جھگڑا کیا اس معاملے میں۔ کہ کچھ نے کہا کہ ہمیں اتر کر مالِ غنیمت اکٹھا کرنا چاہیے۔ کیونکہ اب یہاں ہماری ضرورت نہیں ہے۔ اور کچھ نے کہا نہیں۔ بلکہ ہمیں یہیں کھڑا رہنا چاہیے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ فتح ہو یا شکست تم نے مورچہ نہیں چھوڑنا۔ اس جھگڑے کا ذکر ہے۔ وَغَضِبْتُمْ مِّنْهُ بَعْدَ مَا أَرَاكُمْ مَّا تُحِبُّونَ، اور تم نے نافرمانی کی بعد اس کے اللہ نے تمہیں دکھائی وہ چیز جس کو تم پسند کرتے تھے۔ یعنی فتح کو تم پسند کرتے تھے وہ تمہیں حاصل ہو گئی مگر جب تم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو ماننے نہ ماننے کے متعلق اختلاف کیا اور مالِ غنیمت کے پیچھے بڑگئے تو کایا پلٹ گئی۔ مِّنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا، تم میں سے وہ بھی تھے جو دنیا کا ارادہ کرتے تھے۔ یعنی مالِ غنیمت کا۔ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ، اور تم میں سے وہ بھی تھے جو آخرت کا ارادہ کرتے تھے۔ امیر لشکر اور تقریباً نو دس آدمی اور جو اس کے ساتھ مورچے پر کھڑے رہے۔ اور پچھلی طرف سے خالد بن ولید نے جو اس وقت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں ہوئے تھے دو سو گھوڑ سواروں کے دستے کے ہمراہ حملہ کر دیا جو مورچے پر تھے بمع امیر لشکر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے، وہاں شہید ہو گئے۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان تینوں بزرگوں کی قبریں ایک ہی جگہ پر ہیں۔ چو کوئی کے اندر۔ اور باقی شہداء کی قبریں آگے ہیں۔ پہلے کوئی پابندی نہیں ہوتی تھی اور اب حکومت نے ارد گرد چار دیواری کھڑی کر دی ہے۔ اب دور سے جالیوں سے دیکھ سکتے ہیں۔ اسی طرح پہلے جنت البقیع میں بھی پہلے عام لوگ ہر وقت جاسکتے تھے مگر اب صرف

مخصوص وقت میں جاسکتے ہیں۔ پابندی کی وجہ یہ ہوتی کہ کسی خبیث نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر پاخانہ کر دیا تھا۔ حالانکہ جنت البقیع میں جتنے لوگ مدفون ہیں ان میں سب سے زیادہ درجہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ تو اس شرارت کے نتیجہ میں سعودی حکومت نے مجبوراً چار دیواری کرا دی اور پابندی لگا دی تاکہ کوئی خبیث شرارت نہ کر سکے۔ اور بزرگوں کی توہین نہ ہو۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں سڑک کے دوسرے کنارے ایک بہت بڑا ہوٹل تھا اس کو ایرانیوں نے کرایہ پر لیا۔ اس کے نیچے سے ایک سڑک نکالی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جسد مبارک کو نکال کر ایران لے جانے کے لئے۔ رات کو مٹی نکال کر دور پھینک آتے تھے۔ معلوم ہونے پر پکڑے گئے۔ ان کو کڑی سزا ملی۔ اور ہوٹل گرا کر سڑک بنا دی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان شریر لوگوں سے بچائے۔ فرمایا، ثُمَّ صَوَّفَكُمُ عَنْهُمْ، پھر پھیر دیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان سے۔ پہلے تم غالب تھے پھر وہ غالب ہو گئے۔ لِيَبْتَلِيَكُمْ، تاکہ اللہ تمہیں امتحان میں ڈالے۔ کہ کفار کا پلہ بھاری ہونے کے بعد کس حد تک ثابت قدم رہتے ہو۔ اور یہ اس غلطی کا خمیازہ تھا کہ تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح حکم کی مخالفت کی۔ لیکن، وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ، اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔ کیونکہ یہ جو کچھ تم سے ہوا غلط فہمی کی وجہ سے ہوا۔ بد نیتی سے نہیں ہوا۔ غلط فہمی اور چیز ہے اور بد نیتی اور چیز ہے۔ دونوں میں بڑا فرق ہے۔ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَي الْمُؤْمِنِينَ ۝، اللہ تعالیٰ فضل والا ہے ایمان والوں پر۔

اذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلُونَ عَلَىٰ أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي
 أَخْرَاكُمْ فَأَتَابَكُمْ عَمَّا بَغِمَ لَكُمْ لِكَيْلًا تَحْزَنُوا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا
 أَصَابَكُمْ ۗ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٣١١﴾ ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ
 بَعْدِ الْغَمِّ أَمْنًا نَّعَاسًا يُغْشَىٰ طَائِفَةٌ مِنْكُمْ ۖ وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ
 أَنفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا
 مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ۗ قُلْ إِنْ الْأَمْرُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۗ يُخْفُونَ فِي أَنفُسِهِمْ
 مَا لَا يُبْدُونَ لَكَ ۗ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا
 قُتِلْنَا هُنَا ۗ قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ
 الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ ۗ وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ
 وَلِيُمَحِّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٣١٢﴾

اذْ تُصْعِدُونَ، جب تم پہاڑ پر چڑھے جا رہے تھے۔ وَلَا تَلُونَ عَلَىٰ أَحَدٍ، اور تم مزے نہیں
 دیکھتے تھے کسی کو۔ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ، اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں بلا تے تھے۔ فِي
 أَخْرَاكُمْ، تمہاری پچھلی صفوں میں سے۔ فَأَتَابَكُمْ، پس پہنچایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں۔ عَمَّا بَغِمَ
 بَغِمَ پر غم۔ لِكَيْلًا تَحْزَنُوا، تاکہ تم آئندہ نہ غم کھاؤ۔ عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ، ان چیزوں پر جو تمہارے

ہاتھوں سے نکل گئی ہیں۔ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ، اور نہ اس تکلیف پر جو تمہیں پہنچی ہے۔ وَاللَّهُ خَبِيرٌ،
بِمَا تَعْمَلُونَ ○، اور اللہ تعالیٰ خبردار ہے ان عملوں سے جو تم کرتے ہو۔ ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ، پھر
نازال کیا تم پر۔ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ، غم کے بعد۔ أَمَنَةً، امن۔ نَعَاسًا، اونگھ تھی۔ يَغْشَى طَائِفَةً مِّنْكُمْ
، جو ڈھانپ رہی تھی تم میں سے ایک گروہ کو۔ وَطَائِفَةٌ، اور ایک گروہ تھا۔ قَدْ أَهْمَتْهُمْ
أَنْفُسُهُمْ، کہ ان کو پریشان کر دیا تھا ان کی جانوں نے۔ يُظُنُّونَ بِاللَّهِ، خیال کرتے تھے اللہ
تعالیٰ کے بارے میں۔ غَيْرَ الْحَقِّ، ناحق۔ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ، (زمانہ) جاہلیت کے گمان کی
طرح۔ يَقُولُونَ، وہ کہتے تھے۔ هَلْ لَّنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ، کیا ہے ہمارے لئے اس معاملے
میں کچھ بھی۔ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ، کہہ دیجئے!۔ بے شک معاملہ سارے کا سارا اللہ تعالیٰ کے
قبضے میں ہے۔ يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ، یہ مخفی رکھتے ہیں اپنے دلوں میں۔ مَا لَا يَبْدُونَ لَكَ،
اس چیز کو جو نہیں ظاہر کرتے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے۔ يَقُولُونَ، کہتے ہیں۔ لَوْ
كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ، اگر ہوتی ہمارے لئے اس معاملے میں کوئی شے۔ مَا قَتَلْنَا هَهُنَا، ہم نہ
قتل کئے جاتے یہاں۔ قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں! اگر
ہوتے تم اپنے گھروں میں۔ لَبَرَزَ الَّذِينَ، البتہ نکلیں وہ لوگ۔ كَتَبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلَ، جن پر لکھا
گیا ہے قتل ہونا۔ إِلَيَّ مَصْرًا جَعِبَهُمْ، اپنے گرنے کی جگہوں کی طرف۔ وَلِيَبْلِيَّ اللَّهُ، اور تاکہ
اللہ تعالیٰ امتحان لے۔ مَا فِي صُدُورِكُمْ، اس چیز کا جو تمہارے دلوں میں ہے۔ وَلِيَمْتَحِنَ
، اور تاکہ اللہ تعالیٰ خالص کر دے۔ مَا فِي قُلُوبِكُمْ، اس چیز کو جو تمہارے دلوں میں ہے۔ وَاللَّهُ
عَلِيمٌ، بِذَاتِ الصُّدُورِ ○، اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے دلوں کے رازوں کو۔

پہلے سے غزوہ احد کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ اور غزوہ اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم خود شریک ہوئے ہوں۔ اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہاد کا حکم دیا ہو کہ تم فلاں جگہ پر جاؤ تو اس کو "سریہ" کہتے ہیں۔ اور جس جہاد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہیں ہوئے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم نہیں دیا تو وہ محض جہاد کہلاتا ہے۔ ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس سال مدینہ طیبہ میں رہے ہیں۔ اور نو سالوں میں ستائیس غزوے ہوئے ہیں۔ یوں سمجھو کہ اوسطاً ایک سال میں تین غزوے ہوئے ہیں۔ اور ان غزووں میں طرفین سے جو آدمی مارے گئے ہیں ان کی کل تعداد ایک ہزار اڑتالیس / ۱۰۲۸ ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو جہاد ہوئے ہیں ان میں مسلمان بھی بہت شہید ہوئے ہیں۔ اور کافر بھی کافی تباہ ہوئے ہیں۔ تو غزوہ احد ہجرت کے تیسرے سال پیش آیا جس کی خاصی تفصیل آپ سن چکے ہیں۔ کہ مسلمانوں کو پیشگی اطلاع کئے بغیر اچانک تین ہزار کاشکر مدینہ طیبہ کے قریب آگیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض باتیں محض افواہ ہوتی ہیں۔ تحقیق کر لو کہ واقعہ دشمن حملہ آور ہو رہا ہے۔ یا کوئی مسافر قافلہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے پھرتیلے کام میں چست، اور چلنے میں اتنے تیز تھے کہ جس کا کوئی حساب نہیں ہے۔ تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا واقعہ قریش بمع کچھ اور خاندانوں کے مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے آئے ہیں۔ تاکہ بدر کی ذلت کا بدلہ چکائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنگامی حالت کا اعلان فرما دیا۔ اور حکم دیا کہ نورا احد کے میدان میں پہنچو یہ احد پہاڑ مدینہ سے دو تین میل کی مسافت پر ہے۔ اور اب تو مدینہ طیبہ کی آبادی دور دور تک چلی گئی ہے۔ تو احد پہاڑ کے دامن میں جنگ کی تیاری شروع ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ طیبہ سے ایک ہزار آدمی آیا تھا مگر تین سو منافق حیلہ

بہانہ کر کے واپس چلے گئے۔ باقی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات سو رہ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف دستے بنا کر مختلف ساتھیوں کی کمان میں دے دیئے۔ کہ فلاں دستے کا کمانڈر فلاں ہوگا۔ اور فلاں دستے کا کمانڈر فلاں ہوگا۔ اور یہ بھی سمجھا دیا کہ کس نے کس جگہ کھڑا ہونا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پروگرام بنایا تھا بڑا معقول تھا۔ ایک چھوٹے سے ٹیلے پر جس کو جبلِ رُمَاة کہتے ہیں۔ پچاس تیر انداز بٹھائے اور حکم دیا کہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم نے یہ مورچہ نہیں چھوڑنا۔ ابتدائی مرحلے میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسلمانوں کو کافروں پر غلبہ ہوا اور کافر ہتھیار، کپڑے، گیزیاں اور سامان چھوڑ کر بھاگے۔ اور ان کے سامان سے میدان بھر گیا۔ اور مسلمانوں نے مالِ غنیمت سمیٹنا شروع کر دیا۔ تو وہ پچاس آدمی جو جبلِ رُمَاة پر بٹھائے گئے تھے انہوں نے کہا کہ فتح ہو گئی ہے ہم بھی چل کر مالِ غنیمت اکٹھا کریں۔ امیر لشکر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ فتح ہو یا شکست تم نے مورچہ نہیں چھوڑنا۔ دوسروں نے کہا کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مقصد یہ تھا کہ یہاں ہماری ضرورت پڑے گی اور اب تو تم دیکھ رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فتح عطاء فرمادی ہے۔ اور میدان سارا ہمارے پاس ہے۔ اور کافر بھاگ گئے ہیں۔ مگر ان کی یہ سوچ غلط تھی۔ اطاعتِ امیر نہ کی۔ اور اکثر ساتھی ٹیلے سے اتر کر مالِ غنیمت اکٹھا کرنے میں مشغول ہو گئے۔ ادھر خالد بن ولید جو اس وقت کافر تھے۔ دو سو آدمیوں کا دستہ لے کر پچھلی طرف سے حملہ آور ہوئے۔ مورچے والوں کو یہاں شہید کیا۔ اور آواز دی کہ قریشیو! میں خالد بن ولید پچھلی طرف سے حملہ آور ہو چکا ہوں۔ تم آگے سے پلٹو۔ مسلمان اس وقت دو لشکروں کے زخے میں آگئے اور افراتفری پھیل گئی۔ ستر مسلمان شہید ہوئے۔ عتبہ بن ابی وقاص نے پتھر

مارا جس کے نتیجے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے کے سامنے والے جو دانت ہیں ان کے ساتھ جو دائیں طرف والا دانت ہے شہید ہو گیا۔ اور ابن تمیصہ کا فر نے تلوار ماری جس سے خود کٹا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس زخمی ہوا۔ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے دردی کے ساتھ شہید کیا گیا۔ اس افراتفری میں خود مسلمان جان بچانے کے لئے پہاڑ پر گئے۔ اس کا ذکر ہے۔ اِذْ تُصْعِدُونَ، جب تم پہاڑ پر چڑھے جا رہے تھے۔ صعود کا معنی بلندی پر چڑھنے کے ہیں۔ احد پہاڑ پر چڑھ کر اپنی جان بچانے کی فکر کی۔ وَلَا تَلْوُنَّ عَلَيَّ اُخْرٰبًا، اور تم مزہ کے نہیں دیکھتے تھے کسی کو۔ کہ دوسروں کا کیا حال ہے؟۔ انسان جب انتہائی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو صرف اپنی جان کی فکر ہوتی ہے۔ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ، اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں بلاتے تھے۔ فِىْ اٰخِرٰتِكُمْ، تمہاری پچھلی صفوں میں سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پچھلی صفوں میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی او کہہ پڑھنے والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟۔ کہاں بھاگ رہے ہو؟۔ فَاْتَابَكُمْ، پس پہنچایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں۔ غَمًّا بَغْمًا، غم پر غم۔ ایک غم ساتھیوں کے شہید ہونے کا اور دوسرا غم مالِ غنیمت کے ہاتھ سے نکلنے کا اور بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ ترجمہ کرتے ہیں۔ فَاْتَابَكُمْ غَمًّا بَغْمًا، پس بدلہ دیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں، غم کا بسبب غم کے۔ کیونکہ تم نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی تعمیل نہ کر کے ان کو غم پہنچایا۔ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں غم میں ڈال دیا۔ کہ تمہارے ساتھی بھی شہید ہوئے۔ اور مالِ غنیمت بھی ہاتھ سے نکل گیا۔ اور تم جیتا ہوا میدان ہار بیٹھے۔ لیکن ہر کام میں کوئی حکمت ہوتی ہے۔ لِكَيْلَا تَحْزَنُوْا، تاکہ تم آئندہ نہ غم کھاؤ۔ عَلٰى مَا فَاْتَاكُمْ، ان چیزوں پر جو تمہارے ہاتھوں سے نکل گئی ہیں۔ یعنی اس واقعہ میں تمہیں سبق دیا گیا ہے۔ کہ

ہاتھ میں آئی ہوئی چیز اگر نکل جائے ضائع ہو جائے تو اس پر افسوس نہ کرنا پریشان اور غمگین نہ ہونا۔ بلکہ یہ سمجھنا کہ ہماری قسمت میں نہ تھی۔ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ، اور نہ اس تکلیف پر جو تمہیں پہنچی ہے۔ کہ کچھ سنا تھی شہید ہوئے ہیں اور کچھ ساتھی زخمی ہوئے ہیں۔ اور آئندہ کوئی ایسی تکلیف پہنچے گی تو تم پریشان نہیں ہو گے۔ اور تمہارے ذہن میں ہوگا کہ پہلے بھی ایسا ہوا تھا۔ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ O، اور اللہ تعالیٰ خبردار ہے ان عملوں سے جو تم کرتے ہو۔ پھر اچانک ایسا ہوا کہ جب ساتھیوں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زخمی حالت میں میدان میں ہیں تو فوراً اپنے گناہ سے تائب ہوئے۔ اور واپس آ گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے غم اور پریشانی کو کس طرح اطمینان میں تبدیل کیا اس کا ذکر ہے۔ ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ، پھر نازل کیا تم پر۔ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ، غم کے بعد۔ أَمْنَةً، امن۔ نَعَاسًا، ادنگھ تھی۔ یعنی کافر جب اپنا غصہ نکال چکے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رعب ڈال دیا۔ اور وہ بھاگ گئے اور تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ نے امن اور اطمینان کی کیفیت طاری فرمادی۔ يَغْشَىٰ طَائِفَةٌ مِّنْكُمْ، جو ڈھانپ رہی تھی تم میں سے ایک گروہ کو۔ یعنی نیند طاری ہو گئی۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے ہاتھ میں تلوار تھی اور میں کھڑا تھا نیند کی وجہ سے تلوار میرے ہاتھ سے گر جاتی تھی۔ میں پھر پکڑ لیتا پھر گر جاتی۔ پھر پکڑتا پھر گر جاتی۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر جہاد کے موقع پر نیند آئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور اگر پڑھتے پڑھاتے وقت نیند آئے تو یہ شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ دیکھو کئی آدمی درس میں برائے نام بیٹھے رہتے ہیں۔ درس سننے میں ان کی توجہ نہیں ہوتی۔ اور کئی ایسے ہوتے ہیں کہ درس میں وہ تسبیح پھیرتے رہتے ہیں۔ بھائی اگر تو نے تسبیح پھیرنی ہے تو درس سننے کا کیا معنی

ہے؟۔ توجہ کے ساتھ سنو تبھی آگے پیچھے کر لو۔ درس کے موقع پر انتہائی خاموشی ہونی چاہیے۔ اور اطمینان اور توجہ کے ساتھ سنا چاہیے۔ تاکہ جتنا سنو سمجھ میں آئے۔ درس کے موقع پر تسبیح پھیرنا ناجائز ہے۔ اور اگر کسی کو نیند آجائے تو اٹھ کر باہر چلا جائے کہ اس کو دیکھ کر دوسرے بھی سونا شروع کر دیں گے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ گاڑیوں پر لکھا ہوتا ہے۔ فرنٹ سیٹ پر سونا منع ہے۔ اب کا مجھے علم نہیں۔ پہلے لکھا ہوتا تھا۔ کیونکہ اگر فرنٹ سیٹ والے کو نیند آگئی تو اس کا اثر ڈرائیور پر ہوگا۔ اور وہ بھی سو جائے گا۔ کیونکہ خربوزہ خربوزے سے رنگ پکڑتا ہے۔ اور اگر ڈرائیور سو گیا تو سب کا بیڑا غرق ہو جائے گا۔ اس لئے وعظ تبلیغ کے وقت خاموشی ضروری ہے۔ اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا کہ درس ہو رہا ہو نصیحت ہو رہی ہو تو سلام کرنا جو سنت ہے گناہ ہے۔ آنے والا سلام نہیں کہہ سکتا۔ بلکہ آرام سے بیٹھ جائے۔ اگر سلام کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ اس واسطے کہ سلام کرنا سنت ہے۔ اور جواب دینا واجب ہے۔ اور اگر وہ جواب دیں گے تو ان کی توجہ اور فکر درس و نصیحت سے ہٹ کر سلام کہنے والے کی طرف ہو جائے گی۔ اور بسا اوقات آدمی یہ بھی دیکھتا ہے کہ سلام کہنے والا کون ہے تو اس میں بے فکری ہو جائے گی۔ اور بعض مسئلے رہ جائیں گے۔ لہذا درس سننے والے سلام کا جواب نہ دیں۔ اور درس سننے میں مشغول رہیں۔

وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنفُسُهُمْ، اور ایک گروہ تھا کہ ان کو پریشان کر دیا تھا ان کی جانوں نے۔ یہ ان منافقوں کی بات ہے جو میدان جنگ سے واپس مدینہ طیبہ چلے گئے تھے جب انہوں نے سنا کہ بہت سارے مسلمان شہید ہو گئے ہیں۔ اور بہت سارے زخمی ہیں تو گھر میں ہوتے ہوئے بھی ان کا سانس خشک ہو رہا تھا اور ان کے اوسان خطا ہو گئے کہ اب وہ ہمیں بھی آ کر قتل کر دیں گے وہ گھروں میں بیٹھے ہوئے پریشان تھے۔ اور، يُظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ، خیال

کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے بارے میں ناحق۔ ظَنُّوا الْجَاهِلِيَّةَ، (زمانہ) جاہلیت کے گمان کی طرح۔ کہ اگر ہم حق پر ہوتے تو ہمارے آدمی کیوں مارے جاتے؟۔ اور کیوں زخمی ہوتے؟۔ اور ہمیں شکست کیوں ہوتی؟۔ موقع جو مل گیا ان کو۔ يَقُولُونَ، وہ کہتے تھے۔ هَلْ لَنَا مِنَ الْأُمْرِ مِنْ شَيْءٍ، کیا ہے ہمارے لئے اس معاملے میں کچھ۔ یعنی ہمیں اس معاملہ میں کیا حاصل ہوا۔ آدمی بھی مردائے مالِ غنیمت بھی ہاتھ سے نکل گیا۔ اور میدان بھی ہاتھ سے نکل گیا۔ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے!۔ بے شک معاملہ سارے کا سارا اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے۔ دنیا میں دن بدلتے رہتے ہیں۔ کبھی فتح کبھی شکست، کبھی اتار، کبھی پڑھاؤ۔ دنیا میں ایک جیسی حالت کبھی نہیں رہی۔ يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ، یہ مخفی رکھتے ہیں اپنے دلوں میں۔ مَا لَا يُبْدُونَ لَكَ، اس چیز کو جو نہیں ظاہر کرتے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے۔ یعنی دل کے اندر جو بغض، کینہ اور عناد ہے اور اسلام کے خلاف سازشیں اور گندے خیالات جن کو یہ چھپاتے ہیں اور تمہارے سامنے ظاہر نہیں کرتے۔ مگر اللہ تعالیٰ سے تو کوئی کچھ نہیں چھپا سکتا۔ کیونکہ ظاہر باطن نیک، بد، اور نیکی بدی سب اس کے سامنے ہے۔ ہر شئی کو وہ جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ یہ منافق بد بخت، اپنی منافقت کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ يَقُولُونَ، کہتے ہیں۔ لَوْ كُنَّا لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ، اگر ہوتی ہمارے لئے اس معاملے میں کوئی شے۔ مَا قُتِلْنَا هَاهُنَا، ہم نہ قتل کئے جاتے یہاں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو ہماری بھلائی منظور ہوتی تو ہمارے اتنے آدمی شہید نہ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کا یہ خیال باطل ہے۔ کہ اگر جنگ میں شریک نہ ہوتے تو بچ جاتے۔ بلکہ فرمایا، قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں! اگر ہوتے تم اپنے گھروں میں۔ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ

الْقَتْلُ، البتہ نکلیں وہ لوگ جن پر لکھا گیا ہے قتل ہونا۔ اِلٰی فَمَضٰ جَعِبِهِمْ، اپنے گرنے کی جگہوں کی طرف۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ کہ کس نے کہاں مرنا ہے اور کب مرنا ہے؟ لہذا یہ ان کی خام خیالی ہے کہ اگر گھروں میں بیٹھے رہتے تو قتل نہ ہوتے جس خداوند کریم نے ان کے قتل کا مقام مقرر فرما دیا وہ ان کے اس مقام پر پہنچ جانے کا انتظام بھی فرما دیتا۔ وَلَيَسَّلِيَّ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ، اور تاکہ اللہ تعالیٰ امتحان لے اس چیز کا جو تمہارے دلوں میں ہے۔ ایسی مشکل صورت حال میں کھرے کھوٹے کی پہچان ہوتی ہے۔ اگر تکلیف نہ پہنچتی ستر آدمی شہید نہ ہوتے اور کئی آدمی زخمی نہ ہوتے تو مومن اور منافق کا امتحان نہ ہو سکتا۔ چنانچہ اس موقع پر منافقوں نے بڑی باتیں کہیں جن سے ان کا نفاق ظاہر ہو گیا اور مومن ثابت قدم رہے۔ اس آزمائش کی دوسری حکمت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَلَيُمَخِّصَنَّ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ، اور تاکہ اللہ تعالیٰ خالص کر دے اس چیز کو جو تمہارے دلوں میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دلوں میں جو مختلف دوسوے اور شبہات پیدا ہو رہے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو دور کر کے ایمان والوں کے دلوں کو ایسی اشیاء سے پاک کر دیا ہے۔ اس مقام پر آزمائش کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے صدور کا لفظ فرمایا، کہ تمہارے سینوں میں جو بات پوشیدہ ہے اس کو آزمائے۔ اور آگے جہاں پاک صاف کرنے کا ذکر ہے وہاں قلوب کا لفظ آیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عقیدہ ایمان اور اخلاص کا مرکز دل ہے۔ لہذا اس کی پاکیزگی کی ضرورت ہے۔ تاکہ انسان کا عقیدہ اور ایمان درست ہو جائے۔ اور اس میں دین کے لئے اخلاص پیدا ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ مومن لوگ امتحان میں پاک صاف ہو کر نکلتے ہیں۔ جب کہ روگی دل والے تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس آزمائش کے ذریعے ہم نے تمہارے دلوں میں موجود میل کچیل کو

صاف فرمادیا ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذٰتِ الصُّدُوْرِ ۝ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے دلوں کے رازوں کو۔ اس سے تمہاری کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ خواہ وہ زبان پر آئے یا نہ آئے۔

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَيْنِ ، إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ
 الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا ، وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ ، إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ
 حَلِيمٌ ﴿٥٤﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا
 لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًى لَوْ كَانُوا
 عِنْدَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا ، لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَلِكَ حَسْرَةً فِي
 قُلُوبِهِمْ ، وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ، وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٥٥﴾
 وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ
 مِمَّا يَجْمَعُونَ ﴿٥٦﴾ وَلَئِنْ مُتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى اللَّهِ تُحْشَرُونَ ﴿٥٧﴾

إِنَّ الَّذِينَ ، بے شک وہ لوگ ۔ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ ، جنہوں نے پیٹھ پھیری تم میں سے ۔ يَوْمَ الْتَقَى
 الْجَمْعَيْنِ ، اس دن جب آمنے سامنے ہوئیں دو جماعتیں ۔ إِنَّمَا ، پختہ بات ہے ۔ اسْتَزَلَّهُمُ
 الشَّيْطَانُ ، ان کو پھلایا شیطان نے ۔ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا ، ان کی بعض کمائی کی وجہ سے ۔ وَلَقَدْ
 عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ ، اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ان کو ۔ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ، بے
 شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے ، تحمل کرنے والا ہے ۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ، اے لوگو! جو ایمان
 لائے ہو ۔ لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ ، نہ ہو جاؤ تم ان لوگوں کی طرح ۔ كَفَرُوا ، جنہوں نے کفر
 اختیار کیا ۔ وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ ، اور کہا انہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں ۔ إِذَا ضَرَبُوا

فِي الْأَرْضِ، جب وہ چلے زمین میں۔ أَوْ كَانُوا غُرَى، یا تھے وہ غازی اور مجاہد۔ لَوْ كَانُوا
عِنْدَنَا، اگر ہوتے وہ ہمارے پاس۔ مَا مَاتُوا، نہ مرتے۔ وَمَا قُتِلُوا، اور نہ قتل کئے جاتے۔
لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَلِكُمْ، تاکہ کر دے اللہ تعالیٰ ان کی اس بات کو۔ خَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ، افسوس کی
چیز ان کے دلوں میں۔ وَاللَّهُ يُخَيِّبُ، اور اللہ تعالیٰ ہی زندہ کرتا ہے۔ وَيُمِيتُ، اور مارتا ہے۔
وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝، اور اللہ تعالیٰ جو عمل تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ، اور
البتہ اگر تم قتل کر دیئے جاؤ۔ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ أَوْ مَاتُمْ، یا طبعی موت مر
جاؤ۔ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ، البتہ بخشش اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ وَرَحْمَةٌ، اور اللہ تعالیٰ کی
رحمت۔ خَيْرٌ، بہتر ہے۔ مِمَّا يَجْمَعُونَ ۝، اگر چیز سے جس کو یہ جمع کرتے ہیں۔
وَلَئِنْ مَاتُمْ، اور اگر تم مر جاؤ۔ أَوْ قُتِلْتُمْ، یا مارے جاؤ۔ لَا أَلَى اللَّهِ تُحْشِرُونَ ۝، البتہ تم اللہ
تعالیٰ کی طرف ہی جمع کئے جاؤ گے۔

آپ خاصی تفصیل کے ساتھ سن چکے ہیں کہ غزوہٴ احد میں مسلمانوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا کہ
ستر آدمی شہید ہو گئے۔ اور بہت سارے زخمی ہوئے مالِ غنیمت ہاتھ سے نکل گیا آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کا چہرہٴ اقدس زخمی ہوا اور کافروں نے طرفین سے اس طرح حملہ کیا کہ بارہ تیرہ
آدمیوں کے سوا کوئی بھی میدان میں نہ ٹھہر سکا۔ بارہ تیرہ آدمی میدان میں کھڑے رہے اور
ڈٹ کر لڑتے رہے۔ باقی سارے بھاگ گئے۔ ان بھاگنے والوں میں عثمان بن عفان رضی
اللہ عنہ بھی تھے۔ جن کو آج تک مخالف معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور حضرت عثمان
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف یہ ذہن آج کی پیداوار نہیں ہے۔ بلکہ رافضیوں کے دادا عبد اللہ
بن سبا یہودی یمنی کا تیار کیا ہوا ہے مصر میں اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف ذہن بنایا

عموماً اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف ذہن بنایا خصوصاً چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ تھے۔ اس لئے مصریوں نے ان کے خلاف خوب پروپیگنڈہ کیا۔ بخاری شریف اور دیگر کتابوں میں روایت آتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسجد حرام میں لوگوں کا ایک مجمع تھا۔ اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف فرما تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان لوگوں میں درجے کے اعتبار سے بھی بڑے تھے۔ لہذا کچھ لوگ تو ان سے مسائل پوچھ رہے تھے کچھ زیارت کر رہے تھے اور کچھ لوگ ان کی مجلس میں بیٹھنے کو سعادت سمجھتے ہوئے بیٹھتے تھے۔ (اور احادیث میں آتا ہے کہ نیک لوگوں پر اللہ تعالیٰ رحمت نازل کرتا ہے تو نیک لوگوں کی مجلس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت برسی ہے وہاں بیٹھنے والے بھی رحمت سے محروم نہیں ہوتے چاہے خاموش ہی بیٹھے رہیں)۔ تو اس مجمع میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تشریف فرما تھے۔ اور لوگ ان کے ارد گرد جمع تھے۔ "جَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ مِصْرٍ"۔ ایک مصری آدمی آیا اور سوال کیا کہ یہ بابا جی کون ہیں؟ جس کے ارد گرد لوگ جمع ہیں؟۔ لوگوں نے بتایا کہ عبداللہ بن عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہما ہیں۔ یہ مصری بڑا منہ پھٹ تھا۔ کہنے لگا کہ نام تو میں نے سنا تھا لیکن دیکھا نہیں تھا۔ آدمیوں سے گزرتا ہوا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے جا کر بیٹھ گیا کہنے لگا میں نے آپ سے کچھ پوچھنا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا پوچھ لو۔ کہنے لگا کہ یہ بتاؤ کہ عثمان اچھا آدمی تھا یا بُرا؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے بعد درجہ ہے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ان کے بعد درجہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ان کے بعد درجہ ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا۔ وہ بہت اچھے انسان تھے۔ وہ مصری کہنے لگا عثمان کا درجہ کس چیز کا ہے؟ مجھے یہ بتاؤ کہ عثمان

غزوہ بدر میں شریک تھا؟ فرمایا نہیں۔ کہنے لگا تمام غزوات میں غزوہ بدر ہی تو بڑا اہم غزوہ تھا اور اس غزوے میں وہ غیر حاضر رہا اور تم کہتے ہو کہ وہ اچھا آدمی تھا۔ دوسرا سوال یہ کیا کہ بتاؤ غزوہ احد کے بھاگنے والوں میں عثمان بھی تھا یا نہیں؟ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں، بھاگنے والوں میں وہ بھی تھا۔ کہنے لگا پھر کس طرح وہ اچھا ہوا اور درجے والا ہوا؟۔ تیسرا سوال کہنے لگا یہ بتاؤ کہ حدیبیہ کے مقام پر کیکر کے درخت کے نیچے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیعت کی تھی عثمان اس بیعت میں شریک تھا؟ فرمایا نہیں۔ خوشی کی وجہ سے اس نے نعرہ لگایا۔ ”اللہ اکبر“۔ اسلام میں یہی تین مقام تو اچھے ہیں اور وہ ان تینوں موقعوں پر غیر حاضر رہا۔ پھر تم اس کی فضیلت کے گیت گاتے ہو؟۔ جب نعرہ لگا کر اٹھ کے جانے لگا تو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو دامن سے پکڑ لیا اور فرمایا۔ صرف سوال نہ ذہن میں جمائے رکھ ان کے جوابات بھی سن لو۔ بدر کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں، وہ بیمار تھیں۔ اور گھر میں کوئی اور آدمی نہ تھا نہ کوئی مرد نہ کوئی عورت نہ بوڑھا، نہ جوان، نہ بچہ غزوہ بدر کے موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی پانی کی ٹکٹی لی ستوا اور کچھوروں والا تھیلا بھی پکڑا لیا اور ضروری ہتھیار لئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل پڑے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان (رضی اللہ عنہ) تو نہیں جاسکتا۔ عرض کیا حضرت ”أَوَّلُ غَزْوَةٍ فِي الْإِسْلَامِ“۔ اس میں یہ پہلا غزوہ اور جہاد ہے۔ اور میں اس میں شریک نہیں ہو سکتا۔ فرمایا ہاں! نہیں ہو سکتا۔ حضرت کیوں؟ فرمایا تیری بیوی میری خت جگر بیٹی سخت بیمار ہے اور تیرے گھر تیرے سوا اور کوئی آدمی نہیں ہے۔ جو اس کی خبر

گیری کرے اس کو دوائی کون دے گا؟ اٹھائے گا، بٹھائے گا کون؟۔ اس کو روٹی پانی کون کھلائے پلائے گا؟۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت میں نے محلے کی عورتوں کو کہہ دیا ہے وہ آ کر خدمت کریں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محلے کی عورتیں دن کو آ جائیں گی (مثال کے طور پر) رات کو تو وہ اپنا گھر سنبھالیں گی۔ اپنے بچے سنبھالیں گی یا اس کا انتظام اور خدمت کریں گی؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رو پڑے کہ حضرت اسلام میں پہلا جہاد ہے میں اس سے محروم ہو جاؤں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رقیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تیری بیوی ہے اور میری بیٹی ہے اس کا بھی تیرے اوپر حق ہے عرض کیا حضرت میں جہاد کی فضیلت سے محروم رہوں گا؟ فرمایا! نہیں۔ جتنا اجر و ثواب بدر میں لڑنے والوں کو ملے گا اتنا تجھے گھر بیٹھے ملے گا۔ اور مال غنیمت جتنا دوسروں کو ملے گا تجھے بھی اتنا ہی ملے گا تو گھر بیٹھے برابر کا شریک ہے۔ (اسی لئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بدر یوں میں شمار کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ بنفسِ نفس بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکماً بدر میں شریک فرمایا۔ چنانچہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بدر کی غنیمت میں سے برابر حصہ دیا گیا)۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اے مصری! اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض کرنا سراسر غلط ہے۔ وہ تو غزوہ بدر میں شرکت کے لئے بے چین تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکماً فرمایا کہ تو نے گھر ٹھہرنا ہے۔ اس میں ان کا کیا قصور ہے؟۔ اور تیرا دوسرا اعتراض ہے احد سے بھاگنے کا تو ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **إِنَّ الَّذِينَ، بَشَكَوْا لَكُمْ، تَوَلَّوْا مِنْكُمْ، جُنُودًا، يَوْمَ، التَّقِي الْجَمْعِيْنَ، اس دن جب آمنے سامنے ہوئیں دو جماعتیں۔ اِنَّمَا، بَخْتَةَ بَاتِ هِيَ۔**

اَسْتَزَلُّهُمْ الشَّيْطٰنُ، ان کو پھسلا یا شیطان نے۔ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا، ان کی بعض کمائی کی وجہ سے۔ کل تفصیل کے ساتھ آپ سن چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک حکم کی تعمیل نہیں ہوئی تھی اس وجہ سے شیطان نے ان کو پھسلا یا اور غلطی ہو گئی۔ مگر اب تم رب تعالیٰ کا فیصلہ سن لو۔ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ، اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ان کو۔ اب ذرا توجہ کرو اور لام بھی تاکید کا قد بھی تاکید کا اور ماضی پر داخل ہیں معنی بنے گا اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔ بھائی ان سے لغزش اور غلطی ہوئی ہے۔ پھر اس کو گناہ گناہ کہتے پھرنا خود گناہ ہے اور یہ کہنے والا مجرم ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے، تحمل کرنے والا ہے۔ باقی رہا حدیبیہ کا مسئلہ کہ بیعت کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہیں تھے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ ۶ھ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ سو/۱۵۰۰ صحابہ گرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مکہ مکرمہ کا قصد فرمایا لیکن جب مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاسوس نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ اہل مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر پاتے ہی لشکر جمع کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ کے لئے تئل گئے ہیں۔ اور یہ عہد کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑا سا ہٹ کر حدیبیہ میں قیام کرنے کے بعد حضرت خراش بن امیہ خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک اونٹ پر سوار کر کے اہل مکہ کے پاس بھیجا کہ ان کو خبر کریں کہ ہم فقط بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ جنگ کے لئے نہیں آئے۔ مکہ والوں نے ان کے اونٹ کو ذبح کر ڈالا۔ اور ارادہ کیا ان کو بھی قتل کرنے کا مگر وہ اپنی جان بچا کر واپس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سارا واقعہ بیان فرمایا۔ اس کے بعد مکہ والوں

کے یکے بعد دیگرے کئی نماز آئے مگر گرم سرد ہو کر واپس چلے جاتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی، حضرت ہمیں بھی کوئی اپنا نماز بھیننا چاہیے۔ تاکہ وہ ان کے بڑوں سے گفتگو کرے شاید ان کو سمجھ آ جائے۔ کہ ہم لانے کے لئے نہیں آئے۔ ہم نے احرام باندھے ہوئے ہیں۔ اور ہم زبان سے ”اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ“ کے نعرے لگا رہے ہیں۔ ہم صرف عمرہ کرنا چاہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری رائے صحیح ہے ہمیں بھی کوئی نماز بھیننا چاہیے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیننا چاہیے۔ چنانچہ ان کو بلایا اور فرمایا، عمر! قریش مکہ کے نماز آتے رہے ہیں۔ اور گرمی کھا کے جاتے رہے ہیں۔ ساتھیوں کا بھی خیال ہے اور میری بھی رائے ہے کہ ہم بھی کوئی اپنا نماز بھینیں تاکہ ان کے جو سمجھدار معمر آدمی ہیں ان کے ساتھ بات چیت کرے۔ شاید وہ ہمیں عمرے کی اجازت دے دیں۔ یہاں سے مکہ اب صرف چھ میل کا سفر باقی رہ گیا ہے۔ اور اب تو مکہ حدیبیہ سے بھی آگے چلا گیا ہے۔ پھر فرمایا عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ چلے جائیں؟ اور اہل مکہ سے بات کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضرت آپ کے ارشاد کی دو شقیں ہیں۔ ایک شق یہ ہے کہ ہمارا کوئی نماز بھیننا چاہیے میں اس شق کے ساتھ تو اتفاق کرتا ہوں اور دوسری شق یہ ہے کہ میں نماز بھیننے بن کے جاؤں تو مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انکار نہیں ہے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ میری طبیعت میں تیزی ہے۔ خلاف طبیعت کوئی بات میں سن نہیں سکتا۔ (اپنا اپنا مزاج ہوتا ہے)۔ حضرت وہاں اگر کوئی ایسی بات ہو جائے جو تیزی کی ہو۔ اور بات بننے کی بجائے الٹی گزرنے جائے۔ حضرت میری رائے ہے کہ عثمان بن عفان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بھیجو۔ وہ ٹھنڈی طبیعت کا آدمی ہے۔ سنے

گا بھی اور سنائے گا بھی۔ (حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزاج ایسا تھا جیسے برف کی ڈلی ہو)۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نمائندہ بنا کر بھیج دیا گیا۔ جس وقت یہ وہاں پہنچے تو کافروں نے کہا کہ تو احرام کی حالت میں ہے عمرہ کر لے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نہیں۔ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ کا طواف اور سعی بین الصفا والمروہ نہیں کریں گے میں بھی نہیں کروں گا۔ قریش مکہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کعبۃ اللہ میں بند کر کے تالا لگا دیا۔ اور مشہور کر دیا کہ۔ ”إِنَّ عُثْمَانَ قَدْ قُتِلَ“۔ عثمان کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس سے وہ مسلمانوں کا ردِ عمل دیکھنا چاہتے تھے کہ اس پر مسلمانوں کا کیا ردِ عمل ہے؟۔ ورنہ وہ اتنے پاگل نہیں تھے کہ سفیر کو قتل کر دیتے۔ چنانچہ یہ خبر جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر دیا گیا ہے دو پہر کا وقت تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیکر کے درخت کے نیچے تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آؤ میرے ہاتھ پر بیعت کرو، کس بات کی بیعت؟ تو بخاری شریف میں دو لفظ آئے ہیں۔ ایک ”عَلَى الْمَوْتِ“ کا کہ ہم جانیں قربان کر دیں گے۔ اور سفیر کا بدلہ لیں گے۔ اور دوسرا لفظ آتا ہے۔ ”عَلَى أَنْ لَا نَفِرَ“۔ کہ ہم بھاگیں گے نہیں۔ پندرہ سو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر بیعت فرمائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا داہنا ہاتھ بلند فرمایا اور فرمایا! یہ کیا ہے؟۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کہا کہ حضرت یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا داہنا ہاتھ ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بائیں ہاتھ اٹھایا اور فرمایا یہ کیا ہے؟۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ حضرت یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بائیں ہاتھ ہے۔ فرمایا! اس بیعت کا بڑا درجہ ہے اور عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو میں

نے اپنے کام بھیجا ہے۔ وہ اس بیعت سے محروم نہ رہ جائیں فرمایا، یہ میرا بایاں ہاتھ عثمان کا ہاتھ سمجھو۔ اس کی طرف سے بیعت لیتا ہوں۔ چنانچہ اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں پر رکھ کر فرمایا کہ یہ بیعت عثمان کی جانب سے ہے۔ اس بیعت کا تو سبب ہی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور ان کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت بھی لی۔ تو وہ کس طرح محروم ہو گئے۔ معاذ اللہ تعالیٰ! تو ان وجوہ سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اعتراض کرنا بڑی نادانی اور حماقت ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطاء فرمائے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی ایک شرارت کا ذکر فرما کر مسلمانوں کو ان سے بچنے کی نصیحت فرمائی ہے۔ فرمایا، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا، اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا، نہ ہو جاؤ تم ان لوگوں کی طرح جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ یعنی منافقین۔ وَقَالُوا لِأَخْوَانِهِمْ، اور کہا انہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں۔ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ، جب وہ چلے زمین میں۔ مدینہ منورہ سے جہاد کے لئے۔ أَوْ كَانُوا غَزَى، یا تھے وہ غازی اور مجاہد۔ منافقین کے ساتھ رشتہ داریاں تو نہیں تھیں کوئی کسی کا باپ تھا کسی کا چچا تھا۔ کسی کا بھائی تھا۔ تو انہوں نے یہ کہا، لَوْ كَانُوا عِنْدَنَا، اگر ہوتے وہ ہمارے پاس۔ مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا، نہ مرتے اور نہ قتل کئے جاتے۔ یعنی یہ منافق کہتے ہیں کہ ہم نے جاتے وقت کہا تھا کہ نہ جاؤ لیکن ہماری بات کسی نے نہیں سنی۔ اگر ہماری بات مان لیتے تو بچ جاتے۔ فرمایا، ان کافروں کی طرح نہ ہو جانا جو یہ کہہ رہے ہیں۔ لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ، تاکہ کر دے اللہ تعالیٰ ان کی اس بات کو افسوس کی چیز ان کے دلوں میں۔ کہ اللہ تعالیٰ منافقوں کے دلوں میں حسرت پیدا کر دے کہ جب قیامت کے دن غازیوں اور مجاہدوں کو درجے ملیں گے تو یہ منافق افسوس کریں گے اور کہیں گے کاش کہ ہمارے بدن اور

قینچیوں کے ساتھ کاٹ دیئے جاتے۔ اور ہم بھی ان کی راہ پر چلتے۔ مگر۔

اب پچھتائے کیا ہوت

جب چیزیاں چک گئیں کھیت

وَاللّٰهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ، اور اللہ تعالیٰ ہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

بَصِيرٌ ۝ ، اور اللہ تعالیٰ جو عمل تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔ اَللّٰهُ تَعَالٰی فرماتے ہیں۔ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِي

سَبِيلِ اللّٰهِ ، اور البتہ اگر تم قتل کر دیئے جاؤ اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ اَوْ مُتُّمُ ، يَا اللّٰهُ تَعَالٰی کی راہ

میں نکلنے کے بعد طبعی موت مر جاؤ۔ لَمَغْفِرَةً مِّنَ اللّٰهِ ، البتہ بخشش اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

وَرَحْمَةً خَيْرٌ ، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت ہی بہتر ہے۔ مِمَّا يَجْمَعُونَ ۝ ، اس چیز سے جس

کو یہ جمع کرتے ہیں۔ یعنی مال، دولت وغیرہ۔ وَلَئِنْ مُتُّمُ اَوْ قُتِلْتُمْ ، اور اگر تم مر جاؤ یا مارنے

جاؤ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُحْشَرُونَ ۝ ، البتہ تم اللہ تعالیٰ کی طرف ہی جمع کئے جاؤ گے۔ یعنی جس

حالت میں بھی کوئی مر جائے سب نے اللہ تعالیٰ کے ہاں ہی جانا ہے۔ اور رتی رتی کا حساب

ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ نیکیوں کا بدلہ دے گا اور برائی کی سزا۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین

کر لیں۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًا غَلِيظَ الْقَلْبِ
لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ
فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ
الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿١٥٠﴾ إِنَّ يَنْصُرْكُمْ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَخُذْكُمْ
فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ
﴿١٥١﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يَغُلَّ وَمَنْ يَغُلَّ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ
تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٥٢﴾ أَفَمَنْ اتَّبَعَ
رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَا وَهَّ جَهَنَّمَ ، وَبِئْسَ
الْمَصِيرُ ﴿١٥٣﴾ هُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللَّهِ ، وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٥٤﴾

فَبِمَا رَحْمَةٍ، پس بسبب رحمت کے۔ مِّنَ اللَّهِ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ لِنْتَ لَهُمْ، تو ان کے لئے نرم واقع ہوا ہے۔ وَلَوْ كُنْتَ فَظًا، اور اگر ہوتا سخت مزاج۔ غَلِيظَ الْقَلْبِ، سخت دل والا۔ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ، تو یہ بھاگ جاتے تیرے آس پاس سے۔ فَاعْفُ عَنْهُمْ، پس تو ان کو معاف کر دے۔ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ، اور ان کے لئے مغفرت طلب کر اللہ تعالیٰ سے۔ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ، اور ان کے ساتھ مشورہ کر معاملات میں۔ فَإِذَا عَزَمْتَ، پس جب تو ارادہ کر لے۔ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ، پس اللہ تعالیٰ پر توکل کر۔ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ

لَمْ تَوَكِّلِينَ ۝ بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے توکل کرنے والوں کے ساتھ۔ اِنْ يَنْصُرُكُمْ
اللَّهُ، اگر تمہاری مدد کرے اللہ تعالیٰ۔ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ؛ پس تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ وَاِنْ
يَخْذُلْكُمْ، اور اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد ختم کر دے۔ فَمَنْ ذَا الَّذِي؛ پس کون ہے وہ ذات۔
يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ، جو تمہاری مدد کرے گی اللہ تعالیٰ کے بعد۔ وَعَلَى اللَّهِ، اور اللہ تعالیٰ کی
ذات پر ہی۔ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝، پس چاہیے کہ توکل کریں ایمان والے۔ وَمَا كَانَ
لِنَبِيِّ، اور نبی سے لائق کسی نبی کے۔ اَنْ يَغْلِبَ، یہ کہ وہ خیانت کرے۔ وَمَنْ يَغْلِبْ، اور جس نے
خیانت کی۔ يَأْتِ بِمَا غَلَّ، لائے گا اس چیز کو جو اس نے خیانت کی۔ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، قیامت
والے دن۔ ثُمَّ تُوَفَّى، پھر پورا پورا دیا جائے گا۔ كُلُّ نَفْسٍ، ہر نفس کو۔ مَا كَسَبَتْ، جو اس نے
کمایا۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اَفَمَنْ اتَّبَعَ، کیا پس وہ شخص جس
نے پیروی کی۔ ضَوَانَ اللَّهِ، اللہ تعالیٰ کی رضا کی۔ كَمَنْ بَاءَ، اس شخص کی طرح ہو جائے گا
جولوٹا۔ يَسْحَبُ مِنَ اللَّهِ، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی لے کر۔ وَمَا وَهُ جَهَنَّمَ، اور جس کا ٹھکانہ جہنم
ہے۔ وَيَسْئَسُ الْمَصِيرُ ☆، اور برا ہے وہ ٹھکانہ۔ هُمْ ذَرْجُتٌ، ان کے درجے ہیں۔
عِنْدَ اللَّهِ، اللہ تعالیٰ کے ہاں۔ وَاللَّهُ بَصِيرٌ، اور اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ بِمَا يَعْمَلُونَ ۝، اس چیز
کو جو وہ عمل کرتے ہیں۔

پہلے سے غزوہ احد کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ اور یہ بات بھی آپ قدرے تفصیل کے ساتھ سن چکے
ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس آدمیوں کا ایک دستہ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ
عنه کی امارت میں جبل رُمَاة کے اہم مورچے پر مقرر فرمایا تھا۔ اور ان کو بڑی تاکید کے ساتھ
حکم دیا تھا کہ فتح ہو یا شکست تم نے یہ مورچہ نہیں چھوڑنا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک

تاکید فرمائی کہ دشمن نے ہمیں شہید کر دیا ہے اور پرندے ہمارا گوشت نوچ رہے ہیں تم نے مورچہ پھر بھی نہیں چھوڑنا۔ باوجود اتنی تاکید کے ان سے غلطی نہیں کی بنیاد پر غلطی ہوئی۔ بدینتی کی وجہ سے نہیں کم نہیں کی وجہ سے نتیجہ یہ نکلا کہ ستر آدمی شہید ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس زخمی ہوا جیتا ہوا میدان ہار گئے۔ بہت نقصان ہوا چاہیے تو یہ تھا کہ مورچہ چھوڑ کر نیچے اتر آئے تھے، اور زندہ بچ گئے تھے۔ ان کو کھڑا کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیروں سے اڑا دیتے کہ تم نے میدان جنگ میں اتنی بڑی غلطی کی ہے۔ اور تمہاری غلطی کی وجہ سے اتنا بڑا نقصان ہوا ہے۔ ظاہری حالات کو دیکھا جائے تو ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو کچھ نہیں کہا۔ اس کا ذکر ہے۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ، پس بسبب رحمت کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ لَئِن لَّمْ يَكْفُرْ لُكُلُ الْبَشَرِ لَكُنْتَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ، تو ان کے لئے نرم واقع ہوا ہے۔ دیکھو کتنی بڑی غلطی تھی۔ اور اس سے کتنا بڑا نقصان ہوا لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو سزا نہیں دی اور کل کے درس میں آپ سن چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بھی معاف فرمادیا۔ انہوں نے اپنی غلطی سے توبہ کی اور حدیث میں آتا ہے۔ "التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ"۔ صحیح معنی میں گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں ہے۔ پھر توبہ قبول کر لے اور اعلان فرمادے کہ میں نے معاف کر دیا ہے۔ تو پھر گناہ کہاں رہا؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگائیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ہجرت کے آٹھویں سال مکہ مکرمہ سے بیس میل دور جحرانہ کے مقام پر جہاں سے بڑے عمرے کا احرام باندھا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے جو حنین سے حاصل ہوا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اتنا مالِ غنیمت کسی اور موقع پر حاصل نہیں

ہوا۔ جتنا غزوہ حنین کے موقع پر حاصل ہوا تھا۔ چالیس ہزار بکریاں چوبیس ہزار اونٹ منوں کے حساب سے سونا چاندی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مال زیادہ تر ان لوگوں کو دیا جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ اور دیا بھی اس انداز سے کہ کسی کو سوا اونٹ کسی کو پچاس اونٹ خر قوص نامی ایک آدمی تھا قبیلہ بنو تمیم کا۔ ”ذُو الْحَوْبِصْرَةِ“۔ اس کا لقب تھا۔ ایک بازو اس کا قدرتی طور پر نہیں تھا۔ اور بازو کی جگہ گوشت کا لوتھڑا تھا جو نلتا رہتا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ اس انداز سے تقسیم ہو رہی ہے کہ کسی کو دو سوا اونٹ کسی کو سو کسی کو دس اور کسی کو کچھ نہیں دیا جا رہا۔ تو اس نے مجلس میں کہا۔ ”مَا عَدَلْتُ فِي قِسْمَتِكَ يَا مُحَمَّدٌ؟“۔ اے محمد تو نے تقسیم میں ظلم کیا ہے، عدل نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”فَمَنْ يَعْدِلُ اِنْ لَمْ اَعْدِلْ؟“۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کی زمین پر کون انصاف کرے گا اگر میں انصاف نہیں کروں گا؟۔ اب پہلے تو اس کا طرزِ مخاطب دیکھو۔ کیا گستاخانہ ہے کہ يَا رَسُولَ اللّٰهِ نہیں کہا، يَا نَبِيَّ اللّٰهِ نہیں کہا، يَا حَبِيبَ اللّٰهِ نہیں کہا۔ بغیر القاب کے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیا۔ بے شک محمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ہے۔ لیکن بغیر القاب کے خالی یا محمد کہہ کر پکارنے میں گستاخی کا پہلو نکلتا ہے۔ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ، یا حبیب اللہ میں ادب و احترام ہے۔ مثال کے طور پر میرا نام ہے محمد سرفراز تو میرا نام لے کر میرے ساتھ وہ بات کریں گے جو میرے بے تکلف دوست ہوں گے۔ یا مجھ سے عمر میں بڑے ہوں گے۔ اور اگر چھوٹوں نہیں۔ کوئی میرا نام لے کر بات کرے گا آپ سب اس انداز کو برا منائیں گے۔ تو یاد رکھنا اسی طرح خالی یا محمد کہنے میں بھی گستاخی کا پہلو ہے۔ پہلے تو اس نے انداز گفتگو غلط اختیار کیا اور پھر کہا کہ تو نے انصاف نہیں کیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پاس موجود تھے کہنے لگے حضرت مجھے اجازت دو

میں اس کا سرا تار دوں اور واقعی وہ اس لائق تھا کہ اس کا سر قلم کر دیا جاتا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چھوڑو کچھ نہ کہو۔ لوگ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بڑے حوصلے والے بیان کئے جاتے ہیں مگر اتنا حوصلہ بھی نہیں تھا کہ اپنے خلاف ایک جملہ بھی برداشت کرتے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی کا نتیجہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کچھ نہیں کہا۔ اسی طرح قرآن پاک کے تیسیوں/۲۳ پارے میں آتا ہے کہ کافر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر اور کذاب کہتے تھے کہ یہ جادو گر اور بڑا جھوٹا ہے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم برداشت کرتے تھے اور مسکرا کر چلے جاتے تھے۔ آج ہمیں کوئی جھوٹا کہہ کہہ دیکھے نا!۔ پھر دیکھئے جاتا کہاں ہے۔ یا وہ نہیں یا ہم نہیں ہیں۔ فرمایا، **وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا، فَمَا كَانَ سَخِطَ مِزَاجٍ،** اور اگر ہوتے آپ سخت مزاج۔ **غَلِيظَ الْقَلْبِ، سَخِطَ دَلِ الْاَلَا۔ لَانَقْضُوا مِنْ حَوْلِكَ،** تو یہ بھاگ جاتے تیرے آس پاس سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ بیٹھتے۔ اور ظاہر بات ہے آدمی بد اخلاق، ضدی اور سخت دل ہو اور اپنی من مانی کرے تو اس کے قریب کون آئے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نرم مزاج اعلیٰ اخلاق والے ہیں۔ اسی لئے غزوة احد میں جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تتر بتر ہرنے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی سرزنش نہیں فرمائی۔ البتہ دل میں رنجش کا امکان باقی تھا کہ انہوں نے خلاف توقع عمل کیوں کیا ہے؟۔ اور جنگی نقطہ نظر سے بڑی غلطی کی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے سفارش فرمادی کہ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم **فَاعْفُ عَنْهُمْ،** پس تو ان کو معاف کر دے۔ **وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ،** اور ان کے لئے مغفرت طلب کر اللہ تعالیٰ سے۔ کہ اے پروردگار ان سے جو غلطی اور گناہ ہوا ہے کم فہمی کی وجہ سے ہوا ہے۔ بد نیتی کی وجہ سے نہیں ہوا۔ پروردگار تو ان کو معاف فرما دے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ، اور ان کے ساتھ مشورہ کر معاملات میں۔ یعنی آئندہ کوئی مسئلہ پیش آجائے تو ان کو مشورے میں شریک کرنا کہ یہ محسوس نہ کریں کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ناراض ہیں۔ اس لئے قریب نہیں آنے دیتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ یا دیگر معاملات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کر لیا کرتے تھے۔ ہاں مشورہ کی ضرورت ان امور میں پیش آتی تھی جن میں وحی الہی کے ذریعے واضح حکم موجود نہیں ہوتا تھا۔ اور ایسے معاملات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد بھی کرتے تھے۔ اور مشورہ بھی ہوتا تھا۔ اور یاد رکھیں! ایسی چیزیں جن کے متعلق احکامات قرآن میں نہیں ہیں۔ حدیث پاک میں نہیں ہیں۔ اور اجماع امت سے ثابت نہیں ہیں۔ ان کے متعلق مشورہ قیامت تک باقی رہے گا۔ اور ہر حکومت کو حق حاصل ہے کہ جو مسائل منصوص نہیں ہیں یعنی قرآن پاک سے ثابت نہیں ہیں حدیث سے ثابت نہیں ہیں۔ اجماع امت سے ثابت نہیں ہیں۔ ان کے متعلق آپس میں مشورہ کریں۔ حکم ہے، وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ، کوئی معاملہ پیش آجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ مشورہ کریں۔ حدیث پاک میں آتا ہے جو لوگ فقیہ اور سمجھدار ہیں ان سے مشورہ کرو۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی کا ذہن کسی طرف نہیں جاتا اور وہ بات دوسرے کی سمجھ میں آجاتی ہے۔ تو اس طرح مشورے کا فائدہ ہوگا اور معاملہ خوش اسلوبی کے ساتھ طے پا جائے گا۔ اور جو مسائل منصوص ہیں۔ قرآن سے ثابت ہیں، حدیث شریف سے ثابت ہیں، اجماع امت سے ثابت ہیں۔ ان کے متعلق مشورے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جیسے نماز ہے روزہ ہے۔ حج ہے، زکوٰۃ ہے۔ چار عورتوں کے ساتھ نکاح کا جواز ہے۔ یا سود کا حرام ہونا ہے۔ مثلاً اب اگر کوئی مشورہ کرے کہ سود حرام ہے یا

حلال ہے تو ایسا آدمی ملحد اور زندیق ہے تو مشورہ ان چیزوں میں ہے جو مخصوص نہیں ہیں۔ اور مشورے کے بعد جب معاملہ طے ہو جائے۔ فَإِذَا عَزَمْتَ، پس جب تو ارادہ کر لے۔ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ، پس اللہ تعالیٰ پر توکل کر۔ سوچنے سمجھنے اور ساتھیوں سے مشورہ کرنے کے بعد جب کسی کام کا ارادہ کر لیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرو۔ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ، بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے توکل کرنے والوں کے ساتھ۔ کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ توکل کا یہ معنی نہیں ہے کہ آدمی ہاتھ پاؤں نہ پھیلائے بلکہ جو کام کرنا ہے اس کے لئے ہاتھ پاؤں مارے۔ محنت کوشش کرے اور اس کا نتیجہ رب تعالیٰ پر چھوڑ دے۔

توکل کا یہ مطلب ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا

پھر انجام اس کی تیزی کا مقدر کے حوالے کر

اور اگر کام کے لئے ہاتھ پاؤں ہی نہیں ہلاتا محنت کوشش نہیں کرتا۔ تو شریعت میں اس کا نام "تَعْطَلُ" ہے۔ جس کو پنجابی میں ہڈ حرامی کہتے ہیں۔ إِنَّ يَنْصُرْكُمْ اللَّهُ، اگر تمہاری مدد کرے اللہ تعالیٰ۔ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ، پس تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ پھر تاریخ بتاتی ہے کہ موتہ کے مقام پر تین ہزار نے ایک لاکھ پر غلبہ حاصل کیا اور یرموک کے مقام پر پچاس ہزار/۳۵۰۰۰ نے سات لاکھ پر غلبہ پایا۔ بے شمار ایسے جہاد ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت سے تھوڑے بہتوں پر غالب آئے۔ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ، اور اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد ختم کر دے۔ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرْكُمْ مِنْ بَعْدِهِ، جو تمہاری مدد کرے گی اللہ تعالیٰ کے بعد۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہے کوئی ٹھکانہ؟ ہے کوئی مددگار؟ ہے کوئی مشکل کشا، حاجت روا، فریاد رس، کوئی دیکھنے والا نہیں ہے۔ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ☆، اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی توکل

کر ایمان دے۔ اس۔ پہلے ائمہ۔ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عالی کا ذکر تھا۔ آگے فرمایا جس طرح پیغمبر علیہ السلام کے اخلاقِ عالی ہیں اسی طرح وہ امین اور دیانت دار بھی ہیں۔ مالِ غنیمت کی تقسیم کے موقع پر ایک واقعہ پیش آیا تھا بعض حصرات بدر کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ لہذا زیادہ تر احد کا معاملہ ہے۔ عروہ حد میں اگرچہ زیادہ مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گیا تھا۔ مگر تھوڑا بہت مالِ غنیمت مسلمانوں کے پاس رہ گیا تھا۔ اور تقسیم کے وقت منافق بھی پہنچ گئے تھے کہ شاید ہمیں بھی کچھ مل جائے کسی نے کہا کہ مالِ غنیمت میں ایک عمدہ گرم کھل بھا نظر نہیں آ رہا۔ ایک منافق نے کہا کہ آحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا سوگا۔ بھائی اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لینا موتا تو سب کے سامنے اٹھالیتے احادیث میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت تھی کہ مالِ غنیمت میں سے جو چاہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو چیز پسند آئے اپنی مرضی سے لے سکتے ہیں۔ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی شئی اس طرح لی نہیں ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح چھپانے کی کیا ضرورت تھی؟۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغْلُ. اور نہیں ہے لائق کسی نبی کے یہ کہ وہ خیانت کرے۔ غلول مالِ غنیمت میں سے کسی چیز کے چھپالینے کو کہتے ہیں۔ تو نبی کی شان نہیں ہے کہ مالِ غنیمت میں سے کوئی چیز خفیہ طریقے سے لے لے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ مالِ غنیمت میں جو چیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہو، لے سکتے ہو۔ تو بھرا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو غلول کی کیا ضرورت ہے؟۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ فرمایا، وَمَنْ يَغْلُلْ، اور جس نے خیانت کی۔ يَأْتِ بِمِغْلَلٍ، لائے گا اس چیز کو جو اس نے خیانت کی۔ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، قیامت والے دن اس کی گردن پر ہوگی اور اس کا اس کو حساب دینا

بڑے گا۔ وہاں تو سوئی دھاگے تک کا حساب دیا پڑے گا۔ دیکھا چوری کسی کی بھی کرنا گناہ ہے۔ لیکن ایک ہے شخصی چوری اور ایک ہے قومی اور جماعتی مال سے چوری اگر میں فرق ہے۔ اگر ایک آدمی کی چوری کی ہے۔ ہو سکتا ہے وہ معاف کر دے اور قومی اور جماعتی مال سے چوری جسے جندے کی چوری ہے یہ معاملہ بڑا سخت ہے۔ کیونکہ لوگوں کے مزاج مختلف ہیں ہو سکتا ہے قیامت والے دن کوئی۔ ان کے کوئی نہ کرے۔ **نَم تَوْفِیْ کُلِّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ** پھر پورا دیا جائے گا ہر نفس کو۔ **مَا کَسَبَتْ** جو اس نے کیا۔ **وَهُمْ لَا یُظْلَمُونَ** اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ وہاں رتی برابر بھی کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔ فرمایا: **أَقْسَمِ اللّٰهُ بِرِضْوَانِ اللّٰهِ** کیا پس وہ شخص جس نے بیروی کی اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ماہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کر کے رب تعالیٰ کی رضا حاصل کی۔ **بِمَا یَسْحَبُ مِنَ اللّٰهِ** اس شخص کی طرح ہو جائے گا جو لوٹا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی لے کر۔ ایک فرماں بردار ہے ایک نافرمان ہے ایک نیک ہے ایک بد ہے کیا یہ برابر ہو جائیں گے۔ **وَمَثْوٰةٌ جَهَنَّمَ** اور نافرمان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ **وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ** اور دوزخ برا ٹھکانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام مومنین اور مومنات کو دوزخ سے بچائے۔ **هُمْ ذَرَجَاتٌ** ان کے درجے ہیں۔ **عِنْدَ اللّٰهِ** اللہ تعالیٰ کے ہاں۔ نیکیوں کے درجے اور ہیں بروں کے اور ہیں۔ پھر نیکی کے بھی درجات ہیں۔ اور بدی کے بھی درجات ہیں جس قسم کا عمل ہوگا اسی قسم کی سزا ہوگی **وَاللّٰهُ بَصِیْرٌ** اور اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ **بِمَا یَعْمَلُونَ** اس چیز کو جو عمل کرتے ہیں جو کچھ وہ کر رہے ہیں سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ
يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِنْ
كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٦٥﴾ أَوْ لَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُّصِيبَةٌ قَدْ
أَصَبْتُمْ مِثْلِيهَا ۚ قُلْتُمْ أَنَّى هَذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنفُسِكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ
عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٦٦﴾ وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ
فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٧﴾ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا ۖ وَسَوْفَ
لَهُمْ تَعَالُوا فَيَاقِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ يَدْفَعُوا ۚ قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا
تَبَعْنَاكُمْ ۗ هُمْ لِلْكَفَرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۚ يَقُولُونَ
بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴿٦٨﴾

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ، البتہ تحقیق احسان کیا اللہ تعالیٰ نے۔ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ، مومنوں پر۔ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ
رَسُولًا، جب بھیجا اللہ تعالیٰ نے ان میں ایک رسول۔ مِّنْ أَنفُسِهِمْ، ان کی جانوں میں سے۔
يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ، وہ تلاوت کرتا ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں۔ وَيُزَكِّيهِمْ، اور ان کو پاک
کرتا ہے۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ، اور تعلیم دیتا ہے ان کو کتاب کی۔ وَالْحِكْمَةَ، اور سنت کی۔
وَإِنْ كَانُوا، اور بے شک وہ تھے۔ مِنْ قَبْلُ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے۔ لَفِي ضَلَالٍ
مُّبِينٍ، البتہ کھلی گمراہی میں۔ أَوْ لَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُّصِيبَةٌ، کیا جس وقت پہنچی تمہیں مصیبت۔ قَدْ

التصون

أَصَبْتُمْ بِمَثَلِهَا، تم پہنچا چکے تھے اس جیسی دو مصیبتیں۔ قُلْتُمْ أَنَّى هَذَا، تم نے کہا یہ کہاں سے آئی ہے؟۔ قُلْ، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے! هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ، وہ تمہارے نفسوں کی طرف سے آئی ہے۔ إِنَّ اللَّهَ عَلِيُّ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ O، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ وَمَا أَصَابَكُمْ، اور وہ چیز جو تمہیں پہنچی۔ يَوْمَ التَّقَى الْجَمْعَيْنِ، جس دن آمنے سامنے آئیں دو جماعتیں۔ فَبِإِذْنِ اللَّهِ، پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ O، اور تاکہ ظاہر کر دے اللہ تعالیٰ مومنوں کو۔ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ، اور تاکہ ظاہر کر دے ان لوگوں کو۔ نَافَقُوا، جو منافق ہیں۔ وَقِيلَ لَهُمْ، اور کہا گیا ان کو۔ تَعَالَوْا قَاتِلُوا، آؤ لڑو۔ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ أَوْادِفَعُوا، یا دفاع کرو۔ قَالُوا، کہنے لگے۔ لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا، اگر ہم جانتے لڑائی۔ اتَّبِعْنَاكُمْ، البتہ ہم ضرور تمہاری پیروی کرتے۔ هُمْ لِلْكَفْرِ، وہ کفر کی طرف۔ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ، اس دن زیادہ قریب تھے۔ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ، بہ نسبت ایمان کے۔ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ، کہتے ہیں اپنے مونہوں سے۔ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ، وہ چیز جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ بِمَا يَكْتُمُونَ O، وہ جو چھپاتے ہیں۔

پہلے سے غزوہ احد کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ اور اس سے پہلی آیات میں بیان تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے بلند اخلاق والے اور نرم واقع ہوئے ہیں لہذا اگر ساتھیوں سے کم نہیں کی بنا پر غلطی بھی ہو جائے تو درگزر فرماتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرا تم پر احسان ہے کہ میں نے ایسا شان والا پیغمبر تمہاری طرف مبعوث فرمایا ہے ارشاد ربانی ہے، لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ، البتہ تحقیق احسان کیا اللہ تعالیٰ نے۔ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ، مومنوں پر۔ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا، جب بھیجا اللہ تعالیٰ نے ان میں ایک رسول۔ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، ان کی جانوں میں

سے۔ یعنی انہیں میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ احسان کافروں پر بھی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کل کائنات کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ لیکن کافروں نے اس احسان سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ اور مومنوں نے صحیح معنی میں اس احسان سے فائدہ اٹھایا ہے لہذا احسان بھی اہل پر ہے۔ جس طرح قرآن پاک سب لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔ مگر چونکہ فائدہ اس سے مشی حضرات اٹھاتے ہیں۔ اس لئے فرمایا۔ ”هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ“ ہدایت ہے پرہیزکاروں کے لئے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کل کائنات کے لئے رحمت ہے اور سب پر رب تعالیٰ کا انعام و احسان ہے۔ مگر کافروں نے اس انعام اور احسان کی قدر نہیں کی۔ اور مومنوں نے قدر کی ہے۔ اور بھیجا بھی انہیں میں سے۔ انہی میں سے کامطلب ہے۔ کہ آپ انسانوں میں سے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریشی اور ہاشمی بھی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو ملائکہ میں سے ہیں، اور نہ ہی جنات میں سے ہیں۔ بلکہ جنس انسانی میں سے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ دوسری نوع اور جنس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ مثال کے طور پر حضرت جبرئیل علیہ السلام جو فرشتوں کے سردار ہیں اگر ان کو انسانوں کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا جاتا جن کو نہ بھوک لگتی ہے، نہ پیاس لگتی ہے۔ نہ گرمی، نہ سردی، نہ دکھ نہ تکلیف، وہ ہر چیز سے پاک ہیں۔ تو ان کو انسانی ضروریات کا کیا احساس ہوتا؟۔ جس کو بھوک کا احساس نہیں ہے، وہ روزے کا کیا حکم دیتا؟ کہ روزے رکھو؟ جس کو گرمی سردی کا احساس نہیں ہے، وہ کیا حکم کرے گا کہ سردیوں میں چاہے پانی ٹھنڈا ہو یا گرم، تم نے غسل بھی کرنا ہے۔ اور وضو بھی۔ جس کو بیماری کی تکلیف کا احساس ہی نہیں ہے وہ صبر کی کیا تلقین کرے گا جس کا باپ نہیں ہے بیٹا نہیں ہے، بھائی نہیں ہیں، بہنیں نہیں ہیں۔ خالائیں اور پھوپھیاں نہیں ہیں۔ اس کو ان کے مرنے پر دکھ

اور صدے کا کیا احساس ہو سکتا ہے؟۔ کہ ان کے مرنے پر انہاں پر کیا کڑی تھی۔ ہے؟ وہ صبر کی تلقین کرے گا جب اس کو معلوم ہی نہیں ہے کہ موت کا صدمہ کیا ہوتا ہے؟۔ یہاں بس ہی بتر کی تسلی کا سامان کر سکتا ہے۔ جس کو ان ساری چیزوں کا احساس ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہا ٹھارہ مہینوں کے تھے دودھ پیتے تھے بیمار ہو گئے۔ اور وری طرف یہ ہوا کہ مدینہ منورہ سے ایک میل کی مسافت پر ایک مقام تھا "سرازم" آج کل وہ مدینہ طیبہ کی آبادی میں شامل ہو گیا ہے۔ وہاں ایب آدمی تھا ابو الحداد لوہے کا کام کرتا تھا۔ اس کا دودھ پیتا بچہ فوت ہو گیا اور اس کی بیوی بری صحت مند تھی۔ دودھ اس کا دفر تھا۔ اس نے اپنے خاوند کو کہا کہ ہمارا بچہ فوت ہو گیا ہے اور دودھ ضائع جائے گا۔ میرا خیال ہے کہ تو جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشکش کر کہ وہ اپنا بچہ دودھ پلانے کے لئے ہمیں دے دیں۔ چنانچہ اس کے خاوند نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ کیا کیونکہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے بیٹ سے تھے انہوں نے کہا حضرت بالکل ٹھیک ہے۔ چنانچہ ابو الحداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی بڑی چاہت اور شوق کے ساتھ لے گئی۔ لیکن خدا کی شان کہ کچھ مدت کے بعد وہ ان کے پاس بیمار ہو گیا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ حضرت نے بچے کی حالت بڑی نازک ہے آپ تشریف لائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند ساتھیوں کے ہمراہ تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بچے کو اٹھایا تو "نَفْسُهُ يَتَقَفَّقَعُ"۔ اس سانس اکھڑ رہا تھا۔ بے اختیار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حضرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو رونے سے

منع فرماتے ہیں۔ اور اب خود رو رہے ہیں۔ ”فَأَشَارَ إِلَىٰ لِسَانِهِ“۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے جس رونے سے منع کیا ہے اس کا تعلق زبان کے ساتھ ہے۔ یعنی نوحہ بین کرنا، واویلا کرنا منع ہے۔ دل میں صدمہ ہو اور آنکھوں سے آنسو گر رہے ہوں۔ تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”إِنَّ الْعَيْنَ تَلْمَعُ“، آنکھ آنسو بہاتی ہے۔ ”وَالْقَلْبُ يَحْزَنُ“، اور دل غمگین ہے۔ ”وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَىٰ رَبُّنَا“، مگر ہم زبان سے وہی لفظ نکالتے ہیں جس سے ہمارا رب خوش ہو۔ ”وَأَنَا بِفِرَاقِكَ لَمَحْزُونُونَ“، اور اے ابراہیم بے شک ہم تیری جدائی پر بہت دکھی ہیں۔ (بخاری جلد ۱، صفحہ ۱۷۴)۔ ایسے موقع پر تسلی تو بشر ہی دے سکتا ہے۔ فرشتہ کیا تسلی دے گا؟۔ جس کا نہ کوئی رشتہ دار اور نہ قیامت سے پہلے کوئی موت، نہ سردرد، نہ پیٹ درد، نہ گھٹنوں میں درد، نہ ٹخنوں میں درد، اس کے سامنے کوئی جا کر ان چیزوں کا ذکر کرے تو اسے کیا احساس ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر احسان فرمایا کہ بشر کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ جس کے ساتھ یہ ساری ضرورتیں لگی ہوئی ہیں۔ گرمی بھی لگتی ہے سردی بھی محسوس ہوتی ہے۔ تکلیف کا بھی احساس ہوتا ہے، ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے میں ایسی تکلیف ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر پیشاب نہیں کر سکتے تھے۔ کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ اور بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ ایک دفعہ درِ شقیقہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا پریشان کیا کہ دو دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے۔ ہجرت کے سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پیاس لگی ہے، کہیں سے پانی تلاش کرو؟۔ تو انسانوں کی

ہدایت کا ذریعہ وہی بنے گا جس کو یہ ساری ضرورتیں پیش آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیویاں فوت ہوئی۔ پھوپھیاں فوت ہوئیں۔ بیٹے فوت ہوئے۔ تین بیٹیاں فوت ہوئیں۔ تو انسانوں کے لئے وہی نمونہ بنے گا جس کو صدمات کا احساس ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے بشر کو پیغمبر بنا کر بھیجا کوئی جن یا فرشتہ نہیں بھیجا۔ پھر چونکہ اول مخاطبین عربی تھے اس لئے عربی بھیجا۔ اگر پیغمبر عجمی ہوتا تو وہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے۔ اسی آیت کریمہ کے تحت علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ جو آخری دور کے عظیم مفسر گزرے ہیں۔ حوالہ نقل فرماتے ہیں اور یہ حوالہ عالمگیری، بحر الرائق، اور جنتی مستند کتابیں ہیں ان میں بھی موجود ہے۔ کہ شیخ ولی الدین عراقی سے سوال کیا گیا کہ کیا یہ جانتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشر اور عربی ہیں صحت ایمان کے لئے شرط ہے۔ یا فرض کفایہ ہے تو انہوں نے اس کا جواب دیا کہ یہ صحت ایمان کے لئے شرط ہے۔ سو اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تمام مخلوق کے لئے مانتا ہوں لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ آپ بشر تھے یا فرشتہ یا جن، یا یہ کہا کہ میں نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عربی تھے یا عجمی؟۔ ”فَلَا شَكَّ فِيْهِ كُفْرًا“۔ تو اس شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے قرآن پاک کی تکذیب کی ہے۔ اور اس چیز کا انکار کیا ہے جس کی خلف سلف اگلے پچھلے تمام قرون اسلام میں تسلطی بالقبول کرتے رہے ہیں۔ روح المعانی جلد ۴ صفحہ ۱۰۱۔ کیونکہ اس بات کا جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے اور عربی تھے فرض عین ہے۔ یعنی ہر مسلمان پر لازم ہے۔ اور فرض عین کو نہ جانتا کفر ہے۔ اور ایک ہوتا ہے فرض کفایہ کہ اس کو اگر چند آدمی بھی ادا کر دیں تو باقی بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ جیسے جنازہ ہے، کہ کچھ آدمی اس فرض کو ادا کر دیں تو باقیوں پر کوئی گناہ

نہیں ہے۔ ان کو طرح طرح تلخ دین فرض کیا ہے۔ ہے اگر کچھ افراد یہ فرض ادا کر رہے ہیں تو باقی گناہ سے فارغ ہیں۔ اور جو عبادتیں فرض عین ہیں ان کا سمجھنا اور ادا کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، حلال حرام، یہ ضروریات دین میں سے ہیں۔ اور ان میں کوئی شخص بھی معذور نہیں ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈیوٹیاں بیان فرمائی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ کام کون کون سے ہیں۔ فرمایا، **يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ**، وہ تلاوت کرتا ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں۔ یعنی ان کو قرآن مجید پڑھ کر دیتا ہے۔ اور آیات کے اول مخاطبین عربی تھے۔ اور قرآن مجید شش عربی زبان میں تھا۔ لہذا اکثر آیات کا مفہوم وہ خود بخود سمجھ جاتے تھے۔ اور دوسری ڈیوٹی ہے۔ **وَيُزَكِّيهِمْ**، اور ان کو پاک کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انساں کی باطنی گندگی کو دور کرتے ہیں۔ یعنی کفر، شرک، نفاق اور بد اخلاقی سے پاک کر کے ایمان، توحید، اخلاص اور اچھے اخلاق بھر دیتے ہیں۔ **هَيِّتْهُ تَزَكِيَةً** تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ قرآن پاک میں دوسری جگہ آتا ہے۔ **“وَلَكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَن يَشَاءُ”** (پارہ ۱۸)۔ اور اللہ تعالیٰ پاک کرتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تزکیہ کی نسبت مجازی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سبب ہیں تزکیہ کا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تعلیم دیتے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور تربیت کی برکت سے ان کے دل پاک ہو جاتے ہیں۔ اور دلوں کا تزکیہ شرعاً مطلوب ہے۔ اور جو صحیح پیری مریدی ہے۔ ٹھگوں کی بات نہیں کرتا۔ ان کی بات کرتا ہوں جو صحیح معنی میں اللہ والے ہیں۔ ان کی پیری مریدی اس آیت کریمہ کی تشریح ہے جو مرشد کامل ہیں وہ اپنے مرید کی اخلاقی تربیت کریں گے۔ ان کو سبق دیں گے۔ کہ تم یہ کام کرو اور فلاں کام چھوڑ دو۔ یہ وظیفہ پڑھو، اور فلاں وظیفہ نہ پڑھو۔ تو

اللہ تعالیٰ کے صالح لوگوں کی تعلیم اور تربیت سے انسان کفر شرک سے رسم و رواج سے تکبر بغض
 کینہ اور حسد دنیا، جیسی بیماریوں سے بچ جاتا ہے۔ اور اصلاح ہو جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کے صحابی حضرت حظلہ بن سدیس رضی اللہ عنہ کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ یہ
 حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملے تو کہنے لگے ابو بکر میں منافق ہو گیا ہوں۔
 فرمایا، سبحان اللہ! تو کس طرح منافق ہو گیا ہے؟۔ کہنے لگے اس طرح کہ جب میں آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہوتا ہوں تو دل کی کیفیت کچھ اور ہوتی ہے اور جب گھریا بازار
 جاتا ہوں تو دل کی کیفیت وہ نہیں رہتی۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ میں منافق ہوں۔ حضرت ابو
 بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس طرح کی کیفیت تو میری بھی ہے۔ لہذا آؤ دونوں چلتے
 ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتے ہیں۔ تو انہوں نے اپنا مسئلہ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کو پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دلوں کی وہ کیفیت جو میری مجلس میں ہوتی
 ہے۔ وہ اس کے بعد نہیں رہ سکتی۔ (کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارش آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر
 ہو رہی ہے۔ وہ دوسری جگہ تو نہیں ہے۔ اس لئے وہ کیفیت کس طرح باقی رہ سکتی ہے)۔ لہذا
 اس کیفیت کے بدلے سے آدمی منافق نہیں ہو جاتا یہ مسلم شریف کی حدیث کا خلاصہ ہے۔ جو
 میں نے بیان کیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس اقدس میں تھوڑی دیر بیٹھنے والے کی اتنی
 صفائی ہو جاتی تھی کہ ساٹھ ساٹھ سال مجاہدہ اور ریاضتیں کرنے والوں کی اتنی صفائی نہیں ہوتی۔
 بزرگوار دین نے شرعی دائرہ میں رہ کر جو چلہ کشی کی ہے اور ریاضتیں کی ہیں بعض سطحی قسم کے
 لوگ ان پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ انہوں نے غلط کیا ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام
 رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے چلہ کشی نہیں کی تھی۔ بھائی! ٹھیک ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

نے چلہ کشی نہیں کی مگر ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ضرورت ہی کیا تھی؟۔

شیشہ صاف ہو تو اس کو صاف کرنے کی کیا ضرورت ہے؟۔ صاف تو اس وقت کیا جاتا ہے جب اس پر میل کچیل ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شیشے ویسے ہی صاف تھے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھنے سے اتنے صیقل ہو جاتے تھے کہ ساٹھ سالہ مجاہدے سے بھی وہ کیفیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ تو ان کو مجاہدے کی کیا ضرورت تھی؟۔ کہ وہ چلہ کشی کرتے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ کیفیت باقی نہیں رہی۔ اس لئے دلوں کی صفائی کے لئے مجاہدہ کرنا بڑا ہے۔ مادر کھنا! کثرت کے ساتھ ذکر کرنے سے دلوں کی صفائی ہوتی ہے۔ لہذا کلمے کا ورد

کر دتیسرا کلمہ پڑھتے رہو۔ استغفار کرو۔ درود شریف پڑھو۔ قرآن پاک کی تلاوت کرو۔ قبر کو یاد کرو۔ آخرت کا خیال کرو۔ اپنی نظر کو محفوظ رکھو۔ اس سے دلوں کی صفائی ہوتی ہے۔ اور تزکیہ

نفس شریعت میں مطلوب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا کام۔ فرمایا، وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ، اور تعلیم دیتا ہے ان کو کتاب کی اور حکمت کی۔ قرآن پاک اگرچہ عربی زبان میں نازل ہوا۔ اور اس کے اولین مخاطبین بھی عربی تھے اس کے باوجود ان کو بعض دفعہ سمجھنے کی

ضرورت پیش آتی تھی۔ چنانچہ پانچویں پارے میں آتا ہے۔ "مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ"۔ جو شخص برائے عمل کرے گا اس کو اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کریمہ سے آخرت کا بدلہ سمجھا۔ کہ قبر میں عذاب ہوگا۔ دوزخ کی سزا ہوگی تو

انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ حضرت ہم میں سے کون سا ایسا آدمی ہے کہ جس سے کوئی نہ کوئی خطانہ ہوئی ہو۔ کیونکہ معصوم تو صرف انبیاء ہیں۔ پھر تو کوئی بھی نہیں بچ سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو بکر! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس بدلے سے

جو تو سمجھا ہے کہ آخرت کی سزا ہوگی قبر میں مار کٹائی ہوگی یہ مراد نہیں ہے۔ بلکہ مومنوں کو اس کا بدلہ دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب مومن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ مومنوں کو دنیا میں جو تکلیفیں آتی ہیں۔ وہ ان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔ (سبحان اللہ)۔ مثلاً سرد رہے، پیٹ درد ہے۔ ناک میں تکلیف ہے، گھٹنوں میں درد ہو گیا ہے۔ ٹخنوں میں درد ہو گیا، اور کوئی تکلیف ہو گئی۔ کوئی صدمہ پیش آ گیا۔ جیب میں رقم تھی، گر گئی پھر ملی نہیں۔ یہاں تک کہ گرمی سردی بھی مسلمانوں کے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ کیونکہ ان میں بھی تکلیف ہوتی ہے۔ تو مسلمانوں کو دنیا میں ہی بدلہ دے دیا جاتا ہے۔ یہ خلاصہ ہے ترمذی شریف کی روایت کا۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی شخصیت آیت کریمہ کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی تو سمجھ آیا کہ یہ مطلب ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ حضرت آپ نے فرمایا ہے۔ "مَنْ نُوقِشَ فِي الْحِسَابِ عَذَبٌ"، کہ جس سے صحیح معنی میں حساب لیا گیا اس کی خیر نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا" (پارہ ۳۰)۔ پس عنقریب اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔ یعنی مومنوں کا حساب آسان ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ان دونوں باتوں کا آپس میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہے۔ آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ مومنوں کا حساب سرسری اور آسان ہوگا وہ یہ ہے کہ حساب کتاب کا اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہو جانا ہی عرض اور یہی حساب سیر ہے۔ اور میں نے کہا کہ جس سے پوچھ لیا گیا۔ مناقشہ ہوا حساب میں۔ باریکی ہوئی تو ایسا شخص بچ نہیں سکے گا۔ آسان حساب یہ

ہے کہ بس حساب پیش کیا گیا کچھ تعرض نہ فرمایا جان بچ گئی۔ تو سرسری حساب اور چیز ہے، اور پورا پورا حساب اور چیز ہے۔ تو ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آیت سمجھنی پڑی۔ اسی طرح ساتواں پارہ سورۃ انعام میں آتا ہے۔ "الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ"۔ "وہ لوگ جو ایمان لائے اور نہیں ملایا انہوں نے اپنے ایمانوں کو ظلم کے ساتھ یہی لوگ ہیں جن کے لئے امن ہوگا۔ اور یہی ہدایت یافتہ لوگ ہیں۔" بخاری شریف میں روایت ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سوال کیا۔ "إِنَّمَا لَمْ يَظْلِمُوا نَفْسَهُمْ؟" ہم میں سے کون ایسا شخص ہے جس نے اپنی جان پر زیادتی نہیں کی؟ ظلم کا معنی ہے زیادتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس مقام پر ظلم سے مراد وہ نہیں ہے جو تم سمجھے ہو، کہ زبانی طور پر کسی سے زیادتی ہوگئی، یا ہاتھ سے ہوگئی، قلم کے ساتھ کسی سے زیادتی ہوگئی۔ ہیں یہ بھی زیادتیاں۔ مگر اس مقام پر ظلم سے مراد شرک ہے۔ تو آیت کریمہ کا مطلب یہ ہو کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمانوں کے ساتھ شرک کی ذرہ بھر ملاوٹ نہیں کی۔ ان کو امن نصیب ہوگا اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ جیسا کہ حضرت لقمان بن باعور بن ماحور رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بیٹے ساران رحمہ اللہ تعالیٰ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ "يُنْسِي الْأَشْرَكَ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ" (پارہ ۲)۔ "اے میرے پیارے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا، بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔" مطلب یہ ہے کہ ظلم سے مراد شرک ہے۔ تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بھی کچھ آیتیں سمجھ نہیں آتی تھیں۔ باوجود عربی ہونے کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سمجھاتے تھے۔ چہ جائیکہ آج چودہویں/۱۴ ویں صدی میں کوئی دعویٰ کرے کہ مجھے قرآن پاک سمجھنے کے لئے نہ حدیث کی ضرورت ہے۔ نہ کسی صحابی کی

نہ تابعی کی نہ کسی فقیہ اور امام اور محدث کی ضرورت ہے۔ میں خود قرآن مجید کو سمجھتا ہوں۔ ایسا شخص پرلے درجے کا ملحد اور بے دین ہے۔ یاد رکھنا! قرآن پاک کی وہ تفسیر معتبر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے یا جو تفسیر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کی ہے۔ تابعین نے یا تبع تابعین نے کی ہے۔ اور ائمہ دین نے کی ہے۔ یا فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ اور مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ ان بزرگوں پر اعتماد کرو۔ اپنی طرف سے کوئی بات نہ کرو یہ جتنے باطل فرقے گمراہ ہوئے ہیں اسی وجہ سے ہوئے ہیں کہ انہوں نے قرآن پاک کی تفسیر اپنی رائے سے کی ہے۔ غلام احمد پرویز ملحد اور بے دین آدمی تھا۔ اس نے چار جلدوں میں قرآن مجید کی تفسیر لکھی ہے۔ جس کا نام ”معارف القرآن“ رکھا ہے۔ چونکہ وہ اردو ادب کا بڑا ماہر تھا اس واسطے اردو ادب والے اس کو بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا! اس میں بڑا کفر بھرا ہوا ہے۔ اور اس کا دعویٰ ہے کہ آج تک میرے بغیر کسی نے قرآن کریم کو نہیں سمجھا۔ اور اس کی حیثیت یہ ہے کہ ساری زندگی انگریز کے بوٹ صاف کرتا رہا ہے۔ کیونکہ سرکاری ملازم تھا۔ اور اس کا خاص ملازم جو کافی مدت تک اس کے پاس رہا ہے اس نے مجھے خود یہ بات بتائی ہے کہ ڈاڑھی منڈواتا تھا۔ اور روزے نہیں رکھتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ آج تک جتنی تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ وہ ساری غلط ہیں، سوائے میری تفسیر کے۔ اس کی تفسیر کے زیادہ نہیں صرف ایک حوالہ پیش کرتا ہوں وہ کہتا ہے کہ ”سائنس اگر ثابت بھی کر دے کہ چند منٹوں، سیکنڈوں میں کوئی آدمی چاند پر جا بھی سکتا ہے اور واپس بھی آسکتا ہے میں پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی معراج کو تسلیم نہیں کروں گا۔“ یہ ہے اس کی تفسیر۔ نو جوانو! یاد رکھو۔ ہر تفسیر کو تفسیر نہ سمجھو سلف صالحین کا دامن نہ چھوڑو۔ مودودی صاحب

نے بھی اپنی تفسیر اور دیگر کتابوں میں بہت ساری غلط باتیں لکھی ہیں۔ علماء کی ان پر تنقید تہے جا
 نہیں ہے۔ اگر زندگی رہی تو باقی کل بیان کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

کل کے درس میں آپ نے پہلی آیت کریمہ کے چند جملوں کی تشریح سنی۔ "لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ" البتہ تحقیق احسان کیا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب بھیجا اللہ تعالیٰ نے ان میں ایک رسول ان کی جانوں میں سے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان تمام کائنات کے لئے ہے۔ جنات کے لئے انسانوں کے لئے عربی عجمی سب کے لئے ہے۔ لیکن چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے فائدہ صرف مومنوں نے اٹھایا ہے۔ اس لئے مومنوں کی تخصیص فرمائی۔ اور بھیجا بھی انہیں میں سے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسان ہیں بشر ہیں، مگر شان اور مرتبہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ عطاء فرمایا کہ مخلوق میں سے کسی کو حاصل نہیں ہے۔ نہ جنوں کو نہ انسانوں کو۔ نہ فرشتوں کو۔ ان سب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ بہت بلند ہے۔ یہ بنیادی عقیدہ ہے اس کو یاد رکھنا بھولنا نہیں۔ اور کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار تھے۔ پہلا کام، يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ، کہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کا قرآن پڑھ کے سناتے ہیں، سننے والے چونکہ عربی تھے اس لئے اکثر آیتوں کا مطلب خود بخود سمجھ جاتے تھے دوسرا کام، وَيُزَكِّيهِمْ، اور ان کو پاک کرتے ہیں۔ اور یہ بات کل کے درس میں بیان ہو چکی ہے کہ حقیقتاً تزکیہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سبب ہیں۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی برکت سے اور اخلاقِ حسنہ کی برکت سے لوگوں کے دلوں کی صفائی ہوتی ہے۔ تیسرا کام، وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ، اور اللہ کا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تعلیم دیتا ہے ان کو کتاب کی۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تعلیم بہت بلند کام ہے۔ ابن ماجہ کی حدیث میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ ایک آدمی سوفل پڑھتا ہے۔ (اور سوفل پڑھنے پر خاصا وقت لگتا ہے)۔ اور ایک آدمی قرآن شریف کی ایک آیت پڑھتا ہے۔ تو ایک آیت پڑھنے کا ثواب سوفل پڑھنے سے زیادہ ہے۔ اور دوسری

حدیث میں ہے کہ ایک آدمی ہزار نفل پڑھتا ہے (اور اگر رات لمبی ہو تو ایک ہزار نفل اکٹھے پڑھ سکے گا)۔ اور ایک آدمی قرآن کریم کی ایک آیت ترجمہ کے ساتھ سیکھتا ہے تو اس کا ثواب ہزار نفل پڑھنے والے سے زیادہ ہے۔ تو قرآن پاک کی تعلیم اس کو سمجھنا سمجھانا بہت بڑی عبادت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چوتھا کام، وَالْحِكْمَةَ، اور سنت کی تعلیم دیتے ہیں۔ حکمت سے مراد ہے سنت اور حدیث اکثر محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سنت اور حدیث کا ایک ہی معنی ہے۔ اور بعض حضرات نے سنت اور حدیث میں فرق کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جو بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سے فرمائی ہے وہ حدیث ہے اور جو کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر کیا ہے وہ سنت ہے۔ لیکن نوے فیصد محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سنت اور حدیث کا ایک ہی معنی ہے۔ تو حکمت سے مراد سنت اور حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حدیث کے الفاظ بھی بیان فرمائے ہیں اور ان کا مطلب اور تشریح بھی بیان فرمائی۔ اس لئے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین عربی ہونے کے باوجود بعض احادیث کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکتے تھے۔ سمجھانے کے لئے میں دو تین باتیں عرض کرتا ہوں۔ نمبر ایک، مسلم شریف میں حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی کے دل میں رائی برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ"۔ نہیں داخل ہوگا جنت میں وہ شخص جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جب یہ حدیث سنی تو پریشان ہو گئے اور تکبر کا معنی یہ سمجھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ حضرت آپ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے دل میں

رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ پھر تو کوئی بھی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ کیونکہ سارے ہی تکبر کرتے ہیں ہم میں سے کون ہے جو تکبر سے بچا ہوا ہے۔ اس لئے کہ ”كُنَّا نُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا“۔ ہم سب پسند کرتے ہیں کہ ہمارے کپڑے اچھے ہوں۔ ”وَمَشَعْرُهُ حَسَنًا“۔ اور اس کے بال اچھے ہوں۔ یعنی پٹے رکھے ہوئے ہوں اور ان پر تیل لگا ہوا ہو۔ کنگھی کی ہوئی ہو۔ اور مسند احمد کی روایت میں ہے۔ ”أَنْ يَكُونَ نَعْلُهُ حَسَنًا“۔ ہر آدمی چاہتا ہے کہ اس کا جوتا اچھا ہو۔ یعنی طبعی طور پر پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو۔ وضع قطع اچھی ہو جوتا اچھا ہو اس طرح تو ہم سارے تکبر میں پھنسے ہوئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو تم تکبر سمجھتے ہو یہ تکبر نہیں ہے۔ یہ تو ”تَجَمُّلٌ“ ہے خوبصورتی ہے۔ ”إِنَّ اللَّهَ جَمِيلٌ وَيُحِبُّ الْجَمَالَ“۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ شرعی دائرے میں رہ کر اچھا ستھر لباس پہننا اور نفس اور قیمتی جوتا پہننا تکبر نہیں ہے۔ بلکہ اگر کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے توفیق عطاء فرمائی ہے کہ اس کی مالی پوزیشن اچھی ہے۔ اور وہ اپنی حیثیت کے مطابق کپڑا اور جوتا نہیں پہنتا۔ تو گنہگار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو توفیق عطاء فرمائی ہے اور یہ اپنی حیثیت کے مطابق کپڑے نہیں پہنتا۔ میلا پھیلا رہتا ہے۔ ناشکر ہے، شریعت اس کو پسند نہیں کرتی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سوال کیا، حضرت پھر تکبر کسے کہتے ہیں؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”بَطْرُ الْحَقِّ وَغَمَطُ النَّاسِ“۔ حق کی بات کو ٹھکرا دینا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا تکبر ہے۔ مثلاً چھوٹی قوم کا کوئی غریب آدمی وڈیرے کو کوئی بات کہے اور وڈیرہ کہے کہ کی ہو کر مجھے بات سمجھاتا ہے۔ یا بیٹا باپ کو کوئی بات کہے اور وہ کہے کہ بیٹا ہو کر مجھے سمجھاتا ہے۔ یا شاگرد استاد کو کوئی کہے اور

استاذ کہے کہ شاگرد ہو کر مجھے سمجھاتا ہے۔ یہ تکبر ہے۔ یا مرید پیر کو کوئی حق بات کہے اور وہ کہے کہ مرید ہو کر مجھے سمجھاتا ہے۔ یاد ایسے ہی دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے۔ بھائی! تجھے کیا معلوم کہ اس کا قد چھوٹا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا درجہ بڑا ہو اور تیرا قد بڑا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے ہاں تیرا درجہ چھوٹا ہو۔ اسی طرح کسی کو حقیر سمجھنا تکبر ہے۔ یا گورا کالے کو حقیر سمجھے ہو سکتا ہے کہ ظاہری طور پر اس کا رنگ کالا ہے۔ اور باطن گورا ہو اور تیرا ظاہری طور پر رنگ گورا ہے اور اندرونی طور پر کالا ہو۔ یہ تو رب تعالیٰ جانتا ہے۔ جیسے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ رنگ کے کالے تھے اندر روشن تھا۔ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے۔ اور عبدالعزیز ابولہب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی چچا تھا اور بڑا خوبصورت تھا۔ لیکن اندر سیاہ تھا۔ دوزخ کا ایندھن بنا۔ تو جو تکبر کرے گا جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ لیکن اس میں بھی تفصیل ہے۔ اگر وہ تکبر کو حلال سمجھ کر کرتا ہے تو کفر ہے، لہذا کبھی جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ اور اگر تکبر کو حرام سمجھتا ہے۔ مگر کرتا ہے تو گناہ گار ہے۔ پھر ”لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ“ کا مطلب ہوگا۔ کہ اس کو دخول اول نصیب نہیں ہوگا۔ سزا بھگتنے کے بعد کبھی نہ کبھی جنت میں داخل ہو جائے گا۔ تو دیکھو! صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تکبر کا مفہوم نہ سمجھ سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا تو سمجھ آیا۔ اسی طرح بخاری شریف مسلم اور دیگر صحاح ستہ کی کتابوں میں حدیث آتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑے ہیں۔ اور ہر جوڑے پر روزانہ صدقہ واجب ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حیران اور غمگین ہو کر پوچھا۔ ”وَمَنْ يُطِيقُ ذَلِكَ؟“۔ حضرت اس کی طاقت کون رکھتا ہے؟۔ کہ روزانہ تین سو ساٹھ صدقے ادا کرے۔ مثال کے طور پر ایک روپیہ کے سو پیسے ہیں۔ اگر چہ اب روپے کی بھی کوئی

حیثیت نہیں ہے۔ ایک وقت تھا بچے کو ایک آنہ ملتا تھا تو وہ لذیذ لائق تھا۔ کہ مجھے آنہ ملا ہے۔ اور اب اٹھنی روپیہ دو تو پھینک دیتا ہے کہ اس کا کچھ نہیں ملتا۔ مگر میں سمجھانے کے لئے کہتا ہوں کہ اگر کوئی ایک جوڑے کے بدلے ایک پیسہ بھی صدقہ کرے تو روزانہ کے تین روپے ساٹھ پیسے بنتے ہیں۔ اور غریب آدمی یہ بھی نہیں کر سکتا۔ تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے پریشان ہو کر سوال کیا کہ حضرت اس کی کون طاقت رکھتا ہے؟۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم صدقے کا مفہوم نہیں سمجھے۔ فرمایا! صدقہ صرف گندم چنے ہی دینے کا نام نہیں ہے۔ اگرچہ یہ بھی صدقہ ہے۔ فرمایا جنس کے علاوہ صدقے کی اور بڑی قسمیں ہیں۔ فرمایا، تم ایک

دفعہ کہو سبحان اللہ، صدقہ ادا ہو گیا۔ الحمد للہ کہو، صدقہ ادا ہو گیا۔ لا اِلهَ اِلاَّ اللهُ کہو صدقہ ادا ہو گیا۔ اللہ اکبر کہو صدقہ ادا ہو گیا۔ سلام کا جواب دیا صدقہ ادا ہو گیا۔ تمہیں کوئی تکلیف پہنچی مثلاً پاؤں میں کاٹنا چھہ گیا۔ ٹھڈا لگ گیا صدقہ ادا ہو گیا راستے پر پانی کی وجہ سے کیچڑ بن گیا ہے۔ تم نے مٹی ڈال کر راستہ صاف کر دیا تاکہ آنے جانے والوں کو کوئی تکلیف ہو نہ کوئی پھسلے، صدقہ ادا ہو گیا۔ درود شریف پڑھا اس کے ساتھ دس نیکیاں بھی مل گئیں اور اس کے ساتھ صدقہ بھی ادا ہو گیا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کیا یعنی لوگوں کو نیکی کا کہا کہ بھائی! نماز پڑھا کرو۔ روزہ رکھا کرو۔ لوگوں کے ساتھ اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔ اور برائی سے منع کیا۔ کہ جھوٹ نہ بولو، کسی کی غیبت نہ کرو، صدقہ ادا ہو گیا۔ اسی طرح کوئی آدمی گھوڑے پر سوار ہونا چاہتا ہے۔ لیکن ہو نہیں سکتا، تم نے رکھو ادی یہ بھی صدقہ ہے۔ یا سر سے نیچے اترو ادی یہ بھی صدقہ ہے۔ اور اگر کوئی آدمی چاہتا ہے کہ ایک ہی کام میں تین سو ساٹھ صدقے آجائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاشت کے دو نفل پڑھ لے۔ تو تین سو ساٹھ صدقے

اس میں آگئے۔ اور آج کل چاشت کا وقت تقریباً آٹھ بجے سے لے کر ساڑھے گیارہ بجے تک رہتا ہے۔ اگر کوئی کچھ کرنا چاہے تو بہت کچھ کر سکتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص فجر کی نماز پڑھے اور پھر اپنے وقت میں دو رکعت اشراق کے پڑھے اس کو پورے حج کا ثواب ملے گا۔ اور پورے عمرے کا ثواب ملے گا روایت ہے ترمذی شریف کی۔ اور یاد رکھنا یہ کوئی ضروری نہیں کہ تم فجر پڑھ کر اشراق کے لئے مسجد میں ہی بیٹھے رہو۔ اگر کوئی کاروباری ہے، مسجد میں نہیں بیٹھ سکتا، چلا جائے گھر جا کے پڑھ لے۔ جہاں کاروبار کرتا ہے وہاں جا کر پڑھ لے۔ اسی طرح اگر کوئی ملازم ہے۔ اپنے دفتر میں جا کر پڑھ لے۔ دوکان دار ہے، دوکان میں جا کر پڑھ لے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ اشراق اسی وضو کے ساتھ پڑھے کہ جس کے ساتھ فجر پڑھی ہے۔ انسان، انسان ہے۔ کسی کو معدے کی تکلیف ہوتی ہے کسی کو پیشاب کی تکلیف ہوتی ہے بار بار پیشاب آتا ہے، بعض غلط فہمی کا شکار ہیں کہ اشراق کے لئے مسجد میں بیٹھنا چاہیے۔ اور وضو بھی فجر والا ہو۔ یاد رکھنا! یہ کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے۔ تو خیر اللہ تعالیٰ کے خزانے میں تو کوئی کمی نہیں ہے۔ کمی ہمارے اندر ہے۔ رب تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے۔ تو دیکھو! صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین صدقے کا مفہوم نہ سمجھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا کہ صدقہ صرف جنس کا نام نہیں ہے۔ صدقے کے اور بھی بڑے طریقے ہیں۔ تو آپ نے کتاب کی بھی تعلیم دی سنت کی بھی تعلیم دی۔ وَإِنْ كَانُوا، اور بے شک وہ تھے۔ مِنْ قَبْلُ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے۔ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ، البتہ کھلی گمراہی میں۔ جگہ جگہ بت رکھے ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ پوری قوم شرک کی لعنت میں گرفتار تھی۔ سوائے انکاڈگا کے اور اخلاقیات کی بھی یہی پوزیشن تھی، جو آج

کل ہے۔ قتل، اغواء، لوٹ کھسوٹ، بدکاری بد معاشی آج کل کی طرح تھی۔ ہم نے امن کا زمانہ دیکھا ہے۔ حقیقت پوچھو تو لوگ یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ان کی حکومت سے انگریز کی حکومت اچھی تھی۔ کہ کم از کم جان تو محفوظ تھی۔ آج کل تو کسی کی جان بھی محفوظ نہیں ہے۔ آج یہ لیرے ساری دولت کھا گئے ہیں اور عوام رور ہے ہیں اگلی آیات کا تعلق بھی غزوہ احد کے ساتھ ہے اس جنگ میں مسلمانوں کی کوتاہی کی وجہ سے کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ فتح شکست میں تبدیل ہو گئی۔ ستر مسلمان شہید ہوئے۔ اور بہت سے زخمی ہوئے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس پر چوٹیں آئیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تسلی دی فرمایا۔ **أَوْلَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ**، کیا جس وقت پہنچی تمہیں مصیبت۔ احد کے میدان میں کہ ستر آدمی تمہارے شہید ہوئے، اور باقی زخمی ہوئے۔ **قَدْ أَصَبْتُمْ مِّنْ لَّيْهَا**، تم پہنچا چکے تھے اس جیسی دو مصیبتیں۔ بدر میں کہ ان کے ستر آدمی مارے اور ستر گرفتار کئے۔ اور اب احد میں تمہیں پہنچی ہے۔ **تَوَقَّلْتُمْ أُنثَىٰ هٰذَا**، تم نے کہا یہ کہاں سے آئی ہے؟۔ **قُلْ**، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے!۔ **هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ**، وہ تمہارے نفسوں کی طرف سے آئی ہے۔ جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس آدمیوں کو حضرت عبداللہ بن جبیر کی امارت میں ایک اہم مورچے جبل رماۃ پر بٹھایا تھا۔ اور فرمایا کہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم نے اس مورچے کو نہیں چھوڑنا۔ مگر ان سے غلطی ہو گئی کہ مورچہ چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی نافرمانی ہوئی۔ اور اس کے نتیجہ میں یہ تکلیف آئی۔ **إِنَّ اللَّهَ عَلِيُّ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ**، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ **وَمَا أَصَابَكُمْ**، اور وہ چیز جو تمہیں پہنچی۔ **يَوْمَ التَّقِي الْجَمْعَيْنِ**، جس دن آمنے سامنے آئیں دو جماعتیں۔ کہ فتح شکست میں تبدیل ہو گئی۔ اور مال غنیمت بھی تمہارے ہاتھ سے نکل

گیا۔ فَبِإِذْنِ اللَّهِ، پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ ۝، اور تاکہ ظاہر کر دے اللہ تعالیٰ مومنوں کو۔ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ، اور تاکہ ظاہر کر دے ان لوگوں کو۔ نَافِقُونَ، جو منافق ہیں ایمان والوں سے۔ کیونکہ سختی نہ آئے تو جھوٹے سچے خلط ملط رہتے ہیں۔ مخلص غیر مخلص کا پتہ نہیں چلتا۔ اور سختی کے موقع پر معلوم ہو جاتا ہے کہ مخلص لوگ نکھر کر سامنے آ جاتے ہیں۔ وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا، اور کہا گیا ان کو آؤ لڑو۔ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ اور اگر لڑنا نہیں چاہتے تو، أَوْ اذْفَعُوا، یا دفاع کرو۔ حملہ ہو چکا ہے۔ جانیں تو بچاؤ نا۔ قَالُوا، کہنے لگے۔ لَوْ نَعْلَمُ فِتْنًا لَا، اگر ہم جانتے لڑائی۔ یعنی ہم یہ سمجھیں کہ یہ لڑائی ہے۔ اتَّبِعْنَا، البتہ ہم ضرور تمہاری پیروی کرتے۔ تمہارا ساتھ دیتے۔ یہ کوئی لڑائی تھوڑی ہے۔ یہ تو سیدھا موت کے منہ میں جانا ہے۔ کہ یہ تھوڑے سے آدمی بھلا ساری دنیا کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ هُمْ لِلْكَافِرِينَ يَوْمِئِذٍ أَقْرَبُ، وہ کفر کی طرف اس دن زیادہ قریب تھے۔ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ، بہ نسبت ایمان کے۔ یعنی زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتے تھے۔ لیکن دل کافروں کے ساتھ اور بات تو دل کی ہوتی ہے۔ زبان کا کیا ہے۔ دو تولے کی زبان جدھر چاہو پھیر لو۔ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ، کہتے ہیں اپنے مونہوں سے وہ چیز جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ زبان سے کلمہ پڑھتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی حمایت کا دم بھرتے ہیں۔ مگر دل میں نفاق بھرا ہوا ہے۔ اور چاہتے ہیں کہ مسلمان ختم ہو جائیں۔ مسلمانوں کے ساتھ اپنے مونہوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی داہی تباہی باتیں کرتے ہیں۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ۝، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے وہ جو چھپاتے ہیں۔ ان کی ساری حقیقت رب تعالیٰ کو بخوبی معلوم ہے۔ اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

الَّذِينَ قَالُوا لِأَخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قَاتَلُوا ۖ قُلْ فَادْرَأْ
 وَاعْنُ أَنْفُسِكُمْ الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٤٧﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ
 الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ
 ﴿١٤٨﴾ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ
 يَأْتِ أَحْقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ ۗ أَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ
 ﴿١٤٩﴾ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ اللَّهِ وَفَضْلِهِ ۗ وَلَئِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ
 أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٥٠﴾

الَّذِينَ ، وہ (کفر کے زیادہ قریب ہیں)۔ قَالُوا لِأَخْوَانِهِمْ ، جنہوں نے کہا اپنے بھائیوں کے
 بارے میں۔ وَقَعَدُوا ، اور خود مجاہد سے بیٹھے رہے (کہا انہوں نے)۔ لَوْ أَطَاعُونَا ، اگر وہ
 ہماری بات مان لیتے۔ مَا قَاتَلُوا ، نہ قتل کئے جاتے۔ قُلْ فَادْرَأْ ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ
 دیجئے! پس تم ٹال دو۔ غِنُ أَنْفُسِكُمْ الْمَوْتَ ، اپنی جانوں سے موت کو۔ إِنْ كُنْتُمْ
 صَادِقِينَ ۚ ، اگر ہو تم سچے۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ ، اور ہرگز نہ خیال کرنا ان لوگوں کے بارے
 میں۔ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ، جو قتل کئے گئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ أَمْوَاتًا ، مردے۔ بَلْ
 أَحْيَاءٌ ، بلکہ وہ زندہ ہیں۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۚ ، اپنے رب کے ہاں ان کو رزق دیا
 جاتا ہے۔ فَرِحِينَ ، خوش ہیں۔ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ ، ان نعمتوں پر جو ان کو اللہ تعالیٰ نے دیں۔ مِنْ

فَضْلِهِ، اپنے فضل سے۔ وَيَسْتَبْشِرُونَ، اور خوشی مناتے ہیں۔ بِاَلَّذِينَ، ان لوگوں کے بارے میں۔ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ، جو ابھی تک ان کو نہیں ملے۔ مِّنْ خَلْفِهِمْ، ان کے پچھلوں سے۔ اَنْ لَاْ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ، یہ کہ نہ خوف ہوگا ان پر۔ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ، اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ يَسْتَبْشِرُونَ، خوشی مناتے ہیں۔ بِبِعْمَةِ مِّنَ اللّٰهِ، اللہ تعالیٰ کی نعمت کے ساتھ۔ وَقَضِيٍّ، اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ۔ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ، اور بے شک اللہ تعالیٰ نہیں ضائع کرتا۔ اَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ، ایمان والوں کا اجر۔

پہلے سے غزوہ احد کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ مجاہدین اسلام جس وقت ہتھیار لے کر اپنے گھروں سے چلنے لگے تو منافقوں نے ان کو روکنے کی بڑی کوشش کی کہ موت کے منہ میں نہ جاؤ اس لئے کہ گزشتہ سال تم نے ان کے ستر مارے اور ستر قید کئے ان کو اس کا بڑا غصہ ہے۔ قریشی بڑی تعداد میں لشکر لے کر آئے ہوئے ہیں۔ اور ان کے ساتھ ان کے حمایتی بھی ہیں۔ وہ تم سے پچھلے سال کا بدلہ لیں گے۔ یہ منافق چونکہ مسلمانوں کے رشتہ دار تھے کوئی کسی کا باپ، کسی کا بھائی تھا، کوئی کسی کا سالا تھا۔ کسی کا بہنوئی تھا۔ اس لئے روکنے کی پوری کوشش کی۔ تو ان منافقوں کا ذکر ہے۔ فرمایا، الَّذِينَ، وہ (منافق کفر کے زیادہ قریب ہیں)۔ قَالُوا لَا خِوَابَ لَنَا، جنہوں نے کہا اپنے بھائیوں کو (کیونکہ وہ آپس میں رشتہ دار تھے)۔ وَقَعَدُوا، اور خود جہاد سے بیٹھے رہے (جہاد کے لئے گئے نہیں۔ جو جہاد کے لئے گئے اور شہید ہو گئے ان کے متعلق کہا۔ لَوْ اطَاعُونَا، اگر وہ ہماری بات مان لیتے۔ مَا قَاتَلُوا، نہ قتل کئے جاتے۔ ہم نے تو ان کو پہلے ہی منع کیا تھا کہ موت کے منہ میں نہ جاؤ۔ لیکن انہوں نے ہماری بات نہیں سنی۔ اس لئے قتل اور شہید ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، دوسروں کو موت سے بچنے والا نسخہ بتانے والو! تم خود کر لو۔

قُلْ فَادْرَأْوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے! پس تم مال دو۔ عَنِ انْفُسِكُمُ الْمَوْتُ، اپنی جانوں سے موت کو۔ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۵﴾، اگر ہو تم سچے۔ حالانکہ موت سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "اَيْنَ مَا تَكُونُوا"۔ جہاں بھی تم ہو گے۔ يُذَرِكُمْ الْمَوْتُ"۔ پالے گی تمہیں موت۔ "وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ" (پارہ ۵)۔ اگرچہ ہو تم مستحکم قلعوں میں۔ موت سے نہیں بچ سکتے۔ مثال کے طور پر اس طرح سمجھو کہ ایک آدمی ایسا مکان تیار کر لے کہ جس میں نہ روشن دان ہو نہ کھڑکیاں نہ دروازے ہوں بلکہ سوئی داخل ہونے کا بھی سوراخ نہ ہو اور اس میں چھپ کر بیٹھ جائے کہ موت سے بچ جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ایسے مکان میں بھی نہیں بچ سکتا۔ "وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ" اگرچہ تم ایسے قلعوں میں چھپ جاؤ کہ جن میں سوئی داخل ہونے کی بھی جگہ نہیں ہے۔ موت سے نہیں بچ سکتے۔ موت وہاں بھی آئے گی۔ کیونکہ فرشتوں کے لئے یہ پکی دیواریں ایسی ہی ہیں جیسے پرندوں کے لئے ہوا۔ جس طرح ہوا پرندوں کو نہیں روک سکتی اس طرح یہ پکی دیواریں فرشتوں کو نہیں روک سکتیں۔ دیکھو بچہ جان پڑ جانے کے بعد پانچ ماہ ماں کے پیٹ میں زندہ رہتا ہے۔ ظاہری طور پر نہ وہاں ہوا جا سکتی ہے۔ نہ خوراک۔ رب تعالیٰ کی قدرت اور نظام ہے کہ اس نے انتڑیوں کو ماں کے پیٹ سے جوڑ دیا۔ اس کو خون کے ذریعے خوراک پہنچتی رہتی ہے۔ اندر نہ پیشاب نہ پاخانہ مگر بچہ پلتا رہتا ہے۔ ماں کے پیٹ میں نقل و حرکت بھی کرتا ہے۔ رب تعالیٰ رحم مادر میں سب کچھ تیار کر دیتا ہے۔ اور بعض بچے رحم مادر میں ہی فوت ہو جاتے ہیں۔ فرشتہ وہاں بھی پہنچ جاتا ہے۔ جب کہ رحم میں سوئی داخل ہونے کا سوراخ بھی نہیں ہوتا۔ تو فرشتوں سے کہاں چھپو گے۔ موت کا وقت مقرر ہے۔ وہ ٹل نہیں سکتا۔ اور آدمی نے جس جگہ

مرنا ہوتا ہے وہاں پہنچ جاتا ہے۔ موت کی جگہ تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ اس کی کوئی ضرورت وہاں پیدا فرما دیتا ہے۔ وہ ضرورت اس کو وہاں لے جاتی ہے۔ تو موت سے آدمی نہیں بچ سکتا۔ ہاں شرعی دائرے میں رہ کر اسباب کو کام میں لانے کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "خُذُوا حِذْرَكُمْ" (پارہ ۵)۔ دشمن سے اپنے بچاؤ کا جتنا انتظام ہو سکتا ہے کرو اور رب تعالیٰ کا حکم ہے کہ اے اللہ کے بندو! جب تم بیمار ہو تو علاج کراؤ۔ تو اگر علاج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں کرایا جاتا ہے تو ثواب ملے گا باقی علاج سے موت نہیں ملتی۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ میں قابل سے قابل ڈاکٹر کے پاس پہنچ گیا۔ تو زندگی بڑھ جائے گی۔ یا کسی حاذق حکیم کے پاس جانے سے زندگی کا کوئی دن بڑھ جائے۔ یا قیمتی سے قیمتی دوائی کھانے سے یا اعلیٰ قسم کے ٹیکے لگوانے سے سانس بڑھ جائے گا۔ (حاشا و کلا)۔ ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ موت کا جو وقت لکھا ہوا ہے اس سے ایک سیکنڈ آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔ باقی عالم اسباب میں اسباب کو کام میں لانا ہے اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھتے ہوئے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب آرام فرماتے تھے تو ساتھی باقاعدہ پہرہ دیتے تھے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوا۔ "وَاللَّهُ يُعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ"۔ (پارہ ۶)۔ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔ اس وقت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہرہ دے رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سعد! اب تو چلا جا۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے میری حفاظت کا ذمہ خود لے لیا ہے۔ یعنی اب اسباب کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ منافقوں نے کہا تھا کہ اگر ہماری بات مان جاتے تو نہ مرتے آگے اس کا جواب دیا ہے کہ جن کو تم مردہ کہتے ہو ان کو تو حیاتِ جاودا مل چکی ہے۔ فرمایا، وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ، اور ہرگز نہ

خیال کرنا ان لوگوں کے بارے میں جو قتل کئے گئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ اَمْوَاتًا، (ان کو) مردے (نہ خیال کرنا)۔ بَلْ اَحْيَاءٌ، بلکہ وہ زندہ ہیں۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ، اپنے رب کے ہاں ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ یعنی جو لوگ دین کی سر بلندی کے لئے شہید ہوئے ہیں۔ اور اقامت دین کے لئے انہوں نے جان دی ہے۔ ان کو مردہ مت گمان کرو۔ یہ نہ سمجھو کہ وہ ختم ہو گئے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اور ان کو رب کے ہاں رزق دیا جاتا ہے۔ اور دوسرے پارے میں تم پڑھ چکے ہو۔ ”وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ“۔ اور نہ کہو ان لوگوں کے متعلق جو قتل کئے گئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں کہ وہ مردے ہیں۔ تو یہاں پر کچھ باتیں سمجھنے والی ہیں۔ وہ یہ کہ جو حضرات کافروں کے ہاتھوں شہید ہوئے ہیں۔ ان میں بعض ایسے شہداء بھی ہوتے ہیں۔ یہ ظالم ان کے سر کو دھڑ سے الگ کر دیتے ہیں۔ اور اس حقیقت کا کوئی بھی انکار نہیں کرتا۔ نہ شریعت انکار کرتی ہے۔ کہ اس کے بدن سے روح نکل جاتی ہے۔ اور شہید کو باقاعدہ دفن کیا جاتا ہے۔ اور اس کے مال میں وراثت جاری ہوتی ہے۔ یعنی ان کا مال شرعی وارثوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ اور عدت کے بعد اس کی بیوی آگے نکاح بھی کر سکتی ہے۔ جب کہ زندہ آدمی کا نہ مال وارثوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ نہ اس کی بیوی آگے نکاح کر سکتی ہے۔ دیکھو ایک آدمی کو مزائے موت ہو جاتی ہے۔ اور حکومت فیصلہ سنا دیتی ہے کہ یہ زندہ جیل سے نہیں جا سکتا۔ پھر اس کے باوجود نہ اس کے مال میں وراثت جاری ہوگی نہ اس کی بیوی آگے نکاح کر سکتی ہے۔ کیونکہ زندہ ہے۔ اسی طرح ایک آدمی کو عمر قید کی سزا ہو جاتی ہے۔ اور حکومت فیصلہ سنا دیتی ہے کہ جب تک یہ مرے گا نہیں جیل سے باہر نہیں جا سکتا۔ اس کا مال بھی وارثوں میں تقسیم نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی اس کی بیوی آگے نکاح کر سکتی ہے۔ کیونکہ زندہ ہے۔ اگرچہ عمر قید کی سزا

ہے۔ مگر شہادت کے بعد شہید پر وہ سارے احکامات جاری ہوتے ہیں۔ جو دنیا کی زندگی ختم ہونے کے احکامات ہیں کہ دفن بھی کیا جائے گا مال میں وراثت بھی جاری ہوگی عدت کے بعد اس کی بیوی آگے نکاح بھی کر سکتی ہے۔ اور ان سب احکامات کے جاری ہونے کے باوجود وہ زندہ ہے۔ کیونکہ اس کی یہ زندگی قبر کی زندگی ہے۔ برزخ کی زندگی ہے۔ جنت کی زندگی ہے، دنیا کی زندگی تو ختم ہوگئی۔ اور اگر دنیا کی زندگی ہو دنیا میں زندہ ہو۔ پھر اس کی وراثت نہیں تقسیم ہو سکتی۔ کیونکہ زندہ کی وراثت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح اس کی بیوی آگے نکاح بھی نہیں کر سکتی۔ تو شہداء اور دوسرے مردوں کی زندگی اگلے جہاں کی زندگی ہے۔ اور یہ زندگی روح کے جسم کے ساتھ تعلق کی وجہ سے ہے۔ اور یہ بات صحیح متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ جنازہ پڑھنے کے بعد آدمی کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے۔ تو اس کی روح کو جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے۔ "فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ" (مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۷) پس اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔ یہ متواتر اور مشہور حدیث ہے۔ تو روح کے جسم کے ساتھ تعلق کی وجہ سے وہ زندہ ہے۔ اور بخاری شریف، مسلم شریف اور ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "الْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ"۔ بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے۔ "وَتَوَلَّى وَذَهَبَ أَصْحَابُهُ"۔ اور اس کے ساتھی اس سے چلے جاتے ہیں۔ "حَتَّىٰ أَنَّهُ يَسْمَعُ قَرْعَ نَعَالِهِمْ"۔ ابھی وہ جانے والوں کی جوتیوں کی کھٹکناہٹ ہی سن رہا ہوتا ہے۔ "آتَاهُ مَلَكَانِ"۔ (الحدیث، بخاری ج ۱ ص ۱۷۸) کہ اچانک دو فرشتے آجاتے ہیں تو مردہ دفن کے بعد قبر میں قبر سے واپس ہونے والے لوگوں کی جوتیوں کی آہٹ اور آواز سنتا ہے۔ اہل حق کا یقین

مذہب ہے، معتزلہ، رافضیوں اور خارجیوں کے سوا اس کا کوئی منکر نہیں ہے۔ باقی اس کی زندگی کو ہم سمجھ نہیں سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُوْنَ“ (پارہ ۲)۔ اور لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔ مثال کے طور پر اگر کسی شہید کی قبر کھل جائے تو نہ وہ تمہارے ساتھ بات کرے گا اور نہ ہی اس کی کوئی نقل و حرکت ہوگی۔ مگر ہے وہ زندہ اور یہ زندگی دنیا والی نہیں ہے۔ پھر اگر وہ زندہ نہیں ہے تو اس سے سوال جواب کا کیا مطلب ہے کہ ابھی وہ دفن کے جانے والوں کے قدموں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے۔ کہ دو فرشتے آجاتے ہیں۔ اور اس سے سوال کرتے ہیں۔ ”مَنْ رَبُّكَ؟“۔ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب بھی دیتا ہے ”رَبِّيَ اللّٰهُ“ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر سوال کرتے ہیں۔ ”مَنْ نَبِيُّكَ؟“ تو کس نبی کا امتی ہے؟۔ وہ جواب دیتا ہے۔ ”نَبِيَّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“، میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہوں۔ پھر سوال کرتے ہیں۔ ”مَا دِينُكَ؟“ تو کس دین پر ہے؟۔ وہ کہتا ہے۔ ”دِينِي الْاِسْلَامُ“۔ میرا دین اسلام ہے۔ جب وہ امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے تو جہنم کی طرف سے کھڑکی کھولی جاتی ہے۔ وہ گھبرا جاتا ہے۔ کہ میں نے تو سوالوں کے جواب بھی صحیح دیئے ہیں پھر مجھے یہ آگ کیوں دکھائی گئی ہے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ گھبرا نہیں یہ تیرا ٹھکانہ نہیں ہے۔ یہ تجھے صرف اس واسطے دکھایا گیا ہے کہ تجھے معلوم ہو کہ ایمان کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تجھے کیسی سخت جگہ سے بچایا ہے۔ پھر فوراً جنت کی طرف سے کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ اور جنت کی ہوا اور خوشبوئیں اسے نصیب ہوتی ہیں اور فرشتے کہتے ہیں کہ اب تو دلہن کی طرح بڑے سکون سے سوا در اگر کافر ہے منافق ہے بے ایمان ہے اس سے پوچھتے ہیں۔ ”مَنْ رَبُّكَ؟“۔ تیرا رب کون ہے؟۔ وہ کہتا ہے ”ہا، ہا لآ اَدْرِی“ میں نہیں جانتا۔ ”مَنْ نَبِيُّكَ؟“ کہتا ہے ”ہا، ہا لآ اَدْرِی“ میں نہیں

جانتا۔ ”مَادِیْنُکَ“؟ میں نہیں جانتا۔ پھر اسے فرشتے مارتے ہیں حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس پر ایسا فرشتہ مسلط کیا جاتا ہے۔ ”اَعْمَى وَاَصَمَ“ جو اندھا اور بہرہ ہوتا ہے۔ اور اس کو ایسے زور سے ہتھوڑے مارے جاتے ہیں کہ کسی پہاڑ کی پتوٹی پر ماریں جائیں تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے۔ اور اس کی خوب پٹائی ہوتی ہے۔ اب دیکھو وہ فرشتوں کے سوالوں کو سمجھتا بھی ہے اور جواب بھی دیتا ہے۔ اور اس کے جوابوں کا اعتبار بھی ہے کہ اس پر جزاء سزا ہے۔ اگر نیک ہے تو اس کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا دیا جاتا ہے۔ اور اگر بد ہے تو جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بنا دیا جاتا ہے۔ اگر زندگی نہیں ہے تو ان چیزوں کی کیا حیثیت زندگی کے بغیر وہ عذابِ ثواب کس طرح محسوس کرتا ہے۔ اس لئے یاد رکھنا قبر کی زندگی حق ہے۔ اور یہ زندگی روح کے جسم کے ساتھ تعلق کی وجہ سے ہے۔ امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے عقائد کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے۔ ”الفقہ الاکبر“ اس میں انہوں نے جہاں یہ مسئلے بیان فرمائے ہیں کہ جنت حق ہے دوزخ حق ہے۔ حساب کے لئے ترازو حق ہے۔ حشر نثر حق ہے۔ پل صراط حق ہے۔ وہاں یہ بھی بیان فرمایا کہ۔ ”وَإِعَادَةُ الرُّوحِ إِلَى الْعَبْدِ فِی قَبْرِہِ حَقٌّ“۔ قبر میں روح کا بندے کی طرف لوٹایا جانا حق ہے۔ تو اہل حق شہداء کی برزخی زندگی کے بھی قائل ہیں۔ اور عام مردوں کی زندگی کے بھی قائل ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی زندگی تو سب سے اعلیٰ ہے۔ صحیح حدیث ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”الْأَنْبِیَاءُ أَحْیَاءُ فِی قُبُورِهِمْ یُصَلُّونَ“ حضرت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ زندہ ہیں تو روضہ اقدس پر پڑھا جانے والا درود شریف سنتے اور جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔ ”مَنْ صَلَّى عِنْدَ قَبْرِی سَمِعْتُهُ“۔ جس نے میری قبر کے پاس درود شریف پڑھا تو میں خود سنتا ہوں۔ ”وَمَنْ صَلَّى عَلَیَّ مِنْ بَعْدِ اَعْلَمْتُهُ“۔ اور جس نے مجھ پر درود سے درود شریف پڑھا تو وہ مجھے بواسطہ فرشتوں کے بتلایا جاتا ہے۔ اور ابوداؤد شریف کی روایت میں آتا ہے کہ میں سلام کا جواب بھی دوں گا۔ یاد رکھنا یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے۔ قرآن حدیث کا بڑا مضبوط اور پختہ مسئلہ ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی جناب مفتی مہدی حسن خان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسے عقیدے والے آدمی کے پیچھے جو قبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کا قائل نہیں ہے نماز مکروہ ہے۔ اور اسی فتوے کی تائید کی ہے۔ استاد الکل حضرت مولانا رسول خان صاحب مغفور و مرحوم نے۔ اور مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مرحوم و مغفور نے بھی فتویٰ دیا ہے کہ جو شخص انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات فی القبر کا قائل نہیں ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ عقیدہ قرآن پاک کے خلاف ہے۔ لہذا اپنی نمازیں ضائع نہ کرنا۔ معتزلہ وغیرہ باطل فرقتے کہتے ہیں کہ روح کا جسم کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ یہ صرف روح کی زندگی ہے۔ یہ بھی غلط کہتے ہیں کیونکہ روح کے جسم کے ساتھ تعلق پر صحیح حدیث موجود ہے۔ جو آپ پہلے سن چکے ہیں۔ پھر اگر زندگی نہیں ہے تو قبر میں جزا سزا کیسی ہے۔ اور کس کو ہو رہی ہے؟۔ دیکھنا آج کل ایک نیا فرقہ پیدا ہوا ہے۔ ممانی ممکن ہے کہ وہ تمہیں دھوکہ دیں کہ قبر میں جو زندگی ہے وہ روح کی ہے۔ جسم کی نہیں ہے۔ اور عام طور پر وہ یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ قبر کی زندگی تو ہے مگر جسدِ عنصری کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن قرآن پاک ان کے اس نظریے کی تردید کرتا ہے۔ اشاؤر بانی ہے۔ ”وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْواتًا“۔ اور ہرگز نہ گمان کرنا ان لوگوں کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کئے گئے

کہ وہ مردہ ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ قتل روح ہوئی ہے یا جسم۔ جس کو قتل کیا گیا ہے وہی زندہ ہے۔ اور دوسرے پارے میں ہے۔ "وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ"۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل کئے گئے ہیں ان کو مردہ نہ کہو۔ "بَلْ أَحْيَاءٌ"۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ تو جو قتل کیا گیا ہے۔ وہی زندہ ہے۔ قتل جسم ہوتا ہے۔ روح تو نہیں ہوتی۔ لہذا زندہ بھی جسم ہے۔ اسی طرح بعض لوگ یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ سزا اور جزاء جسم مثالی کو ہوتی ہے۔ یہ بھی غلط کہتے ہیں۔ پہلے تم جسدِ مثالی کا مطلب سمجھو۔ وہ اس طرح کہ تم رات کو خواب میں دیکھتے ہو۔ کسی کو خواب میں زیادہ آتی ہیں۔ کسی کو کم۔ سو داوی اور تبخیری مزاج والے کو زیادہ آتی ہیں۔ اور دوسروں کو کم مگر آتی سب کو ہیں۔ خواب سے خالی کوئی آدمی نہیں ہے۔ تو خواب میں دوسروں سے ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ ایک دوسرے کو کھٹاتے پلاتے بھی ہو۔ باتیں بھی ہوتی ہیں۔ دشمنوں سے بھی ٹکراؤ ہو جاتا ہے۔ کبھی تم ان کو مارتے ہو کبھی خود مار کھاتے ہو۔ صبح کو تم ان سے پوچھو کہ رات میری تیرے ساتھ ملاقات ہوئی ہے اور میں نے تیری یہ خدمت کی ہے۔ تو وہ انکار کرے گا۔ کہ مجھے تو کوئی علم نہیں ہے۔ کیونکہ رات کو جس سے ملاقات ہوئی ہے وہ جسمِ مثالی تھا۔ اصل نہیں تھا۔ اصل کو معلوم ہی نہیں ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب زلیخا نے بدکاری کی دعوت دی تو یعقوب علیہ السلام سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ انگلی منہ پر رکھ کر فرمایا کہ یہ کام نہیں کرنا۔ تو یہ یعقوب علیہ السلام کا جسدِ مثالی تھا۔ خود حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس کا علم نہ تھا۔ کیونکہ اگر ان کو علم ہوتا کہ میرا بیٹا یوسف مصر کے بادشاہ کے گھر ہے تو رو کر اپنی بیبائی نہ ضائع کرتے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مکتوب میں اس پر خاصی بحث فرمائی ہے۔ اسی طرح ان کے فرزند خواجہ محمد معصوم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوبات معصومیہ میں بھی

اس موضوع پر خاصی بحث فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے نیک لوگوں کے اجسادِ مثالیہ کے ساتھ ملاقات ہوتی ہے۔ اور اجسادِ مثالیہ بعینہ اصل کی طرح ہوتے ہیں۔ جس نے ملاقات کی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں نے فلاں بزرگ سے ملاقات کی ہے۔ حالانکہ اس بزرگ کو کوئی علم نہیں ہوتا۔ کیونکہ ملاقات جسدِ مثالی سے ہوئی ہے۔ اسی طرح بسا اوقات آدمی کہیں پھنس جاتا ہے۔ تو اجسادِ مثالیہ آکر راہنمائی کرتے ہیں۔ اصل کو کوئی علم نہیں ہوتا۔ تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جزا سزا مثالی کو ہوتی ہے۔ وہ بھی غلط کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ بڑے ظلم کی بات ہے کہ گرمی سردی کی تکلیف تو برداشت کرے جسدِ عنصری ٹھنڈے پانی کے ساتھ وضوء اور غسل تو کرے جسدِ عنصری اور مزے اڑائے جسدِ مثالی۔ اسی طرح گناہ تو کرے جسدِ عنصری اور سزا بھگتے جسدِ مثالی۔ یہ کون سا انصاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل تو ہو جسدِ عنصری اور زندگی ملے جسدِ مثالی کو۔ یہ عجیب منطقی ہے۔ لہذا صحیح عقیدہ اور نظریہ یہی ہے۔ کہ حیات برزخیہ فی القبر روح کے تعلق کے ساتھ جسدِ عنصری کو حاصل ہے۔ عام مردے اور شہداء جسدِ عنصری کے ساتھ زندہ ہیں۔ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ، خوش ہیں ان نعمتوں پر جو ان کو اللہ تعالیٰ نے دیں۔ مِنْ فَضْلِهِ، اپنے فضل سے۔ وَيَسْتَبْشِرُونَ، اور خوشی مناتے ہیں۔ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ، ان لوگوں کے بارے میں۔ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ، جو ابھی تک ان کو نہیں ملے۔ مَنِ خَلْفِهِمْ، ان کے پچھلوں سے۔ یعنی پچھلوں کے متعلق کہتے ہیں کہ خدا کرے وہ بھی شہید ہو کر آئیں۔ اور ہمارے جیسے درجے پائیں۔ اَنْ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ، یہ کہ نہ خوف ہوگا ان پر۔ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ، اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ آئندہ کسی چیز کا خطرہ ہو تو اس کو خوف کہتے ہیں۔ اور جنت میں ان کو کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ اور گزشتہ کسی چیز کے ضائع ہونے پر افسوس کرنے

کو حزن کہتے ہیں۔ کہ کاش ہم اس طرح کرتے، اور اس طرح کرتے۔ اور وہ چونکہ ساری نیکیاں کر چکے ہیں۔ اس واسطے ان کو گزشتہ پر بھی افسوس نہیں ہوگا۔ یَسْتَبْشِرُونَ، خوش مناتے ہیں۔ بِنِعْمَةِ مِّنَ اللّٰهِ، اللہ تعالیٰ کی نعمت کے ساتھ۔ وَقَضِيَ، اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ۔ وَأَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ، اور بے شک اللہ تعالیٰ نہیں ضائع کرتا۔ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ○ ایمان والوں کا اجر۔ اللہ تعالیٰ کا پختہ وعدہ ہے کہ مومنوں کو اجر ضرور دے گا۔

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ
 لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ
 النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا
 وَعَزًّا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ۝ فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةِ اللَّهِ
 وَفَضْلِ لَمْ يَمَسُّهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ وَاللَّهُ
 ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ۝ إِنَّمَا ذَلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا
 تَخَافُوهُمْ وَخَافُوا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ وَلَا يَحْزُنكَ الَّذِينَ
 يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا يُرِيدُ اللَّهُ
 الْأَيْجَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا، وہ لوگ جنہوں نے حکم مانا۔ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ، اللہ تعالیٰ کا اور رسول صلی اللہ
 علیہ وسلم کا۔ مِنْ، بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ، بعد اس کے کہ ان کو پہنچا۔ الْقَرْحُ، زخم۔ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا
 ، ان لوگوں کے لئے جنہوں نے نیکی کی۔ مِنْهُمْ وَاتَّقُوا، ان میں سے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے
 رہے۔ أَجْرٌ عَظِيمٌ، اجر بڑا۔ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ، وہ لوگ ہیں کہا ان کو۔ النَّاسُ، لوگوں
 نے۔ إِنَّ النَّاسَ، بے شک لوگوں نے۔ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ، تحقیق جمع کئے ہیں لشکر تمہارے
 لئے۔ فَاخْشَوْهُمْ، پس تم ان سے ڈرو۔ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا، پس زیادہ کر دیا اس بات نے ان

کے ایمان کو۔ وَقَالُوا، اور کہا انہوں نے۔ حَسْبُنَا اللَّهُ، ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ وَنِعْمَ
 الْوَكِيلُ ۝، اور اچھا ہے کارساز۔ فَانْقَلَبُوا، پس وہ لوٹے۔ بِنِعْمَةِ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلِ، اللہ تعالیٰ
 کی نعمت لے کر اور اللہ تعالیٰ کا فضل لے کر۔ لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ، نہ پہنچی ان کو کوئی تکلیف۔
 وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ، اور انہوں نے پیروی کی اللہ تعالیٰ کی رضا کی۔ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ
 عَظِيمٍ ۝، اور اللہ تعالیٰ بڑی مہربانی کرنے والا ہے۔ إِنَّمَا ذَلِكُمُ الشَّيْطَانُ، بختہ بات ہے (وہ
 جو تمہیں ڈراتا تھا) وہ شیطان ہے۔ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ، وہ ڈراتا ہے اپنے ساتھیوں سے۔ فَلَا
 تَخَافُوهُمْ، پس تم ان سے خوف نہ کرو۔ وَخَافُونَ، اور مجھ سے خوف کرو۔ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ
 ۝، اگر ہو تم مومن۔ وَلَا يَحْزُنْكَ، اور تجھے غم میں نہ ڈالیں۔ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ، وہ لوگ جو
 دوڑ کے جاتے ہیں۔ فِي الْكُفْرِ، کفر میں۔ إِنَّهُمْ، بے شک وہ۔ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا، ہرگز نہیں
 نقصان پہنچا سکیں گے اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی۔ يُرِيدُ اللَّهُ، اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے۔ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ،
 اس چیز کا کہ نہ کرے ان کے واسطے۔ حَظًّا، حصہ۔ فِي الْآخِرَةِ، آخرت میں۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ
 عَظِيمٌ ۝، اور ان کے لئے عذاب ہوگا بڑا۔

پہلے سے غزوہ احد کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ جو آپ تفصیل کے ساتھ سن چکے ہیں کہ مسلمانوں کو پہلے
 فتح ہوئی۔ پھر بعض صحابہ کی غلطی کی وجہ سے فتح شکست میں تبدیل ہو گئی۔ میدان کافروں کے
 ہاتھ چلا گیا۔ اور مسلمانوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ ستر ساتھی شہید ہوئے اور باقی زخمی فتح
 حاصل کرنے کے باوجود بغیر کسی ظاہری سبب کے کافر میدان چھوڑ کر چلے گئے۔ بس اللہ تعالیٰ
 نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ مدینہ طیبہ سے آٹھ میل دور حراء الاسد کے مقام پر جب
 پہنچے تو ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ بھائی جب ہماری فتح ہو گئی تھی تو ان کا صفایا کئے بغیر ہم

کیوں آگئے؟۔ یعنی جو مسلمان بچ گئے تھے ان کا بھی صفایا ہو جانا چاہیے تھا۔ ایک نے کہا میں نے تجھے آتے دیکھا میں بھی چل پڑا دوسرے نے کہا میں نے تجھے آتے دیکھا میں بھی چل پڑا۔ تو ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ کہنے لگے اب بھی پلٹ کر ان کا صفایا کر دینا چاہیے۔ چنانچہ وہ حراء الاسد کے مقام پر کافی دن ٹھہرے رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ وہ حراء الاسد کے مقام پر اکٹھے ہو رہے ہیں اور تازہ دم ہو کر دوبارہ حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی ماندہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو جو زخموں سے چور تھے۔ جمع فرمایا، کہ پہلے اس سے کہ مشرکین پلٹ کر ہم پر حملہ کریں کیوں نہ ہم ان کا تعاقب کر کے ان کے ناپاک ارادوں کو خاک میں ملا دیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اگرچہ تھکے ماندے اور زخموں سے چور چور تھے۔ پھر لڑنے کی حامی بھری۔ اور تیار ہو گئے۔ اگرچہ ایسے موقع پر دوبارہ لڑنے کی حامی بھرنی مشکل ہوتی ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانے ان تکلیفوں کو برداشت کرتے تھے۔ اس کا ذکر ہے۔ الَّذِينَ اسْتَجَابُوا، وہ لوگ جنہوں نے حکم مانا۔ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ، اللہ تعالیٰ کا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ مِنْ بَعْدِ مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ، بعد اس کے کہ ان کو پہنچا زخم۔ احد کے موقع پر ان کو کافی جانی نقصان برداشت کرنا پڑا کہ ستر ساتھی شہید ہو چکے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمیت بہت سے ساتھی زخمی تھے۔ کسی نے بازو پر پٹی باندھی ہوئی ہے۔ کسی نے سر پر کسی نے ٹانگ پر، لیکن اس کے باوجود حراء الاسد کے مقام پر جا پہنچے کافروں نے جب سنا مسلمان زخمی حالت میں بھی حملے کے لئے ہماری طرف آرہے ہیں۔ تو گھبرا گئے کہنے لگے زخمی شیر کا حملہ بہت خطرناک ہوتا ہے۔ لہذا یہ ہمیں چھوڑیں گے نہیں۔ اس موقع پر معبد خزاعی جس کا تعلق قبیلہ بنو خزاعہ سے تھا ابھی تک

مسلمان نہیں ہوا تھا۔ مگر دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرف دار تھا۔ بعد میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو گئے۔ اور قبیلہ بنو خزاعہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ کافر ہوتے ہوئے بھی انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھل کر مخالفت نہیں کی۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید ہی کرتے رہے ہیں۔ تو معبد خزاعی مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ جا رہا تھا۔ جس وقت وہاں پہنچا جہاں کافروں نے پڑاؤ ڈالا ہوا تھا۔ کافروں نے ان سے دریافت کیا کہ بتاؤ تم نے زخمیوں کو دیکھا ہے؟۔ اس نے کہا کہ وہ تو تازہ دم ہو کر آئے ہوئے ہیں اور پہلے سے زیادہ مستعد ہیں۔ اور آدمی بھی کافی ہیں۔ (تاکہ یہ سمجھیں کہ اور آدمی ان کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں)۔ لہذا تم یہاں نہ ٹھہرو۔ اس بات نے بھی ان کے دلوں میں رعب ڈالا۔ تو وہ وہاں سے بھاگ گئے۔ کہ یہ ہمیں چھوڑیں گے نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حراء الاسد کے مقام پر پہنچے اور وہاں تین دن قیام فرمایا۔ سترہ ۱۷ اٹھارہ ۱۸، انیس ۱۹ شوال بروز سوموار منگل بدھ۔ تین دن کے انتظار کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا، ان لوگوں کے لئے جنہوں نے نیکی کی۔ مِنْهُمْ وَاتَّقُوا، ان میں سے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے۔ أَجْرٌ عَظِيمٌ، اجر ہے بڑا۔ اس موقع پر قبیلہ عبد القیس کے تاجروں کا ایک قافلہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف آ رہا تھا۔ اس قافلہ کا ایک شخص تھا، نعیم بن مسعود اشجعی، جو بعد میں مسلمان ہو گیا تھا۔ کافروں نے ان کو لالچ دیا کہ تجھے دس اونٹ دیں گے اور چمک دکھائی کہ تو جا کر مسلمانوں پر ہمارا رعب ڈال اور کہہ کہ کے والوں نے بڑے قبیلے اکٹھے کئے ہیں وہ تمہارا صفایا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور کہنے لگا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ابو جہل کے مرنے

کے بعد اب قریشیوں کی کمان ابوسفیان کے پاس ہے۔ اور وہ قبیلہ کتنا مضبوط اور جنگجو ہے؟۔ (اور یہ بات حقیقت ہے ابوسفیان جب کافر تھے تو کفر میں بڑے بہادر اور مضبوط تھے۔

۸۔ تک اس نے کافروں کے لشکر کی کمان کی ہے۔ ۸۔ میں مسلمان ہو گئے مسلمان ہونے کے بعد اسلام میں بھی اسی طرح بہادر اور مضبوط تھے۔ اور ان کے خاندان نے دین کے لئے بہت خدمات سرانجام دی ہیں)۔ تو نعیم بن عبداللہ نے کافی ڈرانے کی کوشش کی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سنا تو بیک زبان ہو کر کہا۔ ”حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ، ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہی ہمارا کارساز ہے“۔ اس کا ذکر فرمایا۔ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ، (پیغمبر کے ساتھی) وہ لوگ ہیں کہا ان کو لوگوں نے۔ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ، بے شک لوگوں نے تحقیق جمع کئے ہیں لشکر تمہارے لئے۔ فَآخَشَوْهُمْ، پس تم ان سے ڈرو۔ ان کا مقابلہ نہ کرنا، یہ بات جب ان کے ایجنٹوں نے کہی۔ فَرَاذَهُمْ إِيْمَانًا، پس زیادہ کر دیا اس بات نے ان کے ایمان کو۔ وَقَالُوا، اور کہا انہوں نے۔ ”حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ“ ☆، ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور اچھا ہے کارساز۔ یعنی کام بنانے والا وہی رب تعالیٰ ہی ہے۔ تاریخ اور تفسیر کی کتابوں میں موجود ہے کہ جب عمرو بن کنعان نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانے کا حکم دیا تو اس کے لئے آگ کا بہت بڑا بھٹہ تیار کیا گیا۔ اس میں لکڑیاں ڈال کر ان کو آگ لگائی گئی۔ آگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منجنتی (آلے) کے ذریعے آگ کے بھٹے میں ڈالا گیا۔ یہ آلہ اس وقت کے انجینئر ”ہیزن“ نامی آدمی نے تیار کیا تھا۔ جس کے ذریعے وہ بڑے بڑے پتھر قلعوں پر ڈالتے تھے۔ دارمی شریف کی روایت میں ہے۔ ”جُرِدَّ عَنِ الْيَتَابِ“۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالتے

وقت تنگا کر دیا گیا۔ اسی لئے بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ لوگ جب قبروں سے نکلیں گے تو سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ فرمایا، اس کے بعد مجھے لباس پہنایا جائے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے لباس پہنانے کی یہی وجہ ہے۔ کہ ان کو تنگا کر کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے جکڑ کر منجیق آلے کے ذریعے آگ کے بھٹے میں پھینکا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب منجیق میں رکھا گیا تو مخالفین نے نمرود زندہ باد کے نعرے لگانے شروع کئے اور اس خوشی میں بھگتہ اڑا لے رہے تھے کہ ابھی اس کا سر پھٹے گا ٹھاہ ہوگی اور ہمارے کلیجے ٹھنڈے ہوں گے۔ اور ہم بت توڑنے کا انتقام لیں گے۔ اس حالت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا کہ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتاؤ۔ اس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ ”حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ“ مجھے میرا رب کافی ہے۔ اور وہ بہترین کارساز ہے۔ مجھے تیری مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ گھروں میں چھپکلی ہوتی ہے اس کو عربی میں ”وزغ“ کہتے ہیں اس نے پھونکیں مارنی شروع کیں کہ آگ تیز ہو۔ اگرچہ اس کی پھونکوں سے کچھ نہیں بنتا تھا۔ مگر اس نے اپنا جبٹ باطن تو ظاہر کر دیا کہ میں کیا ہوں اور ایک سیاہ رنگ کا پرندہ ہوتا ہے اس کو ”کالی کات“ کہتے ہیں۔ وہ بڑی دور سے اپنی چونچ میں پانی لے کر بلندی سے پھینکتا تھا۔ اس کو پرندوں نے کہا کہ کیا تیرے اس پانی کے قطرے سے آگ بجھ جائے گی؟ اس نے کہا کہ آگ کا بجھانا میرا فریضہ نہیں ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے خلیل کی مدد کے لئے اپنی توفیق کے مطابق چونچ استعمال کرنی ہے۔ کاش کہ ہم بھی اسلام کی مدد کے لئے اپنی چونچ استعمال کریں۔ یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نے

جتنی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اتنی خدمت کرے۔ کیونکہ ”لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا“۔
اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں بنایا۔ اور کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ
ہونا کہ اسلام مٹ جائے گا یا درکھنا کافر جتنا زور لگائیں اسلام کو نہیں مٹا سکتے۔ اس کی حفاظت
کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ باقی ہمیں اپنی ہمت کے مطابق محنت کرنی چاہیے۔ تاکہ اس
میں ہمارا بھی حصہ ہو جائے۔ فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةِ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ، پس وہ لو نے اللہ تعالیٰ کی نعمت
لے کر اور اللہ تعالیٰ کا فضل لے کر۔ عبید قیس قبیلے کے تاجروں کا جو قافلہ آ رہا تھا۔ اس سے
سامان خریدا۔ چونکہ تاجر لوگ تھے۔ تھوک کے حساب سے ان کو سامان سستا مل گیا۔ جس کا ان
کو بڑا فائدہ ہوا۔ اس کا ذکر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور نعمت لے کر لوٹے۔ لَمْ يَمْسَسْهُمْ
سُوءًا، نہ پہنچی ان کو کوئی تکلیف۔ کیونکہ لڑائی کی نوبت ہی نہ آئی۔ کافر ویسے ہی بھاگ گئے۔
رب بھی راضی ہو گیا۔ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ، اور انہوں نے پیروی کی اللہ تعالیٰ کی رضاء
کی۔ اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی، باوجود زخمی ہونے کے حالانکہ وہ
کہہ سکتے تھے کہ حضرت ابھی تو ہمارے زخم ٹھیک نہیں ہوئے جب زخم ٹھیک ہو جائیں گے تو پھر
چلیں گے۔ لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کوئی قیل وقال نہیں کی۔ اور آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو تسلیم کیا۔ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ۝، اور اللہ تعالیٰ بڑی مہربانی کرنے
والا ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ مشرکوں کے ایجنٹ کے بارے میں فرماتے ہیں۔ جس نے ڈرایا تھا کہ
قریشیوں نے بڑی فوجیں جمع کی ہیں۔ اور تمہارے مقابلہ کے لئے آرہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں۔ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ، بختہ بات ہے (وہ جو تمہیں ڈراتا تھا) وہ شیطان ہے۔
يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهُ، وہ ڈراتا ہے اپنے ساتھیوں سے۔ چونکہ کافر تھا اور طبعی طور پر آدمی اپنے

نظریے کا حامی ہوتا ہے۔ فَلَا تَخَافُوهُمْ ، پس تم ان سے خوف نہ کرو۔ اے مومنو! تم ان سے نہ ڈرنا۔ وَخَافُونَ ، اور مجھ سے خوف کرو۔ یعنی میری مخالفت سے ڈرنا کا فرتمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ ، اگر ہو تم مومن۔ یعنی اگر تم سچے مومن ہو تو مجھ سے ڈرو کہ کہیں میرے حکم کی خلاف ورزی نہ ہو جائے۔ اور مومن جب مومن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد ساتھ ہوتی ہے پھر کافر چاہے کتنے زیادہ کیوں نہ ہوں فتح ایمان والوں کو حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ متعدد مقامات ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تھوڑوں کو بہتوں پر فتح عطاء فرمائی۔ دوسرے پارے میں تم پڑھ چکے ہو۔ ”كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ“۔ کتنی ہی تھوڑی جماعتیں غالب آجاتی ہیں بہت ساری جماعتوں پر اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ حضرت طاہوت رحمہ اللہ تعالیٰ کے لشکر میں بمع ان کے تین سو تیرہ آدمی تھے۔ اور مقابلہ میں جالوت کا لشکر ایک لاکھ کا تھا۔ تو کیا نسبت ہے؟ تین سو تیرہ کی ایک لاکھ کے ساتھ مگر قرآن پاک میں آتا ہے۔ ”فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ“ پس مومنوں نے شکست دی کافروں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ اسی طرح موتہ کے مقام پر تین ہزار نے ایک لاکھ کا مقابلہ کیا۔ اور ان کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے شکست دی۔ اور یرموک کے مقام پر پینتیس / ۳۵ ہزار کا ذکر بھی آتا ہے۔ اور چھبیس / ۳۶ ہزار کا ذکر بھی آتا ہے۔ اور مقابلے میں رومیوں کی سات لاکھ فوج تھی۔ مسلمانوں نے سات لاکھ فوج کو شکست فاش دی سب سے بڑی قوت ایمان اور عمل صالح ہے۔ ان کے ہوتے ہوئے ہتھیار چاہے معمولی بھی ہوں اللہ تعالیٰ کی نصرت ہوگی۔ خالی ہتھیاروں پر بھروسہ ہو تو پھر کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ سب سے بڑی قوت ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ ”وَأَنْتُمْ الْأَغْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ“ (پارہ ۴)۔ اور غالب تم ہی ہو گے بشرطیکہ تم مومن

ثابت ہو۔ پھر وہ منافق جو الگ ہو گئے تھے۔ ان کی علیحدگی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعی طور پر
 صدمہ تھا۔ کیونکہ ایک آدمی ساتھ مل کر پھر الگ ہو جائے اور دشمنوں کا ساتھ دے تو صدمہ تو
 ہوتا ہے۔ اور یہ منافق بھی ایسے ہی تھے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَلَا يَخْرُجُكَ، اور تجھے غم
 میں نہ ڈالیں۔ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ، وہ لوگ جو دوڑ کے جاتے ہیں۔ فِي الْكُفْرِ، کفر میں۔ یہ
 منافق جو کافروں کی طرف دوڑ کے جاتے ہیں اور ان کے ساتھ مراسم قائم کرتے ہیں اور
 تمہارے لئے گردشوں کے منتظر ہیں۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فکر مند نہ ہوں۔ إِنَّهُمْ لَنْ
 يَصُرُوا اللَّهَ شَيْئًا، بے شک وہ ہرگز نہیں نقصان پہنچا سکیں گے اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی۔ تو جب وہ اللہ
 تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا
 کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ اور رب، رب ہے۔ ایک آن میں دنیا کو آباد کر سکتا ہے۔ اور ایک آن میں
 تباہ کر سکتا ہے۔ يُرِيدُ اللَّهُ الْأَلَاءَ بِجَعَلٍ لَهُمْ، اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے اس چیز کا کہ نہ کرے ان
 کے واسطے۔ حَظَافِي الْأَخِرَةِ، حصہ آخرت میں۔ کیونکہ انہوں نے ایمان کا دعویٰ کر کے کفر کی
 طرف رجوع کیا ہے۔ زبانی طور پر کلمہ پڑھتے ہیں اور اندرونی طور پر کافروں کے ساتھ ہیں
 لہذا جب وہ خود ایمان کی طرف نہیں آنا چاہتے تو رب تعالیٰ زبردستی کسی کو ایمان نہیں دیتا۔
 ایمان لانے میں اور کفر اختیار کرنے میں انسان کو اختیار ہے۔ پندرہویں پارے میں
 آتا ہے۔ "فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ"۔ پس جو شخص چاہے ایمان لائے اور جو
 چاہے کفر اختیار کرے۔ تو جب وہ کفر کی طرف مائل ہیں تو آخرت میں حصہ کس طرح
 ہو سکتا ہے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ O، اور ان کے لئے عذاب ہوگا بڑا۔ کہ "إِنَّ الْمُنَافِقِينَ
 فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ"۔ بے شک منافق جہنم کے سب سے نیچے والے طبقے میں

ہوں گے جہاں سب سے سخت عذاب ہوگا۔

اس آیت کریمہ میں کافروں کی آخرت میں ناکامی کا ذکر تھا اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دنیا میں بھی ناکام ہوں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے ارشاد ربانی ہے۔ **إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرُوا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ بِشُكٍّ** وہ لوگ جنہوں نے فریاد کفر کو ایمان کے بدلے کفر خریدنا ایمان سے مراد فطرت سلیمہ ہے جس پر بچہ پیدا ہوتا ہے۔ کافروں نے وہ فطرت ضائع کر دی اور کفر اختیار کر لیا۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل سمجھ حواس ظاہری اور باطنی جیسی قوتیں عطا فرمائیں ہیں ان سے ایمان اور نیکی خریدیں جو تمہیں جنت تک ساتھ لے جائیں گی لیکن کافروں نے اس پونجی کو ضائع کیا اور ایمان کے بدلے کفر خریدنا۔ فرمایا **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْخَسُوا اللَّهَ شَيْئًا** وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کا نقصان نہیں کر سکتے اور نہ اس کے دین کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا دین حق اور صداقت پر مبنی ہے۔ اس کو اختیار کرنے والے لوگ ہمیشہ قائم رہیں گے۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے **وَلَهُمْ دَعَابٌ أَلِيمٌ** اور جن لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر خریدنا ہے ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمَلِّئُ لَهُمْ خَيْرًا لِّأَنفُسِهِمْ ،
 إِنَّمَا نُمَلِّئُ لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا ، وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٤٥﴾ مَا كَانَ
 اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ
 الطَّيِّبِ ، وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي
 مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ ، فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ، وَإِنْ تُوْمِنُوا وَتَتَّقُوا
 فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٤٦﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ
 مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرٌ لَّهُمْ ، بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ، سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخَلُوا
 بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ، وَاللَّهُ بِمَا
 تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٤٧﴾

۱۸
۶۸
۹

وَلَا يَحْسَبَنَّ ، اور ہرگز نہ خیال کریں۔ الَّذِينَ كَفَرُوا ، وہ لوگ جو کافر ہیں۔ إِنَّمَا نُمَلِّئُ لَهُمْ ،
 کہ بے شک جو ہم ان کو مہلت دیتے ہیں۔ خَيْرًا لِّأَنفُسِهِمْ ، بہتر ہے ان کی جانوں کے لئے۔
 إِنَّمَا نُمَلِّئُ لَهُمْ ، پختہ بات ہے ہم ان کو مہلت دیتے ہیں۔ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا ، تاکہ اور زیادہ گناہ
 کمالیں۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ، ان کے لئے عذاب ہے ذلیل کرنے والا۔ مَا كَانَ اللَّهُ ،
 نہیں ہے اللہ تعالیٰ ایسا۔ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ ، کہ چھوڑ دے مومنوں کو۔ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ ، اس
 حالت پر جس حالت پر تم ہو۔ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ ، یہاں تک کہ الگ کر دے ناپاک۔ مِنَ

الطَّيِّبِ، پاک سے۔ وَمَا كَانَ اللَّهُ، اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ ایسا۔ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ، کہ تمہیں اطلاع دے غیب پر۔ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي، اور لیکن اللہ تعالیٰ چنتا ہے۔ مِنْ رُسُلِهِ، اپنے رسولوں میں سے۔ مَنْ يَشَاءُ، جس کو چاہے۔ فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ، پس ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر۔ وَإِنْ تُؤْمِنُوا، اور اگر تم ایمان لاؤ۔ وَتَتَّقُوا، اور ڈرتے رہو۔ فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ، پس تمہارے واسطے ہے اجر بڑا۔ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ، اور ہرگز نہ خیال کریں وہ لوگ۔ يَتَخَلَّوْنَ، جو بخل کرتے ہیں۔ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ، اس مال میں جو ان کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ مِنْ فَضْلِهِ، اپنے فضل سے۔ هُوَ خَيْرٌ لَّهُمْ، کہ وہ ان کے لئے بہتر ہے۔ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ، بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے۔ سَيُطَوَّقُونَ، عنقریب ان کو طوق پہنایا جائے گا اس مال کا۔ مَا بَخِلُوا بِهِ، جس مال کے ساتھ انہوں نے بخل کیا۔ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، قیامت والے دن۔ وَ لِلَّهِ مِيرَاثُ، اور اللہ تعالیٰ کے واسطے ہی ہے میراث۔ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، آسمانوں کی اور زمین کی۔ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ، اور اللہ تعالیٰ ان کاموں سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو۔ جب بدر میں بھی مسلمان اسلحہ اور مالی اعتبار سے کمزور تھے اور یہی حالت جبکہ احد میں تھی۔ تو بعض کافروں نے سادہ قسم کے مسلمانوں کو کہا کہ اے مومنو! تم دعویٰ کرتے ہو کہ رب ہم سے راضی ہے اور ہمیں کہتے ہو کہ اے کافر تو تم سے رب ناراض ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ "لَا يَرْضَى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ" (پارہ ۲۳)۔ وہ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتا۔ اور ایمان والوں سے راضی ہے۔ "لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ" (پارہ ۲۶)۔ تو یہ دونوں باتیں قرآن پاک میں موجود ہیں کہ مومنوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہے اور کافروں سے ناراض ہے۔ لیکن کافر سادہ قسم کے مسلمانوں کو مخالطہ دیتے تھے کہ دیکھو

مال ہمارے پاس زیادہ ہے یا تمہارے پاس اولاد ہماری زیادہ ہے یا تمہاری؟ بھوکے ننگے ہم رہتے ہیں یا تم رہتے ہو؟۔ (کیونکہ بعض مسلمان ایسے تھے کہ دو، دو دن تین، تین دن بھوکے رہتے تھے اور ایسے بہت تھے جن کے پاس جوتا نہیں تھا۔ ننگے پاؤں چلتے تھے)۔ پھر کہتے دیکھو لوگ تمہیں مارتے ہیں یا ہمیں مارتے ہیں؟ اے مسلمانو! اگر رب تم سے راضی ہوتا تو سارے خزانے تمہیں دے دیتا۔ اور ہم سے اگر ناراض ہوتا تو ہم سے سب کچھ چھین لیتا۔ اور سطحی قسم کے آدمی اس مغالطے کا شکار ہو جاتے لہذا اللہ تعالیٰ نے کافروں کے اس شبہے کا جواب دیا فرمایا۔ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا، اور ہرگز نہ خیال کریں وہ لوگ جو کافر ہیں۔ اِنَّمَا نُمَلِّئِي لَهُمْ خَيْرًا لِّانْفُسِهِمْ، کہ بے شک جو ہم ان کو مہلت دیتے ہیں بہتر ہے ان کی جانوں کے لئے۔ اِنَّمَا نُمَلِّئِي لَهُمْ، پختہ بات ہے ہم ان کو مہلت دیتے ہیں۔ لِيُزِدُوا ذُرِّيَّتَهُمُ، تاکہ اور زیادہ گناہ کمالیں۔ یہ مال و دولت اور دنیا کی ترقی اس لئے نہیں ہے کہ ہم ان سے راضی ہیں بلکہ یہ تو ہم نے ان کو ڈھیل دی ہوئی ہے کہ گناہ زیادہ کر لیں۔ اور پھر یکبارگی ہماری گرفت میں آجائیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔ "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَيُمَلِّى الظّٰلِمَ حَتّٰى اِذَا اَخَذَهُ لَمْ يَفْلِتْهُ"۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کی رسی ڈھیلی کر دیتا ہے کہ جتنا ظلم کر سکتا ہے کر لے پھر جب پکڑتا ہے تو اس کو مہلت نہیں دیتا۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ، ان کے لئے عذاب ہے ذلیل اور رسوا کرنے والا۔ غزوہ احد میں مسلمانوں کو خاصی پریشانی اٹھانی پڑی تو بعض حضرات کے ذہنوں میں یہ بات آئی کہ ہمیں یہ تکلیف کیوں آئی ہے؟۔ اس کا ایک جواب تو آپ سن چکے ہیں۔ کہ مسلمانوں کی اپنی غلطی کی وجہ سے تکلیف آئی۔ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے حکم کی خلاف ورزی کی یہ تو اس کا ظاہری سبب تھا۔ اور ایک سبب اس کا کوئی تھا وہ یہ ہے مَا كَانَ اللّٰهُ، نہیں

لوگوں کو غیب کے علم پر اطلاع دے ہاں اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے۔ اور ان کو بھی غیب کا علم نہیں دیتا بلکہ ”لِيُطَّلِعَكُمْ“ غیب کی اطلاع دیتا ہے۔ غیب پر مطلع کرتا ہے۔ کہ فلاں، فلاں مومن ہیں اور فلاں، فلاں کافر اور منافق ہیں۔ اس آیت کریمہ سے اہل بدعت نے غلط استدلال کیا ہے۔ اور نبیوں کے لئے علم غیب ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اس کو سمجھ لیں۔ بریلوی حضرات کے امام ہیں ”احمد رضا خان صاحب“۔ بریلوی ان کے نام پر کانفرنس بھی منعقد کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں اس مسئلے پر خاصی بحث کی ہے۔ ان کی کتابیں ہیں ”خالص الاعتقاد، نفی الفی، الامن والعلی“ ان ساری کتابوں میں انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اس وقت سے لے کر جنت دوزخ میں داخل ہونے تک کی ساری خبریں اور مشرق سے لے کر مغرب تک شمال سے لے کر جنوب تک عرش سے لے کر فرش تک۔ اس درمیان میں کوئی ذرہ اور قطرہ ایسا نہیں ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیا ہو۔ علم ”ماکان وما یکون“ جو کچھ ہوا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے، سب کا علم اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا ہے۔ اس دعوے پر وہ جو دلائل پیش کرتے ہیں ان میں سے ایک دلیل یہ ہے۔ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطَّلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ، اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ ایسا کہ تمہیں اطلاع دے غیب پر اور لیکن اللہ تعالیٰ چنتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں بلکہ تمام رسولوں کے امام ہیں۔ اور مجتبیٰ بھی ہیں۔ کہ تمام رسولوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ سب سے اعلیٰ ہے۔ اور اس سے کسی مسلمان کو انکار بھی نہیں ہے۔ اور نہ کوئی انکار کر سکتا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

سب کچھ بتا دیا ہے۔ یہ ہے ان کا استدلال۔ جواب سے پہلے ایک بات سمجھ لیں وہ یہ کہ قرآن مجید میں جہاں سورۃ کا نام لکھا ہوا ہے شروع میں ایک ہندسہ اس سے پہلے لکھا ہوا ہے اور ایک ہندسہ بعد میں۔ مثلاً یہ دیکھیں لکھا ہوا ہے۔ ”سورۃ آل عمران مدنیۃ“ اس سے پہلے تین کا ہندسہ ہے۔ اور بعد میں نو اسی/۸۹ کا ہندسہ ہے۔ یہ تین والا ہندسہ یہ بتا رہا ہے کہ قرآن کریم کی موجودہ ترتیب کے اعتبار سے یہ تیسری سورۃ ہے۔ اور بعد میں جو نو اسی/۸۹ کا ہندسہ ہے وہ یہ بتا رہا ہے کہ نزول کے اعتبار سے اس کا نو اسی/۸۹ نمبر ہے۔ اور قرآن پاک میں کل سورتیں ایک سو چودہ/۱۱۴ ہیں۔ اب جواب سمجھیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ اگر اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کئی عطاء فرما دیا ہے۔ تو اس کے بعد ایک حرف بھی قرآن کریم کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل نہ ہوتا۔ حالانکہ دیگر احکام کے علاوہ قرآن کریم کی پچیس/۲۵ سورتیں اس آیت کریمہ کے بعد نازل ہوئی ہیں۔ مولیٰ سی بات ہے کہ قرآن غیب میں شامل ہے یا نہیں؟ اور یقیناً جواب یہی ہے کہ قرآن غیب میں شامل ہے۔ تو جو سورتیں بعد میں نازل ہوئی ہیں وہ بھی تو غیب کا حصہ ہیں۔ وہ کیوں نازل ہوئی ہیں اور ان میں سورۃ مائدہ اور توبہ، نساء جیسی لمبی لمبی سورتیں بھی شامل ہیں اگر سارا غیب عطاء کر دیا گیا ہے تو ان کے بعد میں نازل ہونے کا کیا مطلب ہے؟۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر واقعی اس سے علم غیب ثابت ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کچھ بتا دیا گیا ہے تو پھر اس کے بعد جو سورتیں نازل کی گئی ہیں ان میں نئی کیوں آئی ہے؟۔ مثلاً سورۃ النساء میں مذکور ہے۔

”وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقُصِّهِمْ عَلَيْكَ“۔ اور کتنے ہی رسول ہم نے بھیجے جن میں سے بعض کے حالات ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے قبل سنا

دیئے اور ان میں سے بعض کے حالات ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بتائے اسی طرح سورۃ توبہ بھی بعد میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں ارشادِ باری ہے۔ ”وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ“۔ اور بعض مدینے والے اڑے رہے ہیں نفاق پر اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نہیں جانتے صرف ہم ہی ان کو جانتے ہیں یہ آیت کریمہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دور نہیں بلکہ مدینہ طیبہ میں اور معمولی منافقوں کو ہی نہیں بلکہ ان منافقوں کو جن کا نفاق حدِ کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ اور جو نفاق پر اڑے ہوئے اور بضد تھے۔ ان کو بھی جنابِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے تھے ان کا علم بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو تھا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب اور ”جمع ماکان و ما یكون“ کا علم حاصل ہوتا تو لا محالہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان منافقوں کے حالات معلوم ہوتے اور اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نہیں جانتے، صرف ہم ہی ان کو جانتے ہیں۔ یہ موٹی سی بات ہے۔ سمجھ آئی ہے کہ نہیں؟ کہ اس آیت کریمہ سے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علمِ غیب کلی ثابت ہوتا ہے تو بعد والی سورتوں میں اس کی نئی کیوں کی گئی ہے باقی رہی بات غیب کی خبروں کی تو وہ حق ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ”ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيْهِ اِلَيْكَ“ (پارہ ۳)۔ یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کرتے ہیں۔ اور اسی طرح بارہویں پارے میں فرمایا ”تِلْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيْهَا اِلَيْكَ“ یہ باتیں غیب کی خبروں میں سے ہیں۔ ہم وحی کے ذریعے ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے بے شمار غیب کی خبریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی ہیں۔ پہلی قوموں کی بھی اور قیامت کی نشانیاں بھی آنے والے حالات بھی بتائے قبرِ برزخ میں جو کچھ ہوگا غرضیکہ بہت کچھ بتایا ہے۔

وہ دینے والا جانے اور لینے والا جانے۔ اس کی حد بندی ہم نہیں کر سکتے۔ مگر اتنی بات قرآن کریم سے ثابت ہے کہ غیب صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، ”وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهُ“ (پارہ ۱۲)۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے غیب آسمانوں کا اور زمینوں کا۔ اور اسی کی طرف لوٹتے ہیں سب کام تو آسمانوں اور زمینوں کے غیوب صرف رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ پھر بعض چیزیں ایسی ہی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق نہیں ہیں۔ سورۃ یسین میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ”وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ“ اور ہم نے ان (یعنی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کو شعر نہیں سکھایا اور یہ ان کے لائق بھی نہیں ہے۔ اس نص قطعی سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم عطاء ہی نہیں کیا کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند اور رفیع شان کے لائق ہی نہیں ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت کے ترجمان ہیں۔ مگر شاعریت کا حسن و کمال اکثر کذب اور مبالغے پر مبنی ہوتا ہے۔ اور شاعر لوگ تصور و خیال کی باتیں کہتے رہتے ہیں۔ اور شاعری میں جتنا جھوٹ زیادہ ہوگا اتنا مزہ آئے گا۔ اس دور کے شاعروں میں علامہ اقبال مرحوم بڑے بلند پائے کے شاعر تھے۔ مگر ان کو بھی کہنا پڑا۔

گفتار کا غازی بن تو گیا

کردار کا غازی بن نہ سکا

کیونکہ جس طرح کی اس کی شاعری ہے اگر کردار بھی اسی طرح کا ہوتا تو علامہ اقبال مرحوم بہت بڑا ولی اللہ ہوتا۔ شاعر کہتا کچھ ہے اور کرتا کچھ ہے۔ علامہ اقبال نے جب بانگ درا لکھی جو اس فن میں بڑی بلند کتاب ہے تو سب جہات کا ایک مخلوط الحواس شاعر تھا ”امام دین“ یہ قادیانی تھا۔

اس نے بانگ درا کے مقابلہ میں بانگ دحل لکھی اس نے اس میں لکھا ہے ۔

اگر ہوتے کچھ قبض کی شکایت تو کھا مولیاں اور مٹا مام دینا

جنت کی سیٹیں تو پڑ ہو چکی ہیں جہنم میں بے خوف و ڈراما دینا

چونکہ قادیانی تھا جہنم میں پہنچ لیا ہوگا۔ اس کے سوا اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ اسی طرح اس کا

ایک شعر ہے ۔

حکومت کو کہہ دو جہازوں کو روکے

یہ راتوں کو اڑ کر میرا تراه کاھڑتے ہیں

تو شاعروں کا کیا ہے کبھی کچھ کہتے ہیں، کبھی کچھ کہتے ہیں۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی

(صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ علم نہیں عطا فرمایا، یہ علم کی بات ہے اور غیب اور چیز ہے اور غیب کی

خبریں اور چیز ہیں۔ ان میں فرق ہے۔ اگر تفصیل کی ضرورت ہو تو میری کتاب ”ازالۃ الریب

عَنْ عَقِيْدَةِ عِلْمِ الْغَيْبِ“ پڑھ لیں۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ، پس ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اس

کے رسولوں پر۔ وَاِنْ تُوْمِنُوْا، اور اگر تم ایمان لاؤ۔ وَتَتَّقُوْا، اور ڈرتے رہو۔ فَلَكُمْ اَجْرٌ

عَظِيْمٌ ﴿۱۰﴾، پس تمہارے لئے اجر ہوگا بڑا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے بخل کرنے والوں کی حالت بیان

فرمائی ہے جو مال ہوتے ہوئے بخل سے کام لیتے ہیں زکوٰۃ عشر، فطرانہ ادا نہیں کرتے اور مال

ہوتے ہوئے حج نہیں کرتے فرمایا، وَلَا يَخْسَبْنَ الَّذِيْنَ، اور ہرگز نہ خیال کریں وہ لوگ۔

يَتَخَلَّوْنَ، جو بخل کرتے ہیں۔ بِسْمَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ، اس مال میں جو ان کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ مِنْ

فَضْلِهِ، اپنے فضل سے۔ هُوَ خَيْرٌ اٰتٰهُمُ، کہ وہ ان کے لئے بہتر ہے۔ بَلْ هُوَ شَرٌّ لّٰهُمُ، بلکہ وہ

ان کے لئے برا ہے۔ سَيَطْرُقُوْنَ، عنقریب ان کو طوق پہنایا جائے گا اس مال کا۔ مَا يَتَخَلَّوْنَ، یہ

جس مال کے ساتھ انہوں نے بخل کیا۔ یَوْمَ الْقِيَامَةِ ، قیامت والے دن۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایسا سونا چاندی جس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی اور جو حق ہیں فطرانہ قربانی وغیرہ ادا نہیں کئے تو اس کو دو مونہوں والا گنجا سانپ بنا کر گلے میں ڈالا جائے گا۔ (جیسے مفلح ہوتا ہے)۔ وہ دونوں رخساروں پر ڈنگ مارے گا۔ اور کہے گا ”اِنَا مَالِكٌ، اِنَا كُنُزُكَ“۔ میں تیرا مال ہوں، تیرا خزانہ ہوں اور فرمایا اتنی بات سارے سمجھ لو کہ جس کے پاس جتنا مال ہے ساتھ کسی نے نہیں لے جانا۔ یہ کسی کی ذاتی میراث نہیں ہے۔ وَلِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ، اور اللہ تعالیٰ کے واسطے ہی ہے میراث آسمانوں کی اور زمین کی۔ آدمی کا اپنا وہی ہے جو اس نے کھا لیا، پی لیا، پہن لیا۔ باقی یا تو وارثوں کا ہے یا دوسرے لوگوں کا ہے۔ لہذا تم مال میں بخل نہ کرو۔ اور اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ اور اللہ تعالیٰ ان کاموں سے خبردار ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ سب اس کے علم میں ہے۔ کسی کا کوئی عمل ایسا نہیں ہے جو رب تعالیٰ کے علم سے باہر ہو۔

وَقِيلَ لَآئِمٍ

لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ
 سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ، وَنَقُولُ ذُوقُوا
 عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿١٧١﴾ ذَلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ
 بِظَلَامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿١٧٢﴾ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عٰهَدَ إِلَيْنَا آلا نُوْمِنَ
 لِرَسُولٍ حَتَّىٰ يَأْتِينَا بَقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ
 مِّنْ قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالذِّكْرِ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ إِنْ كُنْتُمْ
 صَادِقِينَ ﴿١٧٣﴾ فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ رَسُولٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَاءَ
 وَبِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ﴿١٧٤﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ
 وَأَنَّمَا تُوقَفُونَ أَجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَنْ زُحِرَ عَنِ النَّارِ
 وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ، وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ﴿١٧٥﴾

لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ، البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے سنا لی ہے۔ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا، ان لوگوں کی جنہوں
 نے کہا۔ إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ، بے شک اللہ تعالیٰ محتاج ہے۔ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ، اور ہم مالدار ہیں۔
 سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا، بتا کید ہم لکھیں گے جو کچھ انہوں نے کہا ہے۔ وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ، اور ان کا
 اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو قتل کرنا۔ بِغَيْرِ حَقٍّ، ناحق۔ وَنَقُولُ، اور ہم کہیں گے۔ ذُوقُوا عَذَابَ

الْحَرِيقِ ☆، چکھو جلانے والی آگ کا عذاب۔ ذَلِكْ بِمَا قَدَّمْتُمْ أَيْدِيكُمْ، یہ سبب اس کے جو بھیجا آگے تمہارے ہاتھوں نے۔ وَأَنَّ اللَّهَ، اور بے شک اللہ تعالیٰ۔ لَيْسَ بِظُلَامٍ لِّلْعَبِيدِ ○، نہیں ہے ظلم کرنے والا بندوں پر۔ الَّذِينَ قَالُوا آ، وہ لوگ جنہوں نے کہا۔ إِنَّ اللَّهَ عٰهَدَ الْاِيْنَآ، بے شک اللہ تعالیٰ نے عہد کیا ہے ہمارے ساتھ۔ اَلَا نُؤْمِنُ لِرَسُوْلٍ، یہ کہ ہم نہ ایمان لائیں کسی رسول پر۔ حَتّٰى يَأْتِيَنَا بِقُرْبٰنٍ، یہاں تک کہ وہ لائے ہمارے پاس ایسی قربانی۔ تَأْكُلُهٗ النَّارُ، کہ کھا جائے اس کو آگ۔ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رُسُلٌ، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں! کہ تحقیق آئے تمہارے پاس رسول۔ مِّنْ قَبْلِيْ، مجھ سے پہلے۔ بِالْبَيِّنٰتِ، واضح دلیلوں کے ساتھ۔ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ، اور وہ چیز بھی جو تم نے کہی ہے۔ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ، پس تم نے ان کو کیوں قتل کیا؟۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○، اگر ہو تم سچے۔ فَاِنْ كَذَّبُوْكُمْ، پس اگر وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جھٹلائیں۔ فَقَدْ كَذَّبَ، پس تحقیق جھٹلائے گئے۔ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ، کئی رسول آپ سے پہلے۔ جَاءَ وَبِالْبَيِّنٰتِ، لائے وہ واضح دلائل۔ وَالزُّبُرِ، اور صحیفے۔ وَالكِتٰبِ الْمُنِيْرِ، اور ایسی کتابیں جو روشنی پہنچانے والی تھیں۔ كُلُّ نَفْسٍ ذٰنِقَةُ الْمَوْتِ، ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے۔ وَاِنَّمَا تُوفُوْنَ، اور پختہ بات ہے تمہیں پورا، پورا دیا جائے گا۔ اُجُوْرَكُمْ، تمہارا اجر۔ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، قیامت والے دن۔ فَمَنْ ذُوْحِرَ عَنِ النَّارِ، پس وہ شخص جو دور رکھا گیا دوزخ کی آگ سے۔ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ، اور داخل کیا گیا جنت میں۔ فَقَدْ فَازَ، پس تحقیق وہ کامیاب ہو گیا۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا، اور نہیں ہے دنیا کی زندگی۔ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ○ مگر دھوکے کا سامان۔

اس سے پہلے درس میں بخل کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ آج کی آیات بھی اسی سلسلہ میں ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوتِ اسلام کا پیغام دے کر یہود بنو قیقاع کی طرف بھیجا۔ اس دعوت نامے کا عنوان اس طرح کہ ”اتَّقُوا اللَّهَ“ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور ایمان لے آؤ۔ کیونکہ تم جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم برحق ہیں۔ اور اس بات کی گواہی خود تمہاری کتابوں میں موجود ہے۔ اور نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو۔ ”وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا“۔ اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دو۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ خط لے کر بنو قیقاع پہنچے۔ اس وقت یہودیوں کا بڑا عالم فحاض بن عازور ابیت المدراس میں تعلیم دے رہا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط مبارک پڑھ کر کہنے لگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں۔ اس لئے تو ہم سے قرضہ مانگتا ہے۔ (العیاذ باللہ) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر برداشت نہ کر سکے۔ اور اس یہودی عالم کو تھپڑ مارا اور فرمایا، کہ اگر ہمارے تمہارے درمیان معاہدہ حائل نہ ہوتا تو میں تلوار سے تیرا کام تمام کر دیتا۔ فحاض بن عازور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت کرنے پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی اس گستاخی کا جواب دیا ہے۔ قرضِ حسنہ کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ ”مَنْ ذَ الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا“۔ کون ہے تم میں سے جو اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دے۔ قرضِ حسنہ کی تعریف یہ ہے کہ کوئی آدمی ایسے شخص کو جو قرض لینے کا حقدار ہے اپنے جلال اور طیب مال میں سے دے۔ اور قرض کی وصولی میں اسے تنگ نہ کرے اور احسان بھی نہ جنلائے۔ قرضِ حسنہ کا سترہ/۱۷ اگنا ثواب ملتا ہے۔ ظاہری طور پر

دیکھا جائے تو بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کیونکہ صدقے میں تو پیسے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں۔ اور واپس دنیا میں نہیں ملتے۔ اس کا ثواب ہے دس گنا۔ اور قرضِ حسنہ جو واپس ملتا ہے۔ اس کا ثواب ہے سترہ/ے اگنا۔ تو ظاہری طور پر یہ بات عقل میں نہیں آتی۔ مگر حقیقت اسی طرح ہے۔ کیونکہ جو شخص صدقہ دیتا ہے وہ اپنا فائدہ تلاش کرتا ہے کہ مصیبت نلے گی اور ثواب ملے گا اور قرضِ حسنہ دینے والا دوسرے کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ اور اس کی مجبوری کو سامنے رکھتا ہے۔ اس لئے اس کے سات نمبر زیادہ ہیں۔ مگر اس زمانے میں قرضِ حسنہ دینے اور لینے والے بہت کم ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دینے میں شبہ ہے۔ اور شبہ اس طرح کہ جس طرح تم کسی کو قرض دیتے ہو تو تمہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ تم مجھے ملے گی اسی طرح یہاں سمجھو کہ جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے گا یعنی اسی کی مرضی کے مطابق رقم خرچ کرے گا وہ ضائع نہیں ہوگی بلکہ اس کا بدلہ ضرور ملے گا۔ کیونکہ شبہ من کل الوجوہ نہیں ہوتی۔ بلکہ من وجہ ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر بہادر آدمی کو کہتے کہ یہ شیر ہے۔ تو اس کی تشبیہ صرف بہادری میں ہے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ شیر ہے تو اس کی چار ٹانگیں دکھاؤ، دم دکھاؤ، گردن پر بال دکھاؤ۔ کیونکہ شبہ صرف بہادری میں ہے۔ کہ جس طرح خشکی کے جانوروں میں شیر سب سے بہادر ہے۔ یہ بھی شیر کی طرح بہادر ہے۔ یا کوئی آدمی کند ذہن ہے بات نہیں سمجھتا۔ تو اسے کہا جائے کہ گدھا ہے۔ تو یہاں تشبیہ صرف بے سمجھی میں ہے۔ یہ نہیں کہ اس کی چار ٹانگیں ہیں اور کان ہیں اور چوڑی پیٹھ ہے۔ یا بخیل آدمی کے بارے میں کہا جائے کہ بھائی وہ تو لوہے کا تھن ہے۔ یعنی جس طرح لوہے کے تھن سے دودھ نہیں نکلتا۔ اسی طرح اس آدمی سے بھی کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اور کوئی آدمی زبان کا بڑا میٹھا ہو۔ اور اندر سے چھری ہو تو اس کو کہا جائے کہ وہ سونے کی چھری ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کو قرض دینے

میں یہ تشبیہ ہے کہ تم جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو گے اس کا صلہ ضرور ملے گا۔ اور اس بات کو یہودی بھی سمجھتے تھے۔ مگر شریر تھے۔ اس واسطے کہا کہ مسلمانوں کا خدا فقیر ہو گیا ہے۔ اور ہم مالدار ہیں اس لئے ہم سے قرضہ مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا، اَلْبَتَّ تَحْقِيقَ اللّٰهِ تَعَالٰی نے سن لی ہے بات ان لوگوں کی جنہوں نے کہا۔ اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ، بے شک اللہ تعالیٰ محتاج ہے۔ وَنَحْنُ اَغْنِيَاءُ، اور ہم مالدار ہیں۔ لہذا رب ہم سے قرض مانگتا ہے۔ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا، بتا کید ہم لکھیں گے جو کچھ انہوں نے کہا ہے۔ یعنی ہم لکھنے کا حکم دیں گے کیونکہ رب تعالیٰ خود نہیں لکھتا۔ اس کے فرشتے کرانا کاتبین لکھتے ہیں۔ یہ بات جو انہوں نے کہی ہے۔ یہ تو درج ہو گئی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہمارے پاس لکھی ہوئی ہے۔ وَقَتْلُهُمُ الْاَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ، اور ان کا اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو ناحق قتل کرنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حق کہتے تھے۔ وہ ان کو اچھا نہیں لگتا تھا۔ اس لئے ان کے خلاف ہو گئے اور ان کو قتل کر دیا۔ جیسے شَعْبًا عَلَيْهِ السَّلَامُ کو شہید کیا۔ یحییٰ علیہ السلام کو شہید کیا۔ اور کافی پیغمبر شہید کئے۔ اور ناحق شہید کئے۔ کیونکہ شریعت میں قتل حق کی تین صورتیں ہیں۔ ان تین صورتوں کے علاوہ کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص مرتد ہو جائے العیاذ باللہ تعالیٰ! تو اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی۔ تاکہ وہ اپنے شکوک و شبہات دور کر لے۔ اگر تین دن میں اس نے شکوک و شبہات دور کر کے توبہ نہ کی تو اسے قتل کر دیا جائے گا اور پیغمبروں کے متعلق تو اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ کہ وہ اسلام کو چھوڑ دیں گے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی آدمی دیدہ دانستہ طور پر آگے قتل کے ساتھ کسی بے گناہ کو قتل کر دے۔ تو اس قاتل کو قصاصاً قتل کیا جائے گا۔ اور پیغمبر کسی کو اراداً ناحق قتل نہیں کرتے۔ اور تیسری صورت یہ

ہے کہ شادی شدہ مرد عورت زنا کریں تو ان کو سزا کے طور پر رجم کیا جائے گا۔ اور پیغمبروں کے متعلق اس کا بھی تصور نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا جتنے پیغمبر بھی شہید کئے گئے ناحق شہید کئے گئے۔

وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝ اور ہم کہیں گے چکھو جلانے والی آگ کا عذاب۔ تم نے دنیا میں رب تعالیٰ کو فقیر کہا اور اس کے پیغمبروں کو شہید کیا۔ حق کا مقابلہ کیا اب اس کا مزا چکھو۔ اور ہم کہیں گے۔ ذَلِكْ بِمَا قَدَّمْتُمْ اَيْدِيَكُمْ ، یہ بسبب اس کے جو بھیجا آگے تمہارے ہاتھوں نے۔ یعنی تمہارے ہاتھوں کے کرتوت ہیں۔ وَاِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلّٰمٍ لِّلْعٰبِدِ ۝ اور بے شک اللہ تعالیٰ نہیں ہے ظلم کرنے والا بندوں پر۔ اللہ تعالیٰ نے ظلم حرام کیا ہوا ہے۔ اپنی ذات کے لئے بھی اور مخلوق کے لئے بھی کسی نے قاعدے کے مطابق نیکی کی ہے تو اس کو اجر ملے گا اور اگر کسی نے ذرہ برابر بھی بدی کی ہے تو اس کی سزا پائے گا۔ ”اِلَّا مَنْ رَحِمَهُ اللّٰهُ“۔

الَّذِينَ قَالُوا ، وہ لوگ جنہوں نے کہا۔ اِنَّ اللّٰهَ عٰهَدُ الْاِيْتَا ، بے شک اللہ تعالیٰ نے عہد کیا ہے ہمارے ساتھ۔ اَلَّا نُوْمِنَ لِرَسُوْلٍ ، یہ کہ ہم نہ ایمان لائیں کسی رسول پر۔ حَتّٰى يَأْتِيَنَا بِقُرْبٰنٍ ، یہاں تک کہ وہ لائے ہمارے پاس ایسی قربانی۔ تَاْكُلُهَا النَّارُ ، کہ کھا جائے اس کو آگ۔ اس آیت کریمہ میں یہودیوں کی ایک شرارت کا ذکر ہے۔ وہ اس طرح کہ یہودیوں کے جو بڑے لوگ تھے۔ تعلیم یافتہ ، سیاسی اور مذہبی پیشوا ان کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور کہنے لگے کہ تو راۃ میں ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ کسی نبی کو اس وقت تک نہ مانو جب تک وہ قربانی کر کے میدان میں نہ رکھے اور آگ آکر اس کو جلا نہ دے۔ امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر کبیر میں نقل فرماتے ہیں کہ وہ حکم اس طرح تھا کہ دو پیغمبروں کے علاوہ جو بھی تمہارے سامنے نبوت کا دعویٰ کرے اس سے یہ معجزہ طلب کرو اور کہو کہ ہم تجھ پر اس وقت تک ایمان نہیں

لائیں گے جب تک تم قربانی کر کے میدان میں نہ رکھو اور آگ اس کو جلا نہ دے۔ کیونکہ اس زمانے میں بھی جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنے والے موجود تھے۔ تو جھوٹے اور سچے کو پرکھنے کا یہ معیار مقرر کیا گیا۔ مکرر و پیغمبروں کے علاوہ ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ایک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ ان کے متعلق حکم تھا کہ ان کو ہر حال میں ماننا ہے۔ تسلیم کرنا ہے۔ یہ نشانی ان کے ہاتھ پر ظاہر نہ ہوگی۔ یہ بات بھی توراہ میں لکھی ہوئی تھی۔ لیکن انہوں نے آدمی بات بیان کی اور آدمی بات چھپائی۔ اس کو اس طرح سمجھو کہ ”لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ“ پڑھے اور ”وَأَنْتُمْ سُكَارَى“ نہ پڑھے۔ اور کہے کہ میں تو نماز اس لئے نہیں پڑھتا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے نماز کے قریب نہ جاؤ۔ تو اس کو کہا جائے گا بھائی! اس آیت کریمہ کا سیاق و سباق دیکھتے معلوم ہو جائے گا کہ نشے کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ پہلے نماز کے اوقات کے علاوہ شراب حلال تھی اور حکم تھا۔ ”يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا“، اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ ”لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى“ نہ قریب جاؤ نماز کے اس حالت میں کہ تم نشے میں ہو۔ ”حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ“ (پارہ ۵) جب تک کہ تم نہ سمجھو جو تم کہتے ہو۔ یعنی آدمی جو کچھ نماز میں پڑھتا ہے اس کے مفہوم کا اس کو علم ہونا چاہیے۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے۔ کیا کہہ رہا ہے۔ اور یاد رکھنا ہم پر شراب کا نشہ تو نہیں ہے۔ مگر جہالت کا نشہ ہے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ ہم کیا پڑھتے ہیں۔ اس کا مفہوم کیا ہے۔ پرانے نمازیوں سے پوچھ لیں کہ دتروں کی نماز میں جو دعائے قنوت ہے اس میں ایک جملہ ہے۔ ”نَحْفِذُ“ تو اس ”نَحْفِذُ“ کا کیا معنی ہے۔ نہیں بتا سکتے سو میں سے دو چار ہی بتائیں گے۔ اور بس حالانکہ قرآن کا حکم ہے۔ ”حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ“ یہاں تک کہ تم جان لو کہ کیا کہہ رہے ہو۔ تو جب تک سمجھو گے نہیں

تمہاری نماز نہیں ہوگی۔ اور ہم نے طوطے کی طرح الفاظ رٹے ہوئے ہیں حالانکہ نماز کے الفاظ کا ترجمہ سمجھنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ نص قطعی ہے۔ ”حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ“ یہاں تک کہ تم جان لو کہ کیا کہہ رہے ہو۔ تو خیر یہودیوں نے آگے پیچھے سے کاٹ کر تورات کا حکم سنایا کہ ہمیں تو یہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ تم اس پیغمبر پر ایمان لاؤ۔ جو قربانی کر کے میدان میں رکھے اور آسمان سے آگ آ کر اس کو جلادے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔ پہلا جواب، قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں! کہ تحقیق آئے تمہارے پاس رسول مجھ سے پہلے واضح دلیلوں کے ساتھ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے کئی پیغمبر ایسے تشریف لائے جنہوں نے قربانی والا معجزہ تو نہیں دکھایا لیکن اس کے علاوہ کئی اور معجزے اور دلائل لائے۔ مگر تم نے ان کو تسلیم نہیں کیا۔ کیونکہ ایسے پیغمبر بھی تھے جن کے لئے قربانی والی نشانی نہیں تھی۔ دوسرے معجزے اور دلائل تھے۔ کیونکہ پیغمبر کے لئے تو نشانی چاہیے۔ دوسرا الزامی جواب ہے۔ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ، اور وہ نشانی بھی لائے جو تم کہتے ہو۔ فَلِمَ قَاتَلْتُمُوهُمْ، پس تم نے ان کو کیوں قتل کیا؟ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ، اگر ہو تم سچے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام اور ان کے قبعین کو تسلی دی ہے۔ فَاِنْ كَذَّبُوكَ، پس اگر وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جھٹلائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبر کریں۔ فَقَدْ كَذَّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ، پس تحقیق جھٹلائے گئے کئی رسول آپ سے پہلے۔ جَاؤْا بِالْبَيِّنَاتِ، لائے وہ واضح دلائل اور حجرات۔ وَالزُّبُرِ، زبور کی جمع ہے، صحیفے۔ اور صحیفے لے کر آئے۔ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ، اور ایسی کتابیں جو روشنی پہنچانے والی تھیں۔ یعنی دلوں کو روشن کرنے والی تھی۔ ان لوگوں نے ان کو بھی جھٹلایا کیونکہ ان کا وطرہ ہے۔ نہ ماننا۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کام

کرتے جائیں۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ، ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے۔ رب تعالیٰ کی ذات کے سوا موت سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "وَيُنْفِئُ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ" (پارہ ۲۷) اور باقی رہے گی تیرے رب کی ذات جو صاحب جلال اور عظمت ہے۔ فرشتے ہزار ہا سال سے زندہ چلے آ رہے ہیں۔ مگر ایک وقت آئے گا ان سب پر فنا آئے گی۔ حتیٰ کہ ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام بھی موت سے

نہیں بچ سکتے۔ موت بہت زور آور چیز ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس پر تعجب ہے جس کے ہوش و حواس قائم ہوں اور مرتے وقت موت کی کیفیت بیان نہ کر سکے۔ جب ان کی موت کا وقت آیا تو ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا اباجی "صِفْ لَنَا الْمَوْتَ"۔ اباجی آپ فرمایا کرتے تھے کہ بندے کے ہوش و حواس ٹھکانے ہوں اور مرتے وقت موت کی کیفیت نہ بیان کرے۔ مجھے اس پر تعجب ہوتا ہے لہذا اب آپ موت کی کیفیت بیان فرمائیں، کیا حال ہے۔ فرمایا نہ پوچھو۔ میری یہ کیفیت ہے جس طرح سوئی کے ناکے سے میری جان نکالی جا رہی ہے۔ اور کسی نے

رضوی پہاڑ اٹھا کر میری گردن پر رکھ دیا ہے۔ مدینہ طیبہ میں احد پہاڑ کے بعد سب سے بڑا پہاڑ ہے۔ وَإِنَّمَا تَوَفُّونَ أَجْوَدَ نَحْمٍ، اور پختہ بات ہے تمہیں پورا، پورا دیا جائے گا تمہارا اجر۔ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، قیامت والے دن۔ بعض نیکیوں کا بدلہ دنیا میں بھی مل جاتا ہے۔ مال اور اولاد کی صورت میں کاروبار کی ترقی کی صورت میں۔ مگر پورا، پورا بدلہ قیامت کو ملے گا۔ فَمَنْ ذُخِرَ مِنَ النَّارِ، پس وہ شخص جو دور رکھا گیا یعنی بچا لیا گیا دوزخ کی آگ سے۔ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ، اور داخل کیا گیا جنت میں۔ فَقَدْ فَازَ، پس تحقیق وہ کامیاب ہو گیا۔ فرمایا اچھی طرح

سمجھ لو۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْبِ ۝ اور نہیں ہے دنیا کی زندگی مگر دھوکے کا سامان۔ یہ دھوکہ دیتی ہے۔ اس زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ اب معلوم نہیں تھوڑی دیر بعد ہے کہ نہیں۔ صبح ہے، شام کا علم نہیں ہے۔ موت کسی وقت بھی آسکتی ہے اس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ لہذا اس زندگی کو عارضی اور فانی سمجھو۔

تَبْلُونَ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ۖ وَلْتَسْمَعَنَّ مِنَ الَّذِينَ
 أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا ۚ وَإِنْ
 تَضَبَرُوا ۖ وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴿١٤٦﴾ وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ
 مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لُبَيْنَةَ لِلنَّاسِ ۖ وَلَا تَكْتُمُونَهُ ۚ فَبَدُّوهُ
 وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ ۖ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ فَبُئْسَ مَا يَشْتَرُونَ
 ﴿١٤٧﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا آتَاوُوهُمْ وَأَنْ يُحْمَدُوا
 بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا أَفْلَا تَحْسَبِنَهُمْ ۚ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ
 أَلِيمٌ ﴿١٤٨﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ
 قَدِيرٌ ﴿١٤٩﴾

تَبْلُونَ، البتہ ضرورتہارا امتحان لیا جائے گا۔ فی اَمْوَالِكُمْ، تمہارے مالوں میں۔ وَأَنْفُسِكُمْ، اور تمہاری جانوں میں۔ وَلْتَسْمَعَنَّ، اور البتہ تم ضرور سنو گے۔ مِنَ الَّذِينَ، ان لوگوں سے۔
 أُوتُوا الْكِتَابَ، جن کو کتاب دی گئی۔ مِنْ قَبْلِكُمْ، تم سے پہلے۔ وَمِنَ الَّذِينَ، اور ان لوگوں
 سے۔ أَشْرَكُوا، جنہوں نے شرک کیا۔ أَذًى كَثِيرًا، اذیت بہت ساری۔ وَإِنْ تَضَبَرُوا، اور
 اگر تم صبر کرو گے۔ وَتَتَّقُوا، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے۔ فَإِنَّ ذَلِكَ، پس بے شک یہ
 چیز۔ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ، پختہ کاموں میں سے ہے۔ وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ، اور جس وقت لیا

اللہ تعالیٰ نے وعدہ۔ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ، ان لوگوں سے جن کو دی گئی کتاب۔ لَتَبَيِّنَنَّ
 لِلنَّاسِ، البتہ ضرورتاً بیان کر دے گا اس کتاب کو لوگوں کے لئے۔ وَلَا تَكْتُمُونَهُ، اور نہ اس کو
 چھپاؤ گے۔ فَنَبِّئُوهُمْ، پس انہوں نے پھینک دیا اس وعدے کو۔ وَرَأَى ظُهُورِهِمْ، اپنی پیٹھوں
 کے پیچھے۔ وَاشْتَرَوْا بِهِ، اور خریدی انہوں نے اس کے بدلے۔ ثُمَّ قَلِيلًا، تھوڑی سی
 قیمت۔ فَبَيْسَ مَا يَشْتَرُونَ، پس بری ہے وہ چیز جو انہوں نے خریدی۔ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ،
 ہرگز نہ خیال کرنا ان لوگوں کے بارے میں۔ يَفْرَحُونَ، جو خوش ہوتے ہیں۔ بِمَا آتَوْا، جو
 انہوں نے کیا۔ وَيُحِبُّونَ، اور وہ پسند کرتے ہیں۔ أَنْ يُحْمَدُوا، یہ کہ ان کی تعریف کی جائے۔
 بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا، ان چیزوں پر جو انہوں نے نہیں کیں۔ فَلَا تَحْسَبَنَّاهُمْ، پس ہرگز نہ خیال کرنا تم
 ان کے بارے میں۔ بِمَفَازَةٍ، کہ وہ کامیابی حاصل کر سکیں گے۔ مِنَ الْعَذَابِ، عذاب سے۔
 وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ، اور ان کے واسطے عذاب ہوگا دردناک۔ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ
 ، اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے آسمانوں کا ملک۔ وَالْأَرْضِ، اور زمین۔ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
 قَدِيرٌ، اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔

اس سے پہلی آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو تسلی
 دی گئی تھی اور آج کی آیتوں میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 ساتھیوں کو تسلی دی گئی ہے۔ فرمایا، لَتُبْلَوْنَ فِيْ أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ، البتہ ضرورتاً تمہارا امتحان لیا
 جائے گا تمہارے مالوں میں اور تمہاری جانوں میں بھی۔ مالی امتحان کی ابتداء اس طرح ہوگی
 کہ یہ بتلاؤ کہ مال تم نے کس طرح حاصل کیا اور کمایا کس طرح آیا وہ از روئے شرع جائز تھا یا
 ناجائز۔ صحیح تھا یا غلط تھا۔ پھر سوال ہوگا کہ مال کو تم نے خرچ کس جگہ کیا آیا جہاں تم نے خرچ کیا

وہاں خرچ کرنے کا رب نے حکم دیا تھا یا اپنی مرضی کی۔ اس مال کے ذریعے حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کئے یا نہیں۔ اور جن جگہوں پر تم نے خرچ کیا وہاں خرچ کرنا جائز تھا یا ناجائز۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں دو چیزیں ذکر فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ ”لَا تُسْرِفُوا“۔ اسراف نہ کرو۔ اور دوسرا فرمایا تہذیر نہ کرو۔ اسراف کا مطلب ہے کہ ایک ایسا مقام ہے جہاں تمہیں رقم خرچ کرنے کی اجازت ہے۔ مگر ضرورت سے زیادہ خرچ کرتے ہو تو اسراف ہوگا وہ اس طرح کہ پانچ روپے سے ضرورت پوری ہوتی ہے۔ اور تم چھ روپے خرچ کرتے ہو تو یہ چھٹا روپیہ اسراف ہوگا۔ اور تہذیر کہتے ہیں ایسی جگہ خرچ کرنا جہاں خرچ کرنے کی اجازت ہی نہیں ہے۔ جس طرح لوگ شادی بیاہ کے موقع پر بجلی کی مرچیں لگا کر چراغاں کرتے ہیں۔ ڈھول باجے اور دھماکے شریاں پٹاخوں پر خرچ کرتے ہیں۔ آتش بازی ہوتی ہے۔ یہ سب کے سب تہذیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ”إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ“ (پارہ ۱۵)۔ بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ تو جو بے جا خرچ کرتے ہیں وہ شیطانوں کے بھائی ہیں۔ دیکھو آج اگر کسی کو کہو کہ تو شیطان کا بھائی ہے تو وہ لڑ پڑے گا اور پروردگار نے فرمایا ہے کہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ ”وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا“ (پارہ ۱۵)۔ اور شیطان اپنے رب کا نافرمان ہے۔ تو تم اس کے بھائی کیوں بنتے ہو۔ تو یہ مالی امتحانات ہیں کہ کمایا کس طرح خرچ کیسے کیا۔ کہاں حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کئے یا نہیں کئے۔ اور مالی امتحان اس طرح بھی ہوتا ہے کہ کبھی مال ضائع ہو جاتا ہے تو اس موقع پر تم صبر کرتے ہو یا نہیں۔ اور جانی امتحان یہ ہے کہ یہ بدن تمہیں رب تعالیٰ نے دیا ہے یہ اس کی امانت ہے۔ اس کو تم رب کی عبادت میں لگاتے ہو یا اس کے ذریعے نافرمانیاں کرتے

مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ تم نماز پڑھتے ہو روزے رکھتے ہو۔ استطاعت ہے تو حج کرتے ہو اس کے ساتھ اچھے کام کرتے ہو۔ یا یہ بدن شیطانی کاموں کے لئے وقف کیا ہوا ہے۔ اور بدنی امتحان اس طرح بھی ہوتا ہے کہ آدمی بیمار ہو جاتا ہے تو اس بیماری میں رب تعالیٰ کو یاد رکھتا ہے یا نہیں۔ اور اس حالت میں بھی رب تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔ یا نہیں۔ اور اس حالت میں بھی رب تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے یا نہیں عام لوگ اس طرح کرتے ہیں کہ تندرستی کی حالت میں تو عبادت کرتے ہیں اور بیمار ہو جائیں تو بیماری کو بہانہ بنا کر عبادت چھوڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ بیماری کی حالت میں زیادہ عبادت کرنی چاہیے۔ کہ ہو سکتا ہے کہ مر جائے۔ لیکن ہم پہلی عبادت بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ اور رب تعالیٰ کی مہربانی دیکھو کہ اس نے کتنی رخصتیں دی ہیں۔ کہا گر کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھ لو، رکوع سجود کے ساتھ نہیں پڑھ سکتے تو اشاروں کے ساتھ پڑھ لے تو یہ بدنی امتحان ہیں اسی طرح تکلیف میں صبر کرتا ہے۔ یا بے صبری کرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو موت دے دے تو صبر کرتے ہو کہ نہیں یہ سب بدنی امتحان ہیں۔ اور یہ بھی امتحان ہے۔ وَلْتَسْمَعُنَّ، اور البتہ تم ضرور سنو گے۔ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ ان لوگوں سے جن کو کتاب دی گئی تم سے پہلے۔ یعنی یہود و نصاریٰ سے۔ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا، اور ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا۔ کیا سنو گے، فرمایا۔ اَذَى كَثِيرًا، اذیت بہت ساری۔ دکھ تکلیف کی باتیں سنو گے یہود و نصاریٰ سے بھی اور مشرکوں سے بھی اور ایسی ایسی باتیں سنو گے کہ جو تمہارے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوں گی۔ وہ تمہیں ستانے کیلئے یہ باتیں کریں گے اور آج اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے مرد اور عورتیں اس بیماری میں مبتلا ہیں۔ دوسروں کے بارے میں ایسی بات کریں گے کہ فرشتوں کو بھی اس

بات کا علم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطاء فرمائے آدمی سن کے حیران ہو جاتا ہے۔ کہ اس نے جو بات کہی ہے وہ میرے تصور میں بھی نہیں آسکتی۔ یاد رکھنا رتی رتی کا حساب ہو گا کسی کے بارے میں ایسی بات نہ کرنا جو واقعہ کے خلاف ہو یہ سنگین قسم کا جرم ہے۔ تو فرمایا، یہود و نصاریٰ سے بھی سنو گے اور مشرکوں سے بھی اور کسی نے بھی کوئی کمی نہیں کی۔ نہ یہود نے نہ نصاریٰ نے نہ مشرکوں نے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی قدر کو لوگوں نے آپ کے سامنے مجنوں کہا کہ تو پاگل ہے۔ ساحر کہا اور کہا کہ تو جادو گر ہے۔ مسحور ہے یعنی تیرے اوپر جادو کیا گیا ہے۔ کذاب کہا کہ تو بہت بڑا جھوٹا ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ اور مفتزی کہا کہ تو اللہ تعالیٰ پر افتزی باندھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے نبی بنایا ہے اور اپنا کلام نازل کیا ہے اور یہ سارے الفاظ قرآن مجید میں موجود ہیں۔ داد دو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوصلے کو۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی لفظ کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کوئی معمولی بات ہے۔ کہ کسی نے منہ پر کذاب کہا کسی نے دیوانہ کہا۔ اس سے زیادہ اذیت کیا ہو سکتی ہے۔ اسی طرح نوح علیہ السلام کے متعلق آتا ہے کہ وہ جب کسی مجلس میں بیٹھے ہوتے تو لوگ انہیں کہتے ”کَذَّابٌ أَشْرٌ“ بہت بڑا جھوٹا ہے۔ اور بڑا شرارتی ہے۔ اَشْرٌ کا معنی متکبر بھی ہوتا ہے اور شرارتی بھی ہوتا ہے۔ اے ظالمو! وہ تو تمہیں بغیر کسی لالچ اور طمع کے اللہ تعالیٰ کا دین سکھاتا ہے اور تم اسے کذاب اور اشر کہتے ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے بھی دشمنوں سے بہت کچھ سنا اور اے مومنو! تم بھی بہت کچھ سنو گے تو پھر تمہارا کیا کام ہونا چاہیے۔ **وَإِنْ نَصَبُوا،** اور اگر تم صبر کرو گے۔ **وَتَتَّقُوا،** اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے۔ **فَإِنَّ ذَلِكَ،** پس بے شک یہ چیز۔ **مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ،** پختہ کاموں میں سے ہے۔ صبر کرنا اور رب تعالیٰ سے ڈرنا مضبوط کاموں میں سے ہیں حوصلے اور

ہمت کے بغیر یہ چیزیں حاصل نہیں ہو سکتیں حوصلہ بھی بڑی چیز ہے اور بسا اوقات جب بات حد سے نکل جاتی ہے تو بندہ مجبور ہو جاتا ہے۔ پھر مجبور ہو کر بددعا بھی کرنی پڑتی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ فرمائی پھر رب تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا۔ ”لَنْ نُؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ“ (پارہ ۱۲) کوئی ایمان نہیں لائے گا تمہاری قوم میں سے سوا ان کے جو ایمان لا چکے ہیں۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام نے بددعا کی کہ اے پروردگار ”لَا تَسْزُرْ عَلَيَّ الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا“ (پارہ ۲۹) کسی کافر کو روئے زمین پر بسا رہنے نہ دے کیونکہ جب آپ نے کہہ دیا ہے کہ آئندہ کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ تو پھر اے پروردگار ایک سگ فریبھی زمین پر چلتا پھر تا نظر نہ آئے۔ اسی طرح بکے والوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت تنگ کیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو بہت تنگ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے بددعا فرمائی۔ کہ اے پروردگار! ان پر ایسے سال مسلط فرما۔ جس طرح یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط کے سال مسلط فرمائے تھے۔ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ باہر سے اناج بند ہو گیا۔ اور جو پہلے موجود تھا وہ ختم ہو گیا۔ ”حَتَّىٰ أَكَلُوا الْمَيْتَةَ وَالْجُلُودَ وَالْعِظَامَ“۔ یہاں تک کہ انہوں نے مردار جانوروں کے گوشت کھائے اور خشک چڑے پانی میں بھگو کر نرم کر کے بھون کے کھائے۔ اور ہڈیاں پیس پیس کر پھکی بنا کر کھاتے تھے۔ جب بھوک کی وجہ سے نڈھال ہو کر اٹھتے تو سامنے دھواں ہی دھواں نظر آتا تھا۔ تو تنگ ہو کر آدمی بددعا بھی کر دیتا ہے۔ گزشتہ سے پوستہ سبق میں آپ نے پڑھا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے کہا اللہ تعالیٰ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ صرف اس نبی پر ایمان لائیں کہ جس کے ہاتھ پر قربانی والا معجزہ ظاہر ہو کہ وہ قربانی کر کے میدان میں رکھے اور آسمان سے آگ آ کر اس کو جلادے

حالانکہ اس عہد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مستثنیٰ تھے۔ لیکن انہوں نے غلط بیانی سے کام لیا۔ تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آخری دو پیغمبروں کے بارے میں یہ عہد نہیں تھا مگر تم اپنی طرف سے بنا کر کہہ رہے اور جو عہد تم سے رب تعالیٰ نے حقیقتاً لیا تھا وہ تم نے کب پورا کیا ہے وہ عہد یہ تھا۔ **وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ** ، اور جس وقت لیا اللہ تعالیٰ نے وعدہ۔ **الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ** ، ان لوگوں سے جن کو دی گئی کتاب۔ وعدہ یہ لیا تھا۔ **لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ** ، البتہ ضرور تم بیان کرو گے اس کتاب کو لوگوں کے لئے۔ **وَلَا تَكْتُمُونَهُ** ، اور نہ اس کو چھپاؤ گے۔ تو توراہ اور انجیل دونوں کتابوں میں تو یہ عہد تھا کہ جو کتاب میں نے تمہیں دی ہے اس کو لوگوں کے سامنے علی الاعلان بیان کرنا اس کے احکام کو ظاہر کرنا اور اس کو چھپانے کی کوشش نہ کرنا۔ اور یاد رکھنا اللہ تعالیٰ نے جو کتابیں نازل فرمائی ہیں ان کو سمجھنا اور بیان کرنا بہت بڑی عبادت ہے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اسی لئے بھیجا قرآن پاک میں آتا ہے۔ **"وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ** **الذِّكْرَ لَتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ"** (نمل، پارہ ۱۷)۔ اور اتارا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ذکر تاکہ آپ بیان کر دیں لوگوں کے لئے وہ چیز جو اتاری گئی ہے ان کی طرف۔ اور تاکہ وہ لوگ غور و فکر کریں۔ اور یہ بات آپ کئی مرتبہ سن چکے ہیں کہ قرآن مجید کی ایک آیت کریمہ بغیر ترجمہ کے سیکھنا سو رکعت نماز نفل پڑھنے سے زیادہ ثواب ہے اور ایک آیت کریمہ ترجمے کے ساتھ سیکھنا حاصل کرنا ایک ہزار رکعت نفل نماز سے زیادہ ثواب ہے۔ رواہ ابن ماجہ۔ اور یہ بات بھی دماغ میں بٹھائیں کہ ترجمہ سیکھنا صرف مولویوں کے لئے نہیں ہے۔ تمام مسلمانوں پر فرض ہے چاہے مرد ہوں یا عورتیں پہلے لوگ کہتے تھے کہ عورتیں پڑھیں۔ کہاں جائیں ترجمہ سیکھنے کے لئے اب الحمد للہ گنہگاروں میں سات آٹھ ادارے لڑکیوں کی دینی تعلیم

کے لئے موجود ہیں۔ جہاں لڑکیاں ہی پڑھاتی ہیں اور ان تمام لڑکیوں نے ترجمہ قرآن مجید مجھ سے پڑھا ہے۔ اب کوتاہی آپ لوگوں کی طرف سے ہو رہی ہے۔ ہندوستان میں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ اور ان کے خاندان کی بڑی خدمات ہیں اور اس سلسلے میں انہوں نے بڑی تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ ہندوستان میں اہل بدعت اور رافضیت کا بڑا زور تھا۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب ”ازالۃ الخفایا عن خلافة الخلفاء“ اور یہ کتاب خلفاء اربعہ کی فضیلت کے سلسلہ میں بڑی علمی کتاب ہے۔ اسی طرح ”قُرْءَةُ الْعَيْنِ فِي تَفْصِيلِ الشَّيْخَيْنِ“ یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک ابو بکر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی فضیلت میں ہے۔ تو نجف خان رافضی اس وقت دہلی کا حاکم تھا۔ اس نے شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کی کلاسیاں اتروادیں۔ کہ ان کے ساتھ تو نے یہ کتابیں لکھی ہیں۔ اور شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب قرآن پاک کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا تو بھانڈ قسم کے مولوی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پیچھے پڑ گئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے راز ظاہر کر دیئے ہیں لہذا کافر ہو گیا ہے۔ پھر شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیٹوں نے قرآن کی خدمت کی۔ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر لکھی اور شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اردو میں ترجمہ کیا۔ اور شاہ رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اردو میں ترجمہ کیا اور وہ تمام اردو تراجم کے سردار ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ کتابیں اس لئے نازل فرمائی ہیں کہ ان کو بیان کرو۔ اور یہ راز ظاہر کرو اور اللہ تعالیٰ کے احکامات لوگوں کو بتاؤ۔ لیکن یہود نے کیا کیا۔ فَبِنْدُوْهُمُورَآءَ ظَهْرِهِمْ، پس انہوں نے پھینک دیا اس وعدے کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے۔ اور اس کی کتابوں کو بیان کرنا وہ تو تم نے پورا نہیں کیا اور جو عہد لیا ہی نہیں ہے۔ اس کے حوالے دیتے پھرتے ہو۔ وَاسْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا، اور

خریدی انہوں نے اس کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت۔ یعنی اس وعدے کے بدلے میں انہوں نے تھوڑی سی قیمت لی وہ دنیا کی چیزیں تھیں مثلاً تنخواہیں اور نذرانے جتنا مال بھی لیں وہ قلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ "مَتَاعَ الدُّنْيَا قَلِيلٌ" دنیا کا سارا سامان بھی قلیل ہے۔ اور ترمذی شریف میں حدیث آتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دنیا و مافیہا کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے نزدیک پھھر کے پُر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ دیتا۔ تو دنیا و مافیہا کے خزانوں کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے ہاں پھھر کے پُر کے برابر بھی نہیں ہے۔ تو کافروں کو زیادہ بھی مل جائے تو کیا ہے۔ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ، پس بری ہے وہ چیز جو انہوں نے خریدی۔ یعنی انہوں نے جو سودا خریدا ہے برا ہے۔ آگے فرمایا، لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ هَرَّزُوا خِيَالَكُمْ أَنَّ لَكُم مِّنْهُم مَّا يَشْتَرُونَ، جو انہوں نے کیا اور وہ پسند کرتے ہیں۔ یعنی برے کام اور پسند کرتے ہیں۔ أَنْ يُحْمَدُوا، یہ کہ ان کی تعریف کی جائے۔ بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا، ان چیزوں پر جو انہوں نے نہیں کئے۔ چاہتے ہیں کہ ان میں بھی ان کی تعریف کی جائے۔ فَلَا تَحْسَبَنَّاهُمْ، پس ہرگز نہ خیال کرنا تم ان کے بارے میں۔ بِمَفَازَةٍ، کہ وہ کامیابی حاصل کر سکیں گے۔ مِنَ الْعَذَابِ، عذاب سے۔ کہ عذاب سے وہ چھٹکارہ پا جائیں گے۔ "مَفَازَةٌ" مصدر مَسِيَ بھی بن سکتا ہے۔ تو اس وقت ترجمہ ہوگا کامیابی۔ اور ظرف مکان بھی بن سکتا ہے کامیابی کی جگہ تو معنی ہوگا پس ہرگز نہ خیال کرنا تم ان کے متعلق کہ ان کو عذاب سے کامیابی کی کوئی جگہ مل جائے گی۔ دُنُوں معنی صحیح ہیں۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ، اور ان کے واسطے عذاب ہوگا دردناک۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے آسمانوں کا ملک اور زمینوں کا۔ وہی مالک

ہے وہی خالق ہے۔ وہی متصرف ہے، وہی مدبر ہے۔ زمینوں اور آسمانوں میں اس کے سوا کسی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ یہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے ان لوگوں کو جو عوام کو شرکیہ تعلیم دیتے ہیں۔ چنانچہ احمد رضا خان صاحب بریلوی کہتے ہیں۔ ذی تصرف بھی ہے، ماذون بھی مختار بھی ہے۔ کار عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر یعنی جہان میں جو کچھ ہوتا ہے وہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کرتے ہیں ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم“۔ یاد رکھنا یہ شرک ہے اور اگر رتی برابر بھی کسی میں شرک ہوگا تو اس کا کوئی عمل بھی قبول نہیں ہوگا۔ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ
 وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ (۱۶) ، الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا
 وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ
 وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا ۖ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ
 النَّارِ ۝ (۱۷) رَبَّنَا إِنَّكَ مَن تَدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ ، وَمَا لِلظَّالِمِينَ
 مِن نَّصَارٍ ۝ (۱۸) رَبَّنَا إِنَّا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلإِيمَانِ أَنْ
 آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا
 وَكَفِّرْ عَنَّا يَا تَنَارُ تَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ۝ (۱۹) رَبَّنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلَىٰ
 رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝ (۲۰)

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ ، بے شک آسمانوں کے پیدا کرنے میں۔ وَالْأَرْضِ ، اور زمین کے
 پیدا کرنے میں۔ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ، رات اور دن کے مختلف ہونے میں۔ لَآيَاتٍ ، البتہ
 کئی نشانیاں ہیں۔ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ ، عقل مندوں کے واسطے۔ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ ، عقل
 مند لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ قِيَامًا وَقُعُودًا ، کھڑے ہوئے اور بیٹھنے کی
 حالت میں۔ وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ ، اور اپنے پہلوؤں کے بل بھی۔ وَيَتَفَكَّرُونَ ، اور غور و فکر کرتے
 ہیں۔ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ، آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں۔ (کہتے ہیں)۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا ، اے ہمارے رب تو نے نہیں پیدا کیا ان چیزوں کو بے کار۔
 سُبْحٰنَكَ ، پاک ہے تیری ذات۔ فَمِنَا عَذَابَ النَّارِ O ، پس بچا تو ہمیں دوزخ کے عذاب
 سے۔ رَبَّنَا إِنَّكَ ، اے ہمارے رب! بے شک تو۔ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ ، جس کو داخل کرے گا
 دوزخ میں۔ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ ، پس تحقیق تو نے اس کو رسوا کر دیا۔ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ
 أَنْصَارٍ O ، اور نہیں ہے ظالموں کے لئے کوئی مددگار۔ رَبَّنَا ، اے ہمارے پروردگار! إِنَّا
 سَمِعْنَا ، بے شک ہم نے سن لیا۔ مُنَادِيًا ، پکارنے والے کو۔ يُنَادِي لِلْإِيمَانِ ، جو پکارتا تھا
 ایمان کے لئے۔ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ ، یہ کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر۔ فَاْمِنَّا ، (اے ہمارے
 رب!) پس ہم ایمان لے آئے۔ رَبَّنَا ، اے ہمارے پروردگار! فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا ، پس
 معاف کر دے ہمارے گناہ۔ وَكُفِّرْ عَنَّا ، اور مٹا دے ہم سے۔ سَيِّئَاتِنَا ، ہماری برائیاں۔
 وَتَوَقَّفْنَا مَعَ الْأَبْرَارِ O ، اور ہمیں وفات دے نیک لوگوں کے ساتھ۔ رَبَّنَا ، اے ہمارے
 پروردگار! وَآتِنَا ، اور دے ہمیں۔ مَا وَعَدْتَنَا ، وہ چیز جس کا وعدہ کیا ہے تو نے ہم سے۔ عَلٰى
 رُسُلِكَ ، اپنے رسولوں کی زبانوں پر۔ وَلَا تُخْزِنَا ، اور نہ رسوا کرنا ہمیں۔ يَوْمَ
 الْقِيَامَةِ ، قیامت والے دن۔ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ O ، بے شک تو وعدے کے خلاف
 نہیں کرتا۔

کل کے سبق کی آخری آیت میں تھا کہ تمام سلطنت اللہ تعالیٰ کی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔
 آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کچھ نشانیاں بیان فرمائی گئی ہیں۔ کہ ان میں ہر آدمی
 غور و فکر کر سکتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ، بے شک
 آسمانوں کے پیدا کرنے میں اور زمین کے پیدا کرنے میں۔ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ،

رات اور دن کے مختلف ہونے میں۔ لایب، البتہ کئی نشانیاں ہیں۔ لَبَّوْسَى الْأَلْبَابِ ☆، عقل مندوں کے واسطے۔ یہ پہلا آسمان تو ہمیں نظر آتا ہے۔ چلو باقی چھ ہمیں نظر نہیں آتے تو جو نظر آتا ہے اس کو دیکھو کہ اس کے نیچے کوئی کھمبا کوئی ستون کوئی دیوار اور کوئی ٹیک نہیں ہے۔ کوئی سہارا نہیں ہے۔ جبکہ انسان چھوٹی چھوٹی عمارتیں بناتا ہے۔ اس کے نیچے کتنے ستون ہوتے ہیں دیکھو۔ کہ چھوٹی سی عمارت ہے دو ستون وہ کھڑے ہیں دو ستون وہ کھڑے ہیں۔ لیکن آسمان کو دیکھو کتنا بڑا وسیع ہے اس کو بغیر سہارے کے کھڑا کرنا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں ہے اگر انسان غور کرے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سمجھ میں آسکتی ہے۔ پھر ایک آسمان نہیں جمع کا صیغہ ہے۔ بے شک آسمانوں کے پیدا کرنے میں اسی طرح زمین کے پیدا کرنے میں غور و فکر کرو۔ زمین میں پھر مشرق مغرب کی طرف جاؤ، شمال جنوب کی طرف جاؤ۔ میدان نظر آئیں گے پہاڑ نظر آئیں گے مختلف قسم کے درخت نظر آئیں گے جڑی بوٹیاں نظر آئیں گی زمین کے مختلف رنگ نظر آئیں گے پھر اس میں بڑے بڑے دریا اور سمندر نظر آئیں گے۔ پھر اس میں تمہیں پھل پھول اناج اور سبزیاں نظر آئیں گی۔ پھر زمین میں رہنے والی مخلوق مختلف شکلیں رنگ برنگی نظر آئیں گی۔ چینیوں کی علیحدہ روسیوں کی علیحدہ افریقیوں کی علیحدہ۔ گوروں کی شکلیں الگ، کانٹوں کی الگ۔ جب کہ ماں بھی ایک اور باپ بھی ایک سب کے باپ آدم علیہ السلام ہیں اور سب کی ماں امان حوا علیہا السلام ہیں۔ ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہوتے ہیں کسی کا قد بڑا ہے کسی کا چھوٹا ہے کوئی گورا ہے کوئی گندمی ہے۔ کوئی نرم مزاج ہے۔ کوئی سخت مزاج ہے کوئی حوصلے والا ہے۔ کوئی جلد باز ہے۔ تو ان چیزوں پر غور و فکر کرنے سے رب تعالیٰ کی قدرت سمجھ آسکتی ہے۔ وَ اِخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، اور دن رات کے مختلف ہونے میں غور و فکر

کرو۔ کہ رات تاریک اور سیاہ ہے۔ دن روشن ہے پھر کبھی رات بڑھ جاتی ہے کبھی دن بڑھ جاتا ہے۔ کبھی رات کم ہو جاتی ہے۔ کبھی دن کم ہو جاتا ہے۔ اب دیکھو چوبیس دسمبر تک راتیں لمبی ہوں گی دن چھوٹے ہوتے جائیں گے۔ پھر بائیس جون تک راتیں چھوٹی ہوتی جائیں گی۔ اور دن لمبے ہوتے جائیں گے۔ اور یہ ایسی چیزیں ہیں جو ہر آدمی کی سمجھ میں آسکتی ہیں باقی کوئی بڑا پانگل ہو تو اس کی بات نہیں کرتا۔ ہوش و حواس والا آدمی ان چیزوں پر غور و فکر کر کے رب تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں سمجھ سکتا ہے۔ یہ نشانیاں کن لوگوں کیلئے ہیں فرمایا۔ **لَا تَلْبَسُ** O، **الْبَابُ** کی جمع ہے۔ اور **بُ** کا معنی عقل ہے اور **الْوُجُوعُ** ہے ذوق کی تو اولو الالباب کے معنی ہوں گے عقل والے عقل مند تو یہ نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لئے اور ہم تو عقل مند اسے کہتے اور سمجھتے ہیں جو دنیا بڑی کمانا جانتا ہو۔ لوگوں کو ٹھگنا جانتا ہو۔ یاد دہانی میں عجیب و غریب چیزیں ایجاد کرنا جانتا ہو۔ اگرچہ وہ چیزیں دنیا کی تباہی اور بربادی کا سبب بنیں۔ دیکھو! یہ کلاشکوف بنانے والا روسی شخص ابھی تک زندہ ہے اور اس کی عمر ستر/ ۷۷ سال ہو گئی ہے اور وہ کلاشکوف کی ایجاد پر شرمندہ اور نادام ہے کہ کاش میں اس کی جگہ کوئی اور چیز ایجاد کرتا کیونکہ یہ تو زری انسانوں کی تباہی کا سبب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں عقل مند کون لوگ ہیں۔ اس کو اچھی طرح سمجھ لیں فرمایا عقل مند وہ ہیں۔ **الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ**، عقل مند لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ **فَبِمَا وَقَعُوا ذَا**، کھڑے ہوئے اور بیٹھنے کی حالت میں۔ **وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ**، اور اپنے پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے بھی۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے رب کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہوں۔ بیٹھے ہوں لیٹے ہوں۔ اور یہ بات بھی آپ کئی مرتبہ سن چکے ہیں کہ ذکر کے لئے وضو کی پابندی نہیں وضو کے بغیر بھی ذکر کر سکتے ہیں۔ کیونکہ

انسان آخر انسان ہے۔ کبھی معدہ خراب ہو جاتا ہے۔ ہوا خارج ہوتی ہے۔ پیشاب بھی بار بار کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے۔ کہ ذکر تم بغیر وضوء کے بھی کر سکتے ہو۔ عقل مندوں کی دوسری نشانی۔ وَ يَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، اور غور و فکر کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں۔ کہ رب تعالیٰ نے کتنی بڑی وسیع مخلوق پیدا فرمائی ہے۔ آسمان اور زمین پھر ان میں اور بہت کچھ پیدا فرمایا ہے۔ مثلاً پہاڑ ہیں دریا ہیں اور کیا کچھ ہے۔ یہ ویسے تو پیدا نہیں فرمائیں۔ ان کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے۔ مثلاً یہ مسجد کی عمارت ہے۔ یہ اس واسطے بنائی گئی ہے کہ یہاں لوگ نماز پڑھیں اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔ قرآن شریف پڑھیں۔ اور بچوں کو پڑھائیں۔ یہ دین کا مرکز اور اڈا ہے۔ یہ کوئی یادگار کے طور پر نہیں بنائی گئی۔ اسی طرح لوگ مکان بناتے ہیں تو اس کا مقصد ہے کہ اس میں رہیں گے انھیں گے بیٹھیں گے آرام کریں گے گرمی سردی سے بچنا ہے۔ غمی خوشی کے موقع پر۔ دوست احباب آئیں گے تو ان کو بٹھائیں گے ہم اگر کوئی چیز بناتے ہیں۔ تو اس کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین آسمان بنائے ہیں۔ تو اس کا بھی کوئی مقصد ہے۔ پھر یہ غور و فکر کرتے ہیں جس ذات نے اتنے بڑے زمین و آسمان بنائے ہیں خود وہ ذات کتنی بڑی ہے۔ اس کی قدرت کتنی وسیع ہے۔ وہ قادر مطلق ہے دوسرے مقام پر ارشادِ ربانی ہے۔ "وَلَيْسَ أَنفُسِكُمْ أَقْلًا تُبْصِرُونَ" (پارہ ۲۴)۔ اے انسانو! تم اپنی جانوں کو نہیں دیکھتے کہ تم کیا تھے اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں کیا بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حقیر نطفے سے پیدا فرمایا ہے۔ اس طرح کہ نطفے کا لوتھڑا بنایا پھر لوتھڑے کی بوٹی بنائی۔ پھر بوٹی کی بڑیاں بنائیں۔ ٹانگیں بنائیں بازو بنایا سر بنایا۔ آنکھیں بنائیں، ناک بنایا۔ غرضیکہ تمام اعضاء بنائے پھر ان پر گوشت

چڑھایا۔ پھر چار ماہ کے بعد اس ڈھانچے میں جان ڈالی پھر تقریباً پانچ ماہ ماں کے رحم میں زندہ رہا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو کہ بچہ ماں کے رحم میں پھلتا پھولتا بھی ہے۔ ہاتھ پاؤں بھی حرکت کرتے ہیں اور سانس کے بغیر زندہ ہے۔ پیدا ہونے کے بعد بغیر سانس کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور وہاں اس کو باقاعدہ خوراک بھی ملتی رہی ہے۔ مگر پیشاب پاخانہ نہیں ہے۔ اور پیدا ہونے کے بعد بچہ صرف عرق ہی پی لے تو پاخانہ آجاتا ہے۔ تو رب تعالیٰ نے فرمایا اے انسانو! اپنے وجود میں غور و فکر کرو تو قادرِ مطلق تمہیں سمجھ آجائے گا۔ اور اگر آنکھیں بند کر لو پھر دن بھی رات ہے اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ تو عقلمند جب زمین اور آسمانوں کی تخلیق میں غور کرتے ہیں تو کہتے ہیں۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا، اے ہمارے رب تو نے نہیں پیدا کیا ان چیزوں کو بے کار۔ سُبْحٰنَكَ، پاک ہے تیری ذات۔ تمام عیبوں سے اور اس سے بھی کہ تو کوئی بے کار فعل کر لے۔ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ، پس بچا تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے۔ جو اس نقطے کو سمجھ جلتے ہیں وہی کامیاب ہیں کیونکہ آخرت میں تو جانا ہی ہے۔ لہذا جو دوزخ سے بچ گیا وہی کامیاب ہے۔ رَبَّنَا اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلُ النَّارَ، اے ہمارے رب! بے شک تو جس کو داخل کرے گا دوزخ میں۔ فَقَدْ اَخْزَيْنَتْهُ، پس تحقیق تو نے اس کو رسوا کر دیا۔ اس لئے کہ دوزخ میں داخل ہونے والا انتہائی رسوا ہوگا۔ دوزخیوں کے متعلق قرآن پاک میں آتا ہے۔ "وَهُمْ يَصْطَرِحُونَ فِيهَا"۔ (پارہ ۲۲، سورۃ فاطر)۔ وہ دوزخ میں چیخیں ماریں گے۔ "لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشِهيقٌ"۔ (پارہ ۱۲، سورۃ ہود)۔ ان کے لئے دوزخ میں آوازیں ہوں گی۔ "زَفِيرٌ" گدھے کی اس آواز کو کہتے ہیں جو ابتداء میں بڑی بلند ہوتی ہے۔ اور شہیق وہ آواز ہوتی ہے جو آخر میں نرم پڑ جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بد بخت لوگ دوزخ میں چیخیں گے چلائیں گے اور

گدھے کی آواز کے ساتھ تشبیہ اس لئے دی ہے کیونکہ گدھے کی آواز تمام آوازوں سے بری ہوتی ہے۔ حضرت لقمان حکیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بیٹے سے کہا جب بات کرنی ہو تو بلا ضرورت زور سے نہ بولنا۔ کیونکہ زور سے بولنا کوئی فخر کی بات ہوتی۔ تو پھر ساری فضیلت گدھا لے جاتا۔ حالانکہ ”إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ“۔ (پارہ ۲۱ لقمان) بے شک تمام آوازوں میں بری آواز گدھے کی ہے گھروں میں عورتوں کا بلا ضرورت بلند آواز سے بات کرنا گناہ ہے۔ مرد ضرورت سے زیادہ بلند آواز سے بولے گناہ ہے۔ ہم ان باتوں کو نہیں سمجھتے بلکہ ہم تو چیخنے چلانے کو ہی خوبی سمجھتے ہیں۔ چاہے کسی کی نیند ضائع ہوتی ہو۔ یا بیمار کو تکلیف ہوتی ہو۔ یا کسی کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہو۔ یا کسی کے مطالعہ کرنے میں خلل واقع ہو رہا ہو۔ ہمیں کسی کی تکلیف سے کوئی غرض نہیں ہے۔ ہم نے ضرور چیخنا ہے۔ دیکھو دین میں فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا طبقہ بہت محتاط طبقہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ امام جب نماز پڑھائے تو اتنی آواز نکالے جو مقتدی سنیں۔ یعنی جتنے مقتدی ہیں اتنی آواز نکالے امام کا ضرورت سے زیادہ آواز کا بلند کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ شریعت نے آواز پر کتنا کنٹرول کیا ہے۔ کہ امام بھی اگر ضرورت سے زیادہ آواز کو بلند کرے تو فقہاء فرماتے ہیں۔ ”فَقَدْ أَسَاءَ“۔ اس نے برا کام کیا ہے۔ اسی طرح فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسی جگہ پر بلند آواز سے قرآن شریف پڑھنا جائز نہیں ہے۔ جہاں کوئی سویا ہوا ہو یا نماز پڑھ رہا ہو۔ یا مطالعہ کر رہا ہو۔ اور ہم نے تو سارے محلے کو بیزار کرنے میں ثواب سمجھا ہوا ہے۔ کہ شور کر دے کسی کو سونے نہ دو یاد رکھنا یہ سب گناہ کی باتیں ہیں۔ احمد رضا خان صاحب بریلوی سے کسی نے سوال کیا کہ ایسی جگہ پر بلند آواز سے قرآن شریف پڑھنا اور ذکر کرنا کیسا ہے۔ درود شریف پڑھنا جہاں

دیتا ہے۔ وہ منادی ہے۔ اور اس میں شامل ہے۔ قرآن خود بھی منادی ہے اس کو بیان کرنے والا بھی منادی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جو عقل اور سمجھ عطاء فرمائی ہے وہ بھی منادی ہے۔ رَبَّنَا فَاعْفُرْ لَنَا ذُنُوبَنَا، اے ہمارے پروردگار! پس معاف کر دے ہمارے صغیرہ گناہ۔ وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا، اور مٹا دے ہمارے کبیرہ گناہ۔ یعنی چھوٹے بڑے سارے گناہ معاف فرما دے۔ کیونکہ ہم سے صغیرہ بھی ہوتے ہیں اور کبیرہ بھی ہم تو گناہوں کی پٹیاں ہیں۔ تو معاف فرما دے۔ وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ، اور ہمیں وفات دے نیک لوگوں کے ساتھ۔ انہیں کے ساتھ ہمیں بیٹھنا نصیب ہو۔ انہی میں وفات ہو اور ان ہی میں ہمارا شمار ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے یہ دعائیں کرتے ہیں۔ رَبَّنَا وَاتِنَا، اے ہمارے پروردگار! دے ہمیں۔ مَنَّا وَغَدَّتْنَا، وہ چیز جس کا وعدہ کیا ہے تو نے ہم سے۔ عَلِيٍّ دُؤْلِكِ، اپنے رسولوں کی زبانوں پر۔ اور ان کے ساتھ تیرا یہ وعدہ ہے کہ جو تجھ پر ایمان لائے گا تو اسے جنت میں داخل کرے گا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام پیغمبروں نے یہی سہتی دیا ہے کہ ایمان کا صلہ جنت ہے۔ اور اگر کفر شرک اور بدی کرو گے تو جہنم میں جلو گے۔ اے پروردگار! تو سچا، تیرے پیغمبر سچے، تیرا وعدہ سچا، تو ہمیں قبر میں راحت نصیب فرما۔ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اور نہ رسوا کرنا ہمیں قیامت والے دن۔ میدانِ حشر میں ہم ذلیل نہ ہوں پل صراط سے ہم سیدھے گزر کر جنت میں پہنچ جائیں سب سے زیادہ ذلت اور رسوائی قیامت کے دن کی ہے۔ اس کے مقابلے میں دنیا کی ذلت کوئی شئی نہیں ہے۔ مگر آدمی دنیا کی ذلت سے بچنے کی تو کوشش کرتا ہے مگر آخرت کی ذلت سے بچنے کی کوشش نہیں کرتا۔ جب کہ دنیا کے امتحانِ آخرت کے مقابلے میں بچوں کے کھیل کی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔ اے

پروردگار! ہمیں دونوں امتحانوں میں کامیاب فرما۔ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝، بے شک تو وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ رب تعالیٰ نے عقلمندوں کے اوصاف اور ان کی نشانیاں بیان فرمائی ہیں کہ وہ یہ یہ کام کرتے ہیں اور یہ یہ دعائیں کرتے ہیں تو جو آدمی یہ کام نہیں کرے گا۔ اور یہ دعائیں نہیں کرے گا۔ وہ عقل مند نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عقل مند بننے کی توفیق عطاء فرمائے اور ہمیں عقل مند بنائے..... (آمین)۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّمَّنْ
 ذَكَرُوا أَنِّي بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۖ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِّنْ
 دِيَارِهِمْ وَأُودُوا فِي سَبِيلِي وَقُتِلُوا أَوْ كَفَرُوا عَنْهُمْ
 سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا دُخْلَنَّهُمْ جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ ثَوَابًا مِّنْ
 عِنْدِ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿٤٥﴾ لَا يَغْرَنَكَ الَّذِينَ
 كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ﴿٤٦﴾ مَتَاعٌ قَلِيلٌ سَاءَ مَا وَرَثَهُمْ جَهَنَّمُ ذُوبَسَسَ
 الْمِهَادُ ﴿٤٧﴾ لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ
 تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نُرَاةٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ ۖ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ
 خَيْرٌ لِلْأَبْرَارِ ﴿٤٨﴾ وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ
 إِلَيْكُمْ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِمْ خَشِعِينَ لِلَّهِ ۖ لَا يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا
 قَلِيلًا ۖ أُولَٰئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ
 ﴿٤٩﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ
 لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٥٠﴾

التائبين

النجاة

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ، پس قبول کر لیں ان کی دعائیں۔ رَبُّهُمْ، ان کے رب نے۔ (یہ فرماتے ہوئے)۔ اِنِّیْ لَا اُضِیْعُ، بے شک میں ضائع نہیں کرتا۔ عَمَلٍ عَامِلٍ مِّنْكُمْ، کسی کام کرنے والے کا کام تم میں سے۔ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی، مرد ہو یا عورت ہو۔ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ، بعض تمہارے بعض سے ہیں۔ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا، پس وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی۔ وَاٰخِرُ جُوْا مِیْنِ دِیَارِهِمْ، اور نکالے گئے اپنے گھروں سے۔ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ، اور ان کو اذیت دی گئی میرے راستے میں۔ وَقَتَلُوْا، اور وہ (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) لڑے۔ وَقَتِلُوْا، اور قتل کئے گئے۔ لَا تُکْفِرْنَ عَنْهُمْ، البتہ ضرور مٹا دوں گا میں ان سے۔ سَیِّاْتِهِمْ، ان کی برائیاں۔ وَلَا تُدْخِلْنَهُمْ جَنَّتٍ، اور البتہ میں ان کو ضرور داخل کروں گا ایسے باغوں میں۔ تَجْرِیْ مِیْنِ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ، کہ بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں۔ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ، یہ بدلا ہوگا اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ وَاللّٰهُ عِنْدَهُ، اور اللہ تعالیٰ کے پاس۔ حُسْنُ الثَّوَابِ، بہت اچھا بدلہ ہے۔ لَا یَغْرُنَّکَ، ہرگز نہ دھوکے میں ڈالے تجھے۔ تَقَلُّبُ الذِّیْنِ، ان لوگوں کا چلنا پھرنا۔ کَفَرُوْا، جو کافر ہیں۔ فِی الْبِلَادِ، شہروں میں۔ مَنَاعٌ قَلِیْلِ، (ان کے لئے) فائدہ ہے بہت تھوڑا۔ ثُمَّ مَا وُفِّیْہُمْ جَهَنَّمَ، پھر ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ وَبِئْسَ الْمِهَادُ، اور برا ہے ٹھکانہ۔ لٰکِنِ الذِّیْنِ، لیکن وہ لوگ۔ اتَّقَوْا رَبَّہُمْ، جو اپنے رب سے ڈرتے رہے۔ لَهُمْ جَنَّتٌ، ان کے لئے باغات ہوں گے۔ تَجْرِیْ مِیْنِ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ، بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں۔ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا، ہمیشہ انہیں میں رہیں گے۔ نَزَلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ، مہمانی ہوگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ، اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ خَیْرٌ لَّلّٰبِرِّاْرِ، بہتر ہے نیک لوگوں کے لئے۔ وَاِنَّ مِنْ اٰہْلِ الْکِتٰبِ، اور بے شک اہل کتاب میں سے بعض۔ لَسَمٰنٌ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ، البتہ وہ ہیں

جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں۔ وَمَا أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ، اور اس چیز پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی۔ وَمَا أَنْزَلْنَا إِلَيْهِمْ، اور اس چیز پر بھی ایمان لاتے ہیں جو ان کی طرف نازل کی گئی۔ خَشِيعِينَ لِلَّهِ، وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ لَا يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ، وہ نہیں خریدتے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بدلے میں۔ ثُمَّ قَلِيلًا، تھوڑی قیمت۔ أُولَئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ، یہی لوگ ہیں ان کے واسطے اجر ہے ان کا۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ، ان کے رب کے پاس۔ إِنَّ اللَّهَ تَسْرِعُ الْحِسَابِ ☆، بے شک اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والا ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا، اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اصْبِرُوا، صبر کرو۔ وَصَابِرُوا، اور حق پر ڈٹ جاؤ۔ وَرَابِطُوا، اور اپنی سرحدوں کو محفوظ رکھو۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ☆، تاکہ تم کامیابی حاصل کرو۔

اس رکوع کے پہلے حصے میں عقل مندوں کا ذکر تھا کہ وہ یہ یہ کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے ہوں بیٹھے ہوں، لیٹے ہو۔ اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ "مَا خَلَقْتُ هَذَا بَاطِلًا"۔ کہ ان چیزوں کو تو نے فضول اور بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ پھر آگے ان کی دعاؤں کا ذکر ہے کہ اے پروردگار! ہمارے صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف فرمادے۔ اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ وفات دے۔ اے پروردگار! ہمارے اور دے دے ہمیں جو تو نے وعدہ کیا ہے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانوں پر اور نہ رسوا کرتو ہمیں قیامت والے دن بے شک تو وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ یعنی جو وعدہ فرمایا ہے اس کو پورا فرمائے کی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان دعاؤں کی قبولیت کی خوشخبری دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ، پس قبول کر لیں ان کی دعائیں ان کے رب نے۔

(یہ فرماتے ہوئے)۔ اِنِّیْ لَا اُضِیْعُ عَمَلٍ غَامِلٍ مِّنْکُمْ ، بے شک میں ضائع نہیں کرتا کسی کام کرنے والے کا کام تم میں سے۔ نیکی کا عمل صحیح ہو یعنی قاعدے کے مطابق ہو اللہ تعالیٰ اس کو ضائع نہیں فرماتے۔ مِّنْ ذَّکَرٍ اَوْ اُنْثٰی ، نیکی کرنے والا نر ہو یا مادہ ہو۔ یعنی مرد ہو یا عورت ہو۔ بَعْضُکُمْ مِّنْ بَعْضٍ ، بعض تمہارے بعض سے ہیں۔ تم مرد عورتیں ایک دوسرے سے پیدا ہوئے ہو۔ عورتوں سے مرد اور مردوں سے عورتیں اور یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک چلانا ہے۔ نہ مرد ہونے کی وجہ سے نیکی میں کمی آئے گی نہ عورت ہونے کی وجہ سے۔ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا ، پس وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہجرت کی۔ دین کی حفاظت کے لئے۔ اِیْمَانِ کِیْ حِفْظِ کِیْ لَئِیْ۔ وَاٰخِرِ جُوْا مِیْنُ دِیَارِہِمُ ، اور نکالے گئے اپنے گھروں سے۔ بعض اوقات اہل ایمان کافروں کی ایذا رسانیوں سے تنگ آ کر اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لے سکتے۔ اور کافروں کو جب بھی موقع ملا ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کو ستانے میں کمی نہیں کی اور ان کو وہاں سے نکالا ہے۔ اس وقت برما میں مسلمانوں پر بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ اگرچہ برما میں مسلمانوں کی تعداد خاصی ہے مگر صحیح معنی میں مسلمان کم ہیں بھرتی زیادہ ہے۔ وہاں بد مذہب کے لوگ ان کو کلمہ پڑھنے سے روکتے ہیں۔ اور اپنے ساتھ مسلمان لڑکیوں کا نکاح کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ کہ مسلمان ان کو اپنی لڑکیوں کا رشتہ دیں۔ نمازیں پڑھنے سے بھی روکتے ہیں۔ کچھ بے چارے بھاگ کر بنگلہ دیش چلے گئے ہیں اور کچھ وہیں مصیبتیں جھیل رہے ہیں۔ اور دوسرے ملکوں کے مسلمان بے غیرت بنے ہوئے ہیں۔ خصوصاً حکمران اور اپنے فرض کو ادا نہیں کر رہے۔ کیونکہ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے۔ ”اِمْرَاۃٌ سُبِیْتَ بِالْمَشْرِیْقِ وَجَبَ عَلٰی اَہْلِ مَغْرِبٍ اَنْ یُّخْلِصُوْہَا“۔ اگر

کوئی مسلمان عورت مشرق تکے کونے میں کافروں کے ہاتھ قید ہو جائے تو مغرب کی طرف تمام رہنے والوں پر واجب ہے کہ اس کی مدد کریں۔ اور اس کو رہا کرائیں۔ اور آج ہمارے پڑوس کشمیر، افغانستان، بوسنیا، برما میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ مگر اس وقت مسلمانوں سے بڑا بے غیرت کوئی نہیں ہے۔ خصوصاً مسلمانوں کا حکمران طبقہ جہاں کہیں بھی ہے بڑا بے غیرت ہے۔ اور اتنے بے غیرت ہیں کہ آواز تک بلند کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اپنا کوئی نقصان ہو تو چیختے چلاتے ہیں۔ اور دوسرے مسلمانوں کے لئے اتنی آواز بھی نہیں نکال سکتے کہ اے ظالمو! ان مظلوموں پر ظلم نہ کرو۔ اس وقت برما میں بہت ظلم ہو رہا ہے۔ مگر کوئی ان کی خبر لینے والا نہیں ہے۔ تو فرمایا جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے۔ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي، اور ان کو اذیت دی گئی میرے راستے میں۔ وَقْتُلُوا، اور وہ (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) لڑے۔ وَقْتُلُوا، اور قتل کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لَا كُفْرَانَ عَنْهُمْ نَسَبَانِهِمْ، البتہ ضرور منادوں گا میں ان سے ان کی برائیاں۔ یعنی میں ان کی خطائیں معاف کر دوں گا۔ وَلَا ذِحْلَتُهُمْ جَنَّتْ، اور البتہ میں ان کو ضرور داخل کروں گا ایسے باغوں میں۔ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ، کہ بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں۔ ثَوَابًا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ، یہ بدلہ ہوگا اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ، اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت اچھا بدلہ ہے۔ اور اس کے خزانے بڑے وسیع ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات پیدا فرمائی ہے اس وقت سے لے کر اس کے فنا ہونے تک اس میں جتنی مخلوقات آئی ہیں یا آئیں گی کیا انسان کیا جنات، کیا کیڑے مکوڑے، کیا سمندری مخلوق، اور کیا خشکی کی مخلوق اللہ تعالیٰ ان پر خرچ کر رہا ہے۔ اس کے خزانوں میں اتنی بھی کمی نہیں آئی کہ تم سوئی سمندر میں

ڈبو کے نکالو۔ جتنا پانی اس کے ساتھ لگتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھانے کے لئے فرمایا کہ جس طرح سوئی کے ذریعے سمندر کے پانی میں کمی نہیں آتی۔ اسی طرح رب تعالیٰ کے خزانوں میں بھی کمی نہیں آسکتی۔ اور ایک حدیث پاک میں اس طرح آتا ہے۔ "لَوْ أَنَّ أَوْلَئِكَمُ وَاٰخِرَتُكُمْ وَجَنَّتُمْ وَاِنْسُكُمْ وَرَطَبُكُمْ وَيَابِسُكُمْ"۔ اگر تمہارے اول سے لے کر آخر تک یعنی جو مر گئے ہیں یا موجود ہیں۔ یا آئندہ آنے والے ہیں۔ کیا انسان کیا جنات یا خشکی کی مخلوق اور کیا سمندری مخلوق کیا پہاڑوں میں رہنے والے یا میدانوں اور غاروں میں رہنے والے یہ سارے ایک میدان میں جمع ہو جائیں اور اپنی اپنی خواہش کے مطابق رب تعالیٰ سے مانگیں یعنی جو جس کے دل میں آتا ہے وہ مانگے، اور اللہ تعالیٰ ان کو ان کے مانگنے کے مطابق دے دے۔ تو اس کے خزانوں میں اتنی کمی نہیں آتی کہ سوئی سمندر میں ڈبو کر نکالو تو جتنا اس کے ساتھ پانی لگتا ہے تو اس کے خزانے بڑے وسیع ہیں اور اس کے پاس اچھا بدلہ ہے۔ کافر سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکے میں ڈالنے کے لئے کہتے کہ تم کہتے ہو کہ ہم رب تعالیٰ کے پیارے ہیں اپنے کپڑے دیکھو پھٹے پرانے ہیں۔ کسی کو جو ناصیب نہیں ہے۔ کسی کے سر پر گڑی نہیں ہے۔ کئی کئی دن تم فاقوں میں گزارتے ہو۔ رہنے کے لئے تمہارے پاس معقول جگہ کوئی نہیں چھپروں میں گزارہ کرتے ہو۔ پھر بھی کہتے ہو کہ رب ہم پر راضی ہے کس طرح راضی ہے اگر راضی ہوتا تو تمہیں دولت دیتا۔ دنیا کی ضروریات تمہیں عطاء کرتا۔ اور ہمیں کہتے ہو کہ رب تم سے ناراض ہے۔ حالانکہ ہمارے پاس کوٹھیاں ہیں باغات ہیں، کارخانے ہیں زمینیں ہیں دولت ہے۔ اگر رب ہم سے ناراض ہوتا تو یہ چیزیں ہمیں کیوں دیتا۔ عوام کی اکثریت سطحی ہوتی ہے۔ جن کا کلمہ ایمان مضبوط نہیں ہوتا۔ وہ اسے شہادت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ

حقیقت یہ ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی نعمتیں دی ہیں وہ سارے پسندیدہ لوگ نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لَا يَغُرُّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ، ہرگز نہ دھوکے میں ڈالے تجھے ان لوگوں کا چلنا پھرنا۔ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ، جو کافر ہیں شہروں میں۔ یعنی کافروں کا ٹھاٹھ باٹھ سے شہروں میں چلنا پھرنا تجھے دھوکے میں نہ ڈالے کہ تم دیکھتے ہو وہ گاڑی پر جا رہے ہیں کبھی سکوتر پر کبھی جہاز پر فرمایا۔ اس سے بالکل دھوکے میں نہ پڑنا کیونکہ، مَتَاعٌ قَلِيلٌ، (ان کے لئے) فائدہ ہے بہت تھوڑا۔ کتنے دن کھا پی لیں گے۔ دس دن مہینہ سال دس سال پچاس سال۔ سو سال چند دن کی بہار ہے۔ آخر موت ہے۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے معلوم ہو جائے گا راحت کس چیز کا نام ہے اور تکلیف کس چیز کا نام ہے۔ چند دن کی عیش کو انہوں نے رب تعالیٰ کی رضا سمجھ لیا ہے۔ ثُمَّ مَا لَهُمْ جَهَنَّمَ، پھر ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ وَيَسْأَلُ الْمِثَادَ O، اور برا ہے ٹھکانہ۔ اللہ تعالیٰ تمام مومنین اور مومنات مسلمین اور مسلمات کو دوزخ کی آگ سے بچائے۔ لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ، لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے۔ چاہے ان کے کپڑے پھٹے پرانے ہیں۔ جوتیوں سے محروم ہیں۔ ٹوپی پگڑیوں سے محروم ہیں۔ ظاہری زیبائش اور آرائش سے محروم ہیں۔ لَهُمْ جَنَّتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ، ان کے لئے باغات ہوں گے بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں۔ خَلِيدِينَ فِيهَا، ہمیشہ انہیں میں رہیں گے۔ نَزُلًا يُسْمِنُ عِنْدَ اللَّهِ، مہمانی ہوگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ لہذا ان چیزوں کو دیکھ کر دھوکے میں نہ پڑو۔ اور نہ کسی کو دھوکے میں ڈالو۔ اور یاد رکھو۔ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِّلْآبَرَارِ O، اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے بہتر ہے نیک لوگوں کے لئے۔ کیونکہ وہ پائیدار ہے۔ اور وہاں کی زندگی دنیا کی زندگی سے بہتر ہے۔ لہذا تم اپنی غربت پر افسوس نہ کرو اور ناداری پر پشیمان نہ ہو۔ آخرت کو سامنے

رکھ کر اپنا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑ کر رکھو۔ رب تعالیٰ کی رحمت کو نہ بھولو۔ قرآن پاک کی یہ خوبی ہے کہ اگر کسی قوم کی خرابیوں کو بیان کرتا ہے تو ان کی خوبیوں کو بھی بیان کرتا ہے اگر ان میں خوبیاں ہوں۔ چنانچہ مسلسل کئی رکوع سے یہود و نصاریٰ کی تردید ہو رہی تھی۔ لہذا اس سے ذہن میں یہ بات آتی تھی کہ سارے اہل کتاب برے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسی بات نہیں ہے۔ وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، اور بے شک اہل کتاب میں سے بعض۔ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ، البتہ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر صحیح معنی میں ایمان لاتے ہیں۔ وَمَا أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ، اور اس چیز پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی۔ کیونکہ آخری کتاب اور آخری پیغمبر علیہ السلام کا ان کی کتابوں میں ذکر تھا۔ کہ نبی آخر الزمان آئیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنا کلام ان کے منہ میں ڈالیں گے۔ چنانچہ قرآن پاک میں آتا ہے۔ "الَّذِينَ يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ"۔ وہ ہیں جو پاتے ہیں اس پیغمبر کو لکھا ہوا اپنے پاس توراہ اور انجیل میں ایسے لوگ خاصی تعداد میں تھے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ تو وہ مانتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ اور ان پر ایمان لانا چاہیے۔ اور ایمان لائے بھی۔ جیسے حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت ثعلبہ، حضرت اسد، حضرت اسید، حضرت بنیامین رضی اللہ عنہم اجمعین یہ سارے پہلے یہودی تھے۔ پھر مسلمان ہو گئے اور نصاریٰ میں سے حضرت عدی بن حاتم، حضرت عدی بن بدرح، حضرت سلمان فارسی، حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہم اجمعین یہ سارے پہلے عیسائی تھے پھر مسلمان ہو گئے اور نیک بنی آدم اور سعادت کا ثبوت دیا۔ وَمَا أَنْزَلْنَا إِلَيْهِمْ، اور اس چیز پر بھی ایمان لاتے ہیں جو ان کی طرف نازل کی گئی۔ جب وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے توراہ انجیل پر ایمان رکھتے تھے اور یہ جو ایمان لائے ہیں۔ خَشِعِينَ لِلَّهِ، وہ اللہ

اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ یہ کام کرو گے تو پھر۔ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ، تاکہ تم کامیابی حاصل کرو۔ تمہاری کامیابی ان چیزوں پر موقوف ہے جو رب تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے..... آمین!!!

آج مؤرخہ ۲۲ شوال ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۷ دسمبر ۲۰۰۲ء کو سورۃ آل عمران مکمل ہوئی۔

والحمد لله على ذلك
(نواز بلوچ گوجرانوالہ)



تیار کردہ:

الفتح گرافکس

خاکپائے حفصہ شیخ الحدیث (مدظلہ العالی)

محمد نوید ساجد (فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم)

گوجرانوالہ، پاکستان